آدابِ سُنّت

عالم فقری

ادارہ پیغام القرآن
۴۰۔ اُردو بازار لاہور

آداب سنت

عالم فقری

ادارہ پیغام القرآن
40- اردو بازار لاہور

اللہ تعالیٰ ہمارا مالک اور رزاق ہے

نام کتاب ---------------- آداب سنت

مصنف ---------------- عالم فقری

اشاعت ---------------- ۲۰۰۵ء

تعداد ---------------- ۱۱۰۰

زیر اہتمام ---------------- محسن فقری

منتظم ---------------- حسیب فقری

فہرست

سُنّت

تقاضۂ محبت یہی ہے کہ محبوبِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا کو محبت سے اپنایا جائے ان کی اک اک ادا پر دل فدا کیا جائے۔ جان قربان کی جائے۔ عقیدت کے پھول اتباعِ سُنت کی صورت میں نچھاور کیے جائیں۔ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تھے اسی طرح چلا جائے جس طرح آپؐ سلام کہتے تھے اسی طرح سلام کہا جائے۔ جس طرح آپ مصافحہ کرتے تھے اسی طرح مصافحہ کیا جائے۔ جس طرح آپؐ گلے ملتے تھے اسی طرح گلے ملا جائے۔ جس طرح آپؐ کھانا تناول فرماتے تھے اسی طرح کھانا کھایا جائے۔ جس طرح آپؐ پیتے تھے اسی طرح پیا جائے۔ جس طرح آپؐ سوتے تھے اسی طرح سویا جائے۔ جیسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم لباس پہنتے تھے ویسا ہی لباس پہنا جائے۔ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں جاتے اور پھر واپس تشریف لاتے ویسے ہی سفر اختیار کیا جائے اور واپس آیا جائے۔ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے اسی طرح نماز پڑھی جائے۔ رکوع سجود، قیام قعود آپؐ کی اتباع میں کیا جائے۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے حضور رات کو سجدہ ریز ہو کر گریہ وزار ہوتے تھے اسی طرح گریہ وزاری کی جائے۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حقوق العباد ادا کیے اسی طرح حقوق العباد ادا کیے جائیں۔ گویا کہ زندگی کے ہر شعبے کو اسی طرح اپنایا جائے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنایا، اس طرح ہمارا کھانا، پینا، سونا، اٹھنا، بیٹھنا، چلنا پھرنا، سفر کرنا، روزی کمانا، لباس پہننا، خوشبو لگانا، تیل اور کنگھی کرنا، غرضیکہ ہر کام جو بھی اتباعِ سنت کے طریقے پر کریں گے وہ نیکی بن جائے گا۔ گو پیٹ ہم نے اپنی غرض کے لیے بھرا پانی اپنے جسم کی بقا کے لیے پیا، آرام اپنے سُکھ کے لیے کیا۔ لباس اپنے جسم کو ڈھانپنے کے

لیے پہنا، جوتا اپنے پاؤں کی حفاظت کے لیے استعمال کیا، کسی کی مہمان نوازی اپنے تعلقات اور دوستی کی بنا پر کی مگر اللہ کے حضور میں وہ نیکیاں بن گئیں، کیونکہ صرف انھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں سرانجام دیا۔ اس لیے میرے دوست یاد رکھ کہ جو کام بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کریں گے وہ اللہ کے ہاں قبول ہوگا۔ اور روزِ قیامت کو اس کا بہت اجر ملے گا۔

۱۔ اتّباعِ سُنّت

لفظ سنت لغت کے اعتبار سے صورت سیرت اور طریقہ کے معانی میں استعمال ہوتا ہے مگر سُنّت اصل میں اس طریقہ اور سیرت کا نام ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اطاعتِ الٰہی کے لیے اختیار کیا اس لیے اصطلاحاً سنت کا اطلاق رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اقوال افعال اور تقریرات پر ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سنت تین قسم کی ہے۔ پہلی قسم سُنّت قولی ہے جس کا ماخذ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال یعنی احادیث ہیں۔ دوسری سُنّت فعلی ہے جس کا ماخذ آپؐ کے افعال ہیں جو روایات کی صورت میں ہے۔ سنت کی تیسری قسم تقریری ہے یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی صحابی نے کوئی کام کیا یا اس کام کی اطلاع رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپؐ نے اس پر سکوت فرمایا تو ایسا کام مباح ہوگیا اگر رضامندی کا اظہار فرمایا تو بھی وہ سُنّت ہوگیا۔

سنت پر عمل کرنے کے سلسلے میں اطاعت اور اتباع کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ ان دونوں لفظوں کے معنوں میں تھوڑا سا فرق ہے۔ مگر مقصد ایک ہی ہے۔ اتباع کا مطلب کسی کے پیچھے پیچھے چلنا ہے مگر اصطلاحاً فرمانبرداری کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ اتباعِ سنت کا یہ مطلب ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال پر اس طرح عمل کریں جس طرح کہ ان اقوال کا تقاضا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کو اس طرح ادا کریں جس طرح حضورؐ نے

ادا فرمائے ہیں۔ اگر ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر اس طرح عمل نہ کریں جیساکہ ان کا تقاضا ہے یا ان کے اعمال کو اس طرح نہ کریں جس طرح انھوں نے کیا تو یہ اتباع سنت نہ ہوگی

اطاعتِ رسول کا مطلب، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا ہے یعنی آپؐ کے ہر حکم کی تعمیل کی جائے جس طرح تعمیل کرنے کا حق ہے لہٰذا اطاعت و اتباعِ رسولؐ ایک طرح کے لفظ ہیں اور ان دونوں کا مقصد بھی یہی ہے کہ تمام حرکات و سکنات میں سرورِ کائناتؐ کی فرمانبرداری کی جائے۔ یعنی جس طرح حضورؐ نماز پڑھتے تھے ایسے ہی نماز پڑھی جائے جس طرح آپ کھانا تناول فرماتے تھے اسی طرح کھانا کھایا جائے۔ جس طرح حضورؐ پانی پیتے تھے ویسے ہی پانی پیا جائے۔ گویا کہ زندگی کے ہر شعبے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ عمل پر عمل کیا جائے۔

انسان اشرف المخلوقات ہے اس کے افعال کو شریعت کا پابند کیا گیا ہے۔ اس لیے مناسب ہے کہ جو کام کیا جائے سنت کے مطابق کیا جائے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب ایمان لانا واجب ہے تو پھر آپؐ کی اطاعت و اتباع بھی لازم ہوگئی اور اکثر اطاعت کا اطلاق فرائض، واجبات، عبادات اور امر و نہی پر آتا ہے اور اتباع و اقتداء کا اطلاق سُنن، آداب اور سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا ہے۔

اتباعِ سنت سے دین و دنیا کی بیشمار برکتیں حاصل ہوتی ہیں۔ دل کو سکون ملتا ہے روح میں تازگی پیدا ہوتی ہے۔ ایمان میں استقامت آتی ہے۔ اسرار و رموز کی راہیں کھلتی ہیں رزق میں اضافہ ہوتا ہے۔ درجات میں بلندی ہوتی ہے نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ ذاتِ حق کی قُربت حاصل ہوتی ہے۔ اتباعِ سنت سے عشقِ رسولؐ میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ اس لیے معلوم ہوا کہ اتباع میں فائدہ ہی فائدہ ہے۔ لہٰذا ہر شخص کو دل و جان سے اتباعِ رسولؐ کی کوشش میں رہنا چاہیئے۔

یاد رہے کہ اتباع تین طرح یعنی خوف، لالچ اور محبت کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو اطاعت کسی فرد یا کسی حکومت یا کسی مالی و جانی نقصان کے ڈر سے کی جاتی ہے تو وہ اطاعت نہیں ہوتی بلکہ منافقت ہوتی ہے۔ ایسے ہی وہ اطاعت جو کسی مالی نفع یا دنیاوی بہتری کے لالچ میں کی جاتی ہے وہ اطاعت بھی اطاعت کی اصل روح سے خالی ہے کیونکہ اطاعت کی اصل روح تو محبت ہے اور محبت سے جو کام کیا جاتا ہے اللہ اسے قبول کرتا ہے۔ محبت کی اطاعت میں صرف رضائے الٰہی پیش نظر ہوتی ہے۔ اس لیے اس کا بہت درجہ ہے لہٰذا اتباعِ سنت میں ہمیشہ محبت کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔

ولایت اور اتباعِ سنت دونوں لازم و ملزوم ہیں کیونکہ ہر ولی کو اسوۂ رسولؐ پر عمل پیرا ہوکر ہی ولایت ملتی ہے۔ حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا ہے کہ علمِ تصوف کا سنتِ رسولؐ سے گہرا تعلق ہے۔ ایسے ہی ابوعثمان سعید بن عثمان الحیری نے فرمایا کہ جس نے سنتِ رسول کو اپنے اوپر قولاً فعلاً جاری کرلیا تو اس کی زبان سے حکمت کی بات نکلی اور جس نے اپنے اوپر خواہشاتِ نفس کو قولاً و عملاً حاکم بنایا تو اس کی زبان سے بدعت کی بات نکلی۔

ابو یزید بسطامی کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ انھوں نے موسیٰ بن عیسیٰ اور طیفور بسطامی سے کہا کہ ہمارے ساتھ چلو کر اس زاہد سے ملاقات کریں جو خود کو ولی کہلواتا ہے۔ یہ زاہد اپنے زُہد و عبادت کی وجہ سے بڑا مشہور تھا اور طیفور نے آپ کو اس کا نام و نسب ۔ کچھ بتا دیا تھا۔ موسیٰ بن عیسیٰ کے والد کہتے ہیں کہ ہم اسے ملنے گئے تو وہ زاہد گھر سے نکل کر مسجد کی طرف جا رہا تھا اور جب مسجد میں داخل ہوا تو قبلہ کی جانب تھوک دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابو یزید بسطامی نے کہا آؤ واپس چلیں۔ کیونکہ جس شخص کو آدابِ رسول پر عمل نہیں وہ ولی اللہ کیسے بن سکتا ہے۔

ذالنون مصری سے پوچھا گیا کہ آپ نے اللہ کو کیسے پہچانا۔ جواب دیا کہ میں نے اللہ کو اللہ ہی کے ذریعے پہچانا اور اللہ کے سوا تمام باقی چیزوں کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے

ذریعے پہچانا۔

اتباعِ سنت سے ولی اللہ اپنی ولایت کی حفاظت کرتے ہیں کیونکہ یہی وہ کسوٹی ہے جس سے ولی اللہ پہچانا جاتا ہے۔

صحابہ کرامؓ، ائمہ امت اور اکابرین نے قرآن کے ساتھ سنت کی پیروی کو اپنے لیے لازم سمجھا۔ سنت سے بے پروائی اور سنت کا انکار اس طریقہ کے بالکل خلاف ہے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اہلِ ایمان کو چھوڑ گئے تھے۔ صحابہ کرامؓ کا طریقہ یہ تھا کہ انھیں ہر موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی تلاش رہتی تھی۔ جلیل القدر صحابہؓ نے جس مضبوطی کے ساتھ اتباعِ سنت پر عمل کیا اس کے چند واقعات مندرجہ ذیل ہیں:۔

۲۔ اتباعِ سنت اور حضرت ابوبکر صدیقؓ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیقِ خاص ہونے کا شرف حاصل ہے آپؓ نے زندگی کے اکثر شب و روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں گزارے غرضیکہ سفر و حضر، خلوت و جلوت، جنگ و صلح اور بہت سے اہم واقعات میں آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ کتاب و سنت کے تمام احکامات کا نفاذ آپؓ کے سامنے ہوا آپ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر پہلو روزِ روشن کی طرح واضح تھا اس لیے آپ نے اپنی زندگی کے ہر پہلو کو اسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں رنگ لیا تھا۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادت کی آپ نے بھی اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہر وہ عبادت کی جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ تقریباً سونے، بیٹھنے، کھانے پینے، چلنے پھرنے، کلام کرنے میں، گویا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی سے چھوٹی سنت پر بھی عمل کیا۔

۱۔ ایک دفعہ آپ کے ایک غلام نے کھانے کی کوئی چیز لا کر پیش کی، آپ نے اسے کھا لیا کھانے کے بعد آپ کے ذہن میں خیال پیدا ہوا کہ میں اسے پوچھوں کہ تم یہ چیز کہاں سے لائے

تھے۔ آخر آپ نے غلام سے دریافت کیا کہ تمہیں یہ کھانے کی چیز کہاں سے حاصل ہوئی، اس نے کہا کہ میں نے زمانۂ جاہلیت میں ایک شخص کی فال کھولی تھی لیکن میں فال کھولنا نہیں جانتا تھا اور آج اس سے ملاقات ہوئی تو اس نے اس کے صلے میں مجھے یہ چیز دے دی۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے اپنے منہ میں انگلی ڈال کر جو کچھ کھایا تھا سب کچھ قے کر دیا اور فرمایا کہ جس حرام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا وہ ابوبکرؓ کے پیٹ میں نہیں جا سکتی۔ کیونکہ حضورؐ کی اتباع ہر عمل میں میرے لیے مقدم ہے۔

۲۔ حضرت رافع طائی کا قول ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں، تو فرمایا کہ خدا تم پر رحمت اور برکت نازل فرمائے، نمازیں پڑھو۔ روزے رکھو، زکوٰۃ دو۔ حج کرو۔ غرضیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سنت پر عمل کرو۔

۳۔ حضرت ابوبکر صدیق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مسلمانوں کے پہلے خلیفہ بنے تو انھوں نے اپنے پہلے ہی خطبہ میں فرمایا تھا اطیعونی ما اطعتُ اللہَ ورسولَہٗ فان عصیتُ اللہَ ورسولَہٗ فلا طاعۃ لی علیکم۔ "میری اطاعت کرو جب تک کہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کر رہا ہوں لیکن اگر میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی اختیار کروں تو میری کوئی اطاعت تم پر نہیں ہے۔"

۴۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ طرزِ عمل تھا کہ جب آپ کے سامنے کوئی معاملہ آتا تو وہ پہلے اس کا حکم کتابُ اللہ اور سنتِ رسولؐ ہی میں تلاش کرتے تھے۔ کسی معاملہ میں وہ اجتہاد سے اسی وقت کام لیتے جب کتابُ اللہ اور سنتِ رسولؐ میں کوئی حکم نہ پاتے۔

ایک عورت اپنے پوتے کی میراث کا مطالبہ کرتی ہے جس کی ماں مر چکی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ کتابُ اللہ میں کوئی حکم نہیں جس کی رُو سے تجھے حق پہنچتا ہو اور سنتِ رسولؐ کی رُو سے تیرا کوئی حق مجھے معلوم نہیں لہٰذا اس وقت واپس جا۔ تا آنکہ میں لوگوں سے

دریافت کروں۔ اس کے بعد انھوں نے لوگوں سے پوچھا تو حضرت مغیرہؓ بن شعبہ اور محمدؓ بن مسلمہ نے کھڑے ہو کر شہادت دی کہ ان کی موجودگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دادی کو چھٹا یعنی حصہ مادری) دلوایا ہے۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اس عورت کو چھٹا حصہ دلوایا۔ (بخاری شریف)

۵۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے صرف چند گھنٹے پہلے اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن مبارک میں کتنے کپڑے تھے اور آپؐ کی وفات کس دن ہوئی؟ اس سوال کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی یہ انتہائی تمنا تھی کہ زندگی کے ہر لمحات میں تو میں نے اپنے تمام معاملات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنتوں کی مکمل طور پر اتباع کی ہے، مرنے کے بعد کفن اور وفات کے دن میں بھی مجھے آپؐ کی اتباعِ سنت نصیب ہو جائے۔ (بخاری)

۲۔ اتباعِ سُنّت اور حضرت عمر فارُوق رضؓ

حضرت عمرؓ کے دستورِ عمل کا سب سے زریں صفحہ اتباعِ سنت تھا۔ وہ خورد و نوش لباس و وضع، نشست و برخاست، غرض ہر چیز میں اسوۂ حسنہ کو پیشِ نظر رکھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ فقر و فاقہ سے بسر کی تھی۔ اس لیے حضرت عمرؓ نے روم و ایران کی شہنشاہی ملنے کے بعد بھی فقر و فاقہ کی زندگی کا ساتھ نہ چھوڑا۔ ایک دفعہ حضرت حفصہؓ نے کہا کہ اب خدا نے خوشحالی عطا فرمائی ہے اس لیے آپ کو نرم لباس اور نفیس غذا سے پرہیز نہ کرنا چاہیئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا جانِ پدر! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عسرت اور تنگ حالی کو بھول گئیں۔ خدا کی قسم! میں اپنے آقا کے نقشِ قدم پر چلوں گا کہ آخرت کی فراغت اور خوشحالی نصیب ہو۔ اس کے بعد دیر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عسرت کا تذکرہ کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت حفصہؓ بے تاب ہو کر رونے لگیں۔

ایک دفعہ یزید بن ابی سفیان کے ساتھ شریکِ طعام ہوئے۔ معمولی کھانے کے بعد دستر خوان پر عجب عمدہ کھانے لائے گئے تو حضرت عمرؓ نے ہاتھ کھینچ لیا اور کہا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں عمرؓ کی جان ہے۔ اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روش سے ہٹ جاؤ گے تو خدا تم کو جادۂ مستقیم سے منحرف کر دے گا۔

عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ وہ حجرِ اسود کو بوسہ دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں ہرگز بوسہ نہ دیتا

مجوس کا ملک اسلامی مقبوضات میں شامل ہوا تو حضرت عمرؓ کو تردد ہوا کہ مجوس سے جزیہ لیا جائے یا نہ لیا جائے۔ قرآن مجید میں صرف اہلِ کتاب سے جزیہ لینے کا ذکر ہے اور قرآن کی زبان میں اہلِ کتاب سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اس بات کی شہادت دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر میں مجوس سے جزیہ لیا ہے اس شہادت کے بعد حضرت عمرؓ کو ان سے جزیہ لینے میں کوئی تامل نہ ہوا۔

حضرت عمرؓ نے قاضی شریح کے نام اپنے ایک خط میں لکھا تھا کہ اگر کوئی معاملہ ایسا سامنے آئے جس کے بارے میں کتاب اللہ میں کوئی حکم نہ ہو تو اس کا فیصلہ اس حکم کے مطابق کریں جو انھیں اس کے بارے میں سنتِ رسول میں ملتا ہو اور اگر کوئی ایسا معاملہ ہو کہ اس میں کتاب اللہ اور سنتِ رسول دونوں خاموش ہیں تو پھر وہ اس قانون کی پیروی کریں جس پر اجماع ہو چکا ہو اور اگر اس کے متعلق کوئی اجماعی فیصلہ بھی نہ ہوا ہو تو پھر اجتہاد سے کام لینے کا اختیار ہے یا پھر انتظار کریں کہ اس معاملے میں کوئی اجتماعی فیصلہ ہو جائے۔ حضرت عمرؓ نے انھیں یہ بھی لکھا کہ میرے نزدیک انتظار کرنا زیادہ بہتر ہے۔

ان کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کام جس طرح کرتے دیکھا اسی طرح وہ بھی عمل پیرا ہوں۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ میں

دو رکعت نماز پڑھی تھی۔ حضرت عمرؓ جب اس طرف سے گزرتے تو اس جگہ دو رکعت نماز ادا کر لیتے تھے۔ ایک شخص نے پوچھا یہ نماز کیسی ہے ؟ آپ نے فرمایا کہ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں نماز پڑھتے دیکھا تھا"

یہ کوشش صرف اپنی ذات تک محدود نہ تھی۔ بلکہ وہ چاہتے تھے کہ ہر شخص کا دل اتباعِ سنت کے جذبہ سے معمور ہو جائے۔ ایک دفعہ وہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا۔ حضرت عمرؓ نے عین خطبہ کی حالت میں اس کی طرف دیکھا اور کہا آنے کا یہ کیا وقت ہے ؟ انھوں نے کہا کہ بازار سے آ رہا تھا کہ اذان سنی۔ وضو کر کے فوراً حاضر ہوا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ وضو پر کیوں اکتفا کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جمعہ کو) غسل کا حکم دیا کرتے تھے۔

حضرت سعید بن مسیبؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب (کسی سفر سے) مدینہ تشریف لائے تو کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ اللہ کی تعریف اور اس کی ثنا کے بعد فرمایا اے لوگو! تمھارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا طریقہ جاری کر دیا گیا ہے۔ اور تمھارے لیے فرائض مقرر کر دیے گئے ہیں اور تم ایک کشادہ راستہ پر چھوڑ دیے گئے ہو خبردار لوگوں کو اس راستہ سے دائیں اور بائیں نہ بھٹکانا۔

۴۔ اتباعِ سنّت اور حضرت عثمان رضؓ

حضرت عثمانؓ اپنے کردار اور سیرت کے اعتبار سے بے مثل اوصاف کے مالک تھے آپ کی رگ رگ میں عشقِ مصطفیٰ اور اتباعِ سنت کا جذبہ موجزن تھا۔ آپ فطرتاً دیانتدار اور راست باز تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں بے پناہ اوصاف عطا فرمائے۔ سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ ہر وقت خوفِ الٰہی سے لرزاں رہتے تھے کہ کہیں کوئی عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف نہ ہو جائے۔ آپ اکثر خوفِ خدا کے تحت روتے۔ موت، قبر اور عاقبت کا خیال

ہمیشہ دامنگیر رہتا اور تصورِ آخرت میں اکثر اوقات آپ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل آتے۔ آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی اور آپ کے ہر فعل سے بے پناہ محبت تھی آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام وادب اس حد تک ملحوظ تھا کہ جس ہاتھ سے آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کی تھی اسے نجاست سے مس نہ ہونے دیا۔

جنابِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک سے اس محبت وارادت کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ اپنے ہر قول وفعل یہاں تک کہ حرکات وسکنات اور اتفاقی باتوں میں بھی محبوبؐ آقا کی اتباع کو پیشِ نظر رکھتے تھے۔ ایک دفعہ وضو کرکے متبسم ہوئے۔ لوگوں نے اس بے موقع تبسم کی وجہ پوچھی۔ فرمایا میں نے ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (روحی فداہ) کو اسی طرح وضو کرکے ہنستے ہوئے دیکھا تھا۔

ایک دفعہ سامنے سے جنازہ گزرا تو کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ ایک بار مسجد کے دوسرے دروازہ پر بیٹھ کر بکری کا پٹھا منگوایا اور کھایا اور بغیر تازہ وضو کیے ہوئے نماز کو کھڑے ہو گئے۔ پھر فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی جگہ بیٹھ کر کھایا تھا اور اسی طرح کیا تھا۔

حج کے موقع پر آپ اور ایک صحابی طواف کر رہے تھے۔ طواف میں انھوں نے رُکنِ یمانی کا بھی بوسہ لیا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے ایسا نہیں کیا تو انھوں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اس کا استلام کرانا چاہا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے کہا یہ کیا کرتے ہو۔ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طواف نہیں کیا؟ انھوں نے کہا ہاں! کیا تم نے آپؐ کو اس کا استلام کرتے دیکھا ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ فرمایا پھر کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء مناسب نہیں؟ انھوں نے جواب دیا بیشک۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام عمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی سے چھوٹی

سنت پر بھی عمل کیا اور دوسروں کو بھی ہمیشہ اتباعِ سنت کی دعوت دی کیونکہ ہر مسلمان کے نزدیک نجات کا واحد ذریعہ اتباعِ سنت ہی ہے۔ آپ جب خلیفہ بنے تو لوگوں سے بیعت لینے کے بعد آپ نے اعلان کیا کہ جب تک میں کتاب اللہ اور سنتِ مصطفیٰ پر چلتا رہوں تو اس وقت تک میری اطاعت کرنا۔ اگر اتباعِ سنت کی راہ سے ذرا بھی ہٹوں، تو مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی راہ بتا دینا۔

حضرت عتبہ سے مروی ہے کہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب لوگوں سے بیعت لے لی تو پھر خطبہ دیا اور فرمایا۔ امّا بعد! بیشک میں نے یہ بوجھ اٹھا لیا اور قبول کر لیا اور بیشک میں متبع ہوں اور موجد نہیں۔ سن لو! تمھارے لیے میرے اوپر اللہ عزوجل کی کتاب کے بعد اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے بعد تین باتیں ہیں۔

۱۔ ان لوگوں کا اتباع کرنا جو مجھ سے پہلے تھے ان باتوں میں جن پر تمھارا اتفاق ہو گیا ہے اور تم نے ایک طریقہ جاری کر دیا ہے۔

۲۔ اور اس جماعت میں سے اہلِ خیر کے اس طریقے پر عمل کرنا ہے جس کے لیے کوئی طریقہ تم نے مقرر نہیں کیا ہے۔

۳۔ اور تم سے میرے لیے رُکنا ہے مگر اس معاملے میں جس کو تم واجب کر لو۔

اور بیشک دنیا سرسبز ہے، لوگوں کی طرف مرغوب ہے اور بہت سے لوگ دنیا کی طرف مائل ہوئے ہیں۔ تم دنیا کی طرف مائل نہ ہونا نہ اس پر اعتماد کرنا۔ یہ اعتماد کی چیز نہیں اور تمھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ دنیا چھوڑنے والی نہیں مگر یہ کہ کوئی خود سے اسے چھوڑ دے۔

۵۔ اتباعِ سُنّت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ

حضرت علیؓ عشقِ رسولؐ اور اتباعِ سنت میں یگانۂ روزگار تھے۔ آپ صبر و قناعت، زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت میں بے مثل و لاجواب تھے۔ آپ کی سخاوت اور شجاعت مشہور

زمانہ ہے ۔ آپ نے آغوشِ نبوت میں تربیت پائی۔ چھوٹی عمر میں اسلام قبول کر کے کفار اور مشرکین کی بے پناہ مخالفت برداشت کی ۔ فروغِ اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمانوں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہر قسم کی مشکلات برداشت کیں ۔ بے پناہ مصائب اور دکھ اٹھائے ۔ غرضیکہ حضرت علیؓ بچپن سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک آپ کی رفاقت ہی میں رہے ۔ اس کے علاوہ آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کا بھی شرف حاصل ہوا۔ اسلام کے تمام احکامات کی تکمیل آپ کی حیات ہی میں ہوئی۔ آفتابِ رسالتؐ کی آغوش میں شب و روز بسر کرنے کی وجہ سے آپ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر گوشہ بالکل عیاں تھا ۔ حضورؐ کے تمام معمولات آپ کے سامنے ہی تھے اس لیے آپؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ فیض حاصل ہوا کہ آپ اُسوۂ رسولؐ کا چلتا پھرتا نمونہ بنے۔ آپ کا کھانا پینا، سونا اٹھنا بیٹھنا، کسبِ معاش، ازدواجی زندگی، ریاضت و عبادت ، صبر و ضبط، شکر و احسان ۔ غرضیکہ زندگی کا ہر کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر ہی تھا ۔ حتیٰ کہ آپ کی سیرتِ طیبہ سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ آپ نے زندگی کے ہر لمحے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سنت کی اتباع کی اور دوسروں کو اتباعِ سنت کا درس دیا ۔

عبداللہ بن ابو رافع کا بیان ہے کہ میں عید کے دن آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ نے میرے سامنے ایک چمڑے کا تھیلا رکھ دیا ۔ میں نے اس کو کھولا تو اس میں جو کی روٹیاں تھیں پس آپ اسے کھانے لگے ۔ حضرت عبداللہؓ نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! عید کے دن جو کی روٹیاں! تو اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا ۔ جو کی روٹی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا تو میں اسے کیوں نہ پسند کروں ۔

اگر کسی کو اتباعِ سنت کے سلسلے میں کوئی مسئلہ یا دقت پیش آتی تو وہ بھی آپ سے دریافت کرتا ۔ ایک دفعہ حج کے موقعہ پر حضرت عثمانؓ کے سامنے کسی نے شکار کا گوشت پکا کر پیش کیا ۔ لوگوں نے احرام کی حالت میں اس کے کھانے کے جواز اور عدمِ جواز میں اختلاف کیا۔

حضرت عثمانؓ اس کے جواز کے قائل تھے لہٰذا انھوں نے کہا کہ حالتِ احرام میں خود شکار کر کے کھانا منع ہے لیکن جب کسی دوسرے غیر محرم نے شکار کیا ہو تو اس کے کھانے میں کچھ حرج نہیں۔ دوسروں نے اس سے اختلاف کیا کہ ایسا کرنا سنت نہیں۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے سوچا کہ حضرت علیؓ نے اس مسئلے کے بارے میں کیوں نہ دریافت کیا۔ تو اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جن لوگوں کو یہ واقعہ یاد ہو وہ شہادت دیں کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جبکہ آپؐ احرام کی حالت میں تھے تو ایک گورخر کا شکار کر کے اس کا گوشت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ہم لوگ تو احرام کی حالت میں ہیں یہ ان کو کھلا دو جو حالتِ احرام میں نہیں ہیں۔ حاضرین میں سے بارہ آدمیوں نے اس واقعہ کی گواہی دی تو اس پر حالتِ احرام میں شکار کے گوشت کو نہ کھایا گیا۔

حضرت علیؓ جس طرح خود سنت پر کاربند تھے اسی طرح آپ نے دوسروں کو سنت کے اتباع کا درس دیا۔ آپ جب خلیفہ بنے تو آپ نے جب قیس بن سعد کو مصر کا گورنر بنا کر بھیجا تو اسے تاکید فرمائی کہ میرا یہ پیغام اہلِ مصر کے مجمع میں پڑھ کر سنا دینا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر ہمیشہ عمل کرنا اور جب تک تم کتاب و سنت کو مضبوطی سے تھامے رہو گے تو اللہ تمھارا مدد گار رہے گا۔ اور جونہی اتباعِ سنت سے منہ موڑو گے تو ذلت کی گھاٹیوں میں گر جاؤ گے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ جس طرح رسالت پر ایمان کے بغیر صرف توحید کو تسلیم کر لینے سے ایمان حاصل نہیں ہوتا اسی طرح اتباعِ سنت کے بغیر صرف کتاب اللہ سے رہنمائی حاصل نہیں ہو سکتی۔

ایک موقعہ پر حضرت علی نے فرمایا یہ خیر نہیں کہ تیرا مال اور اولاد کثیر ہو جائے لیکن خیر کی بات یہ ہے کہ تیرا علم کثیر ہو اور تیری بردباری زیادہ ہو۔ اور لوگ تیرے اوپر اللہ کی عبادت کرنے سے فخر کریں پس اگر تجھ نے عبادت اچھی طرح کی ہو تو اللہ کی تعریف کر اور تو نے کچھ کمی کی ہو تو اللہ سے استغفار کر اور دنیا میں سوائے دو آدمیوں کے اور کسی کے لیے بھلائی نہیں۔ ایک وہ آدمی جس نے

کوئی گناہ کیا اور اس کے بعد توبہ کر کے اس کا تدارک کر لیا۔ یا وہ آدمی ہے جو بھلائیوں کی طرف سبقت کرتا ہے اور تقویٰ کے ساتھ کوئی عمل قلیل نہیں اور وہ چیز کیسے قلیل ہو سکتی ہے جو قبول کی جائے۔

عقبہ بن ابو صہبا سے روایت ہے انھوں نے بیان کیا کہ جب ابن ملجم نے حضرت علیؓ کو زخمی کیا تو آپ کے پاس حضرت حسنؓ روتے ہوئے آئے۔ حضرت علیؓ نے پوچھا اے میرے بیٹے! تجھے کس چیز نے رلایا؟ حضرت حسنؓ نے عرض کیا۔ مجھے کیا ہوا کہ میں نہ روؤں حالانکہ آپؓ آخرت کے پہلے دن میں اور دنیا کے آخری دن میں ہیں تو حضرت علیؓ نے فرمایا اے میرے بیٹے! چار باتوں کو یاد کر لے اور یہ چار اور ہیں جو تجھے نقصان نہ پہنچائیں گی جب تک کہ تو ان پر عمل کرتا رہے گا۔ حضرت حسنؓ نے دریافت کیا اے ابا جان! وہ کیا ہیں؟ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ تمام دولت میں سے زیادہ بے پروا کرنے والی دولت عقل ہے۔ اور سب میں بڑی محتاجی حماقت ہے اور سب سے زیادہ وحشت کی چیز خود بینی ہے اور سب سے بڑی کرم کی چیز اچھے اخلاق ہیں۔

حضرت حسنؓ کہتے ہیں۔ میں نے کہا ابا جان! یہ چار ہو گئیں۔ وہ دوسری چار بھی بتا دیجئے حضرت علیؓ نے فرمایا اپنے آپ کو احمق کی دوستی سے بچانا۔ وہ تیرے ساتھ نفع کا ارادہ کرے گا اور تجھے نقصان پہنچا دے گا۔ اور تو اپنے آپ کو جھوٹوں کی دوستی سے بچانا۔ جھوٹا بعید لوگوں کو تجھ سے قریب کر دے گا اور قریب لوگوں کو تجھ سے بعید کر دے گا۔ اور اپنے آپ کو بخیل کی دوستی سے بچانا اس لیے کہ بخیل تجھ سے اس چیز کو دور کرے گا جس کا تو زیادہ محتاج ہے۔ اور اپنے آپ کو فاسق و فاجر کی صحبت سے بچانا اس لیے کہ وہ تجھے معمولی چیز کے بدلے بیچ کھائے گا۔

القصہ حضرت علیؓ کی زندگی کے ہر پہلو سے اتباعِ سنت کی روشن مثالیں بکھرتی ہیں۔

۶۔ دیگر صحابہ کرامؓ اور اتباعِ سُنّت

ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ رضؓ کا گزر ایک ایسی جماعت پر ہوا جس کے سامنے کھانے کے لیے بھُنی ہوئی مُسلّم بکری رکھی ہوئی تھی۔ لوگوں نے آپ کو کھانے کے لیے بلایا تو آپ نے یہ کہہ کر کھانے سے انکار کر دیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا سے تشریف لے گئے۔ اور کبھی جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہ کھائی۔ میں بھلا ان لذیذ اور پُر تکلف کھانوں کو کھانا کیونکر گوارا کر سکتا ہوں۔ (مشکوٰۃ)

منقول ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا مکان مسجد نبوی سے ملا ہوا تھا اور اس مکان کا پرنالہ بارش میں آنے جانے والے نمازیوں کے اوپر گرا کرتا تھا۔ امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس پرنالہ کو اکھاڑ دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے اور کہا کہ خدا کی قسم! اس پرنالہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری گردن پر سوار ہو کر اپنے مقدس ہاتھوں سے لگایا تھا۔ یہ سن کر امیر المؤمنینؓ نے فرمایا کہ اے عباسؓ! مجھے اس کا علم نہ تھا اب میں آپ کو حکم دیتا ہوں کہ آپ میری گردن پر سوار ہو کر اس پرنالہ کو پھر اسی جگہ لگا دیجئے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ (وفاء الوفاء)

عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے یہ نذر کی ہے کہ وہ ہمیشہ روزہ رکھے گا۔ اتفاق سے اس کے بعد ہی عید الضحیٰ یا عید الفطر آگئی۔ کیا وہ ان دنوں میں بھی روزہ رکھے؟ انھوں نے فرمایا نہیں۔ اور یہ آیت تلاوت کی لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں نہ خود روزہ رکھتے تھے نہ روزہ رکھنا پسند فرماتے تھے۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعودرضؓ جمعرات کے دن کھڑے ہوتے اور فرماتے وہ دو باتیں ہیں عادت اور کلام۔ پس افضل یا یوں کہا زیادہ سچا کلام، کلام اللہ ہے۔ اور اچھی عادت، حضرت

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت ہے۔ اور تمام کاموں سے بدتر ان میں سے بدعات ہیں بسن لو اور ہر نیا طریقہ بدعت ہے۔ سن لو! تمھیں دین کے آنے کی مدت دراز نہ دکھائی دے اس لیے کہ تمھارے دل سخت ہو جائیں گے۔ تمھیں امیدیں کھیل میں نہ ڈالیں اس لیے کہ جو چیز آنے والی ہے قریب ہے اور سن لو جو چیز نہ آنے والی ہے وہ قریب ہے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مسجدِ نبوی میں معتکف تھے کہ ان کے پاس ایک آدمی نے آکر سلام کہا اور بیٹھ گیا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے سلام کا جواب دینے کے بعد پوچھا کیسے آئے۔ تمھارے چہرے پر غم کے آثار ہیں بتاؤ کیا بات ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! مجھ پر فلاں آدمی کا کچھ قرضہ ہے۔ پھر اس نے روضۂ رسولؐ کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم ہے کہ میں اس کی ادائیگی پر قادر نہیں ہوں۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ کیا میں تمھارے لیے کچھ کروں۔ اس نے کہا ہاں! حضرت ابن عباسؓ نے جوتے پہنے اور مسجد نبوی سے باہر نکل پڑے۔ اس آدمی نے کہا کہ کیا آپ بھول گئے ہیں کہ آپ اعتکاف میں ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نہیں لیکن میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا تھا کہ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی حاجت روائی کے لیے چل پڑے اور اس کا دکھ دور کرنے کی کوشش کرے اس کے لیے یہ بات دس سال کے نفلی اعتکاف سے بہتر ہے۔ حضورؐ کی سنت پر عمل کرنے کی غرض سے میں آپ کے ساتھ چل پڑا۔ کیونکہ حضورؐ بذاتِ خود مسلمانوں کی مدد کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے اس لیے آج میں بھی حضورؐ کی اس سنت کی اتباع میں آپ کے ساتھ مسجد سے نکل آیا۔ آخر حضرت ابن عباسؓ نے اس شخص کی مدد فرمائی اور اس سائل کے قرضہ اترنے کی تدبیر پیدا ہوئی۔ (طبرانی)

حضرت ابی بن کعبؓ نے فرمایا۔ تم حضورؐ کی سنت اور راستہ کو پکڑو اس لیے کہ بات یہ ہے جو بندہ روئے زمین پر آپ کے راستہ اور سنت پر ہے اور وہ اللہ کا ذکر کرے اور اللہ کے ڈر سے اس کی آنکھوں سے آنسو بہ جائیں۔ ایسا نہیں ہے کہ اللہ اسے سزا دے۔ اور جو بندہ

روئے زمین پر آپ کے راستہ اور سنت پر ہے اور وہ اللہ کا ذکر اپنے جی میں کرے اور اس کے بدن کے رونگٹے اللہ کے ڈر سے کھڑے ہو جائیں اس کے لیے بھی اسی جیسا ثواب ہے اس کی مثال سوکھے درخت جیسی ہے جس کے پتے خشک ہو گئے ہوں۔ پس یہ درخت بھی اس مؤمن کی طرح پر ہے جب اسے تیز ہوا لگتی ہے تو اس سے اس کے پتے جھڑتے ہیں اسی طرح پر اللہ تعالیٰ مؤمن کی خطاؤں کو معاف کرے گا۔ جیسا کہ اس درخت کے پتے جھڑتے ہیں اور اللہ کے راستے اور سنت میں متوسط طریقہ بہتر ہے اللہ کے راستے اور سنت کے خلاف کوشش کرنے سے۔ تو تم غور کر لو کہ تمھارا عمل اگر انتہائی مجاہدہ کے ساتھ ہو رہا ہے یا متوسط طریقہ پر تو انبیاء اور ان کی سنتوں کے مطابق ہونا چاہیئے۔

ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ کے پاس آکر عرض کی کہ آپ فرمائیے کہ لوگوں کو جو یہ کشمش کا نبیذ آپ پلاتے ہیں، کیا یہ سنت ہے جس کا اتباع کرتے ہو یا دودھ اور شہد کی بہ نسبت اس کو اپنے لیے آسان سمجھتے ہو۔ حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے والد گرامی کے پاس تشریف لائے اور آپ نے آکر پانی طلب کیا تو میرے والد حضرت عباسؓ نے نبیذ کے چند پیالے منگوائے اور ان میں سے ایک پیالہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا آپ نے وہ پی لیا اور اس کے بعد فرمایا کہ تم نے یہ بہت اچھا کیا۔ اسی طرح کیا کرو۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ہم لوگوں کو یہ بات پسند نہیں کہ ہمارے لیے شہد اور دودھ کی سبیل لگائی جائے جو ہمارے مقابلے میں ہو۔ ہم تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ کہنے کی کہ اسی طرح کیا کرو۔ کی اتباع میں سبیل جاری رکھیں گے۔

انس بن سیرین کا قول ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ عرفات میں تھا۔ جب وہاں سے چلنے کا وقت آیا تو میں بھی ان کے ساتھ ہی چل دیا۔ وہ امام صاحب کے قریب آئے اور اس کے ساتھ ظہر اور عصر کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد ٹھہرے رہے۔ میں اور میرے ساتھی بھی ان کے ساتھ ہی رہے۔ جب امام صاحب وہاں سے چل دیے تو ہم بھی ان کے

ساتھ ہی چل پڑے۔ یہاں تک کہ ہم سب ایک تنگ راستے پر پہنچے جو دو پہاڑوں کے درمیان تھا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اپنا اونٹ وہاں بٹھایا اور ہم نے بھی اپنا اونٹ بٹھا دیا۔ ہمارا خیال تھا کہ ابن عمرؓ نماز پڑھنے کا ارادہ کر رہے ہیں مگر ان کے غلام نے جوان کی اونٹنی کو پکڑے ہوئے کھڑا تھا، بتایا کہ آپ نماز کا ارادہ نہیں کر رہے بلکہ بات یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اس مقام پر پہنچے تو آپ نے یہاں قضائے حاجت کی تھی لہٰذا انھیں بھی یہ بات پسند ہے کہ یہاں قضائے حاجت کریں۔ (ترغیب)

براز کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب مدینہ سے مکہ شریف جاتے تو راستے میں ایک درخت کے نیچے تھوڑی دیر ٹھہرتے اور اس کے نیچے قیلولہ فرماتے۔ ایک مرتبہ ساتھیوں نے دریافت کیا کہ آپ یہاں ہی ٹھہرتے ہیں؟ تو اس پر آپ نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا کہ آپ نے یہاں آرام فرمایا تھا۔ اس لیے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کے لیے یہاں قیلولہ کرتا ہوں۔

مجاہد کی روایت میں ہے کہ ہم ابن عمرؓ کے ساتھ کسی سفر میں تھے۔ جب وہ ایک مقام سے گزرے تو وہاں سے ذرا سا ہٹ گئے۔ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ ایسے ہی کرتے دیکھا تھا۔ لہٰذا میں نے آپ کی سنت کو پورا کرنے کے لیے ایسا کیا ہے۔ (ترغیب)

حضرت نافعؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی از حد اتباع کرتے تھے۔ جس مقام پر آپ نے نماز پڑھی ہوتی وہیں نماز پڑھتے یہاں تک کہ حضورؐ ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے تھے تو ابن عمرؓ اس درخت کی بڑی نگہداشت کیا کرتے تھے اور اسے پانی دیا کرتے تھے تا کہ وہ خشک نہ ہو جائے۔ (کنز العمال)

۷۔ بزرگانِ دین اور اتباعِ سُنّت

صحابہ کرامؓ کے بعد دوسرے بزرگان اور ائمہ دین نے بھی سنتِ رسول کو دین میں وہی مقام دیا ہے جو صحابہ کرامؓ نے دیا تھا۔

۱۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ایک شخص کو اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں:۔

اوصیك بتقوی اللہ والاقتصاد فی امرہ واتباع سنۃ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم وترك ما احدث المحدثون بعد ما جرت بہ سنتہ، وکفوا مونتہ، فعلیك بلزوم السنۃ فانہا لك باذن اللہ عصمۃ۔

(ابوداؤد)

میں تجھ کو وصیت کرتا ہوں اللہ کا ڈر رکھنے کی۔ اور اس کے حکم پر چلنے کی اور اس کے نبی کی سنت کے اتباع کی اور جو باتیں اہلِ بدعت نے نکالی ہیں انھیں ترک کرنے کی۔ اہل بدعت نے یہ باتیں اس وقت نکالی ہیں جبکہ سنت کا اجرا عمل میں آچکا تھا۔ یہ لوگ سنت کو پیچھے ڈال کر اس کی پیروی سے مستغنی ہو گئے۔ تجھ پر سنت کی پیروی لازم ہے کیونکہ یہی چیز تجھے بحکم خدا گمراہیوں سے بچانے والی ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک مؤمن کے لیے سنت کی پیروی لازم اور ضروری ہے اور یہی وہ محفوظ راہ ہے جس کے ذریعہ آدمی اپنے کو ہر طرح کے فتنوں اور گمراہیوں سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ وہ خود بھی سنت کے متبع تھے اور دوسروں کو بھی سنت کی پیروی کی تلقین کرتے تھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانہ میں ایک غلام فروخت ہوا۔ بعد میں اس میں کوئی عیب ثابت ہوا تو مشتری نے اس کی واپسی کا دعویٰ کر دیا۔ غلام کے ذریعہ جو آمدنی اس درمیان میں ہوئی تھی اس کے بارے میں جھگڑا پیدا ہوا کہ وہ کس کو ملے گی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی رائے تھی کہ

آمدنی کی رقم بائع کو دی جائے لیکن جب ان تک حضرت عائشہ رض کی روایت پہنچی کہ حضور ص کا فیصلہ یہ ہے کہ آمدنی مشتری کو ملنی چاہیئے کیونکہ اس درمیان میں اگر غلام فوت ہو جاتا، تو نقصان مشتری ہی کا ہوتا لہذا جس کا نقصان ہوتا نفع بھی اس کو ملنا چاہیئے۔ اس کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز رح نے سنت پر اتباع کی غرض سے اپنی رائے سے رجوع کر لیا۔

۲۔ حضرت امام ابوحنیفہ رح

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ مجھے جب کوئی حکم کتاب اللہ میں مل جاتا ہے تو میں اسی کو تھام لیتا ہوں۔ جب اس میں نہیں ملتا تو سنتِ رسول اللہ ص اور آپ کے ان آثار کو لیتا ہوں جو ثقہ لوگوں کے یہاں ثقہ لوگوں کے واسطے سے معروف ہیں۔ پھر جب نہ خدا کی کتاب میں حکم ملتا ہے اور نہ رسول اللہ ص کی سنت میں تو میں اصحابِ رسول (یعنی ان کے اجماع) کا اتباع کرتا ہوں اور ان کے اختلاف کی صورت میں جس صحابی کا قول چاہتا ہوں قبول کرتا ہوں اور جس کا چاہتا ہوں چھوڑ دیتا ہوں لیکن ان سب کے اقوال سے باہر جا کر کسی کا قول اختیار نہیں کرتا۔ رہے دوسرے لوگ تو جیسے انھوں نے اجتہاد کیا میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔

ایک دن کسی نے ابوحنیفہ سے کہا کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ نے اس کے جواب میں کہا:۔

لعن اللہ من یخالف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ اکرمنا اللہ و بہ استنقذنا۔

خدا اس پر لعنت کرے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتا ہے۔ آپ ہی کی وجہ سے خدا نے ہمیں عزت عطا کی اور آپ ہی کے سبب ہم نے نجات حاصل کی ہے

۳۔ حضرت ابویزید بسطامی رح

ابویزید بسطامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں، میں نے ارادہ کیا کہ اللہ سے کھانے کی طرف رغبت اور عورتوں کی جانب خواہش کو ختم کرنے کا سوال کروں۔ مگر یہ سوچ کر خاموش رہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہ کیا تو میں کیوں خلافِ سنت کروں۔ لیکن اللہ نے میرے دل کی بات پوری کر دی۔

اور اب یہ حالت ہے کہ عورت سامنے آئے تو اتنی پروا بھی نہیں کرتا کہ یہ دیوار ہے یا عورت۔

۴۔ اتباعِ سنت میں حضرت ابوبکر شبلی کا واقعہ

ابو طیب احمد بن مقاتل عکی بغدادی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ حضرت شبلیؒ کی وفات کے روز میں جعفر خلدی کے ہاں بیٹھا تھا کہ بغداد دینوری آ گئے جو کہ شبلی علیہ الرحمۃ کے خادم تھے اور ان کی وفات کے وقت پاس موجود تھے۔ ان سے جعفر خلدی علیہ الرحمۃ نے پوچھا۔ آپ نے شبلی کی موت کے وقت کیا دیکھا؟ بغداد نے کہا، جب ان کی زبان بند ہو گئی اور ماتھے پر پسینہ آ گیا تو اشارے سے مجھے وضو کرانے کو کہا۔ میں نے وضو کرا دیا مگر داڑھی کا خلال بھول گیا اس پر انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر میری انگلیاں اپنی داڑھی میں داخل کر کے خلال کیا۔ یہ سن کر جعفر رو پڑے اور کہنے لگے کہ ایسے شخص کا کیا کہنا کہ جس سے عالمِ نزع میں جبکہ زبان بند تھی اور جبین عرق آلود، وضو میں خلال تک نہ چھوٹا۔

۵۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ

حضرت امام احمد بن حنبلؒ اتباعِ سنت میں بہت ہی زیادہ متبع تھے۔ وہ ہر کام کرتے ہوئے اس بات کا خیال رکھتے کہ جو فعل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سرزد ہوتے رہے تو اسے ضرور کریں۔ اور ہر اس کام کو بالکل نہ کرتے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ اس معاملہ میں ان کی شدت یہاں تک پہنچی ہوئی تھی کہ جب وہ پچھنا لگواتے تو حجام کو ایک دینار دیتے اس لیے کہ وہ اس عمل پر یہ بات اپنے ذہن میں رکھتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پچھنا لگوایا تو انھوں نے ابو لیبہ حجام کو ایک دینار عطا فرمایا تھا۔ غرضیکہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی سے چھوٹی سنت پر عمل کر جاتے۔

سُنّت پر عمل کرنے کی بدولت جنّت مل گئی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سُنت ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنا ہے۔ ایک شخص نے ایک ضرورت مند عورت کی مدد کی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے حضورؐ کی اس سنت پر عمل کرنے

کی بدولت جنت لے دی۔ اس کا واقعہ دراصل یوں ہے کہ سمرقند میں ایک بیوہ سیّدزادی رہتی تھی۔ اس کے چند بچے تھے۔ حالات سے مجبور ہو کر اپنے بھوکے بچوں کو ساتھ لے کر ایک مالدار شخص کے پاس پہنچی اور اس سے سوال کیا کہ میں سیّدزادی ہوں۔ میرے بچے بھوکے ہیں ان کو کھانا کھلاؤ۔ وہ رئیس آدمی جو دولت کے نشہ میں مخمور اور برائے نام مسلمان تھا، کہنے لگا "تم اگر واقعی سیّدزادی ہو تو کوئی دلیل پیش کرو" سیّدزادی بولی۔ میں ایک غریب بیوہ ہوں، زبان پر اعتبار کرو کہ سیّدزادی ہوں، اور دلیل کیا پیش کروں؟ وہ بولا میں زبانی جمع خرچ کا قائل نہیں۔ اگر کوئی دلیل ہے تو پیش کرو ورنہ جاؤ۔ وہ سیّدزادی دل برداشتہ ہو کر اپنے بچوں کو لے کر رنجیدہ رنجیدہ واپس چلی آئی۔ پھر ہمت کر کے وہ ایک مجوسی رئیس کے پاس پہنچی اور اپنا قصہ بیان کیا۔ وہ مجوسی بولا "محترمہ! اگرچہ میں مسلمان نہیں ہوں مگر تمھاری سیادت کی تعظیم و قدر کرتا ہوں۔ آؤ اور میرے یہاں ہی قیام فرماؤ۔ میں تمھاری روٹی اور کپڑے کا ضامن ہوں" یہ کہا اور اسے اپنے ہاں ٹھہرا کر اسے اور اس کے بچوں کو کھانا کھلایا اور ان کی بڑی خدمت کی۔

رات ہوئی تو وہ نادان مسلمان رئیس سویا تو اس نے خواب میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جو ایک بہت بڑے نورانی محل کے پاس تشریف فرما تھے۔ اس رئیس نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ نورانی محل کس کے لیے ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مسلمان کے لیے۔ وہ بولا حضور! میں بھی تو مسلمان ہوں یہ مجھے عطا فرما دیجیے۔ حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو مسلمان ہے تو اپنے اسلام کی کوئی دلیل پیش کر۔ وہ رئیس یہ سُن کر گھبرایا۔ سرکار نے اس کے بعد اس سے فرمایا "میری دکھیاری بیٹی حالات سے مجبور ہو کر تیرے پاس آئے تو تو اس سے سیادت کی دلیل طلب کرے اور خود بغیر دلیل پیش کیے اس محل میں چلا جائے، ناممکن ہے" یہ سن کر اس کی آنکھ کھل گئی۔ اور بڑا رویا۔ پھر اس سیّدزادی کی تلاش میں نکلا تو اسے پتہ چلا کہ وہ فلاں مجوسی کے گھر قیام پذیر ہے۔ چنانچہ اس مجوسی کے

پاس پہنچا اور کہا کہ ایک ہزار روپیہ لے لو اور وہ سیدزادی میرے سپرد کر دو۔ مجوسی بولا، کیا میں وہ نورانی محل ایک ہزار روپیہ پر بیچ دوں؛ ناممکن ہے۔ سن لو سرکارِ رسالتؐ، مالکِ جنت، قاسمِ نعمت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو تمہیں خواب میں آکر اس محل سے دور کر گئے ہیں وہ میرے خواب میں تشریف لاکر اور کلمہ پڑھا کر مجھے اس محل میں داخل فرما گئے ہیں۔ الحمدللہ! اب میں بیوی بچوں سمیت مسلمان ہو چکا ہوں اور مجھے سرکارؐ بشارت دے گئے ہیں کہ تو اہل و عیال سمیت جنّتی ہے۔ (نزہۃ المجالس)

حکایت

حضرت جنید بغدادیؒ اللہ کے جلیل القدر اولیاء سے تھے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص آپ کے ہاں تقریباً دو ماہ رہا۔ آخرکار ایک دن جب وہ آپ سے رخصت ہونے لگا تو حسبِ عادت حضرت جنید بغدادیؒ اسے رخصت کرنے کے لیے بنفسِ نفیس اس کے کمرے میں تشریف لائے اور ہر چند کہ مہمان بار بار منع کر رہا تھا، سامان باندھنے اور اس کی سواری کے لیے چارہ پانی کا بندوبست کرنے میں اس کی مدد فرمانے لگے مہمان حیران تھا کہ آخر یہ لوگ کس مزاج اور کس طبیعت کے لوگ ہیں۔ سیّد الطائفہ کہتے جاتے ہیں۔ شرق و غرب میں ان کی شہرت ہے۔ لاکھوں انسان ان کے مرید و معتقد ہیں کہ چشم و ابرو کے معمولی سے اشارے پر اپنی قیمتی سے قیمتی متاع لٹا دیں۔ اور یہ خاکساری اور انکساری کے ایسے پیکر کہ میرے جیسے معمولی انسان کی حاجت براری اور خدمت گزاری کو باعثِ فخر اور فرضِ اولین تصور کر رہے ہیں۔ سامان تیار ہو گیا اور سواری بھی۔ اب وقتِ رخصت آن پہنچا۔ مصافحے اور معانقے کی باری آئی تو حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے مہمان سے دریافت فرمایا کہ آپ اتنے دن یہاں رہے لیکن آپ نے کچھ نہیں بتلایا کہ آپ کس غرض سے یہاں آئے تھے اور اب کیوں واپس جا رہے ہیں۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ سوال سن کر مہمان بہت سٹپٹایا کہ اگر حقیقت بتلا دے تو اندیشہ تھا کہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ملول و دلگیر ہوں گے اور نہ بتلائے تو کتمانِ حق ہوگا جو اہلِ حق کے نزدیک

روا نہیں ہے۔ گہری سوچ میں پڑ گیا۔ اس کی دلی کیفیت کو بھانپ کر حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا۔ میرے عزیز گھبرانے یا شرمانے کی ضرورت نہیں، جو کچھ تمہیں کہنا ہو صاف صاف کہو۔ ہم لوگ جس طبقے سے تعلق رکھتے ہیں کسی ایسی ویسی بات کا برا نہیں مناتے۔ حضرت جنید بغدادی کے ہمت دلانے سے رخصت ہونے والے مہمان میں کسی قدر جرأت پیدا ہوئی اور شرماتے شرماتے وہ کہنے لگا حضرت گستاخی معاف، میں دور دراز علاقے کا رہنے والا ہوں۔ دراصل میں یہ سن کر آیا تھا کہ آپ بڑے صاحبِ کرامت و ولایت بزرگ ہیں مگر میں افسوس کے ساتھ یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ اتنے دن میں آپ کے پاس رہا لیکن میں نے تو کوئی کرامت دیکھی نہ ولایت۔ اس لیے نا امید ہو کر اب واپس جا رہا ہوں۔ جنید بغدادی مسکرائے اور فرمایا۔ میرے دوست! ایک بات بتلاؤ۔ تم اتنے دن میرے ساتھ رہے۔ اتنے دنوں میں تم نے میرا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے حکم اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف دیکھا ہے۔ مہمان نے کمال سادگی سے جواب دیا۔ حضرت! یہ تو آپ درست فرما رہے ہیں۔ ایسی کوئی چیز تو میں نے نہیں دیکھی ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ بھائی! یہی میری ولایت اور یہی میری کرامت ہے۔ میرے طریق کی روح، منتہائے مقصود اور سب کچھ یہی ہے کہ بندے کا کوئی قدم مولا کے حکم کے خلاف نہ اٹھے۔ اور زندگی کا ہر لمحہ اس کی یاد میں بسر ہو جائے۔ ہوا میں اڑنا اور پانی پر چلنا کوئی اتنی بڑی کرامت نہیں۔ بلکہ اصل کرامت اور ولایت تو یہی ہے کہ کوئی عمل سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف نہ ہو۔ سنت ہی اصل مضبوط راستہ ہے جس پر انسان چل کر راہِ نجات حاصل کرتا ہے۔

(۱)

سلام

اسلام کی سب سے بنیادی اخلاقی تعلیم ملاقات کے وقت سلام کہنا ہے یہ سلامتی امن اور مسرت کا پیغام ہے جو ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو ملاقات کے وقت دیتا ہے۔ لہذا اپنے والدین، اولاد، عزیز و اقارب اور دیگر مسلمان بھائیوں کو ملتے وقت سلام کہنا چاہیئے کیونکہ ایسا کرنے سے اخوت اور محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔ انسان کی پیدائش کے وقت سب سے پہلے یہی ادب سکھایا گیا تھا۔ ملاقات کے وقت سلام کہنے کی ترغیب اللہ تعالیٰ نے یوں فرمائی ہے۔

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ ۙ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۔

اور جب تمہارے پاس ایسے لوگ آیا کریں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو (ان سے) سلامٌ علیکم کہا کرو۔ خدا نے اپنی ذات (پاک) پر رحمت کو لازم کر لیا ہے کہ جو کوئی تم میں سے نادانی سے کوئی بری حرکت کر بیٹھے پھر اس کے بعد توبہ کر لے اور نیکوکار ہو جائے تو وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اہل ایمان کو سلام کہنا ضروری ہے بلکہ سلام کہنے سے مسلمانی کا اظہار ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے سلام کہنے کی تاکید یوں فرمائی ہے:۔

وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَاۤ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبًا ۔ (النساء: ۸۶)

اور جب تم کو کوئی دعا دے تو (جواب میں) تم اس سے بہتر (کلمے سے (اسے) دعا دو یا انہیں لفظوں سے دعا دو۔ بیشک خدا ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔

تحیت سے مراد دعا دینا، سلامتی کی دعا کرنا ہے اور اس دعا کا جواب دینا بھی ضروری ہے یعنی سلام کے جواب میں واپسی سلام کہنا لازمی ہے۔

فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى	اور جب گھروں میں جایا کرو تو اپنے (گھر والوں) کو سلام
اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ	کیا کرو (یہ) خدا کی طرف سے مبارک اور پاکیزہ تحفہ
مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ	ہے۔ اس طرح خدا اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان
اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۔	فرماتا ہے تاکہ تم سمجھو۔

ان تمام آیات کا یہی مقصد ہے کہ جب دوسرے کے ساتھ ملاقات ہو تو اس وقت جو کلمہ منہ سے نکلے وہ امن اور سلامتی کا پیام ہو تو اس پر سلام کا طریقہ قائم کیا گیا ہے۔

سلام کہنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ جب کسی مسلمان بھائی سے ملاقات ہو تو خندہ پیشانی سے اسے السلام علیکم کہیں اور جواب میں دوسرا مسلمان وعلیکم السلام کہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ تھا کہ آپ جب کسی سے ملتے تو اسے السلام علیکم کہتے اور اگر کوئی آپؐ کو سلام کہتا تو آپؐ جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، فرماتے۔ السلام علیکم کا مطلب یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی سلامتی اور پناہ میں آجائیں یعنی سر دکھ درد، رنج وغم، فکر پریشانی اور تمام آفات ومصائب سے بچے رہو۔ لفظ سلام اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہے۔ جس کے معنی امن، سلامتی دینے والے کے ہیں۔ تو مطلب یہ ہوا کہ ہم ملاقات کے وقت ایک دوسرے کی سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپؐ کے صحابہؓ اور ان کے بعد آج تک آنے والے بزرگانِ دین اور علماء نے اپنے اپنے حلقۂ اثر و اختیار میں سلام کہنے کا عملی طور پر تربیت دینے کا طریقہ قائم کر رکھا ہے۔ لہٰذا والدین کو چاہیئے کہ اپنی اولاد کو سب سے پہلے سلام کہنے کی تربیت دیں۔

السلام علیکم کہنے اور اس کا جواب دینے کے متعلق شرعی احکام و اصول اور اخلاقی

آداب حسبِ ذیل ہیں:۔

۱۔ واقف ناواقف کو سلام کہنا

ہر واقف اور نا واقف کو سلام کہنا چاہیئے۔ کیونکہ اس سے آپس میں محبت و خلوص، خیر خواہی اور وفاداری کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ بڑے شہروں کے بعض بازاروں میں آنے جانے والوں کا بے پناہ ہجوم ہوتا ہے۔ وہاں ہر ایک کو سلام تو نہیں کہا جاسکتا، تو وہاں جس سے خرید و فروخت کرنی ہو اسے ضرور سلام کہیں۔ عام راستے پر اگر کوئی چلتا ہوا مل جائے تو اسے سلام کہنا چاہیئے کیونکہ ہر واقف اور ناواقف کو سلام کہنا سنت ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْاِسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَئُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اسلام کی کونسی عادت بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا کھانا کھلانا اور واقف نا واقف کو سلام کرنا۔ (بخاری شریف)

۲۔ آپس میں سلام کہنے کو فروغ دو

مسلمان کا فرض ہے کہ سلام کو فروغ دے اور زیادہ سے زیادہ سلام کرنے کی عادت ڈالے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں تمھیں ایسی تدبیر بتاتا ہوں کہ جس کو اختیار کرنے سے تمھارے درمیان دوستی اور محبت بڑھ جائے گی لہذا آپس میں کثرت سے ایک دوسرے کو سلام کرنے کی عادت بنالو۔ (مسلم شریف) اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق دوسروں کو سلام کہنے کی ترغیب دینی چاہیئے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم جبتک مومن نہ بن جاؤ گے جنت میں داخل

وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا اَوَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى شَيْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ اَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ۔

(اور) ہوگے اور تم مومن نہ ہوگے جب تک آپس میں محبت نہ کروگے اور کیا میں تمھیں ایسی بات نہ بتاؤں کہ جب تم اس کو عمل میں لاؤ تو تم آپس میں محبت کرنے لگو۔ تم آپس میں سلام کو رواج دو۔ (مسلم شریف)

ایک اور حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو خدا کی عبادت کرے۔ دوسروں کو کھانا کھلائے اور سلام کو پھیلائے تو وہ شخص اللہ کی رحمت سے جنت میں داخل ہوگا۔ (الادب المفرد)

۳۔ سلام کہنا مسلمان کا حق ادا کرنا ہے

سلام ایک طرح کا دوسرے مسلمان بھائیوں کا حق ہے اور اسے حق سمجھ کر ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اس لیے سلام کہنے میں فراخ دلی سے کام لیتے ہوئے دوسرے مسلمانوں کو سلام کہنا چاہیئے اور سلام کہنے میں تکبر اور بخل سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ ایک حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ سب سے بڑا بخیل وہ ہے جو سلام کرنے میں بخل کرے۔

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ بِالْمَعْرُوْفِ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ اِذَا لَقِيَهٗ وَيُجِيْبُهٗ اِذَا دَعَاهُ وَيُشَمِّتُهٗ اِذَا عَطَسَ وَيَعُوْدُهٗ اِذَا مَرِضَ وَيَتَّبِعُ جَنَازَتَهٗ اِذَا مَاتَ وَيُحِبُّ لَهٗ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ۔

حضرت علی رضؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مسلمان کے مسلمان پر بھلائی کے چھ حقوق ہیں جب کوئی مسلمان ملے تو اس کو سلام کرنا۔ کوئی مسلمان دعوت دے تو اس کو قبول کرنا۔ کسی مسلمان کو چھینک آئے تو اس کا جواب دینا۔ کوئی مسلمان بیمار ہو تو اس کی عیادت کرنا۔ کوئی مسلمان مرجائے تو اس کے جنازہ کے ساتھ جانا اور ہر مسلمان کے لیے اس چیز کو پسند کرنا جس کو خود اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ (جامع ترمذی)

۴. گفتگو سے پہلے سلام کہنا اچھے اخلاق کا تقاضا ہے کہ گفتگو کے آغاز سے پہلے مخاطب سے سلام کہیں۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ کہیں راستہ پوچھنا ہو یا کسی چیز کا بھاؤ پوچھنا ہو تو سلام کیے بغیر ہی اپنا مقصد ظاہر کر دیتے ہیں۔ ایسا کرنا اسلامی آدابِ گفتگو کے خلاف ہے لہٰذا اپنی عادت بنالو کہ جب بھی کسی چھوٹے یا بڑے سے کوئی چیز دریافت کرنی ہو یا کسی دکاندار سے کوئی معلومات یا کسی چیز کا نرخ پوچھنا ہو تو پہلے اسے السلام علیکم کہیں اس کے بعد ادب کے ساتھ مخاطب ہو کر اپنا مُدعا بیان کریں۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلسَّلَامُ قَبْلَ الْکَلَامِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ گفتگو سے پہلے سلام ہونا چاہیئے۔ (ترمذی)

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی السلام علیکم کہنے سے پہلے بات کرے تو اس کا جواب نہ دو۔

۵. خط کے شروع میں سلام لکھنا خط لکھتے وقت ہمیشہ شروع میں السلام علیکم لکھیں کیونکہ یہ عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ سلام کے علاوہ حرفِ آغاز میں کوئی بات لکھنا اچھا نہیں۔ ایسے ہی آپ کسی دوست یا عزیز کو خط لکھ رہے ہیں اور کوئی دوسرا آپ سے کہے کہ میرا بھی سلام لکھ دو تو اس کا سلام لکھ دینا چاہیئے۔

حضرت عائشہ رض کا کہنا ہے کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے عائشہ رض! جبریل علیہ السلام تجھے سلام کہہ رہے ہیں۔ میں نے کہا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ (بخاری شریف)

عَنْ اَبِی الْعَلَاءِ الْحَضْرَمِیِّ کَانَ

حضرت ابو علاء حضرمی رض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عَامِلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ اِذَا کَتَبَ اِلَیْہِ بَدَأَ بِنَفْسِہٖ۔

کے عامل تھے جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھتے تو اپنی جانب سے شروع کرتے۔ یہ خط ہے علاء حضرمی کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ (ابوداؤد)

خط میں جو سلام لکھا ہوتا ہے اس کا جواب دینا واجب ہے لہٰذا جب کسی کے پاس خط آئے تو خط میں لکھے ہوئے سلام کے جواب میں وعلیکم السلام کہیں اور اگر اسی وقت اس خط کا جواب دیا تو پھر اس میں فوراً وعلیکم السلام لکھ دیں۔

سلام کے جواب کا مکمل طریقہ

جب کوئی السلام علیکم کہے تو اس کے جواب میں صرف وعلیکم السلام پر اکتفا کریں گے تو کم نیکیوں کا اجر ملے گا اور اگر اس کے ساتھ ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کا اضافہ کریں گے تو زیادہ نیکیوں کا اجر ملے گا اس لیے یہ راہ جاتی نیکیاں ہیں ان سے محروم نہیں رہنا چاہیے۔ اکثر بزرگانِ دین اور صوفیاء کا یہ طرزِ عمل ہے کہ جب کوئی انھیں السلام علیکم کہتا ہے تو وہ جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بھی کہتے ہیں لہٰذا ہر شخص کو اس پر عمل کرنا چاہیے۔

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ اَنَّ رَجُلًا جَاءَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ فَرَدَّ عَلَیْہِ ثُمَّ جَلَسَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَشْرٌ ثُمَّ جَاءَ اٰخَرُ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ فَرَدَّ عَلَیْہِ فَجَلَسَ فَقَالَ عِشْرُوْنَ ثُمَّ جَاءَ اٰخَرُ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا السلام علیکم آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور وہ بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا اس کی دس نیکیاں لکھی گئیں۔ پھر ایک اور شخص آیا اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور وہ بھی بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا اس کی بیس نیکیاں لکھی گئیں۔ پھر ایک اور شخص آیا اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ نے اس کے سلام کا

فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ فَقَالَ ثَلٰثُوْنَ۔

جواب دیا اور وہ بھی بیٹھ گیا آپ نے فرمایا اس کی تیس نیکیاں لکھی گئیں۔ (ترمذی)

۞ ۞ ۞

۷۔ کون، کسے سلام کہے!

اسلام میں اخلاقی لحاظ سے سلام کرنے کا ضابطہ یہ ہے کہ ہر چھوٹا بڑے کو سلام کہے، جو پیدل ہو وہ بیٹھے کو سلام کرے۔ اور جو سواری پر ہو وہ پیدل اور بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور کم آدمی زیادہ آدمیوں کو سلام کریں۔ اولاد اپنے والدین کو سلام کرے۔ شاگرد اپنے استاد کو سلام کرے۔ مقتدی اپنے امام کو سلام کرنے میں پہل کرے۔ قوم کا رہنما اپنی قوم کو پہلے سلام کرے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُ الصَّغِيْرُ عَلَى الْكَبِيْرِ وَالْمَارُّ عَلَى الْقَاعِدِ وَالْقَلِيْلُ عَلَى الْكَثِيْرِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، چھوٹا بڑے کو سلام کرے اور چلنے والا بیٹھے ہوئے کو اور کم آدمی زیادہ آدمیوں کو۔ (بخاری)

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِيْ وَالْمَاشِيْ عَلَى الْقَاعِدِ وَالْقَلِيْلُ عَلَى الْكَثِيْرِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سوار، پیدل چلنے والے کو سلام کرے اور پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کو اور تھوڑے آدمی بہت سے آدمیوں کو سلام کریں۔ (بخاری و مسلم)

۸۔ چھوٹے بچوں کو سلام

سلام کرنے کا ایک ضابطہ تو یہ ہے کہ چھوٹے بچے بڑوں کو سلام کریں۔ اس کے علاوہ اگر بچے کہیں بیٹھے ہوں، تو بڑا بھی انھیں سلام کہہ دے کیونکہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ادا ہو جاتی ہے اور یہ بچوں کو سلام کرنے کا طریقہ سکھلانے کا بہترین ذریعہ ہے اگر سکول کی جماعت میں بچے بیٹھے ہوں یا کسی درس میں بچے بیٹھے پڑھ رہے ہوں تو کوئی بڑا آجائے تو اسے چاہیئے کہ اس بچوں کی جماعت کو سلام کہہ دے۔ ایسے ہی بچے گھر میں ہوں تو

کوئی بڑا آدمی باپ یا بھائی یا ماں وغیرہ باہر سے آئے تو ان بچوں کو سلام کہنے میں کوئی حرج نہیں اس طرح بچے سلام کرنے کا طریقہ سیکھ جائیں گے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰی غِلْمَانٍ فَسَلَّمَ عَلَیْہِمْ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم لڑکوں کی ایک جماعت کے پاس سے گزرے تو آپ نے انھیں سلام کیا۔ (بخاری ومسلم)

۹۔ عورت اور مرد کا آپس میں سلام کہنا

خواتین مردوں کو سلام کہہ سکتی ہیں بشرطیکہ جاننے والے ہوں۔ ایسے ہی مرد بھی عورت کو سلام کہے کیونکہ اس سے اسلامی ہمدردی کا اظہار ہوتا ہے۔ حضرت ام ہانی بنت ابی طالب سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی اس وقت حضور غسل فرما رہے تھے۔ میں نے انھیں سلام کیا۔ فرمایا کون ہے؟ میں نے کہا ام ہانی۔ فرمایا مرحبا (الادب المفرد)

حضرت اسماء بنت یزیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے تو اس وقت میں اپنی ہم عمر عورتوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سلام کیا اور فرمایا کہ کفر منعمین سے بچو۔ میں عورتوں میں سے آپؐ سے سوال کرنے کے معاملے میں بیباک تھی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! کفر منعمین کیا؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کا اپنے ماں باپ کے پاس بے شوہری کا زمانہ طویل ہو جاتا ہو اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو شوہر دے دیتا ہے پھر اللہ اسے بیٹا بھی عطا کر دیتا ہے پھر بھی وہ غصے میں آتی ہے تو کہتی ہے۔ واللہ! میں نے تجھ سے کچھ بھلائی نہیں پائی (الادب المفرد)

عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ یَزِیْدَ قَالَتْ مَرَّ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ نِسْوَۃٍ فَسَلَّمَ عَلَیْنَا۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں ہم کچھ عورتیں بیٹھی تھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پر گزر ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سلام کیا۔ (ابن ماجہ)

بعض فقہار کا کہنا ہے۔ عورتوں کو سلام کہنے کا تعلق صرف حضور تک ہی تھا لیکن عام صورتحال میں اجنبی جوان مرد کو جوان عورت کا سلام کہنا درست نہیں۔

۱۰۔ سلام میں پہل کرنا

سلام کرنے میں ہمیشہ پہل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے کیونکہ سلام میں پہل کرنا اللہ کو بہت پسند ہے۔ پہل کرنے میں حکمت یہ ہے کہ انسانی نفس میں عجز پیدا ہوتا ہے اس حکم سے یہ مسئلہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص سے کوئی ناراضگی ہو جائے تو ان دونوں میں بھی بہتر اور اچھا شخص وہ ہو گا جو دل سے ناراضگی کو ختم کر کے سلام کرنے میں پہل کرے گا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ کسی مسلمان کے لیے یہ بات جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کیے رہے کہ جب دونوں ملیں تو ایک آنکھیں چرا لے اور دوسرا دوسری طرف آنکھیں چرالے۔ ان میں وہ افضل ہے کہ جو سلام میں پہل کرے۔ اکثر بزرگانِ دین اور اولیار کا یہ طرزِ عمل رہا ہے کہ وہ ہمیشہ سلام کرنے میں پہل کرتے۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاللّٰہِ مَنْ بَدَاَ بِالسَّلَامِ۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ سے نزدیک تر وہ شخص ہے جو پہلے سلام کہے۔

(ترمذی، ابوداؤد)

۱۱۔ گھر والوں کو سلام کرنا چاہیئے

اپنے گھر میں داخل ہو کر گھر والوں کو سلام کہنا چاہیئے کیونکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ آپ جب بھی گھر میں داخل ہوتے تو سب سے پہلے سلام کہتے۔ اسی طرح جب کسی اور کے گھر بھی داخل ہوں تو گھر میں داخل ہوتے ہوئے سلام کہیں اگر پہلے کہیں تو زیادہ بہتر ہے۔ سلام ہمیشہ ذرا اونچی آواز سے کہیں تاکہ جسے سلام کہا گیا ہے وہ سن لے۔

حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین اشخاص کا ضامن

اللہ تعالیٰ بن جاتا ہے۔ اگر وہ زندہ رہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے لیے کافی ہے اور اگر مر جائیں تو سیدھے جنت میں جائیں گے۔ ان میں پہلا وہ ہے جو ہمیشہ سلام کہہ کر گھر میں داخل ہوتا ہو۔ دوسرا وہ ہے جو پانچوں وقت مسجد کی طرف جاتا ہو اور تیسرا وہ ہے جو جہاد کے وقت جہاد میں شامل ہو جاتا ہو۔ حضرت جابرؓ کا قول ہے کہ جب اپنے اہل و عیال کے پاس آؤ تو ان کو سلام کرو۔

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَا بُنَیَّ اِذَا دَخَلْتَ عَلٰی اَھْلِکَ فَسَلِّمْ یَکُوْنُ بَرَکَۃً عَلَیْکَ وَعَلٰی اَھْلِ بَیْتِکَ ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹا جب تم اپنے گھروالوں کے پاس جاؤ تو سلام کرو۔ اس سے تم پر اور تمہارے گھر والوں پر برکت نازل ہوگی۔ (ترمذی)

۱۲۔ واپس آکر سلام کہنا

آپ کسی مقام یا کسی مجلس میں بیٹھے ہوں اور تھوڑی دیر کے لیے وہاں سے اٹھ کر کسی کام کے لیے جائیں تو جب دوبارہ واپس آئیں تو پھر دوبارہ سلام کہیں۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا انْتَھٰی اَحَدُکُمْ اِلٰی مَجْلِسٍ فَلْیُسَلِّمْ فَاِنْ بَدَالَہٗ اَنْ یَّجْلِسَ فَلْیَجْلِسْ ثُمَّ اِذَا قَامَ فَلْیُسَلِّمْ فَلَیْسَتِ الْاُوْلٰی بِاَحَقَّ مِنَ الْاٰخِرَۃِ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے جب کوئی شخص کسی مجلس میں پہنچے تو سلام کرے اور اگر بیٹھنے کی ضرورت ہو تو بیٹھ جائے اور پھر جب چلنے لگے، تو دوبارہ سلام کرے اس لیے کہ پہلی مرتبہ کا سلام کرنا دوسرا سلام کرنے سے بہتر نہیں ہے۔ (ترمذی)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِذَا لَقِیَ اَحَدُکُمْ اَخَاہُ فَلْیُسَلِّمْ عَلَیْہِ فَاِنْ حَالَتْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے ملے تو چاہیئے کہ اسے سلام کرے۔ پھر اگر دونوں کے درمیان

بَيْنَهُمَا شَجَرَةٌ أَوْ جِدَارٌ أَوْ حَجَرٌ ثُمَّ لَقِيَهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ۔

کوئی درخت یا دیوار یا پتھر حائل ہو جائے اور پھر ملنا ہو تو پھر سلام کہنا چاہیئے۔ (ابوداؤد)

۱۳۔ یہود و نصاریٰ کو سلام کرنے میں پہل نہ کریں

عیسائی اور یہودی کبھی اسلام کی بھلائی نہیں چاہتا اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ یہود و نصاریٰ کو سلام کرنے میں پہل نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں یہودیوں کی سرشت کو واضح طور پر بیان فرما دیا ہے کہ وہ لوگ حق کے دشمن بددین، ظالم، خبیث النفس قوم ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر بے پناہ انعامات کیے مگر انھوں نے ناشکری اور بدکرداری کا ثبوت دیا۔ یہی وہ قوم ہے جس نے خدا کے بھیجے ہوئے برگزیدہ پیغمبروں کو قتل تک کر ڈالا۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں سلام کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابوبصرہ الغفاری سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں کل صبح یہودیوں کے پاس جاؤں گا تو تم لوگ جو میرے ساتھ ہو گے تم انھیں پہلے سلام نہ کرنا اگر وہ لوگ تمھیں سلام کہیں تو اس کا جواب دے دینا۔ (الادب المفرد)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبْدَؤُا الْيَهُوْدَ وَلَا النَّصَارٰى بِالسَّلَامِ وَإِذَا لَقِيْتُمْ أَحَدَهُمْ فِي طَرِيْقٍ فَاضْطَرُّوْهُ إِلٰى أَضْيَقِهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہود اور نصاریٰ کو سلام کرنے میں پہل نہ کرو۔ اور جب تم کو راستہ میں کوئی یہودی یا نصرانی ملے تو اس کے راستہ کو اتنا تنگ کر دو کہ وہ یکسو ہو کر گزر جانے پر مجبور ہو جائے۔ (مسلم)

۱۴۔ مختلف مذاہب کے افراد کو سلام کہنا

جب کسی مجلس میں مختلف مذاہب کے پیروکار ہوں یعنی یہودی نصرانی وغیرہ اور ان میں مسلمان بھی ہوں تو انھیں سلام کہنا چاہیئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس مجلس میں مسلمانوں کو فوقیت دیتے ہوئے ان سب کو سلام کہا جاتا ہے۔

عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِمَجْلِسٍ فِيْهِ اَخْلَاطٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُشْرِكِيْنَ، عَبَدَةَ الْاَوْثَانِ وَالْيَهُوْدِ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس کے پاس سے گزرے جس میں مسلمان، مشرک، بت پرست، یہودی سب ملے جلے تھے۔ تو آپ نے ان کو سلام کیا۔

(بخاری مسلم)

۱۵۔ غیر مسلم کے سلام کے جواب کا طریقہ

غیر مسلموں کو سلام نہیں کرنا چاہیئے۔ البتہ اہل کتاب میں سے اگر کوئی سلام کرے تو اس کا جواب دیا جاسکتا ہے مگر جواب صرف علیکم کہے۔ بعض فقہاء کا کہنا ہے کہ غیر مسلم کو کسی اشد ضرورت یا مجبوری کے پیشِ نظر سلام کرنے میں کوئی حرج نہیں مگر غیر مسلم کی تعظیم کرنے کی غرض سے سلام کرنا ہرگز جائز نہیں۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ اَهْلُ الْكِتَابِ فَقُوْلُوْا وَعَلَيْكُمْ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اہل کتاب میں سے کوئی تمھیں سلام کرے تو تم جواب میں صرف "وعلیکم" کہو۔

(بخاری و مسلم)

۱۶۔ زمانۂ جاہلیت کے سلام کی ممانعت

زمانۂ جاہلیت میں عرب جس طرح سلام کیا کرتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمادیا۔

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ نَقُوْلُ اَنْعَمَ اللّٰهُ بِكَ عَيْنًا وَّاَنْعِمْ صَبَاحًا فَلَمَّا كَانَ الْاِسْلَامُ نُهِيْنَا عَنْ ذٰلِكَ۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم جاہلیت کے زمانہ میں یہ کہا کرتے تھے "اللہ تیری آنکھوں کو ٹھنڈا کرے اور تو صبح کے وقت نعمتوں میں داخل رہے" جب اسلام آیا تو ہم کو اس سے منع کر دیا گیا۔ (ابوداؤد)

۱۷۔ اسلام کے لیے غیر مسلموں کا طریقہ اختیار کرنے کی ممانعت

غیر مسلم قوموں میں بھی ملاقات کے وقت سلام کا کوئی نہ کوئی طریقہ ہے جیسے کہ عیسائی، اور یہودی صبح بخیر اور شب بخیر وغیرہ کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ لہٰذا ایسے طریقے اختیار کرنا اسلام میں منع ہیں۔ اس کے علاوہ مسلمانوں میں بعض لوگ کئی نئے نئے الفاظ بذاتِ خود السلام علیکم کی جگہ پر استعمال کرنے کے لیے بنا لیتے ہیں جیسا کہ آداب عرض وغیرہ۔ اگرچہ یہ الفاظ معنی کے لحاظ سے برے نہیں ہیں۔ مگر سنت کے خلاف ہیں۔ اس کے علاوہ بعض لوگ تسلیمات عرض کہہ دیتے ہیں اس کو سلام ہی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ سلام ہی کے معنوں میں ہے۔ بعض لوگ سلام کہتے ہیں اس کو بھی سلام ہی کہا جائے گا لیکن یہ سنت طریقہ نہیں ہے۔ سلام سلام کی بجائے السلام علیکم اور وعلیکم السلام کہنا درست ہے۔

انگلی یا ہتھیلی سے اشارہ کرکے سلام کرنا منع ہے کیونکہ یہ طریقہ یہود ونصاریٰ کا تھا۔ بعض مسلمان بھائی سلام کے جواب میں ہاتھ یا سر سے اشارہ کر دیتے ہیں بلکہ بعض صرف آنکھوں سے اشارہ کرتے ہیں اس طرح جواب تو ہو جاتا ہے مگر منہ سے جواب دینا بہتر اور واجب ہے

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِغَيْرِنَا لَا تَشَبَّهُوْا بِالْيَهُوْدِ وَبِالنَّصَارٰى فَاِنَّ تَسْلِيْمَ الْيَهُوْدِ الْاِشَارَةُ بِالْاَصَابِعِ وَتَسْلِيْمَ النَّصَارٰى الْاِشَارَةُ بِالْاَكُفِّ۔

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ ہماری جماعت میں سے نہیں جس نے دوسری قوموں کی مشابہت کی۔ یہود ونصاریٰ کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کرو کہ یہودیوں کا سلام انگلیوں کے اشارہ سے ہوتا ہے اور نصاریٰ کا سلام ہتھیلیوں کے اشارہ سے۔

(ترمذی)

۱۸۔ کسی کے سلام بھیجنے پر جواب کا سنت طریقہ

اگر کوئی شخص کسی اور آدمی کے ذریعے سلام کہلوا بھیجے تو اس کا جواب دیں اور اس کا سنت طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقِ کار کے مطابق یہ ہے:۔

عَنْ غَالِبٍ قَالَ اِنَّا لَجُلُوْسٌ بِبَابِ الْحَسَنِ الْبَصَرِيِّ اِذْ جَآءَ رَجُلٌ فَقَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ جَدِّیْ قَالَ بَعَثَنِیْ اَبِیْ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ائْتِهٖ فَاَقْرِئْهُ السَّلَامَ. قَالَ فَاَتَيْتُهٗ فَقُلْتُ اَبِیْ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ فَقَالَ عَلَيْكَ وَعَلٰی اَبِيْكَ السَّلَامُ۔

غالب کہتے ہیں کہ ہم حسن بصری رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا ان سے میرے دادا نے کہا کہ میرے والد نے مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور کہا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونا اور میرا سلام عرض کرنا۔ چنانچہ میں خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میرے والد آپ کو سلام کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا علیک وعلیٰ ابیک السلام (تم پر اور تمھارے والد پر سلام ہو) (ابوداؤد)

۱۹۔ مجلس میں سلام کہنے کا ادب

کسی مجلس یا جماعت کو سلام کہتے وقت سب کو ایک بار السلام علیکم کہہ دیں۔

مخصوص طریقے سے کسی کا نام لے کر سلام نہ کریں۔ اور اس مجلس میں سے چند نے جواب دے دیا تو سب کی طرف سے جواب ہو جائے گا۔ ایسے ہی اگر ایک جماعت آئی اور اس میں سے چند حضرات نے سلام کہہ دیا تو سب کی طرف سے سلام ہو جائے گا۔ مگر افضل یہ ہے کہ سب ہی سلام کریں۔ یونہی اگر ان میں سے کسی نے جواب نہ دیا تو سب گنہگار ہوئے اور اگر ایک نے جواب دے دیا تو سب بری ہو گئے اور افضل یہ ہے کہ سب ہی جواب دیں۔ ایک شخص مجلس میں آیا اور اس نے سلام کیا۔ اہلِ مجلس پر جواب دینا واجب ہے اور دوبارہ پھر سلام کیا تو جواب دینا واجب نہیں۔ مجلس میں آکر کسی نے السلام علیک کہا یعنی صیغہ

واحد بولا اور کسی ایک شخص نے جواب دے دیا تو جواب ہوگیا۔ خاص اس کو جواب دینا واجب نہیں جس کی طرف اس نے اشارہ کیا ہے۔ ہاں اگر اس نے کسی شخص کا نام لے کر سلام کیا کہ فلاں صاحب! السلام علیکم، تو خاص اس شخص کو جواب دینا ہوگا دوسرے کا جواب اس کے جواب کے قائم مقام نہیں ہوگا۔

اہلِ مجلس پر سلام کیا ان میں سے کسی نابالغ عاقل نے جواب دے دیا تو یہ جواب کافی ہے اور بڑھیا نے جوابِ دیا یہ جواب بھی ہوگیا۔ جوان عورت یا مجنون یا ناسمجھ بچہ نے جواب دیا یہ ناکافی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا، جماعت کہیں سے گزری اور اس میں سے ایک نے سلام کر لیا یہ کافی ہے اور جو لوگ بیٹھے ہیں ان میں سے ایک نے جواب دے دیا یہ کافی ہے یعنی سب پر جواب دینا ضروری نہیں۔ (بیہقی)

۲۰۔ سلام کرنے میں اجتناب کی صورتیں

ان صورتوں میں سلام کرنے سے پرہیز کریں:۔

(۱) جب حاضرینِ مسجد تلاوتِ قرآن و تسبیح و درود میں مشغول ہیں یا انتظارِ نماز میں بیٹھے ہیں تو سلام نہ کرے کہ یہ سلام کا وقت نہیں اسی واسطے فقہا، یہ فرماتے ہیں کہ ان کو اختیار ہے کہ جواب دیں یا نہ دیں۔ ہاں اگر کوئی شخص مسجد میں اس لیے بیٹھا ہے کہ لوگ اس کے پاس ملاقات کو آئیں تو آنے والے سلام کریں۔

(۲) جب کوئی شخص تلاوت میں مشغول ہے یا درس و تدریس یا علمی گفتگو یا سبق کے تکرار میں ہے تو اس کو سلام نہ کرے اسی طرح اذان و اقامت و خطبہ جمعہ و عیدین کے وقت سلام نہ کریں۔ سب لوگ علمی گفتگو کر رہے ہوں یا ایک شخص بول رہا ہے باقی سن رہے ہوں، دونوں صورتوں میں سلام نہ کرے۔ مثلاً عالم وعظ کر رہا ہے یا دینی مسئلہ پر تقریر کر رہا ہے اور حاضرین سن رہے ہیں آنے والا شخص چپکے سے آکر بیٹھ جائے سلام نہ کرے۔

(۳) جب عالم دین تعلیم علم دین میں مصروف ہے، طالب علم آیا تو سلام نہ کرے اور سلام کیا تو اس پر جواب دینا واجب نہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگرچہ وہ پڑھا نہ رہا ہو سلام کا جواب دینا واجب نہیں کیونکہ یہ اس کی ملاقات کو نہیں آیا ہے کہ اس کے لیے سلام کرنا مسنون ہو بلکہ پڑھنے کے لیے آیا ہے جس طرح قاضی کے پاس جو لوگ اجلاس میں جاتے ہیں وہ ملنے کو نہیں جاتے بلکہ اپنے مقدمہ کے سبب جاتے ہیں۔

(۴) جو شخص ذکر میں مشغول ہو اس کے پاس کوئی شخص آیا تو سلام نہ کرے اور کیا تو ذاکر پر جواب دینا واجب نہیں۔

(۵) جب کوئی قضائے حاجت کے لیے بیٹھا ہو یا حمام یا غسل خانہ میں ننگا نہا رہا ہے اس کو سلام نہ کیا جائے۔ اور اس پر جواب دینا واجب نہیں۔ پیشاب کے بعد ڈھیلا لے کر استنجا سکھانے کے لیے ٹہلتے ہیں یہ بھی اسی حکم میں ہے کہ پیشاب کر رہا ہے۔

مندرجہ بالا صورتوں کے علاوہ ذیل کی صورت میں سلام بالکل نہ کریں بلکہ دل سے ان کی مذمت کرے:۔

جو شخص علانیہ فسق کرتا ہو اسے سلام نہ کرے۔ کسی کے پڑوس میں فساق رہتے ہیں مگر ان سے یہ اگر سختی برتتا ہے تو وہ اس کو زیادہ پریشان کریں گے اور اگر نرمی کرتا ہے ان سے سلام کلام جاری رکھتا ہے تو وہ ایذا پہنچانے سے باز رہتے ہیں تو ان کے ساتھ ظاہری طور پر میل جول رکھنے میں یہ معذور ہے۔

جو شخص شطرنج کھیل رہے ہوں ان کو سلام کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ جو علماء سلام کرنے کو جائز فرماتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ سلام اس مقصد سے کرے کہ اتنی دیر تک کہ وہ جواب دیں گے، کھیل سے باز رہیں گے۔ یہ سلام ان کو معصیت سے بچانے کے لیے ہے اگرچہ اتنی دیر تک ہی سہی۔ جو فرماتے ہیں کہ سلام کرنا جائز نہیں، ان کا مقصد زجر و توبیخ ہے کہ اس میں ان کی تذلیل ہے۔

(۲)

مُصافحہ

مصافحے کا مطلب خلوصِ دل اور محبت سے ہاتھ ملانا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی مصافحہ فرماتے اور آپؐ کے صحابہ بھی آپس میں ملتے تو مصافحہ کرتے اس لیے مصافحہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب سنت ہے کہ جب مسلمان بھائی آپس میں ملیں یا جدا ہوں تو وہ ہاتھ ملائیں۔ مصافحے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ مصافحہ دونوں ہاتھوں سے کیا جائے۔ اپنا دایاں ہاتھ دوسرے کے دائیں ہاتھ سے ہتھیلیوں کی جانب سے ملائیں۔ پھر خود اپنا بایاں ہاتھ دوسرے کے دائیں ہاتھ پر رکھ دیں جیسے آپ پہلے ملا چکے ہیں ایسے ہی دوسرا اپنا بایاں ہاتھ آپ کے دائیں ہاتھ پر رکھ دے۔ اس طرح دایاں دائیں سے مل گیا اور بایاں بائیں سے مل گیا آپ کا اور دوسرے کا ایک ایک ہاتھ درمیان میں آ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مصافحے کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ جب ان سے مصافحہ کیا تو حضورؐ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں میں تھا یعنی ہر ایک کا ایک ہاتھ دوسرے کے دونوں ہاتھوں کے درمیان ہو گا۔ بعض بزرگوں کا کہنا ہے کہ ہاتھ ملاتے وقت دوسرے کے انگوٹھے کو تھوڑا سا دبائیں کیونکہ انگوٹھے کے ساتھ ایک رگ ہوتی ہے جسے پکڑنے سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ مصافحے کے فضائل اور آداب مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ مصافحہ سلام کا حصہ ہے مصافحہ دراصل سلام کرنے کا ہی ایک حصہ ہے کیونکہ اس سے السلام علیکم کہنے یعنی سلام کرنے کی تکمیل ہوتی ہے اور مصافحہ سے محبت اور مسرت کا اظہار ہوتا ہے

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ — حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَمَامُ عِيَادَةِ الْمَرِيْضِ اَنْ يَّضَعَ اَحَدُكُمْ يَدَهٗ عَلٰى جَبْهَتِهٖ اَوْ عَلٰى يَدِهٖ فَيَسْاَلُهٗ كَيْفَ هُوَ وَتَمَامُ تَحِيَّاتِكُمْ بَيْنَكُمُ الْمُصَافَحَةُ۔

علیہ وسلم نے فرمایا۔ مریض کی پوری عیادت یہ ہے کہ تم اپنا ہاتھ مریض کی پیشانی یا ہاتھ پہ رکھ کر اس سے اس کا حال پوچھو اور تمہارا آپس میں سلام کرنا معافحہ سے مکمل ہوتا ہے۔

(ترمذی)

مرد مرد سے اور عورت عورت سے مصافحہ کرے

مصافحے کا بنیادی اسلامی اصول یہ ہے کہ مرد دوسرے مرد سے ہاتھ ملائے اور عورت دوسری عورتوں سے ہاتھ ملائے۔ مصافحے کے لیے مرد کو کسی عورت سے ہاتھ ملانا جائز نہیں، ایسے ہی کسی عورت کو مرد سے مصافحہ نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ مرد اور عورت کا آپس میں مصافحہ کرنا خلافِ شرع ہے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک یونیورسٹی کی ایک طالبہ نے ایک طالب علم سے ہاتھ ملایا ایک صاحب دیکھ رہے تھے جن کے دل میں اسلام کی محبت اور عظمت تھی۔ انھوں نے اس لڑکی کو اپنے پاس بلا کر سمجھایا کہ بیٹی! عورت کا مرد کے ساتھ مصافحہ کرنا خلافِ شرع ہے۔ اس لڑکی کے دل میں وہ بات اتر گئی۔ اس کے بعد اس نے اس عادت کو ترک کر دیا۔

مرد اور عورت کے مصافحے کی رسم دراصل غیر مسلموں اور یہود و نصاریٰ کی ہے کہ اس معاشرے میں عورت اور مرد کے مصافحے کو کوئی برائی تصور نہیں کیا جاتا مگر اسلامی نقطۂ نظر سے اس سے برائی جنم لینے کے آثار پیدا ہوتے ہیں یعنی جب کوئی مرد کسی عورت کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے گا تو اس کے دل میں شیطانی وساوس پیدا ہو سکتے ہیں اس لیے اسلام نے مرد اور عورت کے مصافحے کو منع فرمایا ہے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلرَّجُلُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے ایک شخص کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے سنا۔ یا رسول اللہ

مِنَّا يَلْقَى اَخَاهُ اَوْ صَدِيْقَهُ اَيَنْحَنِيْ لَهُ قَالَ لَا قَالَ اَفَيَلْتَزِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ قَالَ لَا قَالَ اَفَيَاْخُذُهُ بِيَدِهٖ وَيُصَافِحُهُ ؛ قَالَ نَعَمْ

ہم میں سے کوئی جب اپنے بھائی یا دوست سے ملے تو کیا جھک جائے؛ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ اس نے عرض کیا تو کیا لپٹ جائے اور بوسہ لے؛ آپؐ نے فرمایا نہیں اس نے عرض کیا، کیا اس کا ہاتھ تھام لے اور مصافحہ کرے۔ آپؐ نے فرمایا: "ہاں"۔ (ترمذی)

اس حدیث میں مصافحے کی اجازت صرف مسلمان بھائیوں، رشتہ داروں اور دوستوں کو دی گئی ہے کہ جس کا مطلب یہ ہوا کہ مرد صرف مرد سے مصافحہ کر سکتا ہے یعنی وہ مخالف جنس سے مصافحہ نہیں کر سکتا۔

۳۔ مصافحے کا رواج کب شروع ہوا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لا چکے تھے کہ ایک مرتبہ چند یمن کے لوگ مدینہ میں آئے وہ مصافحہ کرتے تھے ان کی یہ عادت حضورؐ کو پسند آئی۔ کیونکہ ان کے اس فعل سے محبت کے آثار واضح ہوتے تھے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو اس روز سے مصافحہ کرنے کی تاکید فرمادی۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا جَاءَ اَهْلُ الْيَمَنِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَاءَكُمْ اَهْلُ الْيَمَنِ وَهُمْ اَوَّلُ مَنْ جَاءَ بِالْمُصَافَحَةِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب اہلِ یمن آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمھارے پاس اہلِ یمن آئے ہیں اور وہی سب سے پہلے اپنے ساتھ مصافحہ لائے ہیں۔

(ابوداؤد)

۴۔ ہر ملاقات کے بعد مصافحے کا جواز

جتنی بار ملاقات ہو ہر بار مصافحہ کرنا مستحب ہے۔ پانچوں نمازوں کے بعد، نمازِ عیدین، نمازِ جمعہ کے بعد مسجد سے رخصت ہوتے وقت امام اور دیگر مقتدیوں سے مصافحہ

کر لینے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ ایسا کرنے سے نیکیوں میں اضافہ ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں مصافحے کا عام رواج تھا۔

عَنْ قَتَادَةَ قَالَ قُلْتُ لِاَنَسٍ اَكَانَتِ الْمُصَافَحَةُ فِيْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے انسؓ سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں مصافحہ کا رواج تھا انھوں نے کہا ہاں! (بخاری)

۵۔ مصافحے سے گناہوں کی بخشش

مصافحہ کرنے سے دل پاک صاف ہو جاتا ہے اور گناہ معاف ہو جاتے ہیں اس لیے اگر دل میں کسی کے خلاف تھوڑی کدورت ہو بھی تو مصافحہ کرتے وقت نکال دینی چاہیئے۔

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ اِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ اَنْ يَتَفَرَّقَا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب دو مسلمان ملیں اور مصافحہ کریں تو ان دونوں کے جدا ہونے سے پہلے ان کو بخش دیا جاتا ہے۔ (ترمذی شریف)

حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان جب دوسرے مسلمان سے مل کر مصافحہ کرتا ہے تو ان کے گناہ اس طرح معاف ہو جاتے ہیں جس طرح آندھی میں درخت کے خشک پتے گر جاتے ہیں۔ اگرچہ وہ گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔

---

(۳)

مُعانقہ

معانقے کا مطلب گلے لگ کر ملنا ہے اسے بغل گیر ہونا بھی کہا جاتا ہے۔ معانقہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور یہ اظہارِ محبت کی نشانی ہے کیونکہ اکثر اہلِ خرد کا کہنا ہے کہ ہاتھ سے ہاتھ اور سینے سے سینہ مل جانے سے دل مل جاتا ہے جس سے ایک دوسرے کے لیے اخوّت اور محبت پیدا ہوتی ہے لہذا سلام اور مصافحے کے ساتھ معانقہ بھی درست ہے لیکن معانقہ ہر ملاقات کے بعد نہیں بلکہ خاص موقعوں کی ملاقاتوں کے بعد کرنا باعثِ برکت ہے جیسے نمازِ جمعہ کی ملاقات کے بعد یا عیدین کے بعد اور خاص کر جب بھی کوئی سفر سے آئے تو پھر لازمًا معانقہ کرنا چاہیئے۔ ایسے ہی جب کوئی حاجی سفر پر روانہ ہو رہا ہو یا حج کر کے واپس آیا ہو تو اس سے معانقہ کرنا باعثِ خیر و برکت ہے۔

مُعانقے کا سُنّت طریقہ معانقے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ اپنے گلے اور چہرے کو دوسرے کے گلے کی دائیں جانب لگائیں اور اپنی چھاتی کو اس کی چھاتی کے ساتھ لگائیں اور ہاتھ آپس میں ایک دوسرے کی پشت پر رکھیں اور تھوڑا سا دبائیں۔ پھر چہرے کو ہٹا کر بائیں جانب لگائیں جس طرح پہلے لگایا تھا اور پشت پر بھی پہلے کی طرح ہاتھ رکھیں اور سینہ کو دبائیں۔ پھر اس طرف سے اپنے گلے کو ہٹا کر دائیں جانب دوبارہ لگائیں یعنی اس طرح تین مرتبہ گلے کے ساتھ گلا اور چھاتی کے ساتھ چھاتی لگائیں اور معانقہ کے وقت درود شریف پڑھیں اور ذکرِ الٰہی کریں۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ صرف ایک طرف گلے لگاتے سے بھی سنت ادا ہو جاتی ہے۔

معانقے کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات حسبِ ذیل ہیں:۔

۱۔ اظہارِ محبت کا بہترین ذریعہ

معانقہ اظہارِ محبت کا بہترین ذریعہ ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو فرطِ محبت سے گلے لگایا اور بوسہ دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ معانقے کے وقت بوسہ لینا بھی سنّت ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَدِمَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ الْمَدِيْنَةَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِيْ فَأَتَاهُ فَقَرَعَ الْبَابَ فَقَامَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرْيَانًا يَجُرُّ ثَوْبَهُ وَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُهُ عُرْيَانًا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ فَاعْتَنَقَهُ وَقَبَّلَهُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت میرے گھر میں تشریف فرما تھے انھوں نے دروازہ کھٹکھٹایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف تہبند باندھے برہنہ جسم چادر کو کھینچتے ہوئے باہر تشریف لے گئے۔ قسم ہے خدا کی میں نے کبھی اس سے پہلے اور اس کے بعد آپ کو برہنہ نہیں دیکھا۔ آپ نے جوشِ محبت سے زید رضی اللہ عنہ کو گلے لگایا اور بوسہ دیا۔ (ترمذی شریف)

--٭--

۲۔ سفر سے آنے کے بعد معانقہ

سفر سے آنے کے بعد معانقہ کرنا دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے لہذا سفر سے آنے کے بعد والد، بھائی، عزیز واقارب، دوست، استاد وغیرہ سے ملاقات کے وقت معانقہ کرنا چاہیئے۔ اور اگر کسی کا شیخِ طریقت ہو تو سفر سے واپسی کے بعد ان کی خدمت میں حاضر ہو کر معانقہ کی سعادت سے مشرّف ہونا چاہیئے۔

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ فِيْ قِصَّةِ رُجُوْعِهِ مِنْ أَرْضِ الْحَبْشَةِ قَالَ فَخَرَجْنَا حَتّٰى أَتَيْنَا الْمَدِيْنَةَ

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سرزمین حبشہ سے واپس آنے کے واقعہ میں روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ ہم نکلے یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں آپہنچے

فَتَلَقَّانِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاعْتَنَقَنِي ثُمَّ قَالَ مَا أَدْرِي أَنَا بِفَتْحِ خَيْبَرَ أَفْرَحُ أَمْ بِقُدُومِ جَعْفَرٍ وَوَافَقَ ذٰلِكَ فَتْحَ خَيْبَرَ۔

تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملے۔ آپ نے مجھ سے معانقہ کیا۔ پھر فرمایا مجھے نہیں معلوم کہ فتح خیبر کی خوشی زیادہ ہے یا آمدِ جعفر کی۔ اور یہ فتح خیبر کے وقت کا واقعہ ہے۔

(شرح السنۃ)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے کسی سے ایک حدیث سُنی تو میرے دل میں شوق پیدا ہوا کہ میں اس صحابی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کروں۔ چنانچہ اس شوق سے میں نے ایک اونٹ خریدا اور شام کی طرف چل پڑا۔ جہاں وہ صحابی رہتے تھے۔ آخر جب شام پہنچا تو پتہ چلا کہ جن کی روایت کردہ حدیث مجھ تک پہنچی ہے وہ صحابی عبداللہ بن انیس ہیں۔ چنانچہ میں ان کے مکان پر گیا۔ دستک دی اور انھیں ایک پیغام رساں نے میرے آنے کی اطلاع دی۔ آخر وہ ملاقات کے لیے باہر تشریف لائے اور انھوں نے ملتے ہی مجھ سے معانقہ کیا اور فرمایا کہ آپ سفر سے آئے ہیں۔ حضور سفر سے آنے والوں کے ساتھ معانقہ کیا کرتے تھے لہذا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی سنت پر عمل کیا ہے اس کے بعد انھوں نے مطلوبہ حدیث بیان فرمائی۔ (الادب المفرد)

۳۔ اللہ والوں سے مُعانقہ

صالحین، متقی، پرہیزگار اور اولیاء اللہ کے گلے ملنا خوش بختی کی دلیل ہے اور اس معانقہ میں اللہ والے جب کسی کو اپنے گلے لگاتے ہیں تو اس کے حق میں دعا فرماتے ہیں جو انسانی قسمت جاگ اٹھنے کا سبب بن سکتی ہے۔ اکثر ایسے واقعات مشہور ہیں کہ اللہ والوں نے گلے سے لگایا اور قلب زندہ کردیا۔ اس کا جواز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے ملتا ہے جس میں آپ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو گلے لگایا جو اُن کی خوش بختی کا باعث بنا لہذا خاص موقعوں پر اللہ کے بندوں سے گلے ملنے کی کوشش کرنی چاہیئے تاکہ ان کی تائید اور دعا حاصل ہو۔

عَنْ اَیُّوْبَ بْنُ بُشَیْرٍ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ عَنَزَۃَ اَنَّہٗ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ ذَرٍّ ھَلْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَافِحُکُمْ اِذَا لَقِیْتُمُوْہُ قَالَ مَا لَقِیْتُہٗ قَطُّ اِلَّا صَافَحَنِیْ وَبَعَثَ اِلَیَّ ذَاتَ یَوْمٍ وَّلَمْ اَکُنْ فِیْ اَھْلِیْ فَلَمَّا جِئْتُ اُخْبِرْتُ فَاَتَیْتُہٗ وَھُوَ عَلٰی سَرِیْرٍ فَالْتَزَمَنِیْ فَکَانَتْ تِلْکَ اَجْوَدَ وَاَجْوَدَ۔

ایوب بن بشیر نے عنزہ کے ایک آدمی سے روایت کی کہ اس نے کہا میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض گزار ہوا کہ ملاقات کے وقت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ حضرات سے مصافحہ کیا کرتے تھے فرمایا کہ میں کبھی حضورؐ سے نہیں ملا جبکہ آپؐ نے مصافحہ نہ کیا ہو اور ایک روز آپؐ نے مجھے بلوایا تو اپنے گھر میں نہیں تھا۔ جب واپس آیا اور مجھے بتایا گیا تو میں حاضر بارگاہ ہوگیا۔ اس وقت آپ تخت پر جلوہ افروز تھے تو آپ نے مجھے گلے لگایا۔ یہ کتنا کرم ہے۔ یہ کتنا کرم ہے۔ (ابوداؤد)

۴۔ حج سے واپسی پر مصافحہ اور معانقہ

جو شخص حج کرکے واپس آئے، اس سے ملاقات کے لیے جانا باعثِ ثواب ہے ملاقات پر اس سے مصافحہ کریں پھر معانقہ کریں اس طرح اخلاصِ محبت کا اظہار ہوگا۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا لَقِیْتَ الْحَاجَّ فَسَلِّمْ عَلَیْہِ وَصَافِحْہُ وَمُرْہُ اَنْ یَّسْتَغْفِرَ لَکَ قَبْلَ اَنْ یَّدْخُلَ بَیْتَہٗ فَاِنَّہٗ مَغْفُوْرٌ لَّہٗ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمھاری کسی حاجی سے ملاقات ہو تو اس کو سلام کرو اس سے مصافحہ کرو اور اپنے لیے اس کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے بخشش کی دعا کے لیے کہو کیونکہ وہ بخشا ہوا ہے۔

(احمد)

۵۔ عید کے موقعہ پر معانقہ کرنا سنت ہے

عید کے موقعہ پر نمازِ عید کے بعد معانقہ کرنا بھی اچھا ہے کیونکہ یہ بھی اظہارِ خوشی کا

ایک ذریعہ ہے کیونکہ یہ تہوار مسلمانوں کے لیے خوشی کا دن ہوتا ہے ۔ اس لیے اس دن معانقہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ۔ معانقہ خوف، فتنہ اور اندیشۂ شہوت سے مبرّا ہونا چاہیئے۔

---

(۴)

بوسہ

کسی چیز کو منہ سے چومنے کو بوسہ کہتے ہیں ۔ عربوں میں یہ قدیم رواج تھا کہ وہ ملاقات کے وقت ایک دوسرے کو بوسہ دیتے تھے جس کا مقصد اظہارِ محبت تھا ۔ اسلام میں یہ رواج ویسے ہی قائم رہا کیونکہ یہ ایک اچھی رسم تھی جس سے معاشرے میں آپس کی محبت اور تعلقات کو فروغ ملتا تھا ۔ یہی وجہ ہے عربوں میں یہ رواج آج تک چلا آرہا ہے ۔ کہ وہ ملاقات کے وقت معانقہ کرتے ہوئے یا سلام کہنے کے بعد گلے ملتے یا رخسار پر بوسہ دیتے ہیں ۔ چنانچہ اسلام نے اس رسم کو ویسے ہی برقرار رہنے دیا ۔ بوسہ صرف فرطِ محبت اور شفقت کے اظہار کے تحت دیا جائے اس سے دلوں میں محبت اور دوسروں کی چاہت میں اضافہ ہوگا ۔ نفسانی خواہش کے تحت سوائے اپنی منکوحہ بیوی کے کسی اور کو بوسہ دینے سے گناہ ہوگا ۔ اس سے معلوم ہوا کہ عام بوسہ کی صورت کو نفسانی جذبات سے مبرا رکھنا ضروری ہے ۔ اسلامی نقطہ نظر سے بوسہ کی چند صورتیں ہیں جو حسبِ ذیل ہیں :۔

۱۔ بوسۂ رحمت بڑے لوگ بچوں کو پیار کی وجہ سے جو بوسہ دیتے ہیں وہ بوسۂ رحمت ہے ۔ والدین کا اپنی اولاد کو چومنا خواہ وہ بڑے ہوں یا چھوٹے بوسۂ رحمت ہے کیونکہ اولاد اور بچوں کو محبت کی وجہ سے چومنا جائز ہے ۔ اس کا جواز حضورِ صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ ذیل احادیث ہیں :۔

عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ اَبِيْ بَكْرٍ اَوَّلُ مَا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَاِذَا عَائِشَةُ بِنْتُهُ مُضْطَجِعَةٌ قَدْ اَصَابَهَا حُمّٰى فَاَتَاهَا اَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ كَيْفَ اَنْتِ يَا بُنَيَّةُ وَ قَبَّلَ خَدَّهَا

حضرت براءؓ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مدینہ منورہ میں آنے پر میں پہلی دفعہ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ اندر داخل ہوا تو ان کی صاحبزادی حضرت عائشہؓ لیٹی ہوئی تھیں جنھیں بخار چڑھا ہوا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ ان کے پاس گئے اور فرمایا ننھی بیٹی! کیا حال ہے؟ اور ان کے رخسار پر بوسہ دیا۔ (ابوداؤد)

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِصَبِيٍّ فَقَبَّلَهُ فَقَالَ اَمَا اِنَّهُمْ مَبْخَلَةٌ مَجْبَنَةٌ وَ اِنَّهُمْ لَمِنْ رَيْحَانِ اللّٰهِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بچے کو لایا گیا تو آپ نے اسے بوسہ دیا اور فرمایا یہ بخیل اور بزدل بنانے والے ہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی خوشبودار پھول سے ہیں۔ (شرح السنۃ)

اولاد ایک میٹھا میوہ ہے جس میں رہ کر ہر انسان ایک ایسی فرحت محسوس کرتا ہے جس سے دل باغ باغ ہو جاتا ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ریحان کہا ہے ریحان ایک طرح کا خوشبودار پھول ہے۔ اولاد بلاشبہ اپنے ماں باپ اور اہل خاندان کی نظر میں پھول کا درجہ رکھتی ہے اس لیے جس طرح پھول کی خوشبو سے سرور حاصل ہوتا ہے ایسے ہی بچوں کو دیکھ کر خوشی محسوس ہوتی ہے اور انھیں بوسہ دے کر خوش طبعی میں مزید اضافہ ہوتا ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کو چومنے کی ترغیب دی ہے۔

۲۔ اولاد کا اپنے والدین کو بوسہ دینا

اولاد بھی اپنے والدین کو از راہِ محبت اور شفقت چوم سکتی ہے لیکن والدین کے ہاتھ کو بوسہ دینا مسنون ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہؓ بسا اوقات حضورؐ کے ہاتھ کو پکڑ کر بوسہ دے دیتی تھیں۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَشْبَهَ سَمْتًا وَهَدْيًا وَدَلًّا وَفِي رِوَايَةٍ حَدِيْثًا وَكَلَامًا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فَاطِمَةَ كَانَتْ إِذَا دَخَلَتْ عَلَيْهِ قَامَ إِلَيْهَا فَأَخَذَ بِيَدِهَا فَقَبَّلَهَا وَأَجْلَسَهَا فِيْ مَجْلِسِهٖ وَكَانَ إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ إِلَيْهِ فَأَخَذَتْ بِيَدِهٖ فَقَبَّلَتْهُ وَأَجْلَسَتْهُ فِيْ مَجْلِسِهَا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے ہیئت، عادت اور صورت میں، ایک اور روایت میں ہے کہ بولنے اور گفتگو کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فاطمہؓ سے بڑھ کر مشابہت رکھنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ جب وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو آپؐ ان کے لیے کھڑے ہو جاتے ان کا ہاتھ پکڑتے اسے بوسہ دیتے اور اپنے بیٹھنے کی جگہ پر بٹھاتے۔ جب آپؐ ان کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ آپؐ کے لیے کھڑی ہو جاتیں۔ آپؐ کا دستِ مبارک پکڑ کر اسے بوسہ دیتیں اور آپؐ کو اپنے بیٹھنے کی جگہ پر بٹھاتیں۔ (ابوداؤد)

٭ - ٭

۳۔ بوسۂ تحیّت

سلام مصافحہ اور معانقہ کرتے ہوئے کسی کے ملتے پر بوسہ دے دینا بھی جائز ہے مگر ایسے بوسہ میں خیالات کا پاکیزہ ہونا ضروری ہے۔ اگر بوسۂ تحیت کی آڑ میں نفسانی خواہشات اُبھر آنے کا اندیشہ ہو تو پھر بوسہ بالکل نہیں لینا چاہیئے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَدِمَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ الْمَدِيْنَةَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِيْ فَأَتَاهُ فَقَرَعَ الْبَابَ فَقَامَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرْيَانًا يَجُرُّ ثَوْبَهٗ وَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُهٗ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضرت زیدؓ بن حارثہ جب مدینہ منورہ میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تھے انھوں نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف ننگے پیر اور کپڑے گھسیٹتے ہوئے کھڑے ہوئے۔ خدا کی قسم میں نے اس سے پہلے یا اس کے بعد آپؐ کو اس طرح

عُرْيَانًا قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ فَاعْتَنَقَهٗ وَقَبَّلَهٗ۔ | کھلے بدن نہیں دیکھا آپ نے ان سے معانقہ کیا اور انھیں بوسہ دیا۔ (ترمذی)

۴۔ بوسۂ محبت

محبت میں کسی شخص کو احتراماً چوم لینا جائز ہے اور درست ہے اس لیے استاد، شیخ طریقت یا کسی اللہ کے بندے کے ہاتھوں کو بوسہ دینا باعثِ سعادت ہے مگر اس صورت میں ریا کاری سے بچنا بھی ضروری ہے۔

عَنْ زَارِعٍ وَكَانَ فِيْ وَفْدِ عَبْدِالْقَيْسِ قَالَ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَوَاحِلِنَا فَنُقَبِّلُ يَدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَهٗ۔

حضرت زارع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ جو عبدالقیس کے وفد میں تھے انھوں نے فرمایا کہ جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو جلدی جلدی اپنی سواریوں سے اترنے لگے اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اور پیروں کو بوسے دیے (ابوداؤد)

۵۔ حجرِ اسود کا بوسہ

حجرِ اسود کو بوسہ دینا جائز ہے۔ طواف میں اسے چومنا مسنون ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے طواف میں بوسہ دیا۔

عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَرَبِيٍّ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ ابْنَ عُمَرَ عَنِ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ۔ فَقَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهٗ وَيُقَبِّلُهٗ۔

حضرت زبیر بن عربی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حجرِ اسود کو بوسہ دینے کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ حجرِ اسود کا استلام کرتے اور اس کو بوسہ دیتے تھے۔ (بخاری)

۶۔ قرآن مجید کو چومنا

قرآن پاک کو بوسہ دینا بھی جائز ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فعل سے یہ بات ثابت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ قرآن مجید کو

روزانہ بوسہ دیتے اور فرماتے کہ یہ میرے رب کا عہد ہے اور کتاب ہے۔ ایسے ہی حضرت عثمان غنیؓ مصحف کو بوسہ دیتے اور اپنی آنکھوں سے مس کر لیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی مقدس چیز کو چوم لینے میں کوئی حرج نہیں۔

۷۔ بوسہ نفسانی محبت اپنی منکوحہ بیوی کو خلوت میں چوم لینا بھی شرعاً جائز ہے اس کے علاوہ کسی غیر منکوحہ عورت کے جسم کو بوجہ غلبہ نفسانی خواہشات مس کرنا گناہ ہے۔

---

(۵)

آدابِ گفتگو

قوتِ گفتار اللہ تعالیٰ کی انمول نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو عطا کر رکھی ہے۔ اپنے مقصد اور ضرورت کو ظاہر کرنے کے لیے ہر شخص کو بات چیت سے تقریباً ہر وقت واسطہ رہتا ہے۔ گفتگو انسانی شخصیت کا آئینہ ہے۔ جس سے انسانی وقار اور شخصی حیثیت کا اظہار ہوتا ہے۔ کسی شخص کی گفتگو جتنی معقول ہو اتنا ہی وہ دانشمند تصور کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اسلام میں گفتگو کے چند آداب اور اصول مقرر کیے گئے ہیں جن کی روشنی میں گفتگو کرنا انسانی وقار میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔ بولنے والا مہذب اور خوش اخلاق تصور کیا جاتا ہے اس لیے اچھا مسلمان وہ ہے جس کی گفتگو بامقصد اور بے ضرر ہو۔ جو ضرورت کے تحت بولے، کیونکہ ضرورت کے بغیر بولنا نقصان دہ ہے۔ درمیانی لہجہ سے گفتگو کرے۔ نہ زیادہ اونچی اور نہ زیادہ پست۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انداز گفتگو بہت ہی پیارا تھا۔ آپ کی گفتگو میں اعتدال تھا، الفاظ سادہ، عام فہم اور واضح ہوتے جنھیں سننے والا آسانی سے سمجھ جاتا۔ بعض اوقات کسی بات کو دُہرا بھی دیتے تاکہ کوئی بات سمجھے بغیر نہ رہ جائے۔ اسلامی شریعت

کی رُو سے آداب گفتگو مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ سچّی اور معقول بات کرنا

گفتگو کا پہلا ادب یہ ہے کہ جو بات کی جائے وہ سچی ہو کیونکہ اسلام کا سب سے بنیادی اور پہلا درس یہی ہے کہ زبان سے جو کچھ بولا جائے سچ بولا جائے۔ سچی بات ہمیشہ معقول اور بامعنی ہوتی ہے حضورؐ بذاتِ خود ہمیشہ سچی بات ہی کہا کرتے تھے اور اسی بات کی تاکید اپنی امت کو بھی فرمائی ہے کہ وہ ہمیشہ سچائی کو اپنائیں۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَیْکُمْ بِالصِّدْقِ فَاِنَّ الصِّدْقَ یَهْدِیْ اِلَی الْبِرِّ وَاِنَّ الْبِرَّ یَهْدِیْ اِلَی الْجَنَّةِ وَمَا یَزَالُ الرَّجُلُ یَصْدُقُ وَیَتَحَرَّی الصِّدْقَ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّیْقًا وَ اِیَّاکُمْ وَالْکِذْبَ فَاِنَّ الْکِذْبَ یَهْدِیْ اِلَی الْفُجُوْرِ وَاِنَّ الْفُجُوْرَ یَهْدِیْ اِلَی النَّارِ وَمَا یَزَالُ الرَّجُلُ یَکْذِبُ وَیَتَحَرَّی الْکِذْبَ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ کَذَّابًا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم پر سچائی لازم ہے کیونکہ سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ آدمی برابر سچ بولتا رہتا ہے اور سچائی کا متلاشی رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیق لکھ لیا جاتا ہے اور جھوٹ سے پرہیز کرو کیونکہ جھوٹ بدی کی طرف لے جاتا ہے اور بدی جہنم میں لے جاتی ہے۔ آدمی برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کذاب لکھ لیا جاتا ہے۔

(مسلم شریف)

۲۔ نرم لہجے سے بات کریں

گفتگو کا دوسرا ادب یہ ہے کہ گفتگو کرتے ہوئے نرم لہجہ اختیار کریں کیونکہ نرم بات میں ہمدردی کے جذبات ہوتے ہیں جس سے گفتگو مؤثر ہو جاتی ہے۔ بات سننے والا، نرم گفتگو کرنے والے کو پسند

کرتا ہے اور جو کچھ کہہ رہا ہو اسے غور سے سنتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جب حکم دیا کہ فرعون کے پاس جاؤ اور اسے حق کی دعوت دو تو انھیں تاکید فرمائی کہ اس سے نرم لہجے میں بات کرنا کیونکہ نرم لہجہ انسانی متانت اور وقار کی بھی علامت ہے۔ تاکہ اس پر تمھاری گفتگو کا اثر اچھا قائم ہو۔

اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ۝

آپ دونوں فرعون کے پاس جاؤ بیشک اس نے سرکشی کی ہے پس اس سے نرم لہجے سے بات کرنا۔ تاکہ وہ نصیحت پکڑے اور اللہ سے ڈرے (پ۱۶، طٰہٰ: ۴۳، ۴۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود انتہائی نرم دل اور ملائم طبیعت تھے اور آپ ہمیشہ نرم لہجے میں گفتگو فرماتے اور یہی ترغیب آپ نے ملتِ اسلامیہ کو دی کہ جب بھی بات چیت کریں تو نرم لہجہ اختیار کریں۔ چلّا چلّا کر زور زور سے باتیں کرنا خلافِ سنت ہے۔ چھوٹوں کے ساتھ جب بات چیت کریں تو مشفقانہ انداز اختیار کریں اور جب بڑوں کے ساتھ گفتگو کریں تو مؤدبانہ لہجہ رکھیں۔ انشاء اللہ دونوں کے نزدیک معزز رہیں گے۔

۳۔ عام فہم بات کرنا سُنّت ہے

بات عام فہم کرنی چاہیئے تاکہ ہر کوئی سمجھ جائے بعض لوگ عام محفلوں میں یا دوستوں کی مجلس میں اپنی قابلیت اور ذاتی برتری کے اظہار کے لیے ایسے الفاظ میں بات کرتے ہیں کہ جو عام حضرات کی سمجھ سے بالاتر ہوں تاکہ ان کی شخصیت نمایاں ہو۔ اسلام نے ایسے تکلفات میں پڑنے کی بجائے سادگی اختیار کرنے پر زور دیا ہے اس لیے اچھا انسان وہی ہے جو بات عام فہم کرے کیونکہ ایسا کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات بڑی عام فہم ہوتی اور ہر سننے والا اسے آسانی سے سمجھ لیتا۔ (ابوداؤد) ایسے ہی ایک اور

حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی بات فرماتے تو اس کو تین مرتبہ دہرا دیتے تاکہ سننے والے کی سمجھ میں آجائے۔ (بخاری شریف)

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ	مومنو! خدا سے ڈرا کرو اور بات سیدھی کہا کرو
وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ۙ یُّصْلِحْ	وہ تمہارے سب اعمال درست کر دے گا۔ اور
لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ	تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو شخص خدا اور اس
ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ	کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا تو بیشک بڑی
رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ۝	مراد پائے گا۔ (پ۲۲۔ احزاب: ۷۰، ۷۱)

۴۔ اچھی بات کی ترغیب

گفتگو کا ایک ادب یہ ہے کہ ہمیشہ بات اچھی کریں کیونکہ اچھی بات کرنا چپ رہنے سے افضل ہے۔ اور چپ رہنا بے مقصد بات کرنے سے افضل ہے اس لیے اگر کوئی بُری باتیں کرتا ہو تو اسے اچھی باتوں کی ترغیب دینی چاہیئے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہمیشہ اچھی بات کہنے کا درس دیا ہے، چنانچہ اساتذہ اور والدین کو چاہیئے کہ بچوں کو اچھی بات کرنے کی ترغیب دیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اچھی بات صدقہ ہے۔ (بخاری شریف)

ایک اور حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنت میں بالاخانے ہیں جن کے باہر کے حصے اندر سے اور اندر کے حصے باہر سے نظر آتے ہیں۔ ایک اعرابی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کن کے لیے ہوں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ یہ ان لوگوں کے لیے ہوں گے جو ہمیشہ اچھی گفتگو کرتے ہیں۔ (ترمذی شریف)

۵۔ ضرورت کے مطابق بات کریں

بات چیت ضرورت کے مطابق کرنی چاہیئے کیونکہ ضرورت کے بغیر ہر جگہ باتیں کرنے

رہنے سے ایک تو دماغی قوت کم ہوتی ہے اور دوسرے انسانی وقار مجروح ہوتا ہے
اس لیے جن حضرات کو بلا ضرورت باتیں کرنے کی عادت ہو انھیں چاہیئے کہ اس عادت
ترک کر دیں۔ کیونکہ باتونی شخص کو اسلامی معاشرے میں حقارت کی نگاہ سے دیکھا جا
لہذا جب بھی گفتگو کریں تو کسی کام کی گفتگو کریں۔ ایک عالم دین کا قول ہے کہ بات
ہمیشہ سلیقے اور وقار سے کریں۔ جلدی اور تیزی سے نہ کریں اس سے آدمی کی وقعت
جاتی رہتی ہے۔

جاہل لوگوں سے گفتگو کرنے کا موقع ملے تو بس کام کی بات کر کے اپنا مقصد واضح
کر دیں۔ باتوں میں الجھنے اور بحث میں پڑنے سے بچیں۔ کیونکہ باتوں میں الجھنے سے جھگڑا
ہونے کا خطرہ ہوتا ہے ایسے ہی دو آدمی بات کر رہے ہوں تو اجازت کے بغیر ان میں دخل
اندازی نہ کریں اور نہ کبھی کسی بولنے والے کی بات کاٹنے کی کوشش کریں۔ اگر بات کرنے
کی ضرورت محسوس ہو تو پھر معذرت کے ساتھ دوسروں کی گفتگو میں دخل دیں۔

۶۔ مذاق کی گفتگو سے بچنے کی کوشش کریں

لطیف قسم کے مزاح اور مذاق کی اسلام میں اگرچہ تھوڑی سی
گنجائش موجود ہے مگر شدید قسم کے مذاق کی ممانعت ہے کیونکہ مذاق کی باتوں میں بسا اوقات
ایک دوسرے پر زیادتی کی باتیں ہو جاتی ہیں جو لڑائی جھگڑے کا باعث بنتی ہیں۔ اس لیے
مذاقیہ گفتگو سے منع فرمایا گیا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا قول ہے کہ آپس میں ٹھٹھا مذاق مت کرو کیونکہ مذاق دلوں
میں نفرت پیدا کرتا ہے جس سے بُرے عزائم کی سوچ پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی حضرت عمر
کا بھی ایک قول ہے کہ جو شخص کسی سے مذاق کرتا ہے وہ اس کی نظر سے گر جاتا ہے
(کیمیائے سعادت)

۷۔ گفتگو میں رضائے الٰہی کو مد نظر رکھیں

بات چیت اور گفتگو کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ بات کرتے ہوئے رضائے الٰہی کو مد نظر رکھیں کیونکہ جس گفتگو میں اللہ کی رضا شامل ہو وہ سراسر نیکی ہے جس کا بے پناہ اجر ملے گا اس لیے گفتگو کرتے ہوئے یہ بات مد نظر رکھیں کہ جو بات کریں اسے اللہ کی خاطر کریں کیونکہ اسی میں نجات اور فلاح ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ لَیَتَکَلَّمُ بِالْکَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ لَا یُلْقِیْ لَهَا بَالًا یَرْفَعُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجٰتٍ وَّ اِنَّ الْعَبْدَ لَیَتَکَلَّمُ بِالْکَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ لَا یُلْقِیْ لَهَا بَالًا یَهْوِیْ بِهَا فِیْ جَهَنَّمَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا کوئی لفظ کہہ دیتا ہے جس کو اس نے اہمیت نہیں دی ہوتی لیکن اس کے باعث اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند کر دیتا ہے اور بندہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ایک لفظ کہہ دیتا ہے جس کی اسے پروا نہیں ہوتی لیکن وہ اسے جہنم میں لے جاتا ہے۔

(بخاری شریف)

۸۔ مختصر گفتگو کرنا سنت ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گفتگو مختصر کرنے کی ترغیب دی ہے اس لیے مختصر گفتگو کرنا سنت ہے۔ کیونکہ مختصر گفتگو سے مقصد فوراً واضح ہو جاتا ہے اور باتیں سننے والے کی طبیعت پر گرانی محسوس نہیں ہوتی۔ طویل بات چیت سے بسا اوقات وقت ضائع ہوتا ہے اور سننے والا اپنی طبیعت پر گرانی محسوس کرتا ہے جو اخلاق حسنہ کے منافی ہے اس لیے ہمیشہ بات چیت کرتے ہوئے اختصار کو پیش نظر کریں۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّهٗ قَالَ یَوْمًا وَّ قَامَ رَجُلٌ فَاَکْثَرَ

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک روز ایک آدمی کھڑا ہوا اور بہت سی باتیں بنائیں۔

اَلْقَوْلَ فَقَالَ عَمْرٌو وَلَوْ قَصَدَ فِیْ قَوْلِهٖ لَکَانَ خَیْرًا لَّهٗ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَقَدْ رَاَیْتُ اَوْ اُمِرْتُ اَنْ تَجَوَّزَ فِی الْقَوْلِ فَاِنَّ الْجَوَازَ هُوَ خَیْرٌ۔

حضرت عمروؓ نے فرمایا کہ اگر یہ میانہ روی اختیار کرتا تو اس کے لیے بہتر ہوتا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھے مناسب نظر آیا۔ یا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ مختصر گفتگو کیا کریں۔ کیونکہ مختصر کلام ہی بہتر ہے۔ (ابوداؤد)

۹۔ دل آزاری دینے والی گفتگو کی ممانعت

بات چیت کرتے ہوئے اس بات کا خاص طور پر خیال رکھیں، کہ کسی کو دکھ پہنچانے والی بات نہ کہیں کیونکہ کسی کا دل دُکھانے سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔ اس لیے دکھ دینے والی باتوں سے بچنا چاہیئے۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ بات چیت کرتے ہوئے لعن طعن کرتے ہیں جسے سننے والا اپنی بے عزتی خیال کرتا ہے اور اس طرح اس کی دل آزاری ہوتی ہے اس لیے اخلاق نقطۂ نظر سے لعن طعن کرنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا بِاللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِیِّ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مومن طعنہ دینے والا، لعنت کرنے والا، فحش گو اور بے غیرت نہیں ہوتا۔ (ترمذی شریف)

ایسے ہی اپنی گفتگو کو جھوٹ سے پاکیزہ رکھنا چاہیئے نہ ہی ریاء اور نفاق والی بات کرنی چاہیئے کیونکہ نفاق عموماً نفرت کا باعث بنتا ہے لہذا ایسی گفتگو کا کیا فائدہ جو آپس میں جوڑنے کی بجائے جدا کرنے کا سبب پیدا کرے۔ بہتان اور افتراء والی گفتگو سے بھی بچیں۔ ایسے ہی اگر کسی مقام پر نامناسب گفتگو ہو رہی ہو تو اس سے بھی اجتناب کریں۔

القصہ ہر ایسی بات کہنے سے بچیں جو برائی کو جنم دیتی ہو۔ اس کی ترغیب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو مندرجہ ذیل طریقے سے دی ہے:۔

عَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَۃَ الْخُشَنِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَحَبَّکُمْ اِلَیَّ وَاَقْرَبَکُمْ مِنِّیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَحَاسِنُکُمْ اَخْلَاقًا وَاِنَّ اَبْغَضَکُمْ اِلَیَّ وَاَبْعَدَکُمْ مِنِّیْ مَسَاوِیْکُمْ اَخْلَاقًا الثَّرْثَارُوْنَ الْمُتَشَدِّقُوْنَ الْمُتَفَیْھِقُوْنَ۔

حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے قیامت میں میرا سب سے پیارا اور مجھ سے زیادہ قریب وہ ہوگا جس کا اخلاق اچھا ہو۔ نیز میرا ناپسندیدہ اور مجھ سے بہت دور وہ ہوگا جس کا اخلاق برا ہو یعنی بہت بولنے والے، منہ پھٹ اور گپیں ہانکنے والے۔ (بیہقی)

۱۰۔ فضول بات چیت کی ممانعت

فضول باتیں انتہائی نقصان دہ ہوتی ہیں کیونکہ ان سے گناہوں میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ مگر انسان کو یہی گمان ہوتا ہے کہ اس نے کوئی گناہ نہیں کیا مگر فضول باتوں کی بنا پر اس کا اعمال نامہ گناہوں سے بھر جاتا ہے۔

فضول بات وہ ہے جس سے دنیا اور آخرت کا کوئی فائدہ نہ ہو بلکہ دنیا و آخرت کا نقصان ہو۔ فضول اور بیہودہ باتوں سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خَاشِعُوْنَ۔ وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ۔

بے شک اہلِ ایمان کے لیے فلاح ہے۔ جو نماز میں عجز و نیاز کرتے ہیں اور جو بے ہودہ باتوں سے منہ موڑ لیتے ہیں۔

جو باتیں بظاہر نہ نفع نہ نقصان والی نظر آتی ہیں حقیقت میں وہ نقصان ہی کی طرف لے جانے والی ہوتی ہیں کیونکہ جتنی دیر کوئی بے فائدہ باتوں میں مصروف رہے گا اتنا ہی اس کا وقت ضائع ہوگا اس طرح وقت کا ضائع ہونا نقصان ہی کی دلیل ہے۔ یاد رہے کہ جب

فضول گفتگو شروع ہو جاتی ہے تو پھر بڑھتے بڑھتے بُری باتیں ہونے لگتی ہیں حتیٰ کہ فحش گوئی اور غیبت کی باتوں تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اس لیے فضول باتوں میں سراسر نقصان ہی ہے۔

فضول باتوں کی بجائے اللہ کے ذکر کی طرف مائل رہنا چاہیئے کیونکہ بہتری اسی میں ہے حضرت امام غزالیؒ نے چار وجوہات کی بنا پر فضول باتوں سے بچنے کی ترغیب دی ہے۔

پہلی بات انھوں نے یہ بیان فرمائی ہے کہ فضول بات کراماً کاتبین کو لکھنی پڑتی ہے اس لیے انسان کو فرشتوں سے حیا کرتے ہوئے سوچنا چاہیئے کہ انھیں فضول لکھنے کی زحمت نہ دے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ بات اچھی نہیں کہ لغو اور بیہودہ باتوں سے بھرا ہوا اعمالنامہ اپنے رب کے حضور پیش ہو۔ اس لیے فضول باتوں سے دور ہی رہنا اچھا ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ بندے کو قیامت کے روز کہا جائے گا کہ اپنا اعمالنامہ تمام لوگوں کو خود پڑھ کر سنائے۔ اس وقت حشر کی خوفناک سختیاں اس کے سامنے ہوں گی۔ انسان پیاس کی شدت سے مر رہا ہوگا۔ جسم پر کپڑا نہیں ہوگا۔ بھوک سے کمر ٹوٹ رہی ہوگی۔ جنت میں داخل ہونے سے روک دیا جائے گا اور ہر قسم کی راحت اس پر بند کر دی گئی ہوگی۔ ایسے حالات میں اپنے ایسے اعمالنامہ کو پڑھنا جو فضول اور بیہودہ گفتگو سے پُر ہو۔ کس قدر تکلیف دہ چیز ہوگی اس لیے چاہیئے کہ زبان سے سوائے اچھی بات کے کچھ نہ نکالے۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ بندے کو فضول اور غیر ضروری باتوں پر ملامت کی جائے گی اور شرم دلائی جائے گی اور بندے کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ کے سامنے شرم و ندامت کی وجہ سے انسان پانی پانی ہو جائے گا۔

(منہاج العابدین)

۱۱۔ لطیفہ بازی کی ممانعت

اسلام میں لطیفہ بازی کی باتیں کرنا منع ہیں۔ کیونکہ ان میں مبالغہ اور جھوٹ شامل ہوتا ہے۔ بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو بندہ محض اس لیے بات کرتا ہے کہ لوگوں کو ہنسائے تو اس بنا پر دوزخ کی اتنی گہرائی میں گرتا ہے جو آسمان و زمین کے درمیان فاصلے سے زیادہ ہے اور زبان کی وجہ سے جتنی لغزش ہوتی ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے جتنی قدم سے لغزش ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ لطیفے بازی مفت کے گناہ ہیں جو انسان اپنے ذمے خواہ مخواہ لے لیتا ہے جن کا کوئی فائدہ نہیں اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لطیفے بازی سے منع فرمایا ہے۔

۱۲۔ گندی باتوں سے زبان کی حفاظت کرنا سنت ہے

اپنی زبان کو گندی اور فحش باتوں سے بچانا سُنت ہے لہٰذا زبان کی حفاظت ہر ایک کے لیے ضروری ہے۔ اس کی حفاظت سے اچھے اثرات نکلتے ہیں اگر اس کی حفاظت نہ کی جائے اور اسے غلط باتوں کے لیے استعمال کیا جائے تو اس سے فتنہ فساد پیدا ہوتا ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حفاظت کی بہت تاکید فرمائی ہے۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّضْمَنُ لِيْ مَا بَيْنَ لِحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنُ لَهُ الْجَنَّةَ۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجھے اُس کی ضمانت دے جو دونوں جبڑوں کے درمیان ہے اور اس کی ضمانت دے جو دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ (بخاری شریف)

ایک اور حدیث میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کچھ

وصیت کیجئے تو آپ نے فرمایا کہ خدا سے ڈرتے رہو، اسی میں تمام نیکیاں چھپی ہیں۔ اور اس کے راستے میں جہاد کرتے رہو۔ یہی مسلمانوں کی رہبانیت ہے کہ اللہ کا ذکر اور قرآن پاک کی تلاوت کرتے رہیں۔ اس سے تمھارے لیے آسمانوں سے نور آئے گا۔ اور اپنی زبان کو بُری باتوں سے بچاؤ۔ صرف نیکی اور اچھی باتیں کہو۔ اس سے شیطان پر غالب رہو گے۔ (طبرانی)

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ لذتِ نفس کے لیے گندی باتیں کرتے رہتے ہیں جس سے گناہِ بے لذت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور انسان خواہ مخواہ دن بدن گنہگار ہوتا جاتا ہے۔ یہ سراسر نادانی اور بیوقوفی ہے۔ لہٰذا اپنی زبان کو گندی باتوں سے محفوظ رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اس کی تاکید یوں فرمائی ہے:۔

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ لَقِيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ مَا النَّجَاةُ فَقَالَ اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ نجات کس چیز میں ہے؟ فرمایا کہ اپنی زبان کو قبضے میں رکھو۔ تمھارا گھر تمھارے لیے کافی ہے۔ اور اپنی خطاؤں پر رویا کرو۔ (احمد۔ ترمذی)

زبان کی اچھائی یا بُرائی کا نتیجہ جسم کے تمام حصوں پر اثر انداز ہوتا ہے اگر کوئی زبان سے کسی کو گالی گلوچ کرے اور وہ گالی نکالنے والے کو پیٹے تو اس طرح جو قصور زبان نے کیا اس کا خمیازہ جسم کے دوسرے اجزاء کو اٹھانا پڑا۔

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَفَعَهٗ قَالَ اِذَا اَصْبَحَ ابْنُ اٰدَمَ فَاِنَّ الْاَعْضَاءَ كُلَّهَا تُكَفِّرُ اللِّسَانَ فَتَقُوْلُ اِتَّقِ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے مرفوعًا فرمایا کہ جب آدمی کے لیے صبح ہوتی ہے تو تمام اعضاء زبان کی خوشامد کرتے اور کہتے ہیں کہ ہمارے بارے میں اللہ سے

اللّٰہ فِینَا فَاِنَّمَا نَحْنُ بِکَ فَاِنِ اسْتَقَمْتَ اِسْتَقَمْنَا ۔ وَاِنْ اِعْوَجَجْتَ اِعْوَجَجْنَا ۔

ڈرنا کیونکہ ہم تیرے ساتھ ہیں اگر تو سیدھی رہے تو ہم بھی سیدھے رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہو گئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔ (ترمذی)

امام غزالیؒ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد نقل فرمایا ہے کہ یوم حساب کے بعد جب بعض لوگوں کو دوزخ میں لے جایا جائے گا تو ان کے منہ سے ایسی سخت بدبو نکل کر دوزخ میں پھیلے گی کہ خود اہلِ دوزخ بھی چیخ اٹھیں گے اور پوچھیں گے کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تب انھیں بتایا جائے گا کہ یہ وہ بدبخت ہیں جو فحش کلامی سے کام لیتے تھے اور ایسی جگہوں پر جانے کے لیے بڑے بیتاب رہتے تھے جہاں بدزبانی اور فحش گوئی ہوا کرتی تھی۔ (کیمیائے سعادت)

القصہ زبان کی حفاظت ہر حال میں ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کیونکہ جو شخص اسے بچالے گا وہی جنتی ہے۔

---

(۶)

کھانے کے آداب

کھانا یعنی غذا اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں میں سے ہے کیونکہ اس سے انسانی زندگی کی بقا وابستہ ہے اس لیے اس کے بغیر چارہ نہیں لہذا اسے ادب و احترام سے استعمال میں لانا انسانی فرض ہے جو شخص کھانے کی قدر کرتا ہے۔ اللہ اس کے رزق میں اضافہ فرما دیتا ہے۔ غذا تو ہر صورت میں کھانی ہے اگر اسے اس نیت سے کھایا جائے کہ اس کے کھانے سے جسمانی قوت پیدا ہوگی، توانائی بحال رہے گی جس سے انسان بخوبی اللہ کی عبادت سرانجام دے سکے گا

تواس وقت انسان کا کھانا بھی عبادت بن جائے گا۔

حضرت امام غزالیؒ نے اسی بات کو یوں بیان فرمایا ہے کہ راہِ عبادت بھی خود عبادت کا ایک حصہ ہے اور سامانِ سفر بھی سفر ہی کہلاتا ہے پس ہر وہ چیز جس کا تعلق راہِ دین سے ہو، یعنی دین کو جس چیز کی حاجت ہو وہ بجائے خود دین کا ایک جزو ہے اور ظاہر ہے کہ دین کھانے کی حاجت سے بے نیاز نہیں۔ کیونکہ راہِ دین پر چلنے والوں کا اصل مقصد دیدارِ الٰہی حاصل کرنا ہے اور اس کا تخم علم و عمل ہے اور علم و عمل کی مواظبت جسم کی سلامتی کے بغیر ممکن نہیں اور جسم کی سلامتی کھانے پینے کے بغیر ممکن نہیں۔ پس کھانا پینا راہِ دین کی ضرورت میں شامل ہے (یعنی کھائے گا تو جسم سلامت رہے گا۔ جسم سلامت ہوگا تو علم و عمل ممکن ہو سکے گا اور یہی راہِ دین ہے اور راہِ دین خود دین ہے) پس معلوم ہوا کہ کھانا پینا منجملہ دین سے ہے اور اسی لیے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "نفیس چیزیں کھاؤ اور نیک عمل (یعنی عبادت) کرو" گویا عملِ صالح اور کھانا کھانے کا ذکر یکجا کر دیا گیا ہے۔ پس جو شخص کھانا اس ارادے سے کھاتا ہے کہ اسے علم و عمل کی قوت اور راہِ آخرت پر گامزن ہونے کے لیے طاقت حاصل ہو جائے اس کا کھانا بھی عبادت ہی ہے اور اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مؤمن کو ہر چیز پر ثواب ہی ثواب ملتا ہے یہاں تک کہ اس کا اپنے منہ میں یا اپنے بال بچوں کے منہ میں نوالہ ڈالنا بھی ثواب میں شامل ہے اور اس ارشاد سے مراد یہ ہے کہ مؤمن کا مقصد ہی ہر چیز سے راہِ آخرت پر چلنا ہوتا ہے۔ اور راہِ دین پر گامزن ہونے کی خاطر کھانا کھانے کی نشانی یہ ہے کہ (اس نیت سے کھانے والا) حریص ہو کر نہیں کھاتا اور حلال کھاتا ہے اور بقدرِ حاجت کھاتا ہے (کیمیائے سعادت)

کھانے کا سنت طریقہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح کھانا کھاتے تھے وہ کھانے کا سنت طریقہ ہے لہٰذا ہمیں چاہیئے کہ جب ہم کھانا کھائیں تو حضور کے سنت طریقہ کے مطابق کھائیں۔ اس طرح کھانا بھی کھا لیا جائے گا اور مُفت میں

ثواب بھی مل جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق کھانا کھانے سے پہلے اپنے دونوں ہاتھ دھوئیں۔ اگر باوضو ہوں تو زیادہ بہتر ہے۔ ہاتھ دھوتے وقت کلی بھی کریں تو بہتر ہے۔ پھر کھانے کے لیے بیٹھ جائیں۔ چٹائی پر بیٹھیں تو زیادہ مناسب ہے اگر سالن آپ کے سامنے ڈال کر رکھا ہو تو ٹھیک ہے ورنہ سالن ڈالیں پھر دائیں ہاتھ سے روٹی کا نوالہ توڑیں اور سالن سے لگا کر بسم اللہ شریف پڑھتے ہوئے منہ میں ڈالیں۔ لقمہ خوب چبا کر کھائیں۔ کھانا شروع کرنے سے پہلے اگر پانی پینا چاہیں تو بسم اللہ پڑھ کر پی لیں۔ کیونکہ کھانے کے شروع میں پانی پینا بہتر ہے۔ لقمہ چھوٹا لیں تو اچھا ہے۔ اگر درمیانہ ہو تو زیادہ بہتر ہے۔ سالن کنارے سے کھانا شروع کریں۔

اگر ایک برتن میں دو تین آدمی مل کر کھا رہے ہوں تو اپنے سامنے سے کھائیں۔ دوسرے کے سامنے سے سالن نہیں اٹھانا چاہیئے۔ کھانا مناسب مقدار میں کھانا چاہیئے نہ بہت زیادہ اور نہ بہت کم۔ کھانے میں جلدی نہ کریں۔ کھانا نمکین سے شروع کریں۔ پھر میٹھی چیز کھائیں۔ پھر آخر میں نمکین چیز پر کھانے کا اختتام کریں۔ کھانے میں تین انگلیاں استعمال کریں۔ روٹی کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر توڑیں۔ دستر خوان پر اگر روٹی کے ٹکڑے گرے ہوں تو انھیں اٹھا کر کھالیں۔ برتن کو صاف کریں یعنی برتن میں سالن نہ رہنے دیں۔ کھانا ختم کرنے پر انگلیوں کو چاٹ لیں۔ پہلے درمیانی انگلی چاٹیں پھر پہلی۔ آخر میں انگوٹھا۔ کھانے کے بعد دانتوں سے بچی ہوئی خوراک کو کسی چیز کے ساتھ نکالیں یعنی دانتوں کا خلال کریں۔ پھر ہاتھ دھوئیں اور ہاتھوں کو سر اور چہرے پر پھیر لیں۔ اگر کوئی پانی رہ جائے تو پھر تولیے سے خشک کرلیں۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد مسنون دعاؤں میں سے کوئی دعا پڑھیں اور اللہ کا شکر ادا کریں جس نے پیٹ بھر کر کھانا کھلایا۔

کھانے کے آداب اور سنتیں مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ ہاتھ دھونا اللہ کے بندوں کا کہنا ہے کہ کھانے سے پہلے وضو کرنا چاہیئے اگر

ایسا نہ کر سکیں تو پھر ہاتھ اور منہ دھولیں اور اگر یہ بھی نہ کر سکیں تو ہاتھ ضرور دھولیں۔ اور ہاتھ دھوئے بغیر کھانا کبھی نہ کھائیں کیونکہ ہاتھ دھونا حضور کی سنت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھانے سے پہلے وضو کر لیتے۔ اگر وضو نہ کرتے تو ہاتھ دھوتے مگر کپڑے سے خشک نہ کرتے۔ اس کی افادیت یہ ہے کہ ہاتھ پونچھنے سے ہاتھوں کے ساتھ کچھ نہ کچھ تولیے کا گرد اور غیرہ لگ جائے گا جو کھانا کھاتے وقت اندر جائے گا اس لیے کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھوکر تولیے سے پونچھنا سنت نہیں۔

حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ اور منہ کو دھونا چاہیئے کیونکہ کھانا جب زادِ آخرت کی نیت سے کھائیں تو یہ عین عبادت میں شمار ہوگا۔ لہذا اس کا ثواب ہوگا جیسا کہ نماز سے پہلے وضو کرنے کا ہوتا ہے۔ اور پھر اس سے ہاتھ اور منہ کی صفائی بھی ہو جاتی ہے۔

عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَرَأْتُ فِي التَّوْرٰىةِ اِنَّ بَرَكَةَ الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ بَعْدَهٗ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرَكَةُ الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ قَبْلَهٗ وَالْوُضُوْءُ بَعْدَهٗ۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نے توریت میں پڑھا کہ کھانے کی برکت کا باعث اس کے بعد ہاتھ دھونا ہے۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کھانے کی برکت کا باعث اس سے پہلے اور اس کے بعد ہاتھوں کے دھونے میں ہے۔

(ترمذی۔ ابو داؤد)

ابن ماجہ کی حدیث میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی یہ پسند کرے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے گھر میں خیر و برکت زیادہ کرے اسے چاہیئے کہ جب کھانا حاضر کیا جائے تب بھی اور جب کھانا اٹھایا جائے تب بھی وضو کرے (یعنی ہاتھ دھوئے اور کلی کرے)۔ (ابن ماجہ)

ایک بزرگ اپنے عقیدت مندوں کو تلقین فرمایا کرتے تھے کہ کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ ضرور دھویا کرو کیونکہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے سے اللہ تعالیٰ غربت دور کردیتا ہے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونے سے عقل میں اضافہ کردیتا ہے۔ بوڑھوں سے پہلے جوانوں کو ہاتھ دھونے چاہئیں۔

۲۔ کھانا دستر خوان پر کھانا چاہیئے

کھانا دستر خوان پر رکھ کر کھانا چاہیئے۔ بعض لوگ کھانے کو میز پر رکھتے ہیں۔ اور اسے کھانے کے لیے کرسی پر بیٹھتے ہیں۔ ایسا کرنا خلافِ سنت ہے۔ صوفیار اور بزرگانِ دین جو اتباعِ سنت پر سختی سے پابند ہوتے ہیں وہ ہمیشہ دستر خوان ہی پر کھانا رکھ کر تناول فرماتے ہیں۔

حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ کھانا دستر خوان پر کھایا جائے نہ کہ خوان پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے رہے ہیں اور یہ اس لیے کہ دستر خوان سفر کی یاد دلاتا ہے اور دنیاوی سفر آخرت کے سفر کی یاد دلاتا ہے اور تواضع کے بھی نزدیک تر ہے۔ ویسے اگر خوان پر بھی کھایا جائے تو روا ہے کیونکہ اس کی نہی (ممانعت) نہیں کی گئی۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ بزرگانِ سلف کی یہی عادت رہی ہے کہ دستر خوان پر کھاتے تھے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی کھایا ہے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَا اَکَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی خِوَانٍ وَلَا اَکَلَ خُبْزًا مُرَقَّقًا حَتّٰی مَاتَ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عمر نہ تو میز پر رکھ کر کھانا کھایا اور نہ ہی میدے کا نان کھایا۔ حضورؐ نے سادگی پسند فرمائی اور فقر اختیار فرمایا۔ (ترمذی)

حضرت شہاب الدین سُہروردی نے لکھا ہے کہ صوفیار کا ایک معمول یہ بھی ہے کہ وہ دستر خوان پر کھانا کھاتے ہیں اس طرح کھانا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے جیسا کہ حضرت

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو تخت پر کھانا کھایا اور نہ سینی میں۔ اس پر دریافت کیا گیا کہ پھر کس چیز پر کھانا تناول فرماتے تھے ؛ حضرت انسؓ نے جواب دیا دستر خوان پر۔ (عوارف المعارف)

۳۔ کھانا بیٹھ کر کھانا چاہیئے

کھانا بیٹھ کر کھانا چاہیئے۔ کھڑے ہو کر کھانا اسلامی آداب کے خلاف ہے۔ راستہ اور بازار میں کھانا مکروہ ہے۔ کھانے کے لیے اچھے انداز سے بیٹھنا چاہیئے۔ کھاتے وقت بیٹھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ دایاں گھٹنا کھڑا کریں اور بائیں پاؤں پر بیٹھ جائیں اور جسم کا وزن اسی پر ڈال لیں کسی چیز سے ٹیک لگا کر کھانا اچھا نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اسی طرح بیٹھ کر کھاتے تھے۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَالِسًا مُقْعِیًا یَاْکُلُ تَمْرًا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھ کر کھجوریں کھاتے دیکھا ہے۔ (مسلم شریف)

شیخ ابو طالب مکی کا کہنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کھانا آتا تو آپ اسے زمین پر رکھ کر بیٹھ کر تناول فرماتے۔ اور فرماتے میں سہارا لگا کر کھانے والا نہیں، دائیں ٹانگ کھڑی کر لیتے اور بائیں پاؤں کی پشت پر بیٹھتے۔ یہی کھانے کا سنت طریقہ ہے عربوں میں یہی رواج ہے۔ (قوت القلوب)

۴۔ کھاتے وقت ٹیک لگانے کی ممانعت

کھاتے وقت ٹیک لگانا خلافِ سنت ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھاتے وقت ٹیک لگانے سے منع فرمایا ہے۔ ٹیک لگا کر یا لیٹ کر کھانے سے غذا اچھی طرح بآسانی معدے میں پہنچ نہیں پاتی اور صحت کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتی ہے لہٰذا اس طبی نقصان کو مدِنظر رکھتے ہوئے ٹیک لگا کر یا لیٹ کر کھانا منع ہے۔

عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَۃَ وَھْبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا اٰکُلُ مُتَّکِئًا۔

حضرت ابو جحیفہ وہب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا

(بخاری شریف)

۵۔ جُوتے اُتارنے کا حکم جب کھانا کھانے کے لیے بیٹھا جائے تو اس وقت جُوتا اُتار دینا چاہیئے کیونکہ دسترخوان پر جُوتے سمیت بیٹھنا خلافِ سنت ہے۔ اکثر بزرگانِ دین کا یہ معمول رہا ہے کہ کھانے سے پہلے زمین پر چٹائی بچھاتے۔ جُوتے اتار کر قبلہ رُو ہو کر سنت کے مطابق بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے۔ جوتے اتار کر کھانے سے اللہ سے قربت کو ملحوظ خاطر رکھنا مراد ہے اور جوتے اتار کر کھانے سے سکون میسر آتا ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا وُضِعَ الطَّعَامُ فَاخْلَعُوْا نِعَالَكُمْ فَاِنَّہٗ اَرْوَحُ لِاَقْدَامِكُمْ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کھانا سامنے رکھ دیا جائے تو اپنے جوتے اتار لیا کرو۔ کیونکہ یہ تمہارے پیروں کے لیے راحت بخش ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

۶۔ نیک نیتی سے کھانا اس نیت سے کھائے کہ کھانا عبادت کے لیے کھا رہا ہوں نہ کہ شہوت و تسکینِ خواہش کے لیے۔ ابراہیم بن شیبان کہتے ہیں کہ اسّی برس ہونے کو آئے کہ میں نے کوئی چیز خواہش کی خاطر نہیں کھائی اور اس نیت کے صحیح ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ارادہ ہی تھوڑا کھانے کا ہو۔ کیونکہ زیادہ کھانا عبادتِ الٰہی سے باز رکھتا ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ پسندیدہ بات یہی ہے کہ کمر سیدھی رکھنے کے لیے چند لقموں پر قناعت کر لی جائے اور اگر اس پر قانع نہ ہو سکے تو ایک تہائی حصہ پیٹ کا کھانے سے پُر کرے اور باقی میں سے ایک تہائی پانی کے لیے اور ایک تہائی سانس

(یعنی ہوا) کے لیے رہنے دے۔

۷۔ جو حاضر ہو وہ کھائے

جو کچھ حاضر ہو کھا لیا جائے اور اسی پر قناعت کی جائے اور عمدہ و لذیذ کھانوں کے تکلف میں نہ پڑے۔ کہ کھانے سے مؤمن کا مقصد عبادت کے لیے قوت حاصل کرنا ہے نہ کہ انواع و اقسام کے کھانے تلاش کرنا۔ اور روٹی کا احترام بھی داخل سنت ہے کہ آدمی کا خمیر اسی سے ہے۔ اور روٹی کا انتہائی احترام یہ ہے کہ اسے (یعنی روٹی کو) سالن وغیرہ کے انتظار میں نہ رکھیں بلکہ اسے نماز کے انتظار میں بھی نہ رکھنا چاہیئے (یعنی روٹی سامنے آئے تو سالن خواہ میسر نہ ہی ہو یا نماز کا وقت خواہ بالکل قریب ہو لیکن روٹی کو انتظار میں نہ رکھے اگرچہ روکھی ہو) اور جونہی روٹی حاضر کی جائے تو پہلے اسے کھائیں اور پھر نماز پڑھیں۔

۸۔ آغاز میں بسم اللہ پڑھنا

کھانے کے لیے جب بیٹھیں تو سب سے پہلے جب کھانا شروع کریں تو بسم اللہ پڑھیں کیونکہ منہ میں نوالہ ڈالتے وقت بسم اللہ کہنا بالاتفاق سنت ہے۔ بسم اللہ بلند آواز سے پڑھنی چاہیئے تاکہ دوسروں کو بھی یاد آجائے۔ اگر شروع میں بسم اللہ پڑھنا بھول جائیں تو جب یاد آئے اس وقت پڑھ لیں۔

میرے مرشد فرمایا کرتے تھے کہ جب کھانا کھاؤ تو ہر لقمے پر بسم اللہ پڑھا کرو کیونکہ اللہ کے بندوں کا یہی شیوہ ہے۔ لہذا اس روز سے میں نے اس پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ ایک صوفی کا قول ہے کہ پہلے لقمے پر صرف بسم اللہ کہو۔ دوسرے پر بسم اللہ الرحمٰن کہو اور تیسرے پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھو۔ اس طرح غذا زیادہ نفع بخش ہو جاتی ہے۔

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَکَلَ اَحَدُکُمْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو بسم اللہ پڑھے اگر شروع میں بسم اللہ پڑھنا

فَلْيَذْكُرِاسْمَ اللّٰهِ تَعَالٰى. فَاِنْ نَسِيَ اَنْ يَذْكُرَاسْمَ اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْ اَوَّلِهٖ فَلْيَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ.

بھول جائے تو کہے۔ بسم اللہ اولہ واٰخرہ اول وآخر اللہ ہی کے نام سے ہے۔

(ابوداود)

(ترمذی)

زاد المعاد میں ہے کہ جو شخص بسم اللہ پڑھے بغیر کھانا شروع کر دیتا تو آپ اس کا ہاتھ پکڑ لیتے اور فرماتے کہ پہلے بسم اللہ پڑھو۔ پھر کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاؤ۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جس نعمت کے اول بسم اللہ اور آخر میں الحمد للہ ہو۔ اس نعمت کے بارے میں قیامت میں سوال نہ ہوگا۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَيْتَهٗ فَذَكَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى عِنْدَ دُخُوْلِهٖ وَعِنْدَ طَعَامِهٖ قَالَ الشَّيْطَانُ لَا مَبِيْتَ لَكُمْ وَلَا عَشَاءَ وَاِذَا دَخَلَ فَلَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ تَعَالٰى عِنْدَ دُخُوْلِهٖ قَالَ الشَّيْطَانُ اَدْرَكْتُمُ الْمَبِيْتَ. وَاِذَا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ تَعَالٰى عِنْدَ طَعَامِهٖ قَالَ اَدْرَكْتُمُ الْمَبِيْتَ وَالْعَشَاءَ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب کوئی شخص گھر میں داخل ہوتے وقت نیز کھانا کھانے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا ہو تو شیطان اپنے دوستوں سے کہتا ہے یہاں نہ تو تمھارے لیے رات گزارنے کی جگہ ہے اور نہ ہی کھانا ہے اور جب کوئی آدمی داخل ہوتے وقت اللہ تعالیٰ کو یاد نہ کرے تو شیطان کہتا ہے تم نے رات گزارنے کا ٹھکانہ پالیا۔ اور اگر کھانا کھاتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نہ لے تو شیطان کہتا ہے۔ تم نے ٹھکانہ بھی حاصل کر لیا اور تمھیں کھانا بھی مل گیا۔ (مسلم شریف)

عمر بن ابی سلمہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ کے پاس کھانا رکھا ہوا تھا آپؐ نے فرمایا بیٹا! قریب ہو جاؤ اور بسم اللہ کہہ کر اپنے داہنے ہاتھ سے کھانا

شروع کرو۔ (شمائل ترمذی)

ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے کہا کہ اے علیؓ جب کھانا شروع کرو تو پہلے بسم اللہ پڑھا کرو اور جب ختم کرو تو الحمدللہ کہا کرو۔

عَنْ اُمَيَّةَ بْنِ مَخْشِيٍّ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ۔ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا وَّرَجُلٌ يَّأْكُلُ فَلَمْ يُسَمِّ اللهَ حَتّٰى لَمْ يَبْقَ مِنْ طَعَامِهٖ اِلَّا لُقْمَةٌ ۔ فَلَمَّا رَفَعَهَا اِلٰى فِيْهِ قَالَ بِسْمِ اللهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مَازَالَ الشَّيْطَانُ يَاْكُلُ مَعَهٗ فَلَمَّا ذَكَرَ اسْمَ اللهِ اسْتَقَاءَ مَا فِيْ بَطْنِهٖ ۔

حضرت امیہ بن مخشی صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ اور ایک آدمی کھانا کھا رہا تھا۔ اس نے بسم اللہ نہ پڑھی یہاں تک کہ ایک لقمہ باقی رہ گیا۔ اسے منہ کی طرف لے جانے لگا تو کہا بسم اللہ اولہ واخرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا پڑے۔ پھر فرمایا شیطان اس کے ساتھ کھاتا رہا۔ جب اس نے بسم اللہ پڑھی تو اس نے جو کچھ پیٹ میں تھا، سب کی قے کر دی۔

(نسائی شریف)

ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت علیؓ سے کہا کہ یا حضرت! کل میں نے کھانا کھایا تھا اس پر بسم اللہ بھی پڑھی تھی۔ مگر مجھے پیٹ کا درد ہوا۔ تو اس پر انھوں نے فرمایا کہ کیا تم نے کئی قسم کی نعمتیں کھائی تھیں یا ایک ہی چیز کھائی تھی اس نے جواب دیا یا حضرت! میں نے کئی قسم کی چیزیں کھائی تھیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے ہر ایک چیز کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھی تھی۔ اس نے کہا نہیں صرف ایک ہی مرتبہ شروع میں بسم اللہ پڑھی تھی۔ تو اس پر حضرت علیؓ نے کہا کہ اگر تو ہر قسم کی چیز پر بسم اللہ پڑھتا تو پھر تجھے درد نہ ہوتا۔

۹۔ دائیں ہاتھ سے کھائیے کھانا ہمیشہ دائیں ہاتھ سے کھانا چاہیئے۔ اسلام نے

اچھے کام کرنے کے لیے دایاں ہاتھ مخصوص کیا ہے اور ناپاک کاموں کے لیے بائیں ہاتھ کو مقرر فرمایا ہے۔ اس طرح صفائی کا اصول بہتر طریقے سے قائم کیا گیا ہے۔ دائیں ہاتھ سے کھانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کھانے کے لیے دایاں ہاتھ استعمال کیا۔ اس لیے اپنے بچوں کو ہمیشہ بچپن ہی سے دائیں ہاتھ سے کھانے کی تاکید کرنی چاہیئے تاکہ انھیں دائیں ہاتھ سے کھانے کی عادت پڑ جائے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَکَلَ اَحَدُکُمْ فَلْیَاْکُلْ بِیَمِیْنِہٖ وَاِذَا شَرِبَ فَلْیَشْرَبْ بِیَمِیْنِہٖ۔	حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی کھائے تو دائیں ہاتھ سے کھائے اور جب تم میں سے کوئی پیئے تو دائیں ہاتھ سے پیئے۔ (مسلم)

شریعتِ اسلامیہ کے مطابق دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ سے مقدم ہے اس لیے ہر اچھا کام کرنے کے لیے دایاں استعمال میں لانا چاہیئے۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِیْ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَمِّ اللّٰہَ وَکُلْ بِیَمِیْنِکَ وَکُلْ مِمَّا یَلِیْکَ۔	حضرت عمر بن ابو سلمہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا بسم اللہ پڑھ کر دائیں ہاتھ سے اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔ (بخاری شریف)

ایک مرتبہ ایک اللہ کے بندے کے پاس چند آدمی بیٹھے ہوئے تھے کہ کھانے کا وقت آیا اور ان کے سامنے کھانا لایا گیا تو مجلس میں سے ایک آدمی نے دریافت کیا کہ سرکار! دسترخوان کے کیا آداب ہیں؟ تو ان بزرگوں نے تلقین فرمائی کہ کھانے کا پہلا ادب یہ ہے کہ بیٹھ کر کھاؤ، دوسرا یہ کہ ہاتھ دھو کر کھاؤ۔ تیسرا یہ کہ شروع میں بسم اللہ پڑھو۔ چوتھا یہ کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ پانچواں یہ کہ جو خوراک کے ریزے گریں انھیں چن کر کھالو اور آخر میں جب کھانا ختم کر لو تو اللہ کا شکر ادا کرو۔

۱۰۔ نمکین کھانے سے شروع کرنا

کھانا کھانے کے آداب میں سے ہے کہ کھانے کا آغاز نمک (نمکین چیز) سے کیا جائے اور نمک ہی پر کھانا ختم کیا جائے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے علیؓ! اپنے کھانے کا آغاز نمک سے کرو اور نمک ہی پر اس کو ختم کرو کیونکہ نمک ستر بیماریوں کے لیے شفا ہے ان امراض میں جنون، جذام، برص، درد شکم اور داڑھ کا درد بھی شامل ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین لقمے نمکین کھانے سے پہلے اور تین لقمے کھانے کے بعد بنی آدم کو بہتر بلاؤں سے محفوظ کرتا ہے، ان میں جنون، جذام اور برص بھی ہے اس لیے کھانے کے شروع اور آخر میں نمکین چیز کھانا سنت ہے۔

حضرت علیؓ نے ایک مرتبہ ایک شخص کو نصیحت فرمائی کہ کھانا نمکین سے شروع کرو کیونکہ اس کے بہت سے فوائد ہیں اور ایک اچھا تریاق ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدُ اِدَامِكُمُ الْمِلْحُ۔

• حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمھارے سالنوں کا سردار نمک ہے۔ (ابن ماجہ)

۱۱۔ گرم کھانے کو ٹھنڈا کر کے کھائیں

گرم کھانے کو ٹھنڈا کر کے کھانا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گرم گرم کھانا جس سے منہ میں جلن پیدا ہو، کھانے سے منع فرمایا ہے۔ لہٰذا گرم کھانے کو پھونکیں مارنے کے بجائے صبر کرنا چاہیئے تاکہ کھانا ٹھنڈا ہو جائے

حضرت علیؓ کا قول ہے کہ کھانا اگر گرم ہو تو اسے اتنی دیر تک رہنے دو کہ وہ ٹھنڈا ہو جائے کیونکہ برکت ٹھنڈے کھانے میں ہے گرم کھانے میں نہیں۔

۱۲۔ مناسب لُقمہ لینا کھانا کھاتے وقت لقمہ مناسب لینا چاہیئے۔ لقمے کو اچھی طرح چبائیں اور جب اچھی طرح منہ میں لقمہ گھل جائے تو اس وقت نگل لیں اس کے بعد پھر دوسرا لقمہ ڈالیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ آپ چھوٹا لقمہ منہ میں ڈالتے اور اسے اچھی طرح چباتے اور اس کے بعد پیٹ میں داخل کرتے۔ اس طرح ایک تو کھانا اچھی طرح کھایا جاتا ہے اور دوسرے کھاتے وقت ہر طرح آسانی رہتی ہے اور دقت محسوس نہیں ہوتی۔ ثابت روٹی کو دونوں ہاتھوں سے توڑنا چاہیئے۔ جب تک ٹوٹی ہوئی روٹی ختم نہ کریں دوسری ثابت روٹی کو نہ توڑیں۔ زیادہ روٹیوں سے ایک ہی وقت میں لقمے توڑنے سے بقایا روٹی ضائع ہونے کا احتمال ہوگا اس لیے اچھا ادب یہی ہے کہ پہلے جس روٹی سے نوالے توڑنے شروع کیے ہیں اسے ختم کریں۔ ایسے ہی جب تک پہلا لقمہ کھا نہ لیا جائے دوسرا لقمہ منہ میں نہ ڈالیں اور نہ ہی لقمہ ڈالتے وقت سارا منہ کھولیں بلکہ مناسب لحاظ سے منہ کھولیں۔ ہر لقمے کے شروع میں بسم اللہ کہیں یہ صوفیاء کا مسلک ہے۔

۱۳۔ کھانے میں عیب نکالنے کی ممانعت کھانے میں عیب نہیں نکالنا چاہیئے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عیب نکالنے سے منع فرمایا ہے۔ ایسا کرنے میں یہ مصلحت پوشیدہ ہے کہ جب کوئی کھانے میں عیب نکالے گا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جس نے کھانا تیار کیا ہے اس کا دراصل نقص اور کوتاہی ظاہر ہوگی تو اس طرح پکانے والوں کے دل میں کھانے والوں کے خلاف نفرت اور بغض پیدا ہوگا کہ ایک گھر والوں نے کھانا پکا کر دیا اور دوسرے ان کی عیب جوئی ہوئی اس طرح گھر کا نظام بہتر ہونے کی بجائے بگڑے گا۔ لہذا اگر کھانا بدمزہ ہو تو دل چاہے تو کھالیں ورنہ اسے چھوڑ دیں۔ مگر اسے بُرا نہ کہیں اور نہ ہی پکانے والے کو بُرا بھلا کہیں۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ مَا عَابَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَعَامًا قَطُّ اِنِ اشْتَہَاہُ اَکَلَہٗ وَاِنْ کَرِھَہٗ تَرَکَہٗ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی کھانے میں عیب نہیں نکالا۔ خواہش ہوتی تو تناول فرماتے، ناپسند کرتے تو چھوڑ دیتے۔

(بخاری شریف)

۱۴۔ اپنے سامنے سے کھانا

دسترخوان پر جب دوسرے لوگ بھی کھا رہے ہوں تو اس وقت چاہیئے کہ اپنے سامنے سے کھایا جائے دوسروں کے آگے سے کھانے پینے کا سامان اپنی طرف کھینچ کھینچ کر کھانا خلافِ ادب ہے البتہ اگر پھل وغیرہ کسی محفل میں اِدھر اُدھر بکھرے ہوں تو انھیں حاصل کر کے کھانا درست ہے۔ جب کچھ آدمی ایک برتن میں مل کر کھا رہے ہوں تو اس وقت جو سالن آپ کے سامنے ہے اس سے کھائیں۔ ایسے ہی جب بڑے برتن میں کوئی چیز پڑی ہو جو سب کے لیے ہو تو اس کے اوپر سے نہیں بلکہ ایک کنارے کی طرف سے ضرورت کے مطابق ڈالیں۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِیْ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ کُنْتُ غُلَامًا فِیْ حِجْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَتْ یَدِیْ تَطِیْشُ فِی الصَّحْفَۃِ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا غُلَامُ سَمِّ اللّٰہَ وَکُلْ بِیَمِیْنِکَ وَکُلْ مِمَّا یَلِیْکَ

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش میں تھا اور ابھی بچہ تھا۔ میرا ہاتھ پورے پیالے میں گھومتا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹا بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔

(بخاری شریف)

۱۵۔ تین انگلیوں سے کھانے کی تاکید

تین انگلیوں سے کھانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی سنت ہے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ کھانے میں وقت کم لگے گا اور پورے ہاتھ کو سالن نہیں لگے گا۔ دیکھنے میں اس طرح کھانا کھاتے ہوئے انسان شائستہ معلوم ہوگا۔ لہٰذا کھانے کے لیے انگوٹھا سبابہ یعنی پہلی انگلی اور درمیانی انگلی استعمال کرنی چاہیئے۔ اگر چوتھی انگلی بھی ملائیں تو کوئی حرج نہیں۔ البتہ پانچوں انگلیوں سے کھانے سے غیر شائستگی ظاہر ہوتی ہے۔ ایک انگلی اور صرف انگوٹھے سے کھانے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ اس طرح تکبر ظاہر ہوتا ہے۔

عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ بِثَلَاثِ اَصَابِعَ فَاِذَا فَرَغَ لَعِقَهَا۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ تین انگلیوں سے کھاتے اور فارغ ہونے پر انھیں چاٹ لیتے۔

(مسلم شریف)

۱۶۔ سالن کو کناروں سے کھائیے

کھانا برتن کے کناروں سے کھانا چاہیئے درمیان سے نہ کھائیں اس طرح جو سالن بچ جائے گا وہ صفائی کی حالت ہی میں رہے گا۔ اس طرح برتن بھی زیادہ گندا نہیں ہوگا۔ اس کے علاوہ بیچ میں کھانے سے انسانی حرص اور لالچ زیادہ بیدار ہوگا اس لیے حضورؐ نے برتن کے بیچ سے کھانے کو منع فرمایا۔ ایسے ہی روٹی کو بھی کنارے ہی سے کھانا شروع کریں، بیچ سے نہ کھائیں۔ روٹی کو چھری سے کاٹنا نہیں چاہیئے۔ برتن یا کوئی چیز جو کھانے کی نہ ہو اسے روٹی پر رکھنا نہیں چاہیئے۔ ایسے ہی اپنے ہاتھوں کو روٹی سے نہ پونچھیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَرَكَةُ تَنْزِلُ وَسَطَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا برکت کھانے کے درمیان میں اترتی ہے پس کناروں

اَلطَّعَامِ ۔ فَكُلُوْا مِنْ حَافَّتَيْهِ وَ لَا تَاْكُلُوْا مِنْ وَسَطِهٖ ۔ سے کھاؤ اور درمیان سے نہ کھاؤ۔
(ابوداؤد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ برتن کے ایک طرف سے کھانا شروع کرنا چاہیئے کیونکہ اس طرح کرنے سے برکت نازل ہوتی ہے اس لیے اپنے سامنے سے کھانا چاہیئے۔

۱۷۔ گری ہوئی روٹی یا خوراک کا حکم

کھانا کھاتے وقت دسترخوان پر روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے از خود گر کر پھیل جاتے ہیں۔ کھانا ختم کرتے وقت انھیں چن کر کھالیں اگر ایسا نہیں تو انھیں اکٹھا کرکے کہیں رکھ دیں۔ جہاں سے مرغی یا کوئی اور پرندہ وغیرہ کھالے۔ راستے پر پھینکنے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص روٹی کے ٹکڑوں کو چنے تو اس شخص کی روزی میں اضافہ ہو جائے گا۔ اس کے بچے صحیح سلامت اور بے عیب ہوں گے اس سے معلوم ہوا کہ غذا کی قدر کرنی چاہیئے تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں عطا کرنے میں مزید اضافہ کرے۔

ایسے ہی کھانا کھاتے وقت اگر کوئی روٹی کا لقمہ یا نوالہ ہاتھ سے دسترخوان پر گر جائے تو اسے اٹھا کر صاف کرکے کھالینا چاہیئے۔ اگر وہ زیادہ خاک آلود ہو جائے اور کھانے میں کراہت آئے تو پھر نہ کھائیں۔ گرے ہوئے نوالے کو اٹھا کر صاف کرکے کھا لینے کا حکم اس لیے ہے تاکہ خوراک ضائع نہ ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تاکید یوں فرمائی ہے۔

عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا وَقَعَتْ لُقْمَةُ اَحَدِكُمْ فَلْيَاْخُذْهَا فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ اَذًى وَلْيَاْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ وَلَا يَمْسَحْ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو چاہیئے کہ اسے اٹھالے اور جو گرد و غبار لگی ہو، صاف کرکے کھالے اور شیطان کے لیے نہ چھوڑے۔ انگلیاں چاٹنے

بَدَهٗ بِالْمِنْدِيْلِ حَتّٰى يَلْعَقَ أَصَابِعَهٗ فَإِنَّهٗ لَا يَدْرِيْ فِيْ أَيِّ طَعَامِهِ الْبَرَكَةُ۔

سے پہلے رومال سے صاف نہ کرے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ کھانے کے کس حصے میں برکت ہے (مسلم شریف)

ایک اور حدیث میں یوں ہے کہ روٹی کے گرے ہوئے ٹکڑوں کو اٹھا کر کھاؤ کیونکہ یہ حوروں کے مہر ہیں۔ (حدائق الاخیار)

۱۸۔ دوسروں کو کھلانے کا حکم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاقی طور پر اس بات کی ترغیب دی ہے کہ جب تم کھانے لگو تو تمہارے پاس اگر کوئی دوسرا شخص ہو تو اسے اپنے کھانے میں شامل کر لو۔ کیونکہ جو کھانا تمہارے سامنے کھانے کے لیے لایا گیا ہے تو وہ دوسروں کے لیے بھی کفایت کر جائے گا۔ یعنی اگر ایک آدمی کھانے لگا ہے تو اس کے کھانے میں ایک اور آدمی شامل ہو گیا تو وہی کھانا دونوں کے لیے کافی ہو جائے گا۔ ایسے ہی دو کا کھانا چار کے لیے کافی ہو گا۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ کھاتے وقت اگر کوئی موجود ہو تو اسے کھانے پر بلا لینا چاہیئے تاکہ وہ بھوکا نہ رہ جائے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِي الْاِثْنَيْنِ وَطَعَامُ الْاِثْنَيْنِ يَكْفِي الْاَرْبَعَةَ وَطَعَامُ الْاَرْبَعَةِ يَكْفِي الثَّمَانِيَةَ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ ایک کا کھانا دو کے لیے کفایت کرتا ہے اور دو کا کھانا چار کے لیے کفایت کرتا ہے اور چار کا کھانا آٹھ کے لیے کفایت کرتا ہے۔ (مسلم شریف)

۱۹۔ مل کر کھانے کا حکم

کھانے میں بہت سے لوگوں کا مل کر کھانا مستحب ہے اولیاء کرام کا یہ عام معمول رہا ہے کہ وہ اپنے پاس آنے والوں کے ساتھ مل کر کھاتے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک سب سے اچھا کھانا وہ ہے جس کی طرف بہت سے ہاتھ بڑھے

جائیں۔ کیونکہ مل جل کر کھانے سے الفت و محبت پیدا ہوتی ہے اور برکت بھی پڑتی ہے۔

عَنْ وَحْشِيِّ بْنِ حَرْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نَاْكُلُ وَلَا نَشْبَعُ، قَالَ فَلَعَلَّكُمْ تَفْتَرِقُوْنَ۔ قَالُوْا نَعَمْ۔ قَالَ فَاجْتَمِعُوْا عَلٰى طَعَامِكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ يُبَارَكْ لَكُمْ فِيْهِ۔

حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! ہم کھانا کھاتے ہیں لیکن ہم سیر نہیں ہوتے آپ نے فرمایا شاید تم علیحدہ علیحدہ کھاتے ہو۔ عرض کیا جی ہاں! فرمایا۔ مل کر کھایا کرو اور بسم اللہ پڑھ لیا کرو۔ تمہارے لیے اس میں برکت پیدا کی جائے گی۔ (ابوداؤد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوستوں اور دینی بھائیوں کے ساتھ مل جل کر کھانا بہت افضل ہے۔ اس کے متعلق حضرت امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ کسی دوست کو کھانے کی دعوت دینا بہت سا صدقہ دینے سے بھی زیادہ فضیلت کا حامل ہے۔ حدیث میں ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن کا بندے سے حساب نہیں لیا جائے گا۔ سحری کے کھانے کا۔ افطار کے کھانے کا اور جو کچھ دوستوں کے ساتھ کھایا گیا ہو۔

حضرت امام جعفر صادقؓ کہتے ہیں کہ اگر دوستوں اور بھائیوں کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھو تو جلدی مت کرو (یعنی اٹھنے کی) بلکہ اسے طول دو۔ کیونکہ اس مقدار وقت کو جملہ عمر میں شمار نہیں کیا جائے گا یعنی اس کا حساب نہیں ہوگا۔

حضرت خواجہ حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ آدمی جو کچھ کھاتا ہے یا اپنے ماں باپ کو کھلاتا ہے اس کا حساب ہوگا مگر جو کھانا دوستوں کے آگے رکھے وہ حساب سے مستثنیٰ ہے۔ اور بزرگوں میں سے ایک کی عادت تھی کہ جب بھائیوں اور دوستوں کے سامنے دستر خوان بچھاتے تو اسے طرح طرح کے کھانوں سے بھر دیتے۔ (بہت زیادہ کھانا اس پر رکھ دیتے) اور کہتے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کھانا دوستوں کے کھائے ہوئے کھانے سے بچ رہے

اس کا حساب نہیں اور میں چاہتا ہوں کہ وہی کھاؤں جو دوستوں کے سامنے سے ہاتھ آئے اور حضرت علی رضی کہتے ہیں کہ ایک صاع طعام دوستوں کے آگے رکھنا میرے نزدیک ایک غلام کو آزاد کرنے کی نسبت زیادہ پسندیدہ ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے فرزند آدم! میں بھوکا تھا اور تو نے مجھے کھانا نہ دیا اور آدمی یہ کہے گا۔ بار خدایا! تو کیسے بھوکا ہو سکتا تھا کہ تو سارے عالم کا خداوند ہے اور پھر کھانے کی تجھے حاجت بھی تو نہیں۔ حق تعالیٰ جواب دیگا کہ تیرا بھائی بھوکا تھا (اور تو نے اسے کھانا نہ دیا) اگر تو اسے کھانا دیتا تو گویا مجھے دیا ہوتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو کھانے یا پینے کے لیے کچھ دیتا ہے جس سے کہ وہ سیر ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس سے دوزخ کی آگ سات خندق دور کر دے گا۔ اور ایک خندق کا فاصلہ دوسری خندق سے پانچ سو سال کی مسافت کے بعد طے ہوتا ہے (کیمیائے سعادت)

۲۰۔ انگلیاں اور برتن چاٹنا

کھانا ختم کرنے پر برتن کو انگلی سے صاف کر کے انگلی کو چاٹ لینا چاہیئے۔ اگر دوسری انگلیوں پر بھی سالن لگا ہو تو انھیں بھی چاٹ لے۔ اگر کھانا ختم کرنے پر بچا ہوا سالن زیادہ ہو تو اسے محفوظ طریقے سے رکھ لینا چاہیئے اور اگر اسے گرانا ہی ہو تو ایسی جگہ پر رکھ دیں جہاں سے جانور یا پرندے وغیرہ کھا جائیں۔ حضرت نُبیشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کھانے کے بعد برتن کو چاٹ لے، برتن اس کے حق میں دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے دوزخ کی آگ سے محفوظ کرے جس طرح تو نے مجھے شیطان سے نجات دی ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ	حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ نبی
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیاں اور پیالہ

أَمَرَ بِلَعْقِ الْاَصَابِعِ وَالصَّحْفَةِ وَقَالَ اِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ فِیْ اَیِّ طَعَامِکُمُ الْبَرَکَۃُ۔

چاٹنے کا حکم فرمایا۔ اور فرمایا تم نہیں جانتے کھانے کے کس حصے میں برکت ہے (مسلم شریف)

۲۱۔ کھانے سے فارغ ہوتے پر ہاتھ دھونا

کھانے سے فارغ ہونے پر اپنے دونوں ہاتھوں کو دھونا چاہیئے اور دھو کر تولیے سے خشک کر لینا چاہیئے۔ ہاتھ دھوتے وقت لپٹے دانتوں سے بچی ہوئی غذا کو نکال دیں۔ اگر کوئی ریزہ یا غذا زبان سے لگی ہو تو اسے نگلنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہاتھوں کو دھوتے وقت صابن وغیرہ لگائیں تاکہ چکنائی اچھی طرح سے اتر جائے۔ کسی بزرگ آدمی کے ہاتھ دھلانے میں ثواب ہے اس لیے اگر کوئی عالم دین یا شیخ طریقت بوڑھے ہوں، تو ان کے ہاتھ دُھلادیں۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ بَاتَ وَفِیْ یَدِہٖ غَمَرٌ لَمْ یَغْسِلْہُ فَاَصَابَہٗ شَیْءٌ فَلَا یَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَہٗ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو رات گزارے اور اس کے ہاتھ میں چکنائی لگی ہوئی ہو جسے دھویا نہ ہو اسے کوئی تکلیف پہنچے تو اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔ (ترمذی، ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

۲۲۔ مجلس میں کھانے کا ادب

مجلس کے ساتھ کھانے بیٹھیں تو اس امر کا خیال رکھیں کہ جب کھانا سب کے سامنے پہنچ جائے تو اس وقت تک ابتدا نہ کرے جب تک کہ میر محفل یا شیخ طریقت ابتدا نہ کرے کیونکہ محفل میں بزرگ کے ہوتے ہوئے پہلے خود ہی کھانا شروع کر دینا اچھا نہیں۔ صحابہ کرامؓ، حضورؐ سے پہلے تناول کرنا شروع نہ کرتے۔

عَنْ حُذَیْفَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب ہم نبی اکرم

كُنَّا إِذَا حَضَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا لَمْ نَضَعْ أَيْدِيَنَا حَتّٰى يَبْدَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعَ يَدَهُ، وَإِنَّا حَضَرْنَا مَعَهُ مَرَّةً طَعَامًا فَجَاءَتْ جَارِيَةٌ كَأَنَّهَا تُدْفَعُ فَذَهَبَتْ لِتَضَعَ يَدَهَا فِي الطَّعَامِ فَأَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهَا ثُمَّ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ كَأَنَّمَا يُدْفَعُ۔ فَأَخَذَ بِيَدِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ أَنْ لَا يُذْكَرَ اسْمُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَإِنَّهٗ جَاءَ بِهٰذِهِ الْجَارِيَةِ لِيَسْتَحِلَّ بِهَا فَأَخَذْتُ بِيَدِهَا فَجَاءَ بِهٰذَا الْأَعْرَابِيِّ لِيَسْتَحِلَّ بِهٖ فَأَخَذْتُ بِيَدِهٖ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ إِنَّ يَدَهٗ فِيْ يَدِيْ مَعَ يَدَيْهِمَا ثُمَّ ذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَأَكَلَ۔

(مسلم)

(ترجمہ) جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانے میں شریک ہوتے تو آپ سے پہلے ہاتھ نہ ڈالتے اور شروع نہ کرتے۔ ایک دفعہ ہم ایک کھانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ اتنے میں ایک لڑکی آ گئی گویا کہ اسے زبردستی بھیجا جا رہا ہے وہ اپنا ہاتھ کھانے میں ڈالنا ہی چاہتی تھی کہ آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر ایک دیہاتی آیا۔ گویا کہ اسے دھکیلا جا رہا ہے۔ آپ نے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا۔ پھر فرمایا کہ شیطان اس کھانے کو اپنے لیے حلال کر دیتا ہے جس پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے۔ وہ اس لڑکی کو لایا تاکہ اس کے ذریعہ (اپنے لیے) کھانا حلال کرے تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر اس دیہاتی کو لایا تاکہ اس کے ذریعے کھانا حلال کرے۔ بے شک اس (شیطان) کا ہاتھ ان دونوں کے ہاتھوں کے ہمراہ میرے ہاتھ میں ہے پھر آپ نے بسم اللہ پڑھ کر کھانا تناول فرمایا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مل کر کھانے کے بھی چند آداب ہیں جو سب مجلس والوں کے

لیے یکساں ہیں ان کے متعلق حضرت امام غزالیؒ نے بیان کیا ہے کہ وہ سات ہیں جو حسبِ ذیل ہیں:۔

(۱) کھانے میں اس وقت تک ہاتھ نہ ڈالے جب تک کوئی ایسا شخص پہل نہ کرڈالے (جس کو پیش دستی کا حق پہنچتا ہے یعنی) جو عمر میں یا علم وفضل میں یا پرہیزگاری میں یا کسی بھی دوسری وجہ سے اس پر مقدم ہو اور وہ خود ہی دوسروں سے مقدم ہو تو دوسروں کو انتظار میں رکھنے کی ضرورت نہیں (یعنی پھر بلا تکلف خود ہی ابتدا کردے)

(۲) (کھاتے وقت) خاموش نہ رہے کہ یہ عادت اہلِ عجم کی ہے۔ تاہم اس کا یہ مطلب نہیں کہ بیہودہ گوئی میں پڑ جائے بلکہ عمدہ و شُستہ قسم کی پاکیزہ باتیں مثلاً پارساؤں کی کوئی حکایت بیان کرسکتا ہے یا حکمت ودانائی کی کوئی بات سنانا چاہیئے۔

(۳) اپنے ہم کاسہ کا (یعنی ہم نوالہ وہم پیالہ جس کے ساتھ وہ کھانے میں براہِ راست شریک ہے اس کا) خاص طور پر خیال رکھے۔ یعنی کسی صورت میں بھی اس سے زیادہ نہ کھائے کہ جب کھانا مشترک ہو تو ایسا کرنا حرام ہے بلکہ چاہیئے کہ یہ ایثار (قربانی) سے کام لے۔ اور جو چیز سارے کھانے میں عمدہ ترین ہو وہ اس کے آگے رکھے۔ اور ساتھی اگر آہستہ آہستہ کھا رہا ہو تو اس سے اصرار کرے کہ وہ بلا تکلف کھائے (کیونکہ ممکن ہے کہ وہ جھینپ رہا ہو) لیکن تین مرتبہ سے زیادہ نہ کہے کیونکہ بہت زیادہ کہنا بھی خواہ مخواہ کا تکلف اور زیادتی ہے اور قسم تو اسے ہرگز نہ دے کیونکہ کھانا بہر حال سوگند اور قسم سے حقیر تر ہے۔

(۴) یہ خیال رہے کہ اس کے ساتھی کو یہ کہنے کی ضرورت نہ پڑے کہ "کھائیے نا" (یعنی وہ یہ کہنے پر مجبور نہ ہو جائے کہ "بھائی کھائیے نا" کھاتے کیوں نہیں ہو؟" وغیرہ۔ بلکہ اس کے ساتھ پوری موافقت کرتے ہوئے جو جو کچھ وہ کھا رہا ہو اس کے ساتھ ساتھ کھانا جائے اور اپنی عادت (یعنی معمول) سے تھوڑا کھانے کی ضرورت نہیں ہوتی کہ اسے ریا کہتے ہیں۔ نیز تنہا بھی کھائے تو آداب کو ملحوظ رکھے جیسے کہ لوگوں کے سامنے رکھتا ہے تاکہ جب واقعی

لوگوں کے ساتھ کھانا پڑے تو باادب ہو کر کھا سکے اور اگر (ساتھی کی خاطر) ایثار کی نیت سے کم کھائے تو بڑی پسندیدہ بات ہے اور اگر زیادہ کھانے سے دوسروں کو خوشی حاصل ہوتی ہو تو ان کی خاطر ایسا کرنا بھی اچھی بات ہے۔

ابن مبارک نے ایک مرتبہ درویشوں کو کھجوریں کھانے کی دعوت دی اور کہا کہ "جو زیادہ کھائے گا اس کو ہر زائد دانے کے بدلے میں ایک درہم دوں گا" اور (کھانے کے بعد) گٹھلیاں شمار کیں اور جس کی سب سے زیادہ نکلیں اسے ہر زائد گٹھلی کے عوض ایک ایک دینار دیا گیا۔

(۵) نگاہ سامنے رکھے اور دوسروں کے لقموں کو نہ دیکھتا رہے اور اگر لوگ اسے احترام و حشمت کی نظر سے دیکھتے ہیں (اور اس کے ساتھ کھانا اپنے لیے باعث عزت تصور کرتے ہیں) تو چاہیئے کہ دوسروں سے پہلے کھانے سے ہاتھ کھینچ لے۔ اور یہ کم خور ہے تو چاہیئے کہ ابتدا میں ہاتھ ذرا کھینچے رکھے (اور تھوڑا تھوڑا کھاتا رہے) تاکہ آخر میں خوب بے تکلفی سے کھا پی سکے اور اگر ایسا نہ کر سکے تو اپنی طرف سے جو عذر ہو پیش کر دے تاکہ دوسروں کو شرمندہ نہ ہونا پڑے (کہ وہ ختم بھی کر چکا اور ہم ہیں کہ کھائے جا رہے ہیں)

(۶) ایسی کوئی حرکت نہ کرے جس سے دوسروں کی طبیعت میں کراہت اور نفرت پیدا ہو مثلاً ہاتھوں کو برتن میں نہ جھٹکتا رہے اور منہ کو برتن کے اوپر اس قدر نہ جھکائے کہ جو کھایا پیا منہ سے گر پڑے وہ سیدھا اس برتن میں جا گرے اور اگر کوئی چیز منہ سے گر جائے تو منہ دوسری طرف پھیر لے۔ (تاکہ دیکھنے والوں کو کراہت نہ محسوس ہو) اور روغن آلودہ لقمے سکو سرکہ میں نہ ڈالے۔ اور دانتوں سے کاٹے ہوئے لقمے کو برتن میں نہ ڈالیں کہ لوگوں کو اس سے خواہ مخواہ نفرت ہوگی اور نہ ہی ایسی چیزوں کے بارے میں گفتگو کرے جو مکروہ اور بیزار کن ہیں۔

(۷) جب طشت (لگن یا چلمچی وغیرہ) میں ہاتھ دھوئے تو منہ کا پانی لوگوں کے رُوبرو ہی

اس میں نہ ڈالتا جائے اور خیال رکھے کہ اپنے سے زیادہ باعظمت شخص کو ترجیح دینا چاہیئے۔ یعنی پہلے اسے ہاتھ دھونے دے اور اگر کوئی دوسرا ازراہِ ادب و احترام اس کو مقدم کرتا ہے تو اسے قبول کرلے اور طشت کو دائیں طرف سے گردش میں لائے یعنی جو اگلا شخص دائیں ہاتھ کھڑا ہو اس کی طرف کر دے۔ اور تمام ہاتھوں کا دھوون ایک ہی جگہ پڑنے دیں اور ہر بار (یعنی ایک ایک آدمی کے ہاتھ دھلا کر ہر بار) پانی کو پھینکتے نہ جائیں (ہاں طشت تو اکٹھا ہی پھینک دیں) کہ اہل عجم کی عادت تھی۔ اور سب سے بہتر تو یہی ہے کہ سب کے سب بیک بار طشت میں ہاتھ دھویا کریں کہ یہ عاجزی کے بھی نزدیک تر ہے اور اگر پانی منہ سے باہر پھینکنا ہو یعنی کلی کرنا مقصود ہو تو پانی طشت میں بہت آہستگی سے گرائے تاکہ اس کے چھینٹے نہ کسی دوسرے پر گریں اور نہ فرش پر پڑیں اور ہاتھ دھلانے والا اگر کھڑا ہو کر ہاتھ دھلائے تو زیادہ اچھا ہے بہ نسبت اس کے کہ بیٹھ کر دھلائے۔ (کیمیائے سعادت)

۲۳۔ بھوک اور جھوٹ کو اکٹھا نہ کرو

جب کسی شخص کے سامنے کھانا پیش کیا جائے اور اسے بھوک ہو تو اسے کھا لینا چاہیئے اس وقت یہ جھوٹ بولنا نہیں چاہیئے کہ مجھے ضرورت نہیں یا میں کھا کر آیا ہوں۔

عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ قَالَتْ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِطَعَامٍ فَعُرِضَ عَلَيْنَا فَقُلْنَا لَا نَشْتَهِيْهِ قَالَ لَا تَجْتَمِعْنَ جُوْعًا وَّكَذِبًا۔

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور کھانا پیش کیا گیا۔ آپ نے ہمارے سامنے رکھ دیا ہم عرض گزار ہوئے کہ ہمیں تو خواہش نہیں ہے۔ فرمایا کہ بھوک اور جھوٹ کو جمع نہ کرو۔

۲۴۔ اکٹھے کھانے کا ایک ادب

جب چند حضرات مل کر اکٹھے کھا رہے ہوں تو اس وقت آہستہ آہستہ ان کا ساتھ دیں

تاکہ سارے آدمی کھانے سے فارغ ہو جائیں اس لیے کھانے سے پہلے ہاتھ نہیں کھینچنا چاہیے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وُضِعَتِ الْمَائِدَةُ فَلَا يَقُوْمُ رَجُلٌ حَتّٰى يُرْفَعَ الْمَائِدَةُ وَلَا يَرْفَعُ يَدَهٗ وَاِنْ شَبِعَ حَتّٰى يَفْرُغَ الْقَوْمُ وَلْيُعْذِرْ فَاِنَّ ذٰلِكَ يُخْجِلُ جَلِيْسَهٗ فَيَقْبِضُ يَدَهٗ وَعَسٰى اَنْ يَكُوْنَ لَهٗ فِي الطَّعَامِ حَاجَةٌ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب دسترخوان بچھا دیا جائے تو دسترخوان اٹھانے تک کوئی آدمی کھڑا نہ ہوا ورنہ اپنا ہاتھ اٹھائے اگرچہ شکم سیر ہو گیا ہو یہاں تک کہ سب فارغ ہو جائیں یا عذر بیان کر دے ورنہ اس کا ساتھی شرمسار ہوگا اور اپنا ہاتھ روک لے گا اور ہو سکتا ہے کہ اسے ابھی کھانے کی ضرورت ہو۔ (ابن ماجہ)

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَكَلَ مَعَ قَوْمٍ اٰخِرَهُمْ اَكْلًا۔

حضرت جعفر بن محمد سے روایت ہے کہ ان کے والد ماجد نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب لوگوں کے ساتھ کھانا کھاتے تو ان سے آخر میں کھانا بند کرتے۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

۲۵۔ کھانے کی مسنون دعائیں

کھاتے وقت اور کھانے کے بعد شکر کے طور پر مندرجہ ذیل دعاؤں کا پڑھنا سنت ہے ان میں سے کوئی ایک دعا پڑھنے سے بھی سنت ادا ہو جائے گی۔

۱۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب دسترخوان اٹھاتے تو آپ یہ دعا پڑھتے۔ (بخاری شریف باب ۲۷۹ کتاب الاطعمہ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ غَيْرَ مَوَدَّعٍ وَّ

تمام تعریف اللہ کے لیے ہے بہت زیادہ پاکیزہ اور برکت والی ایسی حمد جو نہ چھوڑی جا سکتی ہے اور

لَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا — نہ اس سے استغنا کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانے سے فارغ ہوتے تو یہ دعا فرماتے۔ (ترمذی شریف)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَ سَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ۔ — تمام تعریف اس ذات کے لیے جس نے ہمیں کھانا کھلایا، پانی پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا۔

۳۔ حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ جب دسترخوان سے کھانا کھا کر فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے۔ (بخاری شریف)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَفَانَا وَاَرْوَانَا غَیْرَ مَكْفِیٍّ وَّلَا مَكْفُوْرٍ۔ — تمام تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہماری کفایت کی اور ہمیں سیراب کیا۔ ایسی تعریف نہیں جو ختم ہو جائے یا جس کے بعد ناشکری کی جائے۔

۴۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کھا پی لیتے تو یہ پڑھتے۔ (ابوداؤد)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَ وَسَقٰی وَسَوَّغَهٗ وَجَعَلَ لَهٗ مَخْرَجًا۔ — سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور حلق سے اتارا اور اس کے نکلنے کا راستہ بنایا۔

۵۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کے بعد یہ دعا مانگتے۔ (ابوداؤد)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ هٰذَا الطَّعَامَ وَرَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ۔ — تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے مجھ کو یہ کھانا کھلایا اور مجھ کو یہ روزی نصیب کی بغیر میری کسی طاقت اور قوت کے۔

۶۔ حضرت عبداللہ بن بسر سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے

والد کے ہاں بحیثیت مہمان تشریف لائے ۔ انھوں نے آپ کی خدمت کی۔ جب آپؐ ان سے رخصت ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے یوں دعا فرمائی (مسلم)

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَھُمْ فِیْمَا رَزَقْتَھُمْ وَاغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ ۔ اے اللہ! انھیں جو تو نے روزی دی اس میں برکت فرما ان کو بخش دے اور ان پر رحم فرما۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوراک

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جس قسم کا کھانا مل جاتا تھا تناول فرما لیتے یعنی وہ تمام کھانے جو خدا نے حلال کیے ہیں آپ کو ان سے پرہیز نہ تھا البتہ سادہ قسم کے کھانے کو زیادہ پسند فرماتے اور کسی خاص قسم کے کھانے کے لیے اہتمام نہ فرماتے۔ آپؐ زمین پر بیٹھ کر ہی کھانا تناول فرماتے۔ آپؐ بڑے مہمان نواز تھے اور اگر کوئی مہمان ہوتا تو اس کے ساتھ کھانا تناول فرماتے۔ جب آپ دوسروں کے ساتھ مل کر کھاتے تو اس وقت تک کھانا شروع نہ کرتے جب تک کہ کھانے کی تمام چیزیں دستر خوان پر نہ پہنچ جائیں۔ آپؐ کے صحابہؓ آپؐ کا اتنا احترام کرتے کہ جب تک آپؐ کھانا شروع نہ کرتے کوئی شروع نہ کرتا آپ گرم گرم کھانا نہ کھاتے بلکہ ٹھنڈا کر کے کھاتے۔ آپ اکثر تین انگلیوں سے کھاتے اور کھانا ختم کرنے پر انھیں چاٹ لیتے۔ کھانا ختم کرنے پر دعا پڑھتے اور پھر ہاتھ دھوتے ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی میں جو خوراک استعمال فرمائی ہے اس میں گندم کے آٹے کی روٹی، جو کے آٹے کی روٹی قابلِ ذکر ہے۔ گوشت میں سے آپؐ نے بکرے، دُنبے گائے اونٹ، مرغی، حباری، خرگوش اور مچھلی استعمال فرمائی ہے۔ آپؐ نے میٹھی اشیاء بھی استعمال فرمائی ہیں ان میں شہد قابلِ ذکر ہے۔ پھلوں میں آپ کو کھجور، تربوز، خربوزہ، انار، بہی، انجیر اور انگور مرغوب تھے۔ ترکاریوں میں کدو اور چقندر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے بہت پسند فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھی، پنیر، دودھ اور دہی بھی استعمال فرمایا ہے۔ دودھ کی لسی اور ستو بھی آپ کو بہت مرغوب تھے اور بیشتر اوقات آپ گرمیوں میں انھیں استعمال میں لاتے۔ ثرید بھی آپ کو بہت پسند تھا۔ سرکہ بھی سرکار نے کثرت سے استعمال کیا ہے۔ روغنیات میں آپ نے زیتون کا تیل استعمال فرمایا ہے۔ المختصر کھانوں میں سے جو حلال چیز میسر آئی آپ نے اسے استعمال فرمایا۔ جو اشیاء حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال فرمائی ہیں ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

۱۔ گندم اور جَو کی روٹی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوراک میں روٹی کا بہت دخل ہے جیساکہ قدرتی طور پر ہر انسان اسے استعمال میں لاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل خانہ کی گزر اوقات انتہائی صبر اور قناعت کے ساتھ ہوتی تھی۔ اس لیے کھانے میں اکثر سوکھی روٹی بھی استعمال میں لانا پڑی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ تر گندم کے موٹے آٹے اور جَو کی روٹی کھائی ہے اور میدہ کی روٹی کبھی نہ کھائی اور نہ ہی روٹی کو میز پر رکھ کر تناول فرمایا۔ بلکہ زمین پر کسی چیز پر روٹی رکھ کر کھاتے طبی نقطہ نظر سے روٹی جسم کے لیے لازمی خوراک ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گندم کے آٹے کو چھانے بغیر استعمال کرنے کو ترجیح دی ہے کیونکہ اس سے پیٹ پر گرانی محسوس نہیں ہوتی۔ ہمارے یہاں میدہ کی روٹی نان کی صورت میں ملتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے استعمال میں لانے سے گریز فرمایا لیکن ممکن یہ ہے کہ آپ نے میدے کا نان استعمال نہ کیا کیونکہ وہ خوراک کے لحاظ سے ثقیل ہے۔ پیٹ میں گرانی پیدا کرتا ہے جو عبادت میں خلل کا باعث بنتی ہے اس لیے آپ نے اسے پسند نہیں کیا۔ آپ روٹی صرف اتنی مقدار میں تناول فرمایا کرتے تھے جس قدر اشد ضرورت ہوتی ہے لذتِ نفس کے لیے تناول نہ فرماتے۔

۱۔ عَنْ مَسْرُوْقٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا تو انھوں نے

عَنْهَا فَدَعَتْ بِیْ طَعَامٍ وَقَالَتْ مَا اَشْبَعُ مِنْ طَعَامٍ فَاَشَاءُ اَنْ اَبْكِیَ اِلَّا بَكَيْتُ قَالَ قُلْتُ لِمَ قَالَتْ اَذْكُرُ الْحَالَ الَّتِیْ فَارَقَ عَلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّنْيَا وَاللّٰهِ مَا شَبِعَ مِنْ خُبْزٍ وَّلَا لَحْمٍ مَرَّتَيْنِ فِیْ يَوْمٍ وَّاحِدٍ ۔

میرے لیے کھانا منگوایا اور فرمایا جب میں پیٹ بھر کر کھانا کھاتی ہوں تو رو دیتی ہوں (حضرت مسروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے پوچھا آپ ایسا کیوں کرتی ہیں؟ تو انھوں (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) نے فرمایا۔ میں اس حال کو یاد کرتی ہوں جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے پردہ فرمایا۔ اللہ کی قسم! آپ نے ایک دن میں دو مرتبہ نہ روٹی سیر ہو کر کھائی (تناول فرمائی) نہ گوشت

(ترمذی)

۲۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا شَبِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال مبارک تک (کبھی) دو دن متواتر جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔

(ترمذی)

۳۔ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَا اَكَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى خِوَانٍ وَّلَا اَكَلَ خُبْزًا مُّرَقَّقًا حَتّٰى مَاتَ ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عمر نہ تو میز پر رکھ کر کھانا کھایا اور نہ ہی نان کھایا۔ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سادگی پسند فرمائی اور فقر کو خود اختیار فرمایا) (ترمذی)

۴۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے (کبھی) دو دن متواتر پیٹ بھر کر جو کی روٹی (بھی) نہیں کھائی۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

وصال ہو گیا

(ترمذی)

۵۔ عَنْ سُلَیْمِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اُمَامَۃَ اَلْبَاھِلِیَّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَقُوْلُ مَا کَانَ یَفْضَلُ عَنْ اَھْلِ بَیْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خُبْزُ الشَّعِیْرِ۔

حضرت سلیم بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے جو کی روٹی (کبھی) نہیں بچا کرتی تھی۔

(ترمذی)

۶۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَبِیْتُ اللَّیَالِیَ الْمُتَتَابِعَۃَ طَاوِیًا ھُوَ وَاَھْلُہٗ لَا یَجِدُوْنَ عَشَاءً وَکَانَ اَکْثَرُ خُبْزِھِمْ خُبْزَ الشَّعِیْرِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت کئی راتیں متواتر بھوکے گزارتے تھے (اور) شام کا کھانا نہ پاتے اور عام طور پر آپ کے ہاں جو کی روٹی ہوتی تھی۔

(ترمذی)

۷۔ عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّہٗ قِیْلَ لَہٗ اَکَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ النَّقِیَّ یَعْنِی الْحُوَّارٰی فَقَالَ سَھْلٌ مَا رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ النَّقِیَّ حَتّٰی لَقِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَقِیْلَ ھَلْ کَانَتْ لَکُمْ مَنَاخِلُ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید میدہ کی روٹی کھائی؟ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال تک سفید میدہ نہیں دیکھا۔ (حضرت سہل سے) پوچھا گیا، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں تمہارے پاس چھلنیاں ہوا کرتی تھیں؟ انھوں نے فرمایا۔ ہمارے پاس چھلنیاں نہیں تھیں۔ پھر پوچھا گیا۔ تم

وَسَلَّمَ قَالَ مَا كَانَتْ لَنَا مَنَاخِلُ فَقِيلَ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ بِالشَّعِيْرِ قَالَ كُنَّا نَنْفُخُهُ فَيَطِيْرُ مِنْهُ مَا طَارَ ثُمَّ نَعْجِنُهُ۔

جو کے آٹے کو کیا کرتے تھے تو انھوں نے فرمایا ہم اسے پھونکتے۔ اس سے جو اڑنا ہوتا اڑ جاتا پھر ہم اسے پکا لیتے۔

(ترمذی)

۸۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَا اَكَلَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى خِوَانٍ وَلَا فِي سُكُرُّجَةٍ وَلَا خُبِزَ لَهُ مُرَقَّقٌ قَالَ فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ فَعَلٰى مَا كَانُوْا يَاْكُلُوْنَ قَالَ عَلٰى هٰذِهِ السُّفَرِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو چوکی پر رکھ کر کھانا کھایا۔ نہ چھوٹی پیالی میں کھایا اور نہ ہی آپ کے لیے چپاتی پکائی گئی۔ راوی کہتے ہیں۔ میں نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا (تو پھر) تم کھانا کس پر رکھ کر کھاتے تھے تو انھوں نے فرمایا اس (چمڑے کے) دستر خوان پر۔ (ترمذی)

۹۔ وَعَنْ يُوْسُفَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ كِسْرَةً مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ فَوَضَعَ عَلَيْهَا تَمْرَةً فَقَالَ هٰذِهِ اِدَامُ هٰذِهِ وَاَكَلَ۔

حضرت یوسف بن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جو کی روٹی کا ٹکڑا لیا اور اس پر کھجوریں رکھ کر فرمایا۔ یہ اس کا سالن ہے اور تناول فرمائیں۔

(ابوداؤد)

۲۔ چاول

غذا میں روٹی کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاول بھی کھایا کرتے تھے چاول بھی گندم کی طرح ایک غذائی جنس ہے جو کم وبیش ہر جگہ پیدا ہوتا ہے چاولوں میں حضورؐ کو تہ دیگی زیادہ پسند تھی اور تہ دیگی چاولوں کی ہوتی ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعْجِبُهُ الثُّفْلُ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ يَعْنِيْ مَا بَقِيَ مِنَ الطَّعَامِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "ثفل" پسند تھا۔ حضرت عبداللہ (راوی) کہتے ہیں، (ثفل سے مراد) ہنڈیا کا بقیہ ہے۔

۳۔ بکرے کا گوشت

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت کو پسند فرمایا ہے۔ اور اکثر اوقات اسے استعمال بھی کیا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شوربے والا گوشت اور بھنا ہوا گوشت شوق سے تناول فرمایا کرتے تھے۔ اس لیے گوشت کا استعمال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گوشت تناول فرمانے کے متعلق چند احادیث مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَارِثِ بْنِ جَزْءٍ قَالَ اُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخُبْزٍ وَلَحْمٍ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَاَكَلَ وَاَكَلْنَا مَعَهٗ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى وَصَلَّيْنَا مَعَهٗ وَلَمْ نَزِدْ عَلٰى اَنْ مَسَحْنَا اَيْدِيَنَا بِالْحَصْبَاءِ۔

حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گوشت کے ساتھ روٹیاں لائی گئیں جبکہ آپ مسجد میں تھے پس آپ نے تناول فرمائیں اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ کھائیں۔ پھر آپ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی۔ اور ہم نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور ہم نے اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا کہ کنکریوں سے اپنے ہاتھ پونچھ لیے۔

(ابن ماجہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک بار حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی خدمتِ اقدس میں ایک عورت نے دو چپاتیاں اور تھوڑا سا پکا ہوا گوشت ہدیۃً پیش کیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پیالے میں رکھ کر کسی چیز سے ڈھانپ دیا۔ اور تاجدارِ عرب و عجم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیغام بھیجا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف

ئے تو حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا نے وہ پیالہ اٹھا کر دیکھا تو وہ گوشت اور روٹی سے لبالب بھرا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا حیران رہ گئیں اور سمجھ گئیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فاطمہؓ! تمہارے پاس یہ کہاں سے آیا تو انھوں نے عرض کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے بیشک اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پیاری بیٹی! اللہ تعالیٰ نے تجھے حضرت مریم علیہا السلام کے مشابہ بنایا ہے۔ ان کی بھی یہی کیفیت تھی کہ جب کوئی ان سے پوچھتا کہ یہ شے کہاں سے آئی تو وہ یہی جواب دیتیں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت فاطمۃ الزہرہؓ، حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ اور تمام ازواج مطہرات (رضی اللہ عنہن) نے وہ گوشت اور روٹی سیر ہو کر تناول فرمائی۔ مگر پیالہ میں گوشت (اور روٹی) بدستور موجود رہا۔ پھر سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے وہ کھانا ہمسایوں میں تقسیم فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کھانے میں خیر کثیر اور برکت عطا فرما دی۔ (خصائص کبریٰ)

۲- عَنْ عَمْرِو بْنِ اُمَيَّةَ اَنَّهٗ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَزُّ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ فِيْ يَدِهٖ فَدُعِيَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاَلْقَاهَا وَالسِّكِّيْنَ الَّتِيْ يَحْتَزُّ بِهَا ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ۔

حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کی دستی کاٹ کر کھاتے دیکھا۔ جو دستِ مبارک میں تھی۔ پس آپ کو نماز کے لیے بلایا گیا تو آپ نے اسے رکھ دیا اور چھری کو بھی جس کے ساتھ کاٹ رہے تھے۔ پھر نماز پڑھائی۔ اور تازہ وضو نہیں کیا۔ (مشکوٰۃ)

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں کہیں سے (بکری کا) گوشت آیا۔ اس میں سے دست کا گوشت خدمتِ اقدس میں پیش

کیا گیا۔ کیونکہ دست کا گوشت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند بھی تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دانتوں سے کاٹ کر تناول فرمایا۔ (شمائل ترمذی)

۳۔ عَنْ اَبِیْ عُبَیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ طَبَخْتُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قِدْرًا وَّکَانَ یُعْجِبُہُ الذِّرَاعُ فَنَاوَلْتُہُ الذِّرَاعَ ثُمَّ قَالَ نَاوِلْنِی الذِّرَاعَ فَنَاوَلْتُہٗ ثُمَّ قَالَ نَاوِلْنِی الذِّرَاعَ فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَکَمْ لِلشَّاۃِ مِنْ ذِرَاعٍ فَقَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ سَکَتَّ لَنَاوَلْتَنِی الذِّرَاعَ بَعْدَ ذِرَاعٍ مَا دَعَوْتُ۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہانڈی پکائی۔ آپ بازو پسند فرماتے تھے۔ میں نے آپ کو بازو دیا پھر فرمایا مجھے اور بازو دو۔ میں نے دیا۔ پھر فرمایا مجھے اور بازو دو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ بکری کے کتنے بازو ہوتے ہیں۔ یعنی دو ہی بازو ہوتے ہیں اور وہ میں نے آپ کو پیش کر دیے۔ تو آپ نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تو خاموش رہتا تو جب تک میں تجھے کہتا رہتا تو دیتا رہتا۔ (ترمذی)

۴۔ عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا اَنَّہَا قَرَّبَتْ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَنْبًا مَشْوِیًّا فَاَکَلَ مِنْہُ ثُمَّ قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ وَمَا تَوَضَّاَ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے (بکری کا) بھنا ہوا پہلو پیش کیا آپ نے اس سے کھایا اور پھر نماز کے لیے تشریف لے گئے۔ اور آپ نے وضو نہیں فرمایا۔ (ترمذی)

۵۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ جَعْفَرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اَطْیَبَ اللَّحْمِ لَحْمُ الظَّہْرِ۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا بیشک پشت کا گوشت بہت اچھا ہوتا ہے۔ (ترمذی)

٦۔ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ الْحَارِثِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اَکَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شِوَاءً فِی الْمَسْجِدِ۔

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مسجد میں بھنا ہوا گوشت کھایا۔

(ترمذی)

٧۔ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ مَا کَانَتِ الذِّرَاعُ اَحَبَّ اللَّحْمِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلٰکِنَّہٗ کَانَ لَا یَجِدُ اللَّحْمَ اِلَّا غِبًّا وَکَانَ یَعْجَلُ اِلَیْہَا لِاَنَّہَا اَعْجَلُ نُضْجًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بازو کا گوشت زیادہ پسند نہیں تھا (ان کے خیال کے مطابق) لیکن چونکہ آپ کبھی کبھی گوشت پاتے تھے اور بازو جلدی پک جاتا ہے اس لیے آپ اس کی طرف جلدی فرماتے۔

(ترمذی)

٨۔ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا مَعَہٗ فَدَخَلَ عَلٰی امْرَاَۃٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَذَبَحَتْ لَہٗ شَاۃً فَاَکَلَ مِنْہَا وَاَتَتْہُ بِقِنَاعٍ مِّنْ رُّطَبٍ فَاَکَلَ مِنْہُ ثُمَّ تَوَضَّاَ لِلظُّہْرِ وَصَلّٰی ثُمَّ انْصَرَفَ فَاَتَتْہُ بِعُلَالَۃٍ مِّنْ عُلَالَۃِ الشَّاۃِ فَاَکَلَ ثُمَّ صَلَّی الْعَصْرَ وَلَمْ یَتَوَضَّاْ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے اور میں آپؐ کے ہمراہ تھا۔ آپؐ ایک انصاری عورت کے گھر داخل ہوئے تو اس نے آپ کے لیے بکری ذبح کی۔ آپ نے اس سے کچھ کھایا۔ پھر وہ آپ کی خدمت میں کھجوروں کا ایک تھال لے کر آئی تو آپ نے اس میں سے بھی کچھ کھایا اور پھر ظہر (کی نماز) کے لیے وضو فرمایا اور نماز پڑھی۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو وہ انصاری عورت آپ کی خدمت میں بکری کا بقیہ گوشت لائی آپ نے اسے کھایا اور (دوبارہ) وضو کیے بغیر عصر کی نماز پڑھی۔ (ترمذی)

۹۔ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ ضِفْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَۃٍ فَاُتِيَ بِجَنْبٍ مَشْوِيٍّ ثُمَّ اَخَذَ الشَّفْرَۃَ فَجَعَلَ يَحُزُّ لِيْ بِهَا مِنْهُ قَالَ فَجَاءَ بِلَالٌ يُؤْذِنُهٗ بِالصَّلٰوۃِ فَاَلْقَى الشَّفْرَۃَ فَقَالَ مَالَهٗ تَرِبَتْ يَدَاهُ قَالَ وَكَانَ شَارِبُهٗ قَدْ وَفٰى فَقَالَ لَهٗ اُقُصُّهٗ لَكَ عَلٰى سِوَاكٍ اَوْ قُصَّهٗ عَلٰى سِوَاكٍ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ (کسی کا) مہمان ہوا۔ آپ کے سامنے بھنا ہوا پہلو پیش کیا گیا۔ آپ نے چھری لے کر اس سے میرے لیے کاٹنا شروع کیا اتنے میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آکر نماز کے وقت کی اطلاع دی تو آپ نے چھری رکھ دی۔ اور فرمایا کہ اسے کیا ہوا۔ اس کے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں۔ (یہ محبت بھرا کلمہ ہے بددعا نہیں) راوی کہتے ہیں میری مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں۔ آپ نے فرمایا لاؤ میں مسواک رکھ کر کاٹ دوں یا تم خود مسواک رکھ کر کاٹ لو

(ترمذی)

۴۔ مرغ کا گوشت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرغ کا گوشت بھی تناول فرمایا ہے۔ اس لیے دیسی مرغ کے گوشت کو بھی تناول فرمانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ مرغ کے گوشت میں غذائیت کی مقدار بہت زیادہ ہے۔ عقل کو بڑھاتا ہے۔ فہم و فراست کو تیز کرتا ہے اور دماغ کو چست بناتا ہے۔ جسم کے لیے مقوی ہے۔ اکثر بزرگان دین نے اسے سنت سمجھ کر استعمال فرمایا ہے۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانی بانی سلسلہ قادریہ اتباع سنت کی غرض سے اکثر اوقات مرغ کا گوشت تناول فرمایا کرتے تھے۔

عَنْ زَهْدَمٍ الْجُرْمِيِّ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ كُنَّا عِنْدَ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰہُ

حضرت زہدم جرمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ہم حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے کہ آپ کے پاس

عَنْهُ فَاُتِیَ بِلَحْمِ دِجَاجٍ فَتَنَحّٰی رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فَقَالَ مَالَكَ قَالَ اِنِّیْ رَاَیْتُهَا تَاْكُلُ شَیْئًا نَتْنًا فَحَلَفْتُ اَنْ لَّا اٰكُلَهَا قَالَ اُدْنُ فَاِنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَاْكُلُ لَحْمَ الدَّجَاجِ۔

مرغ کا گوشت لایا گیا۔ حاضرین میں سے ایک آدمی دور ہٹ گیا۔ حضرت ابو موسٰی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا میں نے اس (مرغ) کو گندی چیز کھاتے ہوئے دیکھا تو میں نے قسم کھائی کہ اسے نہیں کھاؤں گا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ قریب ہو جاؤ۔ بیشک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغ کا گوشت کھاتے ہوئے دیکھا ہے

(جامع ترمذی)

-+-

یاد رہے کہ مرغ صرف دیسی جس کی نشوونما اور پیدائش قدرتی طریقے کے مطابق ہوتی ہے استعمال کرنا چاہیئے ولایتی مرغ جسے مصنوعی طریقے سے پروان چڑھایا جاتا ہے اسے کھانے سے گریز کریں۔ کیونکہ اس کی خوراک عمدہ نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو گوشت تناول فرمایا ہے وہ قدرتی مرغ کا تھا۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَاْكُلُ لَحْمَ الدَّجَاجِ۔

حضرت ابو موسٰی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغ کا گوشت کھاتے دیکھا۔ (بخاری شریف)

۵۔ حباری کا گوشت

حباری ایک پرندہ ہوتا ہے جو عرب ممالک میں پایا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اس کا گوشت کھایا جاتا تھا۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حباری کا گوشت کھایا اور یہ حلال پرندہ ہے۔ حباری کے معنی میں علماء کرام میں اختلاف ہے۔ کسی نے حباری سے مراد تیتر لیا ہے۔ کسی نے بٹیر، کسی نے چکور اور کسی نے سرخاب لیا ہے۔ اس پرندے کا گوشت طبی لحاظ سے گرم ہوتا ہے اور جسم کے لیے حرارت بخش ہوتا ہے۔ حکماء کا قول ہے کہ

حباری کا گوشت بواسیر کے لیے مفید ہے۔

عَنْ اِبْرَاھِیْمَ بْنِ عُمَرَ بْنِ سَفِیْنَۃَ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ قَالَ اَکَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَحْمَ حُبَارٰی

حضرت ابراہیم بن عمر اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا حضرت سفینہ (رضی اللہ عنہم) سے روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حباری (چکور) کا گوشت کھایا۔ (ترمذی شریف)

۶۔ خرگوش کا گوشت

خرگوش ایک جانور ہے جس کا گوشت اسلام میں حلال ہے خرگوش دو طرح کے ہوتے ہیں یعنی جنگلی اور پالتو، دونوں کا گوشت شریعتِ اسلامیہ میں کھانا جائز ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خرگوش کا گوشت کھانے کی ترغیب دی ہے۔ اس کا گوشت خوش ذائقہ ہوتا ہے۔ مزاج کے لحاظ سے گرم خشک ہوتا ہے۔ امراض باردہ میں مفید ہے۔ فالج، لقوہ، استرخاء اور کالی کھانسی کے لیے بہت مفید ہے۔ عرب میں عموماً جنگلی خرگوش ہوتے ہیں اس لیے ان کا شکار بھی جائز ہے۔ خرگوش کا گوشت کھانے کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات حسبِ ذیل ہیں:۔

۱۔ عَنْ اَنَسٍ یَقُوْلُ اَنْفَجْنَا اَرْنَبًا بِمَرِّ الظَّہْرَانِ فَاَخَذْتُھَا فَجِئْتُ بِھَا اِلٰی اَبِیْ طَلْحَۃَ فَذَبَحَھَا فَبَعَثَنِیْ بِفَخِذَیْھَا وَوَرِکَیْھَا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَبِلَہٗ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ (مکہ مکرمہ سے ایک میل دور) مقام مر الظہران میں میں نے ایک خرگوش کو دوڑایا۔ پھر اسے پکڑا اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے اسے ذبح فرمایا اور اس کی رانیں اور سُرین میرے ذریعے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ارسال کر دی جنھیں آپ نے قبول فرمالیا۔ (نسائی شریف)

۲۔ عَنِ ابْنِ صَفْوَانَ قَالَ اَصَبْتُ اَرْنَبَيْنِ فَلَمْ اَجِدْ مَا اُذَكِّيْهِمَا بِهٖ فَذَكَّيْتُهُمَا بِمَرْوَةٍ فَسَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَاَمَرَنِيْ بِاَكْلِهِمَا۔

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے دو خرگوش پکڑے۔ پھر انھیں ذبح کرنے کے لیے کچھ نہ پایا تو انھیں پتھر سے ذبح کیا۔ بعدازاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا آپ نے فرمایا انھیں کھاؤ۔ (نسائی شریف)

۷۔ ٹڈی ٹڈی ایک چھوٹا سا پرندہ ہوتا ہے جو عموماً فصلوں پر غولوں کی صورت میں آتا ہے اور فصل کھاتا ہے۔ شرعاً اس پرندے کا گوشت کھانا جائز ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ پرندہ عام ملتا تھا۔ اس لیے صحابہ اس کا گوشت کھا لیتے تھے۔ طبی نقطہ نظر سے اس کے گوشت کا مزاج گرم خشک ہے۔ غلیظ اخلاط کو صاف کرتا ہے۔ پھیپھڑوں کے امراض میں بھی فائدہ کرتا ہے۔ حکماء اسے جذام میں بھی استعمال کرواتے ہیں۔ اس کے مسلسل استعمال سے جسم کی حرارت بڑھ جاتی ہے۔

عَنِ ابْنِ اَبِيْ اَوْفٰى قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ كُنَّا نَاْكُلُ مَعَهُ الْجَرَادَ۔

حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسے سات غزوات کیے جن میں ہم آپ کے ساتھ ٹڈی کھاتے رہے۔ (مسلم شریف)

۸۔ مچھلی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مچھلی بھی کھائی ہے اور اسے ذبح سے بھی مستثنیٰ قرار دیا ہے اس لیے جونہی کوئی مچھلی میسر آئے تو اس کا کھانا حلال ہے۔ مچھلی کا گوشت زود ہضم اور مقوی ہوتا ہے۔ مچھلی تازہ کھانی چاہیئے۔ لاغر اور کمزور حضرات کے لیے بہت عمدہ غذا ہے۔ مرض سل اور ذیابیطس میں فائدہ مند ہے۔ مچھلی میں پروٹین کی مقدار بہت زیادہ پائی جاتی ہے اس لیے یہ گوشت کا بڑا اچھا بدل ہے۔

عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْبَحْرِ إِلَّا وَقَدْ ذَكَّاهَا اللّٰهُ لِبَنِي آدَمَ ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سمندر میں کوئی جانور نہیں مگر اس کو اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کے لیے ذبح فرما دیا ہے۔ (دار قطنی)

اس حدیث میں ذبح شدہ جانور سے مراد مچھلی ہے تاکہ لوگ اسے استعمال میں لائیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے "جیش خبط" کا جہاد کیا۔ ہم پر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ امیر مقرر کیے گئے۔ ہم کو سخت بھوک لگی ہوئی تھی۔ سمندر نے ایک مچھلی (کنارے پر) پھینکی۔ ہم نے ایسی مچھلی کبھی نہ دیکھی تھی۔ اس کو "عنبر" کہا جاتا تھا۔ ہم اسے نصف ماہ تک کھاتے رہے (ایک دن) حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس مچھلی کی ایک ہڈی پکڑی (اور اسے زمین پر رکھا۔ وہ ہڈی اتنی بڑی تھی کہ اونٹ سوار اس کے نیچے سے گزر گیا۔ جب ہم واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم نے اس واقعے کو عرض کیا تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھاؤ وہ رزق ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا فرمایا ہے۔ اگر تمہارے پاس اس مچھلی کا کچھ گوشت ہو تو ہمیں بھی کھلاؤ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے اس مچھلی کا گوشت بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کیا اور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تناول فرمایا (بخاری شریف)

۹۔ گھی

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانوں میں گھی استعمال ہوتا تھا جسے آپ تناول فرماتے تھے۔ گھی ہماری خوراک کا ایک اہم جزو ہے اس لیے گھی کا استعمال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو گھی استعمال فرمایا وہ دیسی گھی تھا جو مکھن کو گرم کرنے سے بن جاتا ہے۔ گھی جسم کو قوت دیتا ہے اور فربہ کرتا ہے۔

عَنْ سَلْمَانَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ السَّمَنِ وَالْجُبْنِ وَالْفِرَاءِ فَقَالَ الْحَلَالُ مَا أَحَلَّ اللهُ فِي كِتَابِهِ وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللهُ فِي كِتَابِهِ وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ مِمَّا عَفَا عَنْهُ ۔

صلی اللہ علیہ وسلم سے گھی۔ پنیر اور نیل گائے کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا حلال وہ ہے جو اللہ کی کتاب میں حلال ہے اور حرام وہ ہے جو اللہ کی کتاب میں حرام ہے اور جس سے سکوت فرمایا وہ ان چیزوں سے ہے جن سے معاف فرمایا ہے۔ (ابن ماجہ۔ ترمذی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھی استعمال کرنے کے متعلق حضرت ام اوسؓ سے مروی ہے کہ میں نے گھی گرم کر کے ایک برتن میں بھر لیا اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ عالیہ میں ہدیۃً پیش کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرما لیا اور برتن میں تھوڑا سا گھی چھوڑ کر پھونک ماری اور برکت کی دعا فرما دی۔ (اور اصحابؓ سے) فرمایا کہ امِ اوسؓ کا برتن واپس کر دو۔ صحابہ کرام نے برتن واپس کر دیا تو وہ گھی سے بھرا ہوا تھا۔ حضرت امِ اوسؓ نے خیال کیا کہ شاید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھی قبول نہیں فرمایا۔ حضرت ام اوسؓ رونے کے انداز میں بات کرتی ہوئی حاضر خدمت ہوئیں اور عرض کرنے لگیں " یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے گھی اس لیے گرم کیا تھا کہ آپؐ تناول فرمالیں گے۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم ام اوسؓ کی بات سمجھ گئے (کہ دعا قبول ہو گئی ہے اور برتن گھی سے بھر گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ام اوسؓ سے کہہ دو کہ ہم نے گھی قبول فرمایا اور تناول بھی فرما لیا ہے) اب خود یہ گھی کھائیں۔ ام اوسؓ نے وہ گھی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارکہ کے بعد حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانہ خلافت تک کھایا اس برتن سے مسلسل گھی نکلتا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا جھگڑا ہوا (یعنی اس وقت برکت جاتی رہی اور گھی ختم ہو گیا۔

(الخصائص کبریٰ)

۱۰۔ مکھن

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکھن کو بھی پسند فرمایا اور جب میسر آیا، تناول فرمایا۔ مکھن بہترین خوراک کا اہم جزو ہے۔ مکھن اور گھی کے فوائد تقریباً ایک جیسے ہیں۔ اور جسمانی طاقت اور قوت کے لیے اس کا استعمال ناگزیر ہے۔

عَنِ ابْنَیْ بُسْرٍ السُّلَمِیَّیْنِ قَالَا دَخَلَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَدَّمْنَا زُبْدًا وَّ تَمْرًا وَکَانَ یُحِبُّ الزُّبْدَ وَ التَّمْرَ۔

بسر کے دونوں سلمی صاحبزادوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے مکھن اور کھجوریں پیش کیں۔ کیونکہ آپ مکھن اور کھجوریں پسند فرماتے تھے۔

۱۱۔ پنیر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پنیر بھی استعمال فرمایا ہے اس لیے پنیر بطور سنت استعمال میں لانا بہت بہتر ہے۔ پنیر دودھ کو پھاڑ کر بنایا جاتا ہے اس میں روغنی اجزاء بکثرت ہوتے ہیں۔ اس کا طبی مزاج سرد تر ہے۔ یہ معدہ، گردہ اور انتڑیوں کے لیے بہت مفید ہے۔ یہ عموماً مٹھائیوں کی صورت میں استعمال ہوتا ہے اس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِجُبْنَۃٍ فِیْ تَبُوْکَ فَدَعَا بِالسِّکِّیْنِ فَسَمّٰی وَقَطَعَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ تبوک کے مقام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پنیر پیش کیا گیا۔ آپ نے چھری منگوائی اور اسے کاٹا۔ (ابوداؤد شریف)

۲۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ رَاٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ مِنْ ثَوْرِ اَقِطٍ ثُمَّ رَاٰہُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے پنیر کا ٹکڑا کھایا اور وضو فرمایا (صرف ہاتھ دھونے کو بھی وضو کہا جاتا ہے اور وضو نہیں فرمایا اس لیے یا تو آپ نے صرف

كَلَ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ۔

ہاتھ مبارک دھوئے یا ویسے ہی تازہ وضو فرمایا) پھر (دوبارہ) دیکھا کہ آپ نے بکری کے بازو کا کچھ گوشت کھایا۔ (ترمذی شریف)

۱۳۔ حریرہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حریرے کی بھی تعریف کی ہے حریرے کو تلبینہ بھی کہا جاتا ہے۔ حریرہ، گھی، آٹا، چینی اور دودھ ملا کر بنایا جاتا ہے۔ حریرہ کمزور آدمی کے لیے مفید ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بخار میں استعمال کرنے کے لیے تجویز فرمایا ہے۔ حریرے میں اگر مغزیات شامل کر لیے جائیں تو یہ اور بھی مفید ہو جاتا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَخَذَ أَهْلَهُ الْوَعْكُ أَمَرَ بِالْحَسَاءِ فَصُنِعَ ثُمَّ أَمَرَهُمْ فَحَسَوْا مِنْهُ وَكَانَ يَقُوْلُ إِنَّهُ لَيَرْتُوْ فُؤَادَ الْحَزِيْنِ وَيَسْرُوْا عَنْ فُؤَادِ السَّقِيْمِ كَمَا تَسْرُوْا إِحْدَاكُنَّ الْوَسَخَ بِالْمَاءِ عَنْ وَجْهِهَا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں میں سے جب کسی کو بخار چڑھ جاتا تو حریرہ کا حکم فرماتے جو بنایا جاتا پھر انھیں گھونٹ گھونٹ پینے کا حکم فرماتے اور فرمایا کرتے یہ غمگین دل میں طاقت پہنچاتا اور مریض کے دل سے تنگی دور کرتا ہے جیسے تم میں سے کوئی پانی کے ساتھ اپنے چہرے کا میل دور کرتی ہے۔

(ترمذی)

۱۴۔ روغن زیتون

زیتون ایک بابرکت درخت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کی تعریف کی ہے اور قسم بھی کھائی ہے اس درخت کا تیل استعمال میں لایا جاتا ہے۔ اس کا تیل دو طرح کا ہوتا ہے میٹھا اور کڑوا۔ میٹھے تیل کو کھانے میں ڈالا جاتا ہے اور کڑوے تیل کو چراغ وغیرہ جلانے کے کام میں لایا جا سکتا ہے طبی طور پر اس تیل کے بہت سے فوائد ہیں اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اس کا

استعمال فرماتے رہے ہیں اور اس کے استعمال کی ترغیب بھی دی ہے۔ حکماء نے کہا ہے کہ زیتون ستر بیماریوں کا علاج ہے۔ اس کا مزاج گرم تر ہے اسے بلغمی اور سردی کے امراض کے لیے استعمال میں لایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے اس میں شفا رکھی ہے۔

۱۔ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَدَّتِهٖ سَلْمٰى اَنَّ الْحَسَنَ ابْنَ عَلِيٍّ وَابْنَ عَبَّاسٍ وَابْنَ جَعْفَرَ (رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ) اَتَوْهَا فَقَالُوْا لَهَا اِصْنَعِيْ لَنَا طَعَامًا مِمَّا كَانَ يُعْجِبُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُحْسِنُ اَكْلَهٗ فَقَالَتْ يَا بُنَيَّ لَا تَشْتَهِيْهِ الْيَوْمَ قَالَ بَلٰى اِصْنَعِيْهِ فَقَامَتْ فَاَخَذَتْ شَيْئًا مِّنَ الشَّعِيْرِ فَطَحَنَتْهُ ثُمَّ جَعَلَتْهُ فِيْ قِدْرٍ وَصَبَّتْ عَلَيْهِ شَيْئًا مِّنْ زَيْتٍ وَدَقَّتِ الْفُلْفُلَ وَالتَّوَابِلَ فَقَرَّبَتْهُ اِلَيْهِمْ فَقَالَتْ هٰذَا مِمَّا كَانَ يُعْجِبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُحْسِنُ اَكْلَهٗ۔

حضرت عبید اللہ بن علیؓ اپنی دادی حضرت سلمیٰؓ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک حضرت امام حسنؓ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن جعفر رضی اللہ عنہم ان کے پاس آئے اور کہا۔ ہمارے لیے وہ کھانا تیار کریں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا اور آپ اسے چاہت سے تناول فرماتے تھے۔ انھوں (حضرت سلمیٰ) نے فرمایا اے میرے بیٹے! آج تو وہ کھانا خوشی سے نہیں کھائے گا۔ عرض کیا کیوں نہیں (یعنی ضرور کھائیں گے) آپ ہمارے لیے وہ (کھانا) پکائیں۔ اس پر حضرت سلمیٰؓ نے تھوڑے سے جو لے کر ان کو پیسا اور ہانڈی میں ڈال دیا۔ پھر اس میں کچھ زیتون کا تیل ڈالا۔ اور کچھ سیاہ مرچ مصالحے کوٹ کر اس میں ڈالے۔ اور پھر (یہ کھانا) ان کے قریب کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ وہ کھانا ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پسند فرماتے اور خوشی سے کھاتے تھے۔

عربوں میں یہ رواج تھا کہ کھانے میں زیتون کا تیل ڈالتے جس سے سالن خوش ذائقہ

اور لذیذ ہو جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو سالن استعمال فرمایا کرتے تھے اس میں زیتون کا تیل ہوتا تھا۔

۲۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوا الزَّيْتَ وَادَّهِنُوْا بِهٖ فَاِنَّهٗ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ۔	حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ زیتون کا تیل کھایا کرو اور بدن پر بھی لگایا کرو۔ کیونکہ وہ مبارک درخت سے نکلتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زیتون کا تیل کھانے کے علاوہ مالش کے لیے بھی مفید ہے۔ جس شخص کے پٹھے کمزور ہو گئے ہوں یا اسے سردی لگ گئی ہو یا فالج ہو گیا ہو تو اسے زیتون کے تیل کی مالش کرنی چاہیئے۔ انشاء اللہ بے پناہ فائدہ ہوگا۔

۳۔ عَنْ اَبِیْ اُسَیْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوا الزَّيْتَ وَادَّهِنُوْا بِهٖ فَاِنَّهٗ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ۔	حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ زیتون کا تیل کھایا کرو اور بدن پر (بھی) لگایا کرو کیونکہ وہ ایک مبارک درخت سے نکلتا ہے۔

زیتون کا چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود استعمال کیا ہے اور استعمال کا حکم بھی دیا ہے اس لیے اس تیل کو استعمال کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے لہذا جب یہ تیل میسر آئے حضورؐ کی اس سنت پر عمل کر لینا چاہیئے۔

۱۴۔ کدو

سبزیوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو بہت پسند تھا اس لیے کدو کی سبزی کو استعمال کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ طبی نقطۂ نظر سے کدو کے بہت سے فوائد ہیں۔ کدو میں زیادتی عقل اور اعتدالِ دماغ کے جوہر ہیں پیاس بجھاتا ہے۔ بخار کی حالت میں کدو کے بڑے ٹکڑے ہاتھوں اور پاؤں کی تلیوں پر ملنے سے

بخار میں کمی ہو جاتی ہے۔ اکثر بزرگانِ دین نے کدو کو سنت سمجھ کر استعمال کیا۔ کدو کے استعمال کے متعلق حضورؐ کی احادیث مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ الدُّبَّاءُ فَاُتِيَ بِطَعَامٍ اَوْ دُعِيَ لَهٗ فَجَعَلْتُ اَتَتَبَّعُهٗ فَاَضَعُهٗ بَيْنَ يَدَيْهِ لِمَا اَعْلَمُ اَنَّهٗ يُحِبُّهٗ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کدو پسند فرماتے تھے پس جب آپ کے لیے کھانا لایا گیا یا آپ کھانے کے لیے بلائے گئے تو میں تلاش کر کے کدو آپ کے سامنے رکھتا تھا کیونکہ مجھے علم تھا کہ آپ اسے پسند کرتے ہیں۔ (ترمذی)

۲۔ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ جَابِرٍ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَاَيْتُ عِنْدَهٗ دُبَّاءً يُقَطَّعُ فَقُلْتُ مَا هٰذَا قَالَ نُكَثِّرُ بِهٖ طَعَامَنَا۔

حضرت حکیم بن جابر رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا جب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو میں نے آپ کے پاس کدو دیکھے جنھیں آپ کاٹ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کیا ہیں۔ آپ نے فرمایا ہم اس کے ذریعے کھانا زیادہ کرتے ہیں (ترمذی)

۳۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ اِنَّ خَيَّاطًا دَعَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَهٗ فَقَالَ اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَذَهَبْتُ مَعَ

حضرت عبداللہ بن ابو طلحہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک درزی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلا گیا۔ آپ کے سامنے جو کی روٹی اور

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی ذٰلِکَ الطَّعَامِ فَقَرَّبَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خُبْزًا مِّنْ شَعِیْرٍ وَّمَرَقًا فِیْہِ دُبَّاءٌ وَقَدِیْدٌ۔	شوربا جس میں کدو اور (نمک لگا کر سکھایا ہوا گوشت حاضر کیا گیا۔ (ترمذی)
۴۔ قَالَ اَنَسٌ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَرَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ حَوَالَی الْقَصْعَۃِ فَلَمْ اَزَلْ اُحِبُّ الدُّبَّاءَ مِنْ یَوْمَئِذٍ۔	حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ پیالے کے کناروں سے کدو تلاش کر رہے تھے۔ میں اس دن سے مسلسل کدو پسند کرتا ہوں۔ (ترمذی)

۱۵۔ قدید قدید ایک طرح کا گوشت ہوتا ہے جس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے دھوپ میں خشک کر لیا جاتا ہے پھر ضرورت پر اسے پانی میں بھگو کر پکایا جاتا ہے۔ مرچ مصالحہ اس میں خشک کرتے وقت ڈال لیا جاتا ہے یعنی یہ وڑیوں کی طرح ہے جو ہمارے ہاں استعمال ہوتی ہیں۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز قدید تناول فرما رہے تھے کہ ایک بدزبان عورت حاضر خدمت ہوئی اور عرض کیا کہ مجھے بھی قدید عنایت فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قدید سامنے رکھا تھا اس میں سے اسے بھی عطا فرمایا۔ اس عورت نے عرض کیا کہ اپنے منہ سے نکال کر دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے منہ سے نکال کر اسے عطا فرمایا۔ اور وہ کھا گئی۔ اس روز کے بعد کبھی بھی اس کے منہ سے قبیح اور فحش کلام سننے میں نہ آیا

(خصائص کبری جز اول)

۱۶۔ ثرید روٹی کو شوربے میں پکانا یا گوشت کے شوربے میں توڑ کر بھگونا۔ تاکہ اچھی طرح گل جائے ثرید کہلاتا ہے۔ ثرید آپ کو بہت پسند تھا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ثرید کو بڑی چاہت سے تناول فرماتے تھے۔ ثرید استعمال کرنے کے متعلق چند احادیث مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ اَحَبُّ الطَّعَامِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الثَّرِيْدُ مِنَ الْخُبْزِ وَالثَّرِيْدُ مِنَ الْحَيْسِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام کھانوں سے روٹی کا ثرید اور حیس کا ثرید سب سے زیادہ پسند تھا۔

(ابوداؤد)

حیس کا ثرید اس کھانے کو کہا جاتا ہے جو چھوہارے گھی اور پنیر کو ملا کر تیار کیا جاتا ہے اگر اس میں شوربا ملانا چاہیں تو وہ بھی ملایا جا سکتا ہے۔ ایسا ثرید بہت لذیذ ہوتا ہے اور طاقت بخش ہوتا ہے اسے کھانے سے جسم میں طاقت پیدا ہوتی ہے اور جسم تروتازہ ہو جاتا ہے۔ ایسا ثرید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پسند تھا۔

۲۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ اُتِيَ بِقَصْعَةٍ مِّنْ ثَرِيْدٍ فَقَالَ كُلُوْا مِنْ جَوَانِبِهَا وَلَا تَاْكُلُوْا مِنْ وَسَطِهَا فَاِنَّ الْبَرَكَةَ تَنْزِلُ فِيْ وَسَطِهَا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ثرید کا ایک پیالہ پیش کیا گیا۔ فرمایا کہ اس کے اردگرد سے کھاؤ اور اس کے درمیان سے نہ کھاؤ۔ کیونکہ برکت درمیان میں نازل ہوتی ہے۔

(ترمذی)

ثرید چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت پسند فرمایا ہے اس لیے اسے کبھی کبھی ضرور کھانا چاہیئے اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر عمل ہو جائے گا اس حدیث میں یہ تاکید کی گئی ہے کہ سالن کو کناروں کی طرف سے کھانا شروع کرو۔

۳۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضْلُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلَى الطَّعَامِ۔	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کو دوسری عورتوں پر اس طرح فضیلت ہے جس طرح ثرید کو دوسرے کھانوں پر۔

اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ثرید کی اہمیت کے باعث اسے دوسرے کھانوں سے افضل قرار دیا ہے۔

حضرت عکراش بن ذویب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک بڑا پیالہ لایا گیا جس میں بہت سا ثرید اور بوٹیاں تھیں۔ میرا ہاتھ پیالے میں ہر جانب پڑتا تھا (یعنی میں اپنے آگے سے نہیں کھاتا تھا بلکہ کبھی کہیں سے اور کبھی کہیں سے) جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آگے سے تناول فرما رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بائیں ہاتھ سے میرا دایاں ہاتھ پکڑا اور فرمایا اے عکراش! ایک جگہ سے کھاؤ کیونکہ یہ ایک قسم کا کھانا ہے۔ پھر ہمارے سامنے ایک طباق لایا گیا جس میں مختلف اقسام کی کھجوریں تھیں۔ میں اپنے آگے سے ہی کھاتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طباق کی مختلف جگہوں سے تناول فرما رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عکراش! اب جہاں سے تیرا جی چاہے کھا۔ کیونکہ یہ کھانا ایک قسم کا نہیں۔ پھر ہمارے پاس پانی لایا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ دھوئے اور اپنے ہاتھوں کی تری کو اپنے چہرے، بازوؤں اور سر پر مل لیا۔ اور فرمایا اے عکراش! یہ اس کھانے کا وضو ہے جو آگ سے پکایا گیا ہو۔ (ترمذی شریف)

طبی نقطہ نظر سے ثرید ایک زود ہضم غذا ہے اور اسے استعمال کرنے سے انسان بلغمی امراض سے محفوظ رہتا ہے۔ اس کے استعمال سے گیس کا مرض کم ہو جاتا ہے لہٰذا حکماء نے اسے گاہے بگاہے استعمال کرنے کی ترغیب دی ہے۔

۱۷۔ سرکہ سرکہ ایک عام چیز ہے جو اس زمانے میں آسانی سے میسر تھا اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات سرکے کے ساتھ روٹی تناول فرما لیتے یعنی اسے بطور سالن استعمال میں لاتے۔ سرکہ کے بہت سے فوائد ہیں اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سرکہ کے استعمال کی ترغیب دی ہے۔ سرکہ قاطع صفراء ہے اور بدن کو فائدہ پہنچاتا ہے غذا کو ہضم کرتا ہے اور پیٹ کے کیڑے مار دیتا ہے۔ سرکہ کو غذا میں سالن کے طور پر استعمال کرنا سنتِ مصطفیٰ ہے۔ اس کی احادیث کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نِعْمَ الْاِدَامُ الْخَلُّ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فِیْ حَدِیْثِهٖ نِعْمَ الْاِدَامُ اَوِ الْاِدَامُ الْخَلُّ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بہترین سالن سرکہ ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عبد الرحمٰن اپنی روایت میں کہتے ہیں "اچھے سالن" یا "اچھا سالن" سرکہ ہے۔ (ترمذی)

اس حدیث میں سرکہ کو ایک سالن قرار دیا گیا ہے یعنی جب سالن میسر نہ ہو تو سرکہ سے روٹی کھا لیں تو اس سے سالن کی کمی پوری ہو جاتی ہے اس سے معدے کا فعل تیز ہو جاتا ہے وہ غذائیں جو آسانی سے ہضم نہیں ہوتیں۔ اگر ان کے ساتھ سرکہ شامل کر لیا جائے تو ہضم ہو جاتی ہیں۔

۲۔ عَنْ اُمِّ هَانِیٍٔ قَالَتْ دَخَلَ عَلَیَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَعِنْدَكِ شَیْءٌ قُلْتُ لَا اِلَّا خُبْزٌ یَابِسٌ وَخَلٌّ فَقَالَ هَاتِیْ مَا اَقْفَرَ بَیْتٌ مِّنْ اُدُمٍ

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے! میں عرض گزار ہوئی کہ سوکھی روٹی اور سرکہ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ فرمایا لے آؤ۔ وہ گھر سالن سے خالی نہیں جس

فِيْهِ خَلٌّ۔ میں سرکہ ہو۔ (ترمذی)

اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے کہ گھر میں سرکہ رکھنا چاہیئے تاکہ جب روٹی کے ساتھ کھانے کے لیے کچھ نہ ہو تو اس کے ساتھ روٹی کھالیں اس طرح سالن نہ ہونے کا احساس نہ ہوگا۔

۳۔ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلَ اَهْلَهُ الْاُدُمَ فَقَالُوْا مَا عِنْدَنَا اِلَّا الْخَلُّ فَدَعَا بِهٖ فَجَعَلَ يَاْكُلُ بِهٖ وَيَقُوْلُ نِعْمَ الْاِدَامُ الْخَلُّ۔ نِعْمَ الْاِدَامُ الْخَلُّ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں سے سالن مانگا عرض گزار ہوئے کہ نہیں ہے ہمارے پاس مگر سرکہ پس وہی منگوایا اور اسی کے ساتھ کھانے لگے۔ اور فرماتے جاتے۔ سرکہ اچھا سالن ہے۔ سرکہ اچھا سالن ہے۔ (مسلم)

زمانۂ قدیم میں سرکہ عام سرکہ کی صورت ہی میں استعمال کیا جاتا تھا جبکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مختلف چیزوں کے ساتھ مل کر استعمال ہونے لگا ہے۔ سرکہ میں انڈا اور زیتون ڈال کر خوب ہلانے سے چٹنی بن جاتی ہے جسے لوگ کھانے کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔

۴۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الْاِدَامُ الْخَلُّ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سرکہ بہترین سالن ہے۔ (ترمذی)

سرکہ گنے کا رس چقندر جامن، انگور، منقہ، میوہ تاڑی، گندم، جو اور دوسرے پھلوں سے تیار ہوتا ہے۔ یہ بنیادی طور پر کسی بھی شکر یا نشاستہ میں خمیر اٹھانے سے [illegible] ا ہو جاتا ہے۔ سرکہ ٹھنڈک اور حرارت کا ایک حسین امتزاج ہے۔ طبیعت میں فرحت پیدا کرتا ہے اس لیے

اس کا استعمال ہر لحاظ سے فائدہ مند ہے۔

۱۸۔ کھجور کھجور ایک درخت کا عام پھل ہے جو عرب میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ یہ پھل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بکثرت استعمال فرمایا ہے اور آپؐ کو بہت پسند تھا۔ حضور اکثر اسے غذا کے طور پر تناول فرماتے تھے۔ یہ مزاج میں گرم تر ہے۔ صالح خون پیدا کرتی ہے۔ معدہ اور جگر کو قوی کرتی ہے۔ بدن کو فربہ کرتی ہے لہذا کھجور کا غذا میں بکثرت استعمال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ آپؐ کے صحابہؓ کی عادت تھی کہ جب کھجور کے پھل کا موسم آتا اور نئی کھجوریں درختوں سے اتارتے تو پہلا پھل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تحفے کے طور پر پیش کرتے آپؐ ضرورت کے مطابق تناول فرما لیتے اور لانے والے کے حق میں دعا کرتے۔ کھجوریں استعمال میں لانے کے متعلق چند احادیث مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ عَنْ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ تَصَبَّحَ بِسَبْعِ تَمَرَاتٍ عَجْوَۃٍ لَمْ یَضُرَّہٗ ذٰلِکَ الْیَوْمَ سَمٌّ وَّلَا سِحْرٌ۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ جو صبح کے وقت سات عجوہ کھجوریں کھائے تو اس روز اسے کوئی زہر یا جادو نقصان نہیں پہنچائے گا (مسلم شریف)

۲۔ عَنْ اَنَسٍ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُقْعِیًا یَاْکُلُ تَمَرًا وَفِیْ رِوَایَۃٍ یَاْکُلُ مِنْہُ اَکْلًا ذَرِیْعًا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اکڑوں بیٹھے کھجوریں کھا رہے تھے۔ دوسری روایت میں ہے کہ ان میں سے جلدی جلدی کھا رہے تھے۔ (مسلم شریف)

۳۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملا کر دو کھجوریں

أَنْ يَقْرِنَ الرَّجُلُ بَيْنَ التَّمْرَتَيْنِ حَتّٰى يَسْتَاْذِنَ أَصْحَابَهُ۔

کھانے سے منع فرمایا ہے یہاں تک کہ اپنے ساتھیوں سے اجازت حاصل کرلے (بخاری)

۴۔ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَجُوعُ أَهْلُ بَيْتٍ عِنْدَهُمُ التَّمْرُ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ يَا عَائِشَةُ بَيْتٌ لَا تَمْرَ فِيهِ جِيَاعٌ أَهْلُهُ قَالَهَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلٰثًا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس گھروالے بھوکے نہیں رہتے جن کے پاس کھجوریں ہوں۔ دوسری روایت میں فرمایا اے عائشہؓ جس گھر میں کھجوریں نہیں ہیں اس گھر والے بھوکے ہیں۔ ایسا دو یا تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔ (مسلم)

۵۔ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ أَلَسْتُمْ فِي طَعَامٍ وَشَرَابٍ مَا شِئْتُمْ لَقَدْ رَأَيْتُ نَبِيَّكُمْ وَمَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلَأُ بَطْنَهُ۔

حضرت سماک بن حرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا۔ کیا تم لوگ اپنے کھانے پینے کی پسندیدہ چیزیں نہیں تناول کرتے؟ بے شک میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کے پاس اتنی بھی خشک کھجور نہیں تھی جسے آپ سیر ہوکر کھاتے۔

۶۔ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِينِي فَيَقُولُ أَعِنْدَكِ غَدَاءٌ فَأَقُولُ لَا قَالَتْ فَيَقُولُ إِنِّي صَائِمٌ قَالَتْ فَأَتَانَا يَوْمًا فَقُلْتُ يَا

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس (کچھ دن چڑھے) تشریف لاتے اور فرماتے کیا تیرے پاس اس وقت کا کھانا ہے (آپ فرماتی ہیں) میں عرض کرتی نہیں، تو آپ فرماتے میں نے روزے کی نیت کرلی۔ پھر ایک دن آپ ہمارے ہاں تشریف لائے

رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّہٗ اُھْدِیَتْ لَنَا هَدِیَّةٌ قَالَ وَمَا هِيَ قُلْتُ حَيْسٌ قَالَ اَمَا اِنِّيْ اَصْبَحْتُ صَائِمًا قَالَتْ ثُمَّ اَكَلَ۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں (کہیں سے) تحفہ آیا ہے تو آپ نے فرمایا وہ کیا ہے۔ میں نے عرض کیا: "کھجور کا حلوہ"۔ آپ نے فرمایا میں صبح سے روزہ دار ہوں۔ پھر حلوہ تناول فرمایا۔

۱۹۔ شہد

شہد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پسند تھا۔ جب میسر آتا نوش فرماتے۔ شہد غذا بھی ہے اور دوا بھی ہے۔ شہد ایک مکھی سے حاصل ہوتا ہے اور یہ اللہ کی حکمت ہے کہ وہ پھلوں کا رس چوس کر ایک چھتے کی صورت میں شہد جمع کر دیتی ہے اور پھر اس چھتے سے شہد نکال کر استعمال میں لایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں شہد کی مکھی کی تعریف کی ہے۔ سورۃ النحل میں ہے کہ تمھارے رب نے شہد کی مکھی پر وحی کی کہ وہ پہاڑوں اور درختوں کی بلندیوں پر اپنا گھر بنائے۔ پھر وہ ہر قسم کے پھلوں سے اپنا رزق حاصل کرے اور اپنے رب کے مقرر کردہ راستے پر چلے۔ ان کے پیٹوں سے مختلف رطوبتیں نکلتی ہیں۔ جن میں لوگوں کے لیے شفا رکھی گئی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے نشانی ہے تاکہ لوگ اس پر غور کر کے فائدہ اٹھائیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ شہد کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی فوائد کے ساتھ بنایا ہے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود استعمال کیا اور اسے کھانے کی تاکید فرمائی۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْحَلْوَاءَ وَالْعَسَلَ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میٹھی چیز اور شہد کو پسند فرمایا کرتے تھے۔ (بخاری شریف)

مدارج النبوت میں ہے کہ عام طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم علی الصبح شہد میں پانی ملا کر نوش فرمایا کرتے تھے۔ پھر جب کچھ وقت گزر جاتا اور بھوک محسوس ہونے لگتی تو جو میسر آتا

کھا لیتے۔

حضرت ام سلمیٰ رضؓ سے روایت ہے کہ میرے پاس شہد کی ایک کُپّی تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس شہد کو پسند فرماتے اور اس میں سے کچھ نوش فرمایا کرتے تھے۔

ایک اور حدیث میں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سودہؓ کے پاس جاکر شہد نوش فرمایا کرتے تھے ان روایات سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد بہت مرغوب تھا اس لیے اسے کثرت سے استعمال کیا لہٰذا شہد کو ضرورت کے مطابق استعمال کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ شہد میں اللہ تعالیٰ نے شفا رکھی ہے اس کا مزاج گرم خشک ہے اس لیے بلغمی امراض اور پیٹ کے ریاحی امراض کے لیے بہت مفید ہے کھانسی کے لیے خاص طور سے مفید ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اَخِی اسْتَطْلَقَ بَطْنُہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِسْقِہٖ عَسَلًا فَسَقَاہُ ثُمَّ جَآءَ فَقَالَ سَقَیْتُہٗ فَلَمْ یَزِدْہُ اِلَّا اسْتِطْلَاقًا فَقَالَ لَہٗ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ جَآءَ الرَّابِعَۃَ فَقَالَ اسْقِہٖ عَسَلًا فَقَالَ لَقَدْ سَقَیْتُہٗ فَلَمْ یَزِدْہُ اِلَّا اسْتِطْلَاقًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَدَقَ اللّٰہُ وَکَذَبَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض گزار ہوا کہ میرے بھائی کا پیٹ چل رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے شہد پلاؤ۔ اس نے پلایا۔ پھر حاضر بارگاہ ہوکر عرض گزار ہوا کہ میں نے اسے پلایا لیکن دست اور زیادہ ہونے لگے۔ تین مرتبہ آپؐ نے یہی فرمایا۔ پھر چوتھی مرتبہ آکر عرض گزار ہوا تو فرمایا کہ اسے شہد پلاؤ۔ عرض گزار ہوا کہ میں نے اسے پلایا لیکن دست اور زیادہ آنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے۔ اور تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹ بولتا ہے۔ لپ

بَطْنُ اَخِیْکَ فَسَقَاہُ فَبَرَاَ۔ اس نے پھر پلایا تو وہ تندرست ہو گیا۔ (بخاری)

جسے ریاح کی وجہ سے دست آ رہے ہوں تو اسے پانی میں شہد ملا کر پلانے سے دست رک جائیں گے اس کے استعمال سے پیٹ کے فاسد مادے بھی نکل جاتے ہیں اور طبیعت ہلکی اور پُرسکون ہو جاتی ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلشِّفَاءُ فِیْ ثَلٰثٍ فِیْ شَرْطَۃِ مِحْجَمٍ اَوْ شَرْبَۃِ عَسَلٍ اَوْ کَیَّۃٍ بِنَارٍ وَّ اَنَا اَنْھٰی اُمَّتِیْ عَنِ الْکَیِّ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ شفا تین چیزوں میں ہے یعنی پچھنے لگانے والے کے نشتر میں شہد کے گھونٹ میں اور آگ کے داغ میں لیکن میں اپنی امت کو داغنے سے منع کرتا ہوں (بخاری)

طب جدید کی رُو سے شہد قدرے ملیّن، محلّل ریاح اور دافع تعفن ہے۔ جسم کو قوت دیتا ہے دل کو مضبوط کرتا ہے۔ پھیپھڑوں سے بلغم کو خارج کرتا ہے۔ دمہ کے لیے بہت مفید ہے۔ لقوہ اور فالج کے لیے بھی بہت فائدہ مند ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَیْکُمْ بِالشِّفَاءَیْنِ اَلْعَسَلِ وَالْقُرْاٰنِ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دو شفاؤں کو اپنے اوپر لازم کر لو۔ یعنی شہد اور قرآن مجید کو۔ (ابن ماجہ)

قرآن مجید روح اور جسم یعنی دونوں کی امراض کا مجرب علاج ہے اور شہد صرف جسمانی امراض کی بہترین دوا ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ہر مہینے میں تین دن

اَلْعَسَلَ ثَلَاثَ غَدَوَاتٍ فِيْ كُلِّ شَهْرٍ لَمْ يُصِبْهُ عَظِيْمٌ مِّنَ الْبَلَاءِ۔

صبح کے وقت شہد چاٹ لیا کرے اسے کوئی بڑی بیماری نہیں پہنچے گی۔

(ابن ماجہ، بیہقی)

اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ جو شخص ہر مہینے تین دن صبح کے وقت شہد چاٹنے کا معمول بنالے گا وہ انشاء اللہ بہت سی بیماریوں سے محفوظ رہے گا۔ القصہ شہد کے بہت سے فوائد ہیں اس لیے اسے روزمرہ کی خوراک میں استعمال میں لاتے رہیں۔ انشاء اللہ بہت فائدہ ہوگا۔

۲۰۔ ککڑی کا استعمال

ککڑی کو پنجابی میں کھیرا کہا جاتا ہے یہ ہمارے ہاں کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ککڑی کھجوروں کے ساتھ ملا کر کھائی ہے اس لیے ککڑی یعنی کھیرے کا کھانا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ لہٰذا جب کھیرا میسر ہو اسے استعمال میں لائیں تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل ہو جائے، ہمارے ہاں کھیرا اکثر سلاد میں کاٹ کر استعمال کیا جاتا ہے۔ اسے خام حالت ہی میں نمک اور مرچ لگا کر بھی کھایا جاتا ہے۔ یہ مزاج کے لحاظ سے سرد ہے اس لیے گرمیوں کے موسم میں حدت کو کم کرنے اور جگر کو تسکین پہنچانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ الرُّطَبَ بِالْقِثَّاءِ۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تر کھجوریں ککڑی کے ساتھ کھاتے ہوئے دیکھا (بخاری شریف)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب میری شادی کے دن قریب آگئے تو میری والدہ کے دل میں خیال آیا کہ میرا جسم اچھا صحت مند ہو جائے تو انھوں نے مجھے چند دن تک تازہ کھجوروں کے ساتھ ککڑیاں کھلانا شروع کیں۔ جنھیں میں چند روز تک کھاتی رہی اس طرح میرا جسم پہلے سے اچھا ہو گیا۔

عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ قَالَتْ بَعَثَنِیْ مُعَاذُ بْنُ عَفْرَاءَ بِقِنَاعٍ مِّنْ رُطَبٍ وَعَلَيْهِ اَجْرٍ مِّنْ قِثَّاءٍ زُغْبٍ وَكَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْقِثَّاءَ فَاَتَيْتُهٗ بِهٖ وَ عِنْدَهٗ حِلْيَةٌ قَدْ قَدِمَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْبَحْرَيْنِ فَمَلَا يَدَهٗ فَاَعْطَانِيْهِ وَعَنْهَا قَالَتْ اَتَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقِنَاعٍ مِّنْ رُطَبٍ وَّاَجْرٍ زُغْبٍ فَاَعْطَانِیْ مِلْاَ كَفِّهٖ حُلِيًّا اَوْ قَالَتْ ذَهَبًا۔

حضرت ربیع بنت معوذ فرماتی ہیں مجھے میرے چچا معاذ بن عفراء نے تازہ کھجوروں کا ایک تھال دے کر جس کے اوپر روئیں دار کھیرے یعنی ککڑیاں رکھی ہوئی تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کیونکہ آپ کو ککڑیاں پسند تھیں اس وقت آپ کے پاس بحرین سے آئے ہوئے بہت سے زیور رکھے ہوئے تھے اس میں سے آپ نے کچھ مجھے دے دیے۔ حضرت ربیع بنت معوذہ کہتی ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تازہ کھجوروں کے ساتھ ککڑیاں لائی تو آپ نے مجھے ہاتھ بھر سونا دے دیا۔

(شمائل ترمذی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ککڑیاں دستیاب آنے پر تناول فرمایا کرتے تھے اس لیے کھیرے کو سنت سمجھ کر کھانا کارِ ثواب ہے۔

۲۱۔ خربوزہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خربوزہ بھی استعمال کیا ہے اس لیے خربوزہ کھانا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ خربوزہ ایک مشہور پھل ہے جو بیل کے ساتھ لگتا ہے۔ یہ قبض کشا اور پیشاب آور ہے اس لیے پیٹ کے امراض میں قدرے مفید ہے۔ اس کا طبی مزاج گرم تر ہے۔ بعض حکماء نے یہ بھی کہا ہے کہ اس سے پیٹ کے کیڑے مرتے ہیں۔ اور اس کا استعمال نظر کے لیے مفید ہے۔ خربوزے کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یہ ہے:۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِیَّ

حضرت انس بن مالک رض سے روایت ہے کہ میں نے

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَجْمَعُ بَیْنَ الْخِرْبِزِ وَالرُّطَبِ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خربوزہ اور تر کھجور کھانے میں جمع کرتے ہوئے دیکھا۔ (شمائل ترمذی)

۲۲۔ تربوز

یہ گرم علاقوں کا ایک مشہور پھل ہے۔ جو ایک قسم کی بیل کے ساتھ لگتا ہے۔ اس کا مزاج سرد تر ہے اس لیے گرمی کے موسم میں اس کا کھانا گرمی کی حدت کو کم کرتا ہے اور دل کو سکون مہیا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بڑے شوق سے تناول فرمایا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَاْکُلُ الْبِطِّیْخَ بِالرُّطَبِ۔ یَکْسِرُ حَرَّ ھٰذَا بِبَرْدِ ھٰذَا وَبَرْدُ ھٰذَا بِحَرِّ ھٰذَا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تربوز کو تر کھجوروں کے ساتھ کھا لیا کرتے تھے۔ اس کی گرمی اس کی ٹھنڈک سے توڑی جاتی ہے اور اس کی ٹھنڈک اس کی گرمی سے۔ (ابوداؤد)

قدیم عربی میں بطیخ تربوز کو کہا جاتا تھا مگر موجودہ زمانے میں عربوں نے خربوزے کو بطیخ کہنا شروع کر دیا۔ لیکن اس حدیث میں محدثین نے بطیخ سے مراد تربوز ہی لیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تربوز کو کھجوروں کے ساتھ ملا کر نوش فرماتے تاکہ گرم اور سرد مزاج مل کر معتدل ہو جائے۔

۲۳۔ انجیر

انجیر ایک درخت کا پھل ہے۔ یہ پھل بڑا نازک ہوتا ہے۔ پکنے کے بعد درخت کی شاخوں سے خود بخود گر جاتا ہے اسے خشک کرنے سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ یہ پھل بڑا کارآمد ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کی قسم کھائی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک بابرکت اور مفید پھل ہے جس کے استعمال میں اللہ تعالیٰ نے چند امراض کی شفا بھی رکھی ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے استعمال کی تاکید فرمائی ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہیں سے انجیر کا بھرا ہوا تھال آیا۔ آپؐ نے ہمیں فرمایا کہ کھاؤ۔ ہم نے اس میں سے کچھ کھایا۔ پھر ارشاد فرمایا۔ اگر کوئی کہے کہ کوئی پھل جنت سے زمین پر آ سکتا ہے تو میں کہوں گا کہ یہی وہ پھل ہے جو جنت کا ہے۔ اس میں سے کھاؤ کیونکہ یہ بواسیر اور جوڑوں کے درد میں مفید ہے۔ (کنز العمال)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے دو طباق انجیر بارگاہِ نبویؐ میں پیش کیے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی انجیریں تناول فرمائیں اور صحابہ کرامؓ سے بھی فرمایا کہ کھاؤ۔ (نزہتہ المجالس)

حضرت کعبؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تر اور خشک یعنی دونوں طرح کی انجیر کھایا کرو کیونکہ یہ جسم میں طاقت پیدا کرتی ہیں۔ بواسیر کو ختم کرتی ہیں اور بہت سی بیماریوں میں نفع بخش ہیں۔

۲۴۔ انگور و کشمش

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انگور اور میوہ بھی تناول فرمایا ہے اس لیے انگوروں کے موسم میں انگور کھانا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ انگور ایک بیل کا پھل ہے۔ تازہ کو انگور اور خشک کو کشمش کہا جاتا ہے یہ مزاج میں گرم تر ہے۔ زود ہضم اور مصفّی خون ہے۔ یہ جسم کو فربہ کرتا ہے۔ صالح خون بکثرت پیدا کرتا ہے۔ سوداوی امراض میں فائدہ مند ہے۔ اسے زیادہ مقدار میں کھانے سے اسہال بھی لگ جاتے ہیں۔

عَنْ اَنَسٍ اَوْ غَیْرِہٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِسْتَاْذَنَ عَلٰی سَعْدِ بْنِ عُبَادَۃَ فَقَالَ سَعْدٌ وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَلَمْ

حضرت انس رضی اللہ عنہ یا کسی دوسرے صحابی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن عبادہؓ سے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ حضرت سعدؓ نے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہا کہ نبی کریم

يُسْمِعِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى سَلَّمَ ثَلَاثًا وَرَدَّ عَلَيْهِ سَعْدٌ ثَلٰثًا وَلَمْ يُسْمِعْهُ فَرَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاتَّبَعَهُ سَعْدٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ مَا سَلَّمْتَ تَسْلِيْمَةً اِلَّا هِيَ بِاُذُنِيْ وَلَقَدْ رَدَدْتُ عَلَيْكَ وَلَمْ اُسْمِعْكَ اَحْبَبْتُ اَنْ اَسْتَكْثِرَ مِنْ سَلَامِكَ وَمِنَ الْبَرَكَةِ ثُمَّ دَخَلُوا الْبَيْتَ فَقَرَّبَ لَهٗ زَبِيْبًا فَاَكَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ اَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَاَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ۔

صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی نہ دے یہاں تک کہ حضورؐ نے تین دفعہ سلام کیا اور حضرت سعدؓ نے تینوں دفعہ جواب دیا کہ آپؐ نہ سنیں۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوٹ گئے اور حضرت سعد آپؐ کے پیچھے ہو لیے۔ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! جتنی دفعہ بھی آپؐ نے سلام کیا میرے ان کانوں نے سُنا اور میں نے آپ کو جواب دیا لیکن ایسا کہ آپ نہ سنیں تاکہ آپ زیادہ دفعہ ہم پر سلامتی اور برکت بھیجیں۔ پھر گھر میں داخل ہوئے اور انھوں نے کشمش پیش کیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تناول فرمائیں۔ جب فارغ ہوئے تو فرمایا تمھارا کھانا نیک بندوں نے کھایا۔ فرشتوں نے تمھارے لیے دعائے رحمت کی اور تمھارے پاس روزہ داروں نے روزہ افطار کیا۔

(مشکوٰۃ باب ضیافت)

ایک اور حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو انگور کے خوشے اس طرح کھاتے ہوئے دیکھا کہ ایک خوشہ لے کر منہ سے دلنے توڑتے اور تنکے باہر نکال دیتے۔ (مدارج النبوت)

ایک روایت میں ہے کہ طائف سے واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ربیعہ کے بیٹے عتبہ اور شیبہ کے باغ میں گئے انھوں نے آپؐ کی خدمت میں ایک انگور کا گچھا پلیٹ میں رکھ کر پیش کیا جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تناول فرمالیا۔ (مدارج النبوت۔ سیرت ابن ہشام)

۲۵۔ پیلو پیلو ایک مشہور درخت کا پھل ہے آپؐ نے اسے بھی پسند فرمایا ہے کالے رنگ کے پیلو اچھے ہوتے ہیں۔ حکماء کے نزدیک اس کا مزاج گرم خشک ہے۔ ورم کو تحلیل کرتا ہے۔ بلغم کو چھاتی سے نکالتا ہے۔ ریاح کو خارج کرتا ہے اس کا پھل پیشاب کھول کر لاتا ہے۔ طبیعت میں فرحت پیدا کرتا ہے اس کی جڑ کی مسواک دانتوں کو مضبوط کرتی ہے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَرِّ الظَّهْرَانِ نَجْنِي الْكَبَاثَ فَقَالَ عَلَيْكُمْ بِالْأَسْوَدِ مِنْهُ فَإِنَّهُ أَطْيَبُ فَقِيْلَ أَكُنْتَ تَرْعَى الْغَنَمَ قَالَ نَعَمْ وَهَلْ مِّنْ نَّبِيٍّ إِلَّا رَعَاهَا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ہم مرالظہران کے مقام پر تھے۔ پیلو چن رہے تھے کہ آپؐ نے فرمایا۔ کالے کالے چنو کیونکہ وہ زیادہ بہتر ہوتے ہیں۔ عرض کی گئی کہ آپؐ نے بکریاں چرائی ہیں؟ فرمایا ہاں اور کوئی نبی نہیں ہوا مگر اس نے بکریاں چرائی ہیں۔

(بخاری شریف)

۲۶۔ چقندر چقندر ایک سبزی ہے جو شلجم کی مانند ہے اور زمین میں ہوتی ہے۔ ذائقے کے لحاظ سے شیریں ہوتی ہے اور مزاج کے لحاظ سے گرم تر ہے۔ ورم اور ریاح کو تحلیل کرنے میں بڑا بے نظیر ہے۔ گوشت کے ہمراہ پکانے سے بڑا لذیذ بنتا ہے۔ ہمارے ہاں سلاد میں چقندر استعمال ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چقندر بھی استعمال فرمایا ہے۔ بلکہ اسے جو کے ساتھ ملا کر تناول فرمایا۔ اس لیے چقندر کھانا بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت ہے۔

عَنْ أُمِّ الْمُنْذِرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ عَلِيٌّ

حضرت اُم منذر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ میرے ہاں تشریف لائے۔ ہمارے ہاں کھجور کے کچھ

وَلَنَا دَوَالٍ مُعَلَّقَةٌ ۔ قَالَتْ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْکُلُ وَعَلِیٌّ مَعَہٗ یَاْکُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِعَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مَہْ یَا عَلِیُّ فَاِنَّکَ نَاقِہٌ قَالَتْ فَجَلَسَ عَلِیٌّ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْکُلُ قَالَتْ فَجَعَلْتُ لَھُمْ سِلْقًا وَّشَعِیْرًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِعَلِیٍّ یَا عَلِیُّ مِنْ ھٰذَا فَاَصِبْ فَاِنَّہٗ اَوْفَقُ لَکَ ۔

خوشے لٹکے ہوئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوریں کھانی شروع کر دیں۔ جب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی کھانے لگے تو آپؐ نے فرمایا اے علیؓ! تو نہ کھا کیونکہ تو ابھی کمزور ہے۔ (یعنی آپ کا معدہ ابھی اسے قبول نہیں کرتا) (حضرت ام منذر کا بیان ہے) کہ پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھاتے رہے (راویہ کہتی ہیں) کہ پھر میں نے ان کے لیے چقندر اور جو کو ملایا تو آپؐ نے فرمایا اے علیؓ! اس سے کھائیں کیونکہ تمہارے لیے بہت موافق ہے۔

۲۷۔ کھنبی

یہ خود بخود اگنے والی نباتات میں سے ہے۔ برسات کے موسم میں باغوں اور نہروں کے کناروں کے ساتھ خود بخود اُگ آتی ہے۔ یہ مزاج کے لحاظ سے سرد تر ہے۔ اس کا سالن بڑا لذیذ ہوتا ہے۔ یہ تین قسم کی ہوتی ہے۔ سفید، سرخ اور سیاہ۔ صرف سفید کھنبی کھانے کے کام آتی ہے۔ باقی دو کے اثرات زہریلے ہوتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مندرجہ ذیل الفاظ میں اس کی تعریف کی ہے:۔

عَنْ سَعِیْدِ بْنِ زَیْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْکَمْاۃُ مِنَ الْمَنِّ وَمَاءُھَا شِفَاءٌ لِّلْعَیْنِ ۔ ھٰذَا مِنَ الْمَنِّ الَّذِیْ اَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ ۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کھنبی مَنّ سے ہے اور اس کے پانی میں آنکھوں کے لیے شفا ہے۔ اس مَنّ سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا۔ (مسلم شریف)

حضرت صہیبؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھنبی تمہارے فائدے کے لیے ہے۔ یہ مَن میں سے ہے اور اس کا پانی آنکھوں کے لیے شفا ہے (ابونعیم)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے ایک روز حضورؐ کو مخاطب کر کے کہا۔ یہ کھنبی زمین کا جوش ہے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھنبی مَن میں سے ہے۔ اور اس کا پانی آنکھوں کی بیماریوں کے لیے شفا ہے جبکہ عجوہ کھجور جنت سے ہے اور زہروں کا تریاق ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ کا کہنا ہے کہ میں نے اس کے بعد پانچ یا سات کھنبیاں لیں اور ان کا پانی نچوڑ کر ایک شیشی میں ڈال لیا۔ پھر میں نے یہ پانی اپنی ایک لونڈی کی آنکھوں میں ڈالا جس کی آنکھیں خراب تھیں وہ اس پانی سے شفایاب ہوگئیں۔ (ترمذی)

۲۸۔ میتھی

یہ ترکاری کے طور پر عام استعمال ہوتی ہے۔ یہ گرم ہوتی ہے اس لیے سرد ملکوں میں اسے ترکاری کے طور پر عام استعمال میں لایا جاتا ہے۔ اسے خشک کر کے بھی رکھ لیا جاتا ہے اور ضرورت کے مطابق دوسرے سالنوں میں ڈال لیا جاتا ہے۔ یہ کھانسی کے لیے بہت مفید ہے اس کے استعمال سے جسم میں سے ریاح خارج ہوتی ہے۔ اس کے فوائد کے پیشِ نظر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے استعمال کی بھی اجازت دی ہے۔

قاسم بن عبدالرحمٰنؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میتھی سے شفا حاصل کرو۔ (طب نبوی)

ایک ضعیف حدیث میں یہ روایت بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ میری اُمت اگر میتھی کے فوائد کو سمجھ لے تو اسے سونے کے ہم وزن خریدنے سے بھی دریغ نہ کریں۔

---

(۷)

پینے کے آداب

پانی یا کوئی اور چیز پینے کا سُنت اور اسلامی طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے بیٹھ جائیں۔ پھر پینے والی چیز کے گلاس یا برتن کو دائیں ہاتھ میں پکڑیں۔ پھر اسے منہ کے قریب لا کر بسم اللہ شریف پڑھیں۔ پھر برتن کو منہ لگا کر چُسکی سے پینا شروع کر دیں۔ پینے کے دوران تین مرتبہ برتن کو اپنے منہ سے ہٹا کر سانس لیں اور پینے کے اختتام پر اللہ کا شکر ادا کریں۔ اور الحمد للہ کہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی طریقے سے پیتے تھے لہذا ہمیں بھی پانی پیتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی سنت طریقہ سے پینا چاہیئے کیونکہ اس کا بے حد ثواب ہے۔ پینے کے متعلق احادیث کے مطابق آداب حسبِ ذیل ہیں:۔

۱۔ دائیں ہاتھ سے پینے کا حکم

شریعت نے کھانے پینے کے لیے دایاں ہاتھ مقرر فرمایا ہے اس لیے ہمیشہ دائیں ہاتھ سے برتن کو پکڑ کر پینا چاہیئے۔ اگر کوئی مجبوری ہو تو پھر بایاں ہاتھ بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جب کوئی کھانا کھائے تو دائیں ہاتھ سے کھائے۔ اور جب پانی پیے تو دائیں ہاتھ سے پیے۔ کیونکہ بائیں ہاتھ سے کھانا پینا شیطان کا طریقہ ہے۔ (مُسلم شریف)

عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْعَلُ يَمِينَهُ لِطَعَامِهِ وَ شَرَابِهِ وَ ثِيَابِهِ وَ يَجْعَلُ يَسَارَهُ

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دا ہنا ہاتھ مبارک کھانے پینے اور لباس کے لیے استعمال فرماتے اور دیگر امور کے لیے بایاں ہاتھ استعمال کرتے۔

لِمَا سِوٰی ذٰلِکَ۔ (ابوداؤد شریف)

ایک اور حدیث میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ دائیں ہاتھ سے کھائے اور دائیں ہاتھ سے پیئے اور دائیں ہاتھ سے دے اور دائیں ہاتھ ہی سے لے۔ کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے۔ بائیں ہاتھ سے پیتا ہے۔ بائیں ہاتھ سے لیتا ہے اور بائیں ہاتھ سے دیتا ہے۔

(سُنن ابن ماجہ)

۲۔ بیٹھ کر پینا

پانی بیٹھ کر پینا چاہیئے۔ اسلام کے ابتدائی ایام میں لوگ چلتے پھرتے کھا لیا کرتے تھے اور کھڑے ہو کر پی بھی لیا کرتے تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر کھانے پینے کی تلقین فرمائی اور صحابہؓ کو کھڑے ہو کر پانی یا کوئی اور مشروب پینے سے منع فرما دیا کیونکہ بیٹھ کر پانی پینا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے لہٰذا مجبوری کی حالت کے علاوہ پانی بیٹھ کر ہی پینا چاہیئے۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ نَھٰی اَنْ یَّشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِمًا۔ قَالَ قَتَادَۃُ: فَقُلْنَا لِاَنَسٍ: فَالْاَکْلُ۔ قَالَ: ذٰلِکَ اَشَرُّ اَوْ اَخْبَثُ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کھانے سے بھی (منع فرمایا ہے؟) انھوں نے فرمایا یہ بدترین یا زیادہ خبیث کام ہے۔ (مسلم شریف)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک یہ تھی کہ آپ پانی یا کوئی اور پینے والی چیز بیٹھ کر ہی نوش فرمایا کرتے تھے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَشْرَبَنَّ اَحَدٌ مِّنْكُمْ قَائِمًا فَمَنْ نَسِيَ فَلْيَسْتَقِئْ۔

کوئی شخص کھڑے ہوکر نہ پیئے اور جو بھول کر پی لے وہ قے کرلے۔

(مسلم شریف)

حضرت ابوہریرہؓ سے ایک اور روایت میں مروی ہے کہ انھوں نے دیکھا کہ ایک شخص کھڑے ہوکر پانی پی رہا ہے تو انھوں نے کہا کہ اس پانی کو قے کردے۔ اس شخص نے کہا کس لیے میں قے کروں؟ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کیا تمھیں اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تمھارے ساتھ بلی پانی پیئے؟ اس نے کہا اچھا نہیں۔ تو فرمایا بلاشبہ جس نے تیرے ساتھ پانی پیا ہے وہ بلی سے بھی بدتر ہے یعنی شیطان۔ (مدارج النبوت)

۲۔ پینے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا

اسلام نے ہمیں سب سے پہلا درس یہی دیا ہے کہ جو کام بھی کریں اس کے شروع میں اللہ کا نام لیں کیونکہ جو چیز اللہ کے نام سے شروع کی جائے گی اللہ کی رضا اس میں شامل حال ہو جاتی ہے اس لیے جب بھی پانی یا کوئی اور مشروب پئیں تو گھونٹ بھرنے سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھیں اور فراغت پر الحمدللہ کہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ تھا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَشْرَبُوْا وَاحِدًا كَشُرْبِ الْبَعِيْرِ وَلٰكِنِ اشْرَبُوْا مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَسَمُّوْا اِذَا اَنْتُمْ شَرِبْتُمْ وَاحْمَدُوْا اِذَا اَنْتُمْ رَفَعْتُمْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اونٹ کی طرح ایک سانس میں نہ پیو بلکہ دو یا تین سانسوں میں پیو۔ نیز پیتے وقت "بسم اللہ" پڑھو۔ اور فراغت پر "الحمدللہ" کہو۔

(ترمذی شریف)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ جب پانی پینے لگتے تو بسم اللہ کہتے۔ پھر پانی کو کم از کم دو یا تین وقفوں میں پیتے اور آخر میں الحمدللہ کہتے اور ہر وقفے پر بسم اللہ سے

شروع کرتے اور الحمد للہ پر ختم کرتے۔ اس طرح دو یا تین مرتبہ بسم اللہ پڑھتے۔

۴۔ پیتے وقت تین بار سانس لینا پیتے وقت تین بار سانس لینا چاہیئے یعنی پانی تین سانس میں ٹھہر ٹھہر کر پینا چاہیئے اس سے پانی ضرورت کے مطابق پیا جاتا ہے اور پیٹ پر یکدم بوجھ نہیں پڑتا۔ طبی نقطۂ نظر سے یکدم پیٹ میں پانی ڈال لینا بسا اوقات نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔ جب سانس لیں تو گلاس یا برتن کو منہ سے ہٹا کر ایک طرف کریں تاکہ گندی سانس پانی کو نہ لگے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَنَفَّسُ فِی الشَّرَابِ ثَلٰثًا اِنَّہٗ اَرْوٰی وَاَبْرَءُ وَاَمْرَءُ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیتے ہوئے تین مرتبہ سانس لیا کرتے تھے۔ یہ زیادہ سیر کرنے والا، زیادہ صحت بخش اور زود ہضم ہے۔ (مسلم شریف)

ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پانی چوس چوس کر پیو اور غٹ غٹ کر کے نہ پیو۔ اس لیے معلوم ہوا کہ پانی والی ٹونٹی کو منہ کے اندر نہ لیں جیسا کہ لوگ کر لیتے ہیں کیونکہ چسکی ہونٹوں اور ریوں سے ہوتی ہے اور چوس کر پینے سے پانی کا طبی فائدہ بہتر طریقے سے حاصل ہوتا ہے۔

۵۔ پھونک مارنے کی ممانعت پینے کی چیز میں پھونک نہیں مارنی چاہیئے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں سانس لینے اور پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ پھونک مارنے سے اندر کی گندی سانس کے جراثیم پینے والی چیز میں مل جائیں گے۔ کیونکہ جو سانس اندر سے باہر آتی ہے وہ جسم کی گندی کثافتوں کو لے کر باہر آتی ہے۔ پھونک مارنے سے وہی کثافت پانی یا پینے والی چیز میں شامل ہو کر دوبارہ اندر چلی جائے گی جو صحت کے لیے نقصان دہ ہوگا

اس کے پھونک مارنے سے منہ کی تھوک وغیرہ بھی گرنے کا اندیشہ ہوتا ہے اس لیے پینے کی چیز میں پھونک مارنا منع ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنِ النَّفْخِ فِی الشَّرَابِ۔ فَقَالَ رَجُلٌ اَلْقَذَاۃُ اَرَاھَا فِی الْاِنَاءِ۔ فَقَالَ اَھْرِقْھَا۔ قَالَ اِنِّیْ لَا اَرْوٰی مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدٍ قَالَ فَاَبِنِ الْقَدَحَ اِذًا عَنْ فِیْکَ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پینے کی چیز میں پھونکنے سے منع فرمایا۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر برتن میں تنکا وغیرہ دکھائی دے۔ فرمایا اسے بہادو۔ اس نے عرض کیا۔ میں ایک سانس سے سیراب نہیں ہوتا۔ فرمایا پھر پیالہ منہ سے دور کر لیا کرو۔ (ریاض الصالحین بحوالہ ترمذی)

۶۔ مشکیزے سے منہ لگانے کی ممانعت

پانی پینے کے لیے مشکیزے یا بڑے برتن یعنی گھڑا ڈول یا جگ وغیرہ کو منہ سے لگا لینا خلافِ ادب ہے کیونکہ ایسا کرنے سے تمام کو منہ لگ جائے گا اس کے علاوہ ایسا کرنے سے یہ بات معلوم نہیں رہے گی کہ پانی کتنا پیا ہے اور یہ پتہ بھی نہیں چل سکتا کہ مشکیزہ یا گھڑے میں کوئی نقصان دہ چیز تو نہیں۔ ان وجوہات کی بنا پر حضور نے مشکیزہ کو منہ لگا کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔

۱۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الشُّرْبِ مِنْ فِی السِّقَاءِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشک کے دہانے سے منہ لگا کر پینے سے منع فرمایا ہے۔ (مسلم شریف)

۲۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اِخْتِنَاثِ الْاَسْقِيَةِ وَزَادَ فِيْ رِوَايَةٍ وَّ اِخْتِنَاثُهَا اَنْ يُّقْلَبَ رَاْسُهَا ثُمَّ يُشْرَبُ مِنْهُ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ مشکیزے کے منہ سے پانی پیا جائے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے۔ اس کا الٹانا یہ ہے کہ اس کے دہانے کو نیچے کر دیا جائے اور اس سے پیا جائے۔ (بخاری شریف)

۷۔ آبِ زمزم کھڑے ہو کر پینا

آبِ زمزم کھڑے ہو کر پینا چاہیئے کیونکہ اس کا کھڑے ہو کر پینا سنت ہے البتہ اگر کہیں بیٹھ کر پینا پڑ جائے تو اس میں کچھ حرج نہیں۔ مکہ میں مسجد حرام کے وسیع احاطہ میں آبِ زمزم کولروں میں پڑا ہوا مل جاتا ہے اور جہاں آدمی بیٹھا ہوتا ہے وہاں کولر سے ڈال کر بیٹھ کر پی لیا جائے تو اس میں کوئی خلافِ ادب بات نہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِدَلْوٍ مِّنْ مَّاءِ زَمْزَمَ فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آبِ زمزم کا ایک ڈول پیش کیا گیا تو آپ نے کھڑے ہو کر نوش فرمایا۔ (مسلم شریف)

۸۔ سونے چاندی کے برتن میں پینے کی ممانعت

سونے چاندی کے برتن قیمتی ہوتے ہیں اس لیے انھیں پینے میں استعمال کرنے سے امارت ظاہر ہو گی جو غرور اور فخر کا باعث بنے گی اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے منع فرمایا ہے تاکہ کسی غریب کے دل میں احساسِ کمتری پیدا نہ ہو۔

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص

وَسَلَّمَ قَالَ الَّذِیْ یَشْرَبُ فِیْ اٰنِیَةِ الْفِضَّةِ اِنَّمَا یُجَرْجِرُ فِیْ بَطْنِہٖ نَارُ جَھَنَّمَ۔

سونے کے برتن میں پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ ڈالتا ہے۔

(بخاری شریف)

۹۔ مجلس میں مشروب تقسیم کرنے کا طریقہ

وہ محفل جہاں ایک سے زائد انسان ہوں تو ان میں مشروب تقسیم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں طرف سے تقسیم کرنا شروع کریں کیونکہ حضور نے ہمیں یہی تعلیم دی کہ دائیں طرف سے شروع کریں۔

عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُتِیَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَ مِنْہُ وَعَنْ یَمِیْنِہٖ غُلَامٌ وَعَنْ یَسَارِہٖ اَشْیَاخٌ فَقَالَ لِلْغُلَامِ اَتَاْذَنُ لِیْ اَنْ اُعْطِیَ ھٰؤُلَاءِ؟ فَقَالَ الْغُلَامُ لَا وَاللّٰہِ لَا اُوْثِرُ بِنَصِیْبِیْ مِنْکَ اَحَدًا فَتَلَّہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ یَدِہٖ۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پانی پیش کیا گیا۔ آپ نے نوش فرمایا۔ آپ کی داہنی جانب ایک لڑکا اور بائیں جانب عمر رسیدہ لوگ تھے آپ نے لڑکے سے پوچھا کیا تم اجازت دیتے ہو کہ (پہلے) ان کو دوں۔ لڑکے نے عرض کیا۔ نہیں۔ اللہ کی قسم! میں آپ کی جانب سے ملنے والے اپنے حصہ پر کسی کو ترجیح نہیں دوں گا۔ چنانچہ آپ نے برتن اس کے ساتھ میں رکھ دیا۔

(بخاری و مسلم)

۱۰۔ پینے کے بعد کی دُعا

پینے کے بعد یہ دعا مانگنا مسنون ہے لہذا پانی پینے کے بعد ہر ایک کو یہ دعا پڑھنی چاہیئے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔

اس خدا کا شکر ہے جس نے کھلایا اور پلایا اور مسلمان بنایا۔

۱۱۔ برتن کے اندر سانس نہ لیں

پینے کے آداب میں سے ایک ادب اور سنت یہ بھی ہے کہ پانی پیتے وقت برتن کے اندر سانس نہ لیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ آپ پانی پینے وقت سانس برتن کے باہر لیتے بلکہ برتن کو اپنے منہ مبارک کے آگے سے ہٹا کر ذرا ایک طرف کر لیتے کیونکہ جو سانس ہم اندر سے نکالتے ہیں وہ گندہ ہوتا ہے اور اس میں جراثیم ہوتے ہیں اس لیے اگر برتن میں سانس لیں گے تو وہ پینے والی چیز میں شامل ہو جائیں گے اس لیے حضورؐ نے پانی پیتے وقت برتن کے اندر سانس لینے سے منع فرمایا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّتَنَفَّسَ فِى الْاِنَاءِ اَوْ يُنْفَخَ فِيْهِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں سانس لینے اور اس میں پھونکیں مارنے سے منع فرمایا ہے۔

(ابو داؤد۔ ابن ماجہ)

ایک اور حدیث میں حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی پانی پیئے تو برتن میں سانس نہ لے۔ اور جب تم میں سے کوئی پیشاب کرے تو اپنی شرمگاہ کو دایاں ہاتھ نہ لگائے اور اگر لگانا پڑے تو دایاں ہاتھ نہ لگایا جائے۔ (بخاری شریف)

۱۲۔ پیالے میں پینا سُنّت ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پانی پینے کے لیے پیالہ استعمال کیا کرتے تھے اس لیے پیالے میں پانی پینا سنت ہے۔ آپؐ کے دور میں کھانے پینے میں پیالے کثرت سے استعمال کیے جاتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ موٹی لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ حضورؐ کے وصال کے بعد یہ پیالہ حضرت انسؓ کے پاس تھا۔ حضرت ابو بردہ سے ایک مرتبہ حضرت عبدالسلام نے کہا کیا میں آپ کو اس پیالے میں پانی نہ پلاؤں جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیا کرتے تھے۔

عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ قَالَ رَاَيْتُ قَدَحَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَكَانَ قَدْ انْصَدَعَ فَسَلْسَلَهٗ بِفِضَّةٍ قَالَ وَهُوَ قَدَحٌ جَيِّدٌ عَرِيْضٌ مِنْ نُضَارٍ قَالَ قَالَ اَنَسٌ لَقَدْ سَقَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَا الْقَدَحِ اَكْثَرَ مِنْ كَذَا وَكَذَا۔ قَالَ وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ اِنَّهٗ كَانَ فِيْهِ حَلْقَةٌ مِّنْ حَدِيْدٍ فَاَرَادَ اَنَسٌ اَنْ يَّجْعَلَ مَكَانَهَا حَلْقَةً مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ فِضَّةٍ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ طَلْحَةَ لَا تُغَيِّرَنَّ شَيْئًا صَنَعَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَرَكَهٗ۔	حضرت عاصم احول کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک پیالہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس دیکھا جو پھٹ گیا تھا اور چاندی کی تاروں سے گانٹھا ہوا تھا۔ ان کا بیان ہے کہ وہ پیالہ بہت عمدہ، عریض اور بہترین لکڑی کا تھا۔ ان کا بیان ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اس پیالے میں بے شمار مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پلایا۔ ان کا بیان ہے کہ ابن سیرین نے کہا کہ اس کے گرد لوہے کا ایک حلقہ تھا۔ پس حضرت انس کا ارادہ ہوا کہ اس کے گرد سونے یا چاندی کا حلقہ لگوائیں تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنایا ہے اس کو تبدیل کرنے کی ذرا بھی کوشش نہ کرو۔ چنانچہ انھوں نے ارادہ ترک کر دیا۔ (بخاری شریف)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالے کے بارے میں ایک اور حدیث یہ ہے:۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ ذُكِرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَاَةٌ مِّنَ الْعَرَبِ فَاَمَرَ اَبَا اُسَيْدٍ السَّاعِدِيَّ اَنْ يُّرْسِلَ اِلَيْهَا فَاَرْسَلَ اِلَيْهَا فَقَدِمَتْ فَنَزَلَتْ فِيْ اُجُمِ بَنِيْ سَاعِدَةَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ	حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ایک عربی عورت کا ذکر کیا گیا تو آپ نے حضرت ابو اسید ساعدی کو حکم دیا کہ اسے بلا بھیجو۔ پس انھوں نے اس کی طرف پیغام بھیج دیا تو وہ آئی اور بنی ساعدہ کے ایک گھر میں آ ٹھہری۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے۔

حَتّٰى جَاءَهَا فَدَخَلَ عَلَيْهَا فَإِذَا امْرَأَةٌ مُنَكِّسَةٌ رَأْسَهَا فَلَمَّا كَلَّمَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ ۔ فَقَالَ قَدْ أَعَذْتُكِ مِنِّيْ فَقَالُوْا لَهَا أَتَدْرِيْنَ مَنْ هٰذَا قَالَتْ لَا ۔ قَالُوْا هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ لِيَخْطُبَكِ ۔ قَالَتْ كُنْتُ أَنَا أَشْقٰى مِنْ ذٰلِكَ فَأَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ حَتّٰى جَلَسَ فِيْ سَقِيْفَةِ بَنِيْ سَاعِدَةَ هُوَ وَأَصْحَابُهُ ثُمَّ قَالَ اسْقِنَا يَا سَهْلُ ۔ فَخَرَجْتُ لَهُمْ بِهٰذَا الْقَدَحِ فَأَسْقَيْتُهُمْ فِيْهِ ۔ فَأَخْرَجَ لَنَا سَهْلٌ ذٰلِكَ الْقَدَحَ فَشَرِبْنَا مِنْهُ ۔ قَالَ ثُمَّ اسْتَوْهَبَهُ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بَعْدَ ذٰلِكَ فَوَهَبَهُ لَهُ ۔

اور اس کے پاس جا پہنچے ۔ دیکھا تو وہ عورت سر جھکائے بیٹھی ہے ۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ سلسلہ کلام شروع کیا تو اس نے کہا ۔ میں آپ سے اللہ کی پناہ پکڑتی ہوں ۔ آپؐ نے فرمایا کہ میری جانب سے تم پناہ میں ہو ۔ لوگوں نے اس عورت سے کہا ۔ کیا تو جانتی ہے کہ یہ کون ہیں ؟ عورت نے نفی میں جواب دیا تو لوگوں نے کہا کہ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے جو تجھے نکاح کا پیغام دینے آئے تھے ۔ عورت کہنے لگی کہ پھر تو میں بڑی بدبخت ہوں ۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے روانہ ہو گئے ۔ یہاں تک کہ اپنے ساتھیوں سمیت سقیفہ بنی ساعدہ میں جلوہ افروز ہوئے ۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اے سہل ! ہمیں پانی تو پلاؤ ۔ حضرت سہل فرماتے ہیں کہ میں ان کے لیے یہ پیالہ لایا ۔ اور میں نے اس میں انھیں پانی پلایا ۔ پھر حضرت سہلؓ وہی پیالہ ہمارے لیے بھی نکال کر لائے اور ہم نے بھی اس سے پانی پیا ۔ راوی کا بیان ہے کہ بعد میں وہ پیالہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو دے دیا گیا ۔

(بخاری شریف)

۱۲۔ گلاس میں پینا بھی سنت ہے

پیالے کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پینے کے لیے گلاس بھی استعمال

کیا ہے اس لیے گلاس کا استعمال بھی سنت کے مطابق ہے۔ اس زمانے میں گلاس کم ہوتے تھے جبکہ آج کل گلاس کا استعمال عام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکندریہ کے بادشاہ نے ایک شیشے کا گلاس تحفے میں بھیجا تھا جس میں حضورؐ مشروب پیا کرتے تھے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدَحٌ قَوَارِيْرَ يَشْرِبُ فِيْهِ۔

حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شیشے کا گلاس تھا جس میں آپؐ پانی پیا کرتے تھے۔ (ابن ماجہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشروبات

مشروب ضروریاتِ زندگی سے ہے کیونکہ صحت اور زندگی کی بقا کا خاصا دخل مشروب سے ہے۔ خوراک کے ساتھ پانی بھی لازمی جزو ہے جس کے بغیر زندہ رہنا ممکن نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مشروب اپنی حیات میں استعمال کیے ان میں سادہ پانی سرِفہرست ہے۔ اس کے علاوہ دودھ، شربت، لسی اور نبیذ بھی استعمال فرمائی ہے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ان چیزوں کا استعمال سنتِ نبوی پر عمل کرنا ہے۔ پھر ان اشیاء کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے پینے سے ضرورت بھی پوری ہو جاتی ہے اور سنت کا ثواب بھی مل جاتا ہے۔ احادیث کے مطابق ان اشیاء کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

۱۔ پانی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر سادہ پانی پسند فرماتے۔ اگر کبھی ٹھنڈا پانی میسر آتا تو اسے بڑے شوق سے پیتے۔ مدینہ شریف میں ایک کنواں تھا آپؐ وہاں سے پانی منگوا کر کبھی کبھار پی لیا کرتے تھے۔ اس کنوئیں کا پانی ٹھنڈا اور شیریں ہوتا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْتَعْذَبُ لَهُ الْمَاءُ مِنَ السُّقْيَا قِيْلَ هِيَ عَيْنٌ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْمَدِيْنَةِ يَوْمَانِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شیریں پانی سُقیا سے منگوایا جاتا۔ کہا گیا کہ وہ ایک چشمہ ہے جو مدینہ منورہ سے دو دن کی مسافت پر ہے۔

(ابوداؤد)

اس حدیث سے ایک مسئلے کی وضاحت ہوتی ہے کہ ٹھنڈا پانی پینا فقر او رزُہد کے خلاف نہیں بلکہ اچھی نعمت ملنے پر اللہ کا شکر ادا کرنا ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک انصاری خادم تھا جو آپؐ کے پینے کے لیے پانی کو پرانے مشکیزے میں بھر کر کھجور کی شاخ سے لٹکا چھوڑتا۔ جب ٹھنڈا ہو جاتا تو پھر حضورؐ کی خدمت میں پیش کرتا۔

عَنْ كَبْشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَرِبَ مِنْ فِيْ قِرْبَةٍ مُعَلَّقَةٍ قَائِمًا فَقُمْتُ إِلٰى فِيْهَا فَقَطَعْتُهُ۔

حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور لٹکے ہوئے مشکیزے سے کھڑے ہو کر پانی نوش فرمایا۔ پس میں کھڑی ہوئی اور اس کے منہ کو کاٹ کر رکھ لیا۔

(ترمذی، ابن ماجہ)

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لٹکے ہوئے مشکیزے سے پانی پیا۔ یہ ایک اتفاق تھا ورنہ حضور خود بیٹھ کر ہی پانی پیتے تھے اور بیٹھ کر ہی پینے کی تاکید فرمائی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ صحابیہؓ نے اس مشک کے منہ کا کنارہ کاٹ کر اپنے پاس رکھ لیا۔ تو یہ تبرکاً تھا اور حصولِ برکت کی خاطر اس سے یہ بات بالکل نہ سمجھیں کہ کھڑے ہو کر پانی پینا درست ہے۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ اُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَدَحٍ فَشَرِبَ مِنْهُ وَعَنْ يَمِيْنِهٖ غُلَامٌ اَصْغَرُ الْقَوْمِ وَالْاَشْيَاخُ عَنْ يَسَارِهٖ فَقَالَ يَا غُلَامُ اَتَاْذَنُ اَنْ اُعْطِيَهُ الْاَشْيَاخَ فَقَالَ مَا كُنْتُ لِاُوْثِرَ بِفَضْلٍ مِنْكَ اَحَدًا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَعْطَاهُ اِيَّاهُ۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک پیالہ لایا گیا تو آپؐ نے اس میں سے نوش فرمایا اور آپ کے دائیں جانب تمام لوگوں سے چھوٹا ایک لڑکا تھا اور بائیں جانب عمر رسیدہ حضرات۔ فرمایا کہ اے لڑکے! کیا تم اجازت دیتے ہو کہ یہ عمر رسیدہ حضرات کو دے دوں؟ وہ عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہؐ! آپ کے پس خوردہ کے سلسلے میں اپنے اوپر میں کسی کو ترجیح نہیں دوں گا پس آپؐ نے اسی کو عطا فرما دیا۔ (بخاری شریف)

محدثین کا کہنا ہے کہ اس پیالے میں دودھ یا پانی تھا جسے آپؐ نے نوش فرمایا۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابہ کرام میں تشریف فرما ہوتے تو پہلے انھیں پلاتے۔ بعض اوقات صحابہؓ عرض کرتے کہ یا رسول اللہؐ! کاش آپؐ پہلے پی لیتے۔ تو آپؐ فرماتے کہ قوم کو پلانے والے کا حق یہ ہے کہ وہ خود آخر میں پیئے۔ (الوفا)

۲۔ آبِ زمزم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم آبِ زمزم بڑے شوق سے نوش فرمایا کرتے تھے۔ آبِ زمزم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیا اس لیے آبِ زمزم کھڑے ہو کر پینا سنت ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِدَلْوٍ مِّنْ مَّاءِ زَمْزَمَ فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آبِ زمزم کا ایک ڈول پیش کیا گیا تو آپ نے کھڑے ہو کر نوش فرمایا (مسلم شریف)

شمائل ترمذی میں یوں مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آبِ زمزم پیا جبکہ حضورؐ

کھڑے تھے۔ بہر کیف آبِ زمزم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیا ہے۔ زمزم اس کنوئیں کا نام ہے جو کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑیاں رگڑنے کے مقام پر معجزانہ طور پر ظہور پذیر ہوا تھا۔ یہ کنواں حرم شریف کے اندر ہے۔

۳۔ دُودھ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ کو بہت پسند فرمایا ہے۔ جب میسر آیا نوش فرمایا۔ آپ نے زندگی میں جو خوراک استعمال فرمائی اس میں مناسب مقدار میں دودھ شامل ہے۔ اس لیے دودھ کا استعمال سنت بھی ہے اور ضرورت بھی ہے۔ دودھ ایک لطیف اور زود ہضم غذا ہے۔ طبیب حضرات اسے ایک کامل غذا کہتے ہیں کیونکہ اس میں خوراک کے تمام اجزا شامل ہیں۔ مختلف حیوانات کے دودھ کی خاصیت مختلف ہوتی ہے۔ مگر غذا کے طور پر زیادہ تر بھینس اور گائے کا دودھ استعمال ہوتا ہے۔ بکری کا دودھ طبی فوائد کے لحاظ سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَقَدْ سَقَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَدْحِيْ هٰذَا الشَّرَابَ كُلَّهٗ الْعَسَلَ وَالنَّبِيْذَ وَالْمَاءَ وَ اللَّبَنَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے اس پیالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پینے کی تمام چیزیں پلائی ہیں یعنی شہد، نبیذ، پانی اور دودھ۔

(مسلم)

ایک اور حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ نوش فرمایا پھر کلی کر کے کہا اس میں چکنائی ہوتی ہے۔ (بخاری شریف)

عَنْ اُمِّ الْفَضْلِ قَالَتْ شَكَّ النَّاسُ فِيْ صِيَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَرَفَةَ

حضرت ام الفضلؓ سے روایت ہے کہ عرفہ کے دن لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خیال آیا کہ آپ روزے سے ہیں۔ پس میں نے ایک برتن

فَاَرْسَلْتُ اِلَيْهِ بِاِنَاءٍ فِيْهِ لَبَنٌ فَشَرِبَ۔
کے اندر آپؐ کی خدمت میں دودھ بھیجا تو آپؐ نے نوش فرمالیا۔ (بخاری شریف)

ایک اور حدیث میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ انصار سے ابوحمید نامی ایک شخص نقیع سے آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک برتن کے اندر دودھ لاکر پیش خدمت کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ اسے ڈھانپا کیوں نہیں۔ خواہ ایک لکڑی کا ٹکڑا اوپر رکھ لیتے۔ (بخاری شریف)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَكَلَ اَحَدُكُمْ طَعَامًا فَلْيَقُلِ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَاَطْعِمْنَا خَيْرًا مِّنْهُ وَاِذَا سُقِيَ لَبَنًا فَلْيَقُلِ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ فَاِنَّهٗ لَيْسَ شَيْءٌ يُّجْزِيْ مِنَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ اِلَّا اللَّبَنُ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو کہے "اے اللہ! ہمیں اس میں برکت دے اور اس سے ہمیں بہتر کھلانا"۔ جب دودھ پیئے تو کہے "اے اللہ ہمیں اس میں برکت دے اور اس سے زیادہ دینا"۔ کیونکہ جو چیز کھانے اور پینے دونوں کی جگہ کفایت کرے ایسی دودھ کے سوا کوئی نہیں۔ (ترمذی ابوداؤد)

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا خدا کی قسم کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ مجھ میں بھوک برداشت کرنے کی بڑی صلاحیت تھی۔ میں بھوک سے پیٹ پر پتھر باندھا کرتا تھا۔ ایک دن سر راہ بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گزرے۔ میں نے ان سے کلام اللہ شریف کی آیہ مبارکہ پوچھی۔ میں نے ان کو اس لیے مخاطب کیا تھا کہ وہ مجھے اپنے ساتھ لے جائیں گے مگر وہ نہ لے گئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ گزرے۔ میں نے ان سے بھی آیت مبارکہ پوچھی۔ یہ بھی اس لیے کہ وہ مجھے اپنے

ساتھ لے جائیں گے مگر انھوں نے بھی ساتھ نہ لیا۔ پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور مجھے دیکھا تو تبسم فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے دل اور چہرے کی کیفیت جان گئے اور فرمایا میرے ساتھ چلو۔ میں ساتھ ہولیا۔ یہاں تک کہ اپنے خانۂ اقدس تشریف لے گئے میں بھی اجازت لے کر اندر چلا گیا۔ وہاں دیکھا کہ ایک پیالہ دودھ کا رکھا ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ دودھ کہاں سے آیا؟ گھر والوں نے عرض کیا کہ فلاں صحابی نے خدمتِ عالیہ میں ہدیۃً بھیجا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوہریرہؓ! میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فرمایا اصحابِ صُفّہ کو بلا لاؤ۔ اصحابِ صُفّہ اہلِ اسلام کے مہمان تھے۔ جب کوئی صدقہ خدمتِ عالیہ میں پیش کیا جاتا۔ تو تمام اصحابِ صفّہ کو عنایت فرما دیتے۔ اگر ہدیہ ہوتا تو خود بھی تناول فرماتے اور اصحابِ صفّہ کو بھی عنایت فرماتے۔ غرض یہ کہ میں بلانے کے لیے چل دیا۔ میں دل میں خیال کرتا تھا کہ اتنے تھوڑے سے دودھ سے اتنے زیادہ آدمیوں کا کیا بنے گا؟ اگر مجھے پیاس بجھانے کو مل جاتا تو ٹھیک تھا۔ اب جب کہ اصحابِ صُفّہ تشریف لائیں گے تو مجھے حکم ہوگا کہ ان کو پلاؤ۔ بہر حال تعمیلِ ارشادِ گرامی کرتے ہوئے میں اصحابِ صُفّہ کو لے گیا۔ سب آکر بیٹھ گئے۔ تو مجھے ارشاد ہوا، اے ابوہریرہؓ! میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فرمایا کہ یہ دودھ اٹھاؤ اور اصحابِ صُفّہ کو پلاؤ۔ میں نے پیالہ لیا اور باری باری ہر آدمی کو پیالہ دیتا رہا جب وہ دودھ سے اچھی طرح سیر ہو جاتا تو پیالہ مجھے واپس لوٹا دیتا۔ یہاں تک کہ تمام اصحابِ صُفّہ سیر ہو گئے۔ اور میں سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا۔ آپؐ نے وہ پیالہ مجھ سے لے کر اپنے دستِ مبارک پر رکھا اور تبسم فرماتے ہوئے میری طرف دیکھ کر فرمایا اے ابوہریرہؓ! میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فرمانے لگے، اے ابی ہریرہؓ! اب میں اور تم باقی رہ گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ آپؐ نے سچ فرمایا ہے۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پھر مجھے ارشاد ہوا کہ بیٹھ جاؤ اور دودھ پیو۔ میں نے دودھ پیا (پیالہ واپس کرنے لگا تو) فرمایا اور پیو۔ میں نے اور پیا۔ آپؐ مجھے فرماتے رہے کہ اور پیو اور میں پیتا رہا۔ بالآخر میں نے عرض کیا کہ اب نہیں پی سکتا۔ مجھے اس خدا کی قسم کہ جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ اب کوئی گنجائش نہیں۔ یہ کہہ کر وہ پیالہ میں نے خدمتِ عالیہ میں پیش کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پیالہ مجھ سے پکڑا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے کے بعد دودھ نوش فرمالیا۔ (بخاری شریف)

۴۔ ستّو خام جَو کو بھون کر جو آٹا بنا لیا جاتا ہے اسے ستو کہا جاتا ہے۔ ستو، چینی یا شکر یا شہد کے شربت میں ملا کر استعمال کیے جاتے ہیں۔ یہ کثیر الغذا ہے یعنی اس میں غذا کا کافی حصہ موجود ہے۔ موسم گرما میں ستو کا شربت پینے سے پیاس کو تسکین ملتی ہے۔ طبی طور پر اس میں وٹامن سی کثرت سے ہوتا ہے۔ یہ زود ہضم اور مقوی ہوتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ستو کو استعمال فرمایا ہے اس لیے سنت سمجھ کر ستو کو استعمال میں لانا ثواب ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَوْلَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى صَفِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا بِتَمْرٍ وَّسَوِيْقٍ۔	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا (سے شادی) پر کھجوروں اور ستو سے ولیمہ کیا۔ (شمائل ترمذی)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ انھوں نے ایک پیالہ دکھایا اور فرمایا کہ اس پیالے میں میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ، شہد، ستو، نبیذ اور ٹھنڈا پانی پلایا کرتا تھا۔ (الوفا)

۵۔ لسّی لسی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت مرغوب تھی لہذا آپؐ کبھی کبھی لسی بھی نوش فرمایا کرتے تھے۔ دودھ کی لسی گرمیو[illegible] [illegible]ت دور کرنے کے لیے

بہت مفید ہوتی ہے۔ شدید دھوپ میں پیاس کے وقت لسی پینے سے بہت راحت اور تسکین حاصل ہوتی ہے۔ دودھ کی لسی ایک عام چیز ہے لہٰذا دستیاب ہونے پر کبھی کبھار لسی پی لینے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر عمل کر لینا بہت بہتر ہے۔

عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَمَعَہٗ صَاحِبٌ لَّہٗ فَسَلَّمَ فَرَدَّ الرَّجُلُ وَھُوَ یُحَوِّلُ الْمَآءَ فِیْ حَائِطٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنْ کَانَ عِنْدَکَ مَآءٌ بَاتَ فِیْ شَنَّۃٍ وَاِلَّا کَرَعْنَا فَقَالَ عِنْدِیْ مَآءٌ بَاتَ فِیْ شَنٍّ فَانْطَلَقَ اِلَی الْعَرِیْشِ فَسَکَبَ فِیْ قَدَحٍ مَآءً ثُمَّ حَلَبَ عَلَیْہِ مِنْ دَاجِنٍ فَشَرِبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اَعَادَ فَشَرِبَ الرَّجُلُ الَّذِیْ جَآءَ مَعَہٗ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے پاس پہنچے اور آپ کے ساتھ آپ کے ایک ساتھی تھے۔ آپ نے سلام کیا اور اس نے سلام کا جواب دیا اور وہ باغ کو پانی دے رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمھارے پاس رات کا باسی پانی ہو تو ٹھیک ورنہ ہم نالی سے منہ لگا کر پی لیں گے۔ عرض گزار ہوا کہ میرے پاس مشکیزے میں رات کا باسی پانی ہے پس وہ جھونپڑے کی طرف گیا۔ پیالے میں پانی ڈالا۔ پھر گھر کی پلی ہوئی بکری کا دودھ اس میں دوہا پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمالیا۔ وہ دوبارہ لایا تو اس آدمی نے پی لیا جو آپ کے ساتھ تھا۔

(بخاری)

ایک اور حدیث میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے ابوبکرؓ! تم ہجرت کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ وہ واقعہ مجھے سناؤ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم ساری رات چلتے رہے۔ اگلے دن بھی چلتے رہے۔ جب دوپہر کا وقت ہوا

اور لوگوں کی آمد و رفت ختم ہوئی تو ہم ایک لمبے پتھر کے سایہ میں اُترے۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے جگہ کو ہموار کیا۔ حتّٰی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے اور میں نگرانی کرنے لگا۔ تو سامنے ایک چرواہا آتا ہوا دکھائی دیا۔ میں نے اس سے کہا کہ تیری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا ہاں! میں نے پوچھا کیا دوہے گا؟ اس نے کہا ہاں۔ پھر اس نے ایک بکری پکڑی اور پیالہ میں دودھ نکالا۔ میرے پاس ایک برتن تھا کہ جس کے ساتھ آپؐ وضو فرماتے اور پانی اور دودھ نوش فرماتے تھے۔ میں نے دودھ اس برتن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ڈال لیا۔ پھر میں بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا تو ابھی تک آپؐ محوِ خواب تھے۔ میں نے جگانا مکروہ سمجھا۔ پھر جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود بیدار ہوئے تو میں نے ٹھنڈا کرنے کی غرض سے اس دودھ میں تھوڑا سا پانی ملایا۔ اور عرض کیا یا نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اسے نوش فرمالیں۔ چنانچہ آپؐ نے نوش فرمایا یہاں تک کہ میں خوش ہو گیا۔ (مسلم شریف)

عَنْ اَنَسٍ قَالَ حُلِبَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةٌ دَاجِنٌ وَّشِيْبَ لَبَنُهَا بِمَاءٍ مِّنَ الْبِئْرِ الَّتِيْ فِيْ دَارِ اَنَسٍ فَاُعْطِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَدَحَ فَشَرِبَ وَعَلٰى يَسَارِهٖ اَبُوْ بَكْرٍ وَّيَمِيْنِهٖ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ عُمَرُ اَعْطِ اَبَا بَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَعْطَى الْاَعْرَابِيَّ الَّذِيْ عَلٰى يَمِيْنِهٖ ثُمَّ قَالَ الْاَيْمَنُ فَالْاَيْمَنُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک گھر میں پالی ہوئی بکری دوہی گئی۔ اور اس میں اس کنوئیں کا پانی ملایا گیا جو حضرت انسؓ کے گھر میں تھا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیالہ پیش کیا گیا آپؐ نے نوش فرمایا جبکہ آپ کے بائیں جانب حضرت ابوبکرؓ اور دائیں جانب ایک اعرابی تھا۔ حضرت عمرؓ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ! حضرت ابوبکرؓ کو دے دیجیے پس آپ نے اعرابی کو عطا فرما دیا جو آپ کے دائیں دستِ اقدس میں تھا۔ پھر فرمایا کہ دائیں والا زیادہ

وَفِیْ رِوَایَۃٍ اَلْاَیْمَنُوْنَ اَلْاَیْمَنُوْنَ اَلَا فَیَمِّنُوْا۔

حقدار ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ دائیں جانب والے زیادہ حقدار ہیں لہٰذا ان کا زیادہ خیال رکھو

(بخاری شریف)

۶۔ نبیذ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو چیزیں پیا کرتے تھے ان میں ایک نقیع اور نبیذ بھی ہے۔ یہ دونوں چیزیں شربت کی طرح ہیں۔ ان میں سے نقیع کو بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ انگور یا کھجور کو پانی میں ڈال کر رکھ دیا جاتا ہے اور اس کو جوش نہیں دیا جاتا۔ اس طرح انگور یا کھجوروں کی مٹھاس اس پانی میں آجاتی ہے اور ایک عمدہ قسم کا شربت بن جاتا ہے۔ یہ شربت بہت فرحت بخش ہوتا ہے اور جسم کو تسکین پہنچاتا ہے۔ نبیذ بھی اسی طرح بنتا ہے صرف فرق یہ ہے کہ نبیذ بنانے کے لیے انگور اور کھجوروں کو پانی میں بھگو کر کچھ عرصہ کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے تا کہ اس میں تھوڑی سی شدت پیدا ہو جائے۔ مگر اتنا خمار نہیں اٹھایا جاتا جس سے نشہ پیدا ہو جائے کیونکہ جو نبیذ نشہ پیدا کرنے کی حد تک ہو اس کا پینا حرام ہے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس نبیذ کو ہرگز نہیں پیتے تھے جس پر تین دن سے زائد کا عرصہ گزر جاتا تھا۔ نبیذ جسم کی طاقت میں اضافہ کرتا ہے اور عام صحت کی حفاظت کرتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نبیذ استعمال فرمائی اس کے متعلق چند احادیث مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کُنَّا نَنْبِذُ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سِقَاءٍ یُوْکَأُ اَعْلَاہُ وَلَہٗ عَزْلَاءُ نَنْبِذُہٗ غُدْوَۃً فَیَشْرَبُہٗ عِشَاءً وَنَنْبِذُہٗ عِشَاءً فَیَشْرَبُہٗ غُدْوَۃً۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مشکیزے میں نبیذ بناتے تو اسے اوپر کی جانب سے باندھ دیتے اور اس کا دہانہ تھا۔ صبح کو نبیذ بھگوتے تو شام کو آپ نوش فرما لیتے اور شام کو بھگوتے تو اسے صبح کو نوش فرما لیتے۔

(مسلم شریف)

۲۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْبَذُ لَهٗ اَوَّلَ اللَّيْلِ فَيَشْرَبُهٗ اِذَا اَصْبَحَ يَوْمَهٗ ذٰلِكَ وَاللَّيْلَةَ الَّتِيْ تَجِيْءُ وَالْغَدَ وَاللَّيْلَةَ الْاُخْرٰى وَالْغَدَ اِلَى الْعَصْرِ فَاِنْ بَقِيَ شَيْءٌ سَقَاهُ الْخَادِمَ اَوْ اَمَرَ بِهٖ فَصُبَّ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رات کی ابتدا میں نبیذ بھگویا جاتا تو اسے اگلے روز صبح کو نوش فرما لیتے یا آنے والی رات میں یا اس کے بعد دوسری رات میں یا اگلے روز عصر تک۔ اگر اس کے بعد کچھ بچتا تو خادم کو پلا دیتے یا حکم فرماتے تو بہا دیا جاتا۔ (مسلم شریف)

۳۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ يُنْبَذُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سِقَاءٍ فَاِذَا لَمْ يَجِدُوْا سِقَاءً يُنْبَذُ لَهٗ فِيْ تَوْرٍ مِّنْ حِجَارَةٍ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مشکیزے میں نبیذ بنایا جاتا اور اگر مشکیزہ نہ ملتا تو پتھر کے بڑے پیالے میں آپ کے لیے نبیذ بنایا جاتا تھا۔ (مسلم شریف)

۴۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ وَالنَّقِيْرِ وَاَمَرَ اَنْ يُّنْبَذَ فِي الْاَسْقِيَةِ الْاُدُمِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کدو کے تونبے، سبز لاکھی برتن، روغنی برتن۔ جڑ کے برتن سے منع فرمایا ہے اور حکم فرمایا کہ چمڑے کے مشکیزوں میں نبیذ بنایا جائے۔ (مسلم شریف)

۷۔ میٹھی اور ٹھنڈی اشیاء

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میٹھے مشروب اور ٹھنڈے مشروب بہت پسند تھے۔ خواہ وہ میٹھا پانی ہوتا۔ یا میٹھا دودھ ہوتا۔ یا شہد وغیرہ کا شربت ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ٹھنڈا میٹھا شربت حضور استعمال میں لایا کرتے تھے۔ لہذا طبیعت کے مطابق ٹھنڈی اور میٹھی اشیاء پینا

بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ أَحَبُّ الشَّرَابِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحُلْوَ الْبَارِدَ۔

زہری، عروہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پینے کی چیزوں میں میٹھی اور ٹھنڈی زیادہ پسند تھیں۔

(ترمذی)

---

(۸)

مہمان نوازی

مہمان نوازی اخلاقِ حسنہ کا ایک اہم جزو ہے۔ اسلامی اخلاق میں اس کی بڑی اہمیت ہے۔ اللہ کے ہاں اس کا بڑا درجہ ہے اور اس وصف کو بہت پسند فرمایا ہے بلکہ اسے اپنی دوستی کی ایک علامت قرار دیا ہے کہ میرے دوست مہمان نواز ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی کا قصہ بیان فرما کر مہمان نوازی کی ترغیب دی ہے۔ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف مہمان بھی اللہ تعالیٰ نے خود ہی بھیجے تھے۔

هَلْ أَتٰكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرٰهِيمَ الْمُكْرَمِينَ ۝ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلٰمًا ۝ قَالَ سَلٰمٌ ۝ قَوْمٌ مُّنْكَرُونَ ۝ فَرَاغَ إِلٰى أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ ۝ فَقَرَّبَهُ

بھلا تمھارے پاس ابراہیمؑ کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی ہے۔ جب وہ ان کے پاس آئے تو سلام کہا۔ انھوں نے بھی (جواب میں) سلام کہا (دیکھا تو) ایسے لوگ کہ نہ جان نہ پہچان۔ تو اپنے گھر جا کر ایک (بھنا ہوا) موٹا بچھڑا لائے (اور کھانے کے لیے) ان کے

اِلَیۡہِمۡ قَالَ اَلَا تَاۡکُلُوۡنَ ۫ فَاَوۡجَسَ مِنۡہُمۡ خِیۡفَۃً ؕ قَالُوۡا لَا تَخَفۡ ؕ وَ بَشَّرُوۡہُ بِغُلٰمٍ عَلِیۡمٍ ۔

آگے رکھ دیا۔ کہنے لگے کہ آپ تناول کیوں نہیں کرتے؟۔ اور دل میں ان سے خوف معلوم کیا۔ انھوں نے کہا کہ خوف نہ کیجئے اور ان کو ایک دانشمند لڑکے کی بشارت بھی سنائی۔ (پ ۲۶۔ الذاریات ۲۴ تا ۲۷)

یہ مہمان نوازی کا قصہ یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرب فرشتوں کو انسانی شکل میں بطور مہمان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھیجا۔ ان فرشتوں نے آکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سلام کہا۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا آپ یہ سمجھے کہ یہ مہمان ہیں لہٰذا ان کی مہمان نوازی کا بندوبست کرنے میں مصروف ہوگئے۔ مقصد یہ ہے کہ پتہ چل جائے کہ یہ شخص میرے پاس بطور مہمان آیا ہے تو پھر اس کی مہمان نوازی کرنا ضروری ہے۔ یہی فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کے بعد آپ کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس بھی گئے۔ انھوں نے بھی انھیں مہمان سمجھا اور ان کی بیحد عزت اور تکریم فرمائی۔ بستی کے لوگوں نے ان مہمان فرشتوں کے ساتھ بھی اخلاقی گراوٹ کا مظاہرہ کرنا چاہا تو اس پر حضرت لوط علیہ السلام نے لوگوں کو جواب دیا کہ یہ تو میرے مہمان ہیں لہٰذا تمھارا فرض ہے کہ تم ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ جیسا کہ میں کر رہا ہوں۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے:۔

وَجَآءَ اَهۡلُ الۡمَدِيۡنَةِ يَسۡتَبۡشِرُوۡنَ ۝ قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَۤاءِ ضَيۡفِىۡ فَلَا تَفۡضَحُوۡنِ ۝ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخۡزُوۡنِ ۝

اور اہل شہر (لوط کے پاس) خوش خوش (دوڑے) آئے۔ (لوط نے) کہا کہ یہ میرے مہمان ہیں (کہیں ان کے بارے میں) مجھے رسوا نہ کرنا۔ اور خدا سے ڈرو اور میری بے آبروئی نہ کیجو (پ ۱۴۔ الحجر: ۶۷ تا ۶۹)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مہمان کے آرام و آسائش کے ساتھ مہمان کی عزت و آبرو کی حفاظت کرنا بھی میزبان کے فریضہ میں ہے۔ اس لیے اگر کوئی دوسرا شخص کسی مہمان کے

ساتھ برا سلوک کرنا چاہے تو میزبان کو چاہیئے کہ مہمان کا بچاؤ کرے۔ یہی وجہ ہے کہ جب قوم لوط نے ان مہمان فرشتوں کے ساتھ توہین آمیز برتاؤ کرنا چاہا تو لوط علیہ السلام نے قوم کو کہا کہ میرے مہمانوں کے ساتھ بدسلوکی مت کرو کیونکہ یہ میرے مہمان ہیں۔

مہمان نوازی کا وصف اگرچہ اہلِ عرب میں اسلام سے پہلے بھی موجود تھا اور عرب میں مہمان کی ہر لحاظ سے خدمت کرنا اخلاقی فریضہ سمجھا جاتا تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرض کی اہمیت کو اور بڑھا دیا اور اخلاقی نقطۂ نظر سے یہ مسلمانوں کے لیے ضروری قرار دیا کہ وہ مہمان نوازی میں کسی قسم کی کسر اٹھا نہ رکھیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بڑے مہمان نواز تھے۔ مہمانوں کو خدا کی رحمت سمجھتے تھے کوئی مہمان آتا تو خود اس کی میزبانی کرتے اور مہمان نوازی میں از حد کوشش تک خدمت کرتے۔ اس لیے مہمان کی اپنی بساط کے مطابق خدمت کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی ہے۔

مہمان نوازی کی اہمیت کے پیش نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مہمان نوازی کو ایمانِ کامل کا حصہ قرار دیا ہے اور فرمایا کہ جو شخص خدا اور قیامت کے دن پر ایمان لایا ہے اس کو چاہیئے کہ اپنے پڑوسی کی عزت کرے اور جو شخص خدا اور قیامت کے دن پر ایمان لایا ہے اسے چاہیئے کہ اپنے مہمان کو عزت کے ساتھ رکھے۔

مہمان نوازی میں وہ ساری باتیں داخل ہیں جو کسی کے آنے کی خوشی میں اعزاز و اکرام آرام و راحت اور سکون و مسرت کے جذبات کے لیے ہوں۔ ایک شخص دور سے چل کر ہمارے پاس آتا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ اس کے لیے ہر طرح کا انتظام کریں۔ مہمان نوازی کی مسنون باتیں احادیث کے مطابق مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ مہمان کی عزّت و احترام کرنا ایمان کا تقاضا ہے کہ مہمان کی عزت کی جائے مہمان کے آنے پر خوشی اور محبت کا اظہار کیا جائے۔ وسعتِ قلبی کے ساتھ مہمان کا استقبال کیا جائے۔ تنگ دلی اور بے رخی کا اظہار

نہ کیا جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مہمانوں کی عزت کرنا ایمانِ کامل کا جزو ہے اس لیے مہمانوں کی پوری خدمت و عزت نہ کرنا اہلِ ایمان کا شیوہ نہیں۔

حضرت بہاؤ الدین ذکریا ملتانیؒ اپنے مہمانوں کا بہت احترام کرتے اور جو شخص یہ کہتا کہ حضرت میں آپ سے ملاقات کے لیے آیا ہوں تو آپ خادموں سے کہتے کہ اس کی خدمت کر کے اللہ کی رحمت کو لوٹ لو اور حضرت کے خادم جو لنگر خانے میں کھانے کے لیے ہوتا لا کر پیش کر دیتے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَہٗ وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا یُؤْذِ جَارَہٗ وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ لِیَصْمُتْ وَفِیْ رِوَایَۃٍ بَدَلَ الْجَارِ وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَصِلْ رَحِمَہٗ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ اور آخری دن پہ ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔ جو اللہ اور آخری دن پہ ایمان رکھتا ہے۔ وہ اپنے ہمسائے کو تکلیف نہ دے۔ جو اللہ اور آخری دن پہ ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے ایک روایت میں ہمسائے کی جگہ ہے کہ جو اللہ اور آخری دن پہ ایمان رکھتا ہے وہ صلہ رحمی کرے۔

(متفق علیہ)

۲۔ مہمان کی خیر و عافیت دریافت کرنا

مہمان سے ملاقات پر اس سے سلام دعا کریں اور اس کے بعد اس کی خیر و عافیت دریافت کریں۔ جہاں سے وہ آیا ہے وہاں کی عافیت پوچھیں اگر مہمان قریبی رشتہ دار ہے تو رشتہ داروں کی خیریت پوچھیں۔ اس کے اہل و عیال۔ بہن بھائی اور والدین کے بارے میں معلوم کریں کہ ان کا حال کیسا تھا۔ پھر کاروبار یا ذریعۂ معاش کے بارے میں پوچھیں۔ ان تمام باتوں پر تبادلۂ خیال کرنے سے مہمان آپ کو صاحبِ ہمدردی

محسوس کرے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ کار تھا کہ جب کوئی آپ کی خدمت میں آتا تو آپ اس کی خیر و عافیت دریافت فرماتے اور اس کے بعد اپنے گھر میں پیغام بھیجتے جو گھر میں ہوتا وہ اس مہمان کی خدمت میں پیش کر دیتے۔

۳۔ مہمان ٹھہرانے کا بہتر بندوبست کرنا

مہمان کے آنے پر اسے بنیادی سہولتیں مہیا کریں۔ رفع حاجت کی اگر ضرورت ہو تو اسے جگہ بتائیں۔ اس کے ہاتھ منہ دھونے کا بندوبست کریں اگر مہمان غسل کرنا پسند کرے تو اس کے غسل کا انتظام کرنا چاہیئے۔ جس کمرے میں اس کے ٹھہرنے کا ارادہ ہو اسے بتا دیں۔ کھانے کا وقت نہ بھی ہو تو پھر بھی دریافت کریں کہ کھانے کی ضرورت ہے اگر ضرورت ہو تو فوراً خوراک کا بندوبست کریں۔ اگر مہمان تھکا ماندہ ہو اور وہ آرام کرنا چاہے تو آرام کا موقعہ دیں۔ اگر وہ بات چیت کرنا چاہے تو اس کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کریں تاکہ وہ خلوت اور پریشانی محسوس نہ کرے۔ مہمان اگر گھر میں نماز پڑھنا چاہے تو اس کے پاس مصلّٰی لاکر رکھ دیں۔ اور اگر مسجد میں جانا چاہے تو اسے مسجد کا راستہ بتا دیں۔ اگر پہلی مرتبہ ساتھ جائیں تو زیادہ بہتر ہے۔ قبلے کا رخ بھی بتا دیں تاکہ وہ صحیح سمت کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ سکے۔

وَعَنْ اَبِیْ شُرَیْحِ نِ الْکَعْبِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَہٗ جَائِزَتُہٗ یَوْمٌ وَّلَیْلَۃٌ وَّالضِّیَافَۃُ ثَلٰثَۃُ اَیَّامٍ فَمَا بَعْدَ ذٰلِکَ فَھُوَ صَدَقَۃٌ وَّلَا یَحِلُّ لَہٗ اَنْ یَّثْوِیَ

حضرت ابو شریح کعبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو اللہ اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔ ایک دن رات پُرتکلف دعوت ہے۔ تین دن ضیافت ہے اور جو اس کے بعد ہو وہ صدقہ ہے اور کسی کے لیے جائز نہیں کہ دوسرے کے پاس اتنا ٹھہرے کہ وہ تنگ آجائے۔

عِنْدَهٗ حَتّٰى يُحْرِجَهٗ ۔ (متفق علیہ)

۴۔ حیثیت کے مطابق کھانے کا انتظام کرنا

مہمان نوازی میں تکلف سے گریز کرنا چاہیئے اور سادہ طریقے سے اپنی حیثیت کے مطابق انتظام کرنا چاہیئے۔ تکلف کا مطلب یہ ہے کہ مہمان کو اپنی حیثیت سے بڑھ کر ایسا کھانا کھلائے جو وہ خود نہ کھا سکتا ہو۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ مجھے اس کی پروا نہیں کہ میرے پاس کوئی بھائی بھی آجائے اس لیے کہ میں اس کی خاطر تکلف نہیں کرتا جو موجود ہوتا ہے وہ پیش کر دیتا ہوں۔ اور اگر میں تکلف کروں اور جو حاضر نہ ہو وہ لا کر دوں تو میں اس کے بار بار آنے سے تنگ آ جاؤں اور اس کی مہمان نوازی مجھے ناگوار لگے۔ میں نے چونکہ تکلف کی راہ اختیار نہیں کی اس لیے اس کی مہمان نوازی مجھ پر کوئی بوجھ نہیں۔ یہی بات حدیث پاک میں یوں بیان کی گئی ہے۔

• وَعَنْ اَنَسٍ اَوْ غَيْرِهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَاْذَنَ عَلٰى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فَقَالَ سَعْدٌ وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَلَمْ يُسْمِعِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى سَلَّمَ ثَلَاثًا وَرَدَّ عَلَيْهِ سَعْدٌ ثَلٰثًا وَلَمْ يُسْمِعْهُ فَرَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاتَّبَعَهٗ سَعْدٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ مَا سَلَّمْتَ تَسْلِيْمَةً اِلَّا هِيَ بِاُذُنِيْ وَلَقَدْ رَدَدْتُ عَلَيْكَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ یا کسی دوسرے صحابی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ بن عبادہ سے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ حضرت سعد نے وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی نہ دے یہاں تک کہ حضورؐ نے تین دفعہ سلام کیا اور حضرت سعدؓ نے تینوں دفعہ جواب دیا کہ آپ نہ سنیں۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوٹ گئے اور حضرت سعدؓ آپ کے پیچھے ہو لیے۔ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپ پر قربان جتنی دفعہ بھی آپؐ نے سلام کیا میرے ان کانوں نے سنا اور میں نے آپ کو جواب دیا۔ لیکن ایسا کہ آپؐ نہ سنیں

وَلَعُوْا اُسْمِعْكَ اَحْبَبْتُ اَنْ اَسْتَكْثِرَ مِنْ سَلَامِكَ وَمِنَ الْبَرَكَةِ ثُمَّ دَخَلُوا الْبَيْتَ فَقَرَّبَ لَهُ زَبِيْبًا فَاَكَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ اَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلٰئِكَةُ وَاَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ

تاکہ آپ زیادہ دفعہ ہم پر سلامتی اور برکت بھیجیں پھر گھر میں داخل ہوئے اور انھوں نے کشمش پیش کیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تناول فرمائیں۔ جب فارغ ہوئے تو فرمایا۔ تمھارا کھانا نیک بندوں نے کھایا۔ فرشتوں نے تمھارے لیے دعائے رحمت کی اور تمھارے پاس روزہ داروں نے روزہ افطار کیا (شرح السنۃ)

۵۔ مہمان اللہ کی رحمت ہے

مہمان کے کھانے میں اظہار مسرت کرنا چاہیئے مہمان نوازی میں کھانا کھلانے میں خدمت کرنے میں تنگ دلی کا ثبوت نہ دیں۔ مہمان زحمت نہیں بلکہ اللہ کی رحمت لے کر آتا ہے اور خیر وبرکت کا ذریعہ بنتا ہے کیونکہ جس گھر میں مہمان کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ اللہ کی رحمت وہاں اُڑ آتی ہے۔ کیونکہ جس خدا نے مہمان کو بھیجا اسی نے اس کا رزق بھی بھیجا۔ وہ آپ کے دستر خوان پر کچھ نہیں کھاتا بلکہ مہمان اپنی قسمت خود لے کر آتا ہے اور مہمان کا آنا عزت میں اضافے کا ذریعہ بنتا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْخَيْرُ اَسْرَعُ اِلَى الْبَيْتِ الَّذِيْ يُؤْكَلُ فِيْهِ مِنَ الشَّفْرَةِ اِلَى سَنَامِ الْبَعِيْرِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس گھر میں کھانا کھلایا جائے بھلائی اس کی طرف کوہان کی طرف جانے والی چھری سے زیادہ تیزی کے ساتھ دوڑتی ہے۔ (ابن ماجہ)

۶۔ مہمان سے دعا کروانا سنّت ہے

مہمان سے اپنے حق میں خیر وبرکت کی دعا کروانا مسنون ہے۔ تاکہ

جب کوئی اللہ کا نیک بندہ مہمان ہو تو اس سے دعا کروانا بہت ہی بہتر ہے۔ حضرت عبداللہ بن بسرؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے والد کے یہاں ٹھہرے۔ ہم نے آپ کے سامنے ہریسہ پیش کیا۔ آپ نے تھوڑا سا تناول فرمایا۔ پھر ہم نے کھجوریں پیش کیں۔ آپؐ کھجوریں کھاتے تھے اور گٹھلیاں شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی میں پکڑ پکڑ کر پھینکتے جاتے تھے۔ پھر پینے کے لیے کچھ پیش کیا گیا آپؐ نے نوش فرمایا اور اپنے دائیں طرف بیٹھنے والے کے آگے بڑھا دیا۔ جب آپ تشریف لے جانے لگے تو والد محترم نے آپ کی سواری کی لگام پکڑ لی۔ اور درخواست کی کہ حضورؐ ہمارے لیے دعا فرمائیں۔ تو حضورؐ نے دعا فرمائی۔

۷۔ مہمان کی فرمائش کا خیال کرنا

کھانا تیار کرنے سے پہلے مہمان سے اس کی پسندیدہ چیز کے بارے میں پوچھ لینے میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ بعض حضرات کو طبی لحاظ سے کسی نہ کسی چیز کا پرہیز ہوتا ہے اور آپ پوچھے بغیر ایسی چیز پکوائیں جو مہمان نہ کھاتا ہو۔ اس سے پریشانی کا سامنا کرنا پڑے۔ مہمان کو بھی چاہیئے کہ بے تکلف ہو کر جس چیز کو کھاتا ہو میزبان کو بتادے اس طرح دونوں فریقوں کی آسانی ہوگی۔

ایک حدیث میں ہے کہ جس نے اپنے بھائی کی جائز خواہش کو پورا کیا۔ اس کی بخشش ہو گئی۔ اور جس نے اپنے مسلمان بھائی کو خوش کیا گویا اس نے اللہ کو خوش کیا۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے اپنے بھائی کو اس کی چاہت سے لذت یاب کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس لاکھ نیکیاں لکھے گا اور اس کے دس لاکھ گناہ معاف کردے گا اور اس کے ایک ہزار درجات بلند کریگا اور اللہ تعالیٰ اسے جنت فردوس، جنت عدن اور جنت خلد سے کھلانے کے لیے آخرت میں عطا فرمائے گا۔ (قوت القلوب)

۸۔ ہاتھ دُھلانا اور دسترخوان پہ کھانا لگانا

مہمان کے لیے سنت کے مطابق دسترخوان بچھائیں۔ میز وغیرہ پر کھلانے کا بندوبست نہ کریں۔ اگر چارپائی پر مہمان بیٹھنا چاہے تو چارپائی کے ساتھ میز لگا کر اس پر کھانا رکھ دیں۔ بہرکیف جیسے آسانی ہو ویسے ہی کریں۔ جب کھانا دسترخوان پر لگائیں تو مہمانوں کی تعداد کو مدنظر رکھیں۔ برتن مہمانوں کی تعداد سے زیادہ رکھیں۔ ہو سکتا ہے کہ کھانے کے دوران کوئی اور آدمی آجائے یا کسی برتن کی ضرورت پڑ جائے کھانا لگانے سے قبل مہمان کے ہاتھ دھلائیں۔ اگر ہاتھ دھوتے کا انتظام ہو تو مہمان کو بتادیں کہ وہ ہاتھ دھولے۔ اگر ٹونٹی کا انتظام نہیں تو پھر خود لوٹے میں پانی لے کر مہمان کے ہاتھ دھلائیں اور اپنے ہاتھ بھی دھولیں

حضرت انس بن مالکؓ اور ثابت بنانی کھانے پر جمع ہوئے۔ حضرت ثابت کی طرف طشتری بڑھائی گئی تاکہ وہ ہاتھ دھوئیں۔ وہ رک گئے۔ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ اگر تیرا بھائی تیرا اکرام کرے تو اس کی عزت افزائی کو قبول کرلے۔ اور رد نہ کر۔ اس لیے کہ وہ رضائے الٰہی کے لیے اکرام کر رہا ہے۔

ہارون الرشید نے ابومعاویہ نابینا کو کھانے پر بلایا اور طشتری میں ان کے ہاتھوں پر خود پانی ڈالا۔ جب فارغ ہوئے تو پوچھا کہ اے ابومعاویہ! آپ جانتے ہیں کہ آپ کے ہاتھوں پر کس نے پانی ڈالا؟ فرمایا نہیں، کہا امیرالمومنین نے۔ تو انھوں نے جواباً عرض کیا اے امیرالمومنین! تو نے علم کی عزت و تکریم کی۔ اللہ تعالیٰ تجھے عزت عطا فرمائے گا جیسے کہ تو نے علم کی عزت و تکریم کی۔

۹۔ مہمان نوازی سے محروم رہنے والے مہمان کا حق

ایسا شخص جو کسی مقام پر جائے اور وہاں کے لوگ اس کی مہمان نوازی نہ کریں یا اس کا میزبان اس کے لیے خاطر خواہ بندوبست نہ کرے

اور کھانے پینے سے محروم رہے اور بھوک برداشت کر رہا ہو تو اسے حق پہنچتا ہے کہ وہ میزبان کی اشیاء سے از خود اٹھا کر کھالے کیونکہ جہاں مہمان کو حق نہ ملے وہاں وہ اپنا حق خود حاصل کر سکتا ہے۔

عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِیْ کَرِبَ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَیُّمَا مُسْلِمٍ ضَافَ قَوْمًا فَاَصْبَحَ الضَّیْفُ مَحْرُوْمًا کَانَ حَقًّا عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ نَصْرُہٗ حَتّٰی یَاْخُذَ لَہٗ بِقِرَاہُ مِنْ مَالِہٖ وَ زَرْعِہٖ (رواہ الدارمی وابوداؤد) وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَّہٗ وَاَیُّمَا رَجُلٍ ضَافَ قَوْمًا فَلَمْ یَقْرُوْہُ کَانَ لَہٗ اَنْ یُّعْقِبَہُمْ بِمِثْلِ قِرَاہُ۔

روایت ہے کہ حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ جو مسلمان کسی قوم کا مہمان ہو اور صبح تک مہمانی سے محروم رہے تو ہر مسلمان پر اس کا حق ہے یہاں تک کہ وہ اپنی مہمانی اس کے مال اور زراعت سے حاصل کرے (دارمی، ابوداؤد) اور اسی کی ایک روایت میں ہے کہ جو آدمی کسی قوم کا مہمان ہو اور وہ اس کی مہمانی نہ کریں تو اسے اپنی مہمانی کے برابر کر لینے کا حق ہے۔

۱۰۔ مہمان کے ساتھ مل کر کھانا

مہمان نوازی کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ کھانا مہمان کے ساتھ مل کر کھائیں۔ کیونکہ اس سے مہمان کی دلجوئی ہوگی اگر مہمان زیادہ ہوں اور آپ بذاتِ خود میزبانی کے فرائض سرانجام دے رہے ہوں تو پھر بیشک کھانا نہ کھائیں بلکہ ان کی خدمت میں توجہ دیں تاکہ مہمان نوازی میں کوئی کمی نہ رہ جائے۔ بعض امیر لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ اپنے غریب مہمانوں کے ساتھ مل کر کھانا نہیں کھاتے کیونکہ ایسا کرنا وہ اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ یہ حرکت قطعاً اچھی نہیں ہے۔

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ

حضرت عمرؓ بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ كُلُوْا جَمِیْعًا وَلَا تَفَرَّقُوْا فَاِنَّ الْبَرَكَةَ مَعَ الْجَمَاعَةِ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مل کر کھایا کرو۔ الگ الگ نہ کھاؤ۔ کیونکہ برکت جماعت کے ساتھ ہے۔ (ابن ماجہ)

۱۱۔ بے مروّت مہمان کے ساتھ اچھے سلوک کی تاکید

ایسا مہمان جس نے تمہارے ساتھ مہمان نوازی میں بُرا سلوک کیا ہو۔ جب وہ مہمان بن کے تمہارے پاس آئے تو اس سے بدلہ نہ لیں اور نہ بدلے میں اس کے ساتھ بُرا سلوک کریں بلکہ اس کی بے مروّتی کا بدلہ اچھے اخلاق اور سلوک کی صورت میں دیں اور ایسا کرنے سے ہوسکتا ہے کہ اس کی اصلاح ہوجائے۔

وَعَنْ اَبِی الْاَحْوَصِ الْجُشَمِیِّ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرَاَیْتَ اِنْ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ فَلَمْ یَقْرِنِیْ وَلَمْ یُضِفْنِیْ ثُمَّ مَرَّبِیْ بَعْدَ ذٰلِكَ اَقْرِیْہِ اَمْ اَجْزِیْہِ قَالَ بَلْ اَقْرِہٖ۔

ابوالاحوص جشمی سے روایت ہے کہ ان کے والد ماجد نے فرمایا۔ میں عرض گذار ہوا کہ یارسول اللہ! کیا ارشاد ہے جبکہ میں ایک آدمی کے پاس سے گزروں، تو نہ وہ میری مہمانی کرے اور نہ ضیافت۔ پھر اس کے بعد وہ میرے پاس سے گزرے تو کیا میں اس کی مہمانی کروں یا بدلہ دوں؟ فرمایا کہ اس کی مہمانی کرو (ترمذی)

۱۲۔ مہمان کو اپنی ذات پر ترجیح دینا

مہمان نوازی میں مہمان کو اپنی ذات پر ترجیح دینی چاہیئے۔ کھانے پینے کی اشیاء اگر کم ہوں تو خود صبر کریں اور مہمان کو کھلادیں اور ایسے ایثار پر اللہ راضی ہوگا۔

ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور بولا حضورؐ! میں بھوک سے بیتاب ہوں۔ آپؐ نے اپنی کسی بیوی کے یہاں کہلایا کھانے کے لیے جو کچھ موجود ہو، بھیج دو۔ جواب آیا اس خدا کی قسم جس نے آپ کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ یہاں تو پانی کے سوا

اور کچھ نہیں ہے۔ پھر آپ نے دوسری بیوی کے یہاں کہلا بھیجا۔ وہاں سے بھی یہی جواب آیا یہاں تک کہ آپؐ نے ایک ایک کر کے سب بیویوں کے یہاں کہلوایا اور سب کے یہاں سے اسی طرح کا جواب آیا اب آپؐ اپنے صحابیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا آج رات کے لیے اس مہمان کو کون قبول کرتا ہے۔ ایک انصاری صحابیؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! میں قبول کرتا ہوں۔

انصاری مہمان کو اپنے گھر لے گئے اور گھر جا کر بیوی کو بتایا۔ میرے ساتھ یہ رسول اللہ کے مہمان ہیں ان کی خاطر داری کرو۔ بیوی نے کہا میرے پاس تو صرف بچوں کے لائق کھانا ہے۔ صحابی نے کہا بچوں کو کسی طرح بہلا کر سُلا دو اور جب مہمان کے سامنے کھانا رکھو تو کسی بہانے سے چراغ بجھا دینا اور کھانے پر مہمان کے ساتھ بیٹھ جانا تاکہ یہ محسوس ہو کہ ہم بھی کھانے میں شریک ہیں۔

اس طرح مہمان نے تو پیٹ بھر کر کھایا اور گھر والوں نے ساری رات فاقے سے گزاری۔ جب یہ صحابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے دیکھتے ہی فرمایا۔ تم دونوں نے رات اپنے مہمان کے ساتھ جو حسنِ سلوک کیا وہ خدا کو بہت ہی پسند آیا۔ (بخاری و مسلم)

۱۳۔ مہمان کو الوداع کرنے کا سُنّت طریقہ

مہمان کو جب الوداع کریں تو سنت طریقے سے کریں۔ الوداع کا سنت طریقہ یہ ہے کہ جب مہمان گھر سے روانہ ہونے لگے تو اس کے ساتھ باہر دروازے تک تشریف لائیں اور اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اسے رخصت کریں۔ صوفیا کا الوداع کے سلسلے میں یہ طریقہ کار رہا ہے کہ وہ مہمان کو الوداع کہتے ہوئے کچھ نادر راہ کے لیے نقدی بھی دے دیتے۔ اگر کوئی مہمان اس بات کا مستحق ہو تو اس کے ساتھ اسی طرح کریں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ — حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

اللہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ السُّنَّۃِ اَنْ یَّخْرُجَ الرَّجُلُ مَعَ ضَیْفِہٖ اِلٰی بَابِ الدَّارِ۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنت یہ ہے کہ آدمی اپنے مہمان کے ساتھ گھر کے دروازے تک جائے (ابن ماجہ)

۱۴۔ مہمان کے لیے پُرتکلف کھانا تیار کروانا

مہمان کے لیے پُرتکلف کھانا پکوانا بھی درست ہے مگر اس سلسلے میں اپنی مالی حیثیت سے بڑھ کر پاؤں نہیں پھیلانا چاہیئے تاکہ آئندہ وقت میں پریشانی کا باعث نہ بنے اس کے ساتھ ہی ایک اخلاقی ادب یہ بھی ہے کہ کھانا تیار کروانے کے بعد مہمان اگر نہ کھائے تو اصرار کرنا بھی درست ہے تاکہ جس کے لیے کھانا تیار کروایا گیا ہے وہ کھالے اور اسے بار بار کہیں کہ وہ کھالے اگر وہ نہ کھائے تو پھر اس وقت خود بھی نہ کھائیں۔ مندرجہ ذیل روایت سے یہی بات اخذ ہوتی ہے۔

عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِیْ جُحَیْفَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ اٰخَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ سَلْمَانَ وَاَبِی الدَّرْدَآءِ فَزَارَ سَلْمَانُ اَبَا الدَّرْدَآءِ فَرَاٰی اُمَّ الدَّرْدَآءِ مُتَبَذِّلَۃً فَقَالَ لَھَا مَا شَاْنُکِ۔ قَالَتْ اَخُوْکَ اَبُو الدَّرْدَآءِ لَیْسَ لَہٗ حَاجَۃٌ فِی الدُّنْیَا۔ فَجَآءَ اَبُو الدَّرْدَآءِ فَصَنَعَ لَہٗ طَعَامًا فَقَالَ کُلْ اِنِّیْ صَائِمٌ قَالَ مَا اَنَا بِاٰکِلٍ حَتّٰی تَاْکُلَ فَاَکَلَ فَلَمَّا کَانَ اللَّیْلُ ذَھَبَ

عون بن ابو جحیفہ نے اپنے والد ماجد حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابو درداءؓ کو بھائی بنا دیا تو حضرت سلمانؓ نے حضرت ابو درداءؓ سے ملاقات کی اور حضرت ام درداءؓ کو خستہ حالی میں دیکھ کر پوچھا کہ تمھارا کیسا حال ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ آپ کے بھائی ابو درداءؓ کو دنیا سے واسطہ ہی نہیں رہا جب حضرت ابو درداءؓ آگئے تو ان کے لیے کھانا تیار کیا گیا اور کہا کہ کھائیے کیونکہ میں تو روزے سے ہوں۔ انھوں نے کہا کہ میں تو اس وقت تک نہیں کھاؤں گا جب تک آپ میرے ساتھ نہ کھائیں۔ چنانچہ انھوں نے

اَبُوالدَّرْدَاءِ یَقُوْمُ فَقَالَ نَمْ فَنَامَ ثُمَّ ذَهَبَ یَقُوْمُ فَقَالَ نَمْ فَلَمَّا کَانَ اٰخِرُ اللَّیْلِ قَالَ سَلْمَانُ قُمِ الْاٰنَ قَالَ فَصَلَّیَا فَقَالَ لَهٗ سَلْمَانُ اِنَّ لِرَبِّكَ عَلَیْكَ حَقًّا وَ لِنَفْسِكَ عَلَیْكَ حَقًّا وَلِاَ هْلِكَ عَلَیْكَ حَقًّا فَاَعْطِ کُلَّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّهٗ فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ سَلْمَانُ۔

اَبُوْ جُحَیْفَةَ وَهْبُ السَّوَائِیُّ یُقَالُ وَهْبُ الْخَیْرِ۔

بھی کھایا۔ جب رات ہو گئی تو حضرت ابوالدرداءؓ قیام کرنے لگے تو انھوں نے کہا کہ سو جائیے۔ وہ پھر قیام کرنے لگے تو انھوں نے کہا کہ سو جائیے۔ جب آخری رات ہوئی تو حضرت سلمانؓ نے کہا کہ اب کھڑے ہو جاؤ۔ چنانچہ دونوں نے تہجد کی نماز پڑھی۔ پھر حضرت سلمانؓ نے ان سے کہا کہ آپ کے رب کا آپ پر حق ہے اور آپ کے نفس کا بھی آپ پر حق ہے۔ اور آپ کی بیوی کا بھی آپ پر حق ہے۔ لہٰذا ہر حق والے کا حق ادا کیجیے۔ جب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کے حضور اس امر کا تذکرہ کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلمانؓ نے سچ کہا ہے۔ ابو جحیفہ کا لقب وہب السوائی ہے جنھیں وہب الخیر بھی کہا جاتا ہے۔ (بخاری شریف)

۱۵۔ مہمان کے سامنے غصے کے اظہار کی ممانعت

مہمان کی موجودگی میں غصے کا اظہار نہیں کرنا چاہیئے

کیونکہ اس سے مہمان کے دل میں وسوسہ پیدا ہو سکتا ہے کہ کہیں اسے میرا آنا برا تو نہیں لگا جس وجہ سے یہ غصے کا اظہار کر رہا ہے۔ اس لیے گھر والوں سے مہمانوں کی موجودگی بڑے اچھے ماحول کا ثبوت دینا چاہیئے۔ مندرجہ ذیل واقعہ سے یہی سبق حاصل ہوتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا جَاءَ اَبُوْ بَکْرٍ بِضَیْفٍ لَهٗ فَاَمْسٰی

ابو عثمان نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اپنے مہمان یا مہمانوں کو لے کر تشریف لائے۔ پھر شام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا جَاءَ قَالَتْ اُمِّي احْتَبَسْتَ عَنْ ضَيْفِكَ اَوْ اَضْيَافِكَ اللَّيْلَةَ قَالَ مَا عَشَّيْتِهِمْ فَقَالَتْ عَرَضْنَا عَلَيْهِ اَوْ عَلَيْهِمْ فَاَبَوْا اَوْ فَاَبٰى فَغَضِبَ اَبُوْ بَكْرٍ فَسَبَّ وَجَدَّعَ وَحَلَفَ لَا يَطْعَمُهُ فَاخْتَبَاْتُ اَنَا فَقَالَ يَا غُنْثَرُ فَحَلَفَتِ الْمَرْاَةُ لَا تَطْعَمُهُ حَتّٰى يَطْعَمَهُ فَحَلَفَ الضَّيْفُ اَوِ الْاَضْيَافُ اَنْ لَا يَطْعَمَهُ اَوْ يَطْعَمُوْهُ حَتّٰى يَطْعَمَهُ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ كَانَ هٰذِهٖ مِنَ الشَّيْطَانِ فَدَعَا بِالطَّعَامِ فَاَكَلَ وَاَكَلُوْا فَجَعَلُوْا لَا يَرْفَعُوْنَ لُقْمَةً اِلَّا رَبَا مِنْ اَسْفَلِهَا اَكْثَرُ مِنْهَا فَقَالَ: يَا اُخْتَ بَنِيْ فِرَاسٍ مَا هٰذَا؟ فَقَالَتْ وَقُرَّةِ عَيْنِيْ اِنَّهَا الْاٰنَ لَاَكْثَرُ قَبْلَ اَنْ نَاْكُلَ فَاَكَلُوْا وَبَعَثَ بِهَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَنَّهٗ اَكَلَ مِنْهَا۔

کی خدمت میں چلے گئے۔ جب واپس تشریف لائے تو میری والدہ ماجدہ عرض گزار ہوئیں کہ آج رات آپ نے مہمان یا مہمانوں کے کھانے میں دیر کر دی فرمایا کہ کیا تم نے انھیں کھانا نہیں کھلایا۔ انھوں نے کہا کہ ہم نے اس کے یا ان کے سامنے کھانا رکھا لیکن انھوں نے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ ناراض ہوئے اور برُا بھلا کہنے لگے اور نہ کھانے کی قسم کھائی۔ چنانچہ میں چھُپ گیا تو آپ نے کہا اے جاہل! پس والدہ ماجدہ نے بھی قسم کھالی کہ وہ کھانا نہیں کھائیں گی جب تک یہ نہ کھائیں۔ مہمان یا مہمانوں نے بھی قسم کھائی کہ وہ کھانا نہیں کھائے گا یا نہیں کھائیں گے جب تک یہ نہ کھائیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ یہ بات شیطان کی طرف سے تھی پھر انھوں نے کھانا منگوایا اور کھایا لہٰذا انھوں نے بھی کھایا۔ چنانچہ یہ جب لقمہ اٹھاتے تو اس کے نیچے اور بڑھ جاتا۔ پس انھوں نے فرمایا کہ اے بنی فراس کی بہن! یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا آنکھوں کی ٹھنڈک کی قسم! یہ کھانا تو اس سے بھی زیادہ ہے جس کو ہم کھانے بیٹھے تھے۔ چنانچہ سب نے کھا لیا اور پھر اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا پھر بتایا کہ حضورؐ نے بھی اس سے تناول فرمایا (بخاری شریف)

(۹)

سونے کے آداب

نیند اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے سونے سے جسم کو راحت ملتی ہے۔ نقاہت اور تھکان دور ہو جاتی ہے۔ نیند انسان کو تازہ دم بنا دیتی ہے۔ دن بھر کی محنت اور مشقت کو راحت میں بدل دیتی ہے۔ نیند کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ:۔

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُورًا ۝

اور وہی تو ہے جس نے رات کو تمھارے لیے پردہ اور نیند کو آرام بنایا اور دن کو اٹھ کھڑے ہونے کا وقت ٹھہرایا۔ (پ ۱۹۔ فرقان: ۴۷)

اس آیت میں بتایا ہے کہ نیند کو تمھارے لیے آرام بنایا ہے۔ ایک اور مقام پر اللہ نے یہی فرمایا ہے کہ:۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاۗؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۝

تمھارا رات اور دن میں سونا اسی کی نشانیوں میں سے ہے ایسے ہی اس کا فضل تلاش کرنا۔ جو لوگ سنتے ہیں ان کے لیے ان (باتوں) میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ (پ ۲۱، روم: ۲۳)

یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے پہلے والی بات کا اعادہ فرمایا ہے کہ رات یا دن کے وقت سونا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔

وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۝ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ

اور نیند کو تمھارے لیے آرام بنایا۔ اور رات کو پردہ مقرر کیا اور دن کو معاش (کا وقت)

مَعَاشًا - قرار دیا - ر پ۳۰ - نبا: ۹ تا ۱۱)

مجموعی طور پر ان آیات سے یہی بات واضح ہوتی ہے کہ رات اللہ تعالیٰ نے آرام کے لیے بنائی ہے تاکہ لوگ سو کر تازہ دم ہو جائیں - نیند کے بغیر چارہ نہیں کیونکہ جبتک تھکے ہوئے جسم کو سکون میسر نہ ہوگا - وہ احکامِ الٰہی سرانجام دینے کے قابل نہ ہوگا - مگر نیند کے سلسلے میں شریعت نے اعتدال کی حد قائم کی ہے کہ ضرورت کی حد تک سوئیں، ضرورت سے زیادہ سونا باعثِ غفلت ہے -

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی نے کہا ہے کہ دن رات کے ایک تہائی حصہ کو سونے میں گزارنا چاہیئے تاکہ جسم اضطراب اور بے چینی سے محفوظ رہے - ان ۸ یعنی ۸ گھنٹوں میں جو سونے کے لیے مقرر کیے گئے ہیں - مرید کو دو گھنٹے دن کے وقت میں مخصوص کرنا چاہیئے (دو گھنٹے دن میں سوئے) اور چھ گھنٹے رات میں - دن اور رات کے ان گھنٹوں میں موسم گرما اور موسم سرما میں رات کے طویل اور مختصر ہونے کے اعتبار سے کمی اور بیشی بھی کی جا سکتی ہے - اگر مرید میں حسنِ نیت اور صدقِ طلب موجود ہے تو اس مقدار یعنی ۸ کو کم بھی کیا جا سکتا ہے (سونے کے لیے وقت کو اس سے بھی کم کیا جا سکتا ہے) اگر بتدریج اس کمی کی عادت ڈالی جائے تو اس سے کسی نقصان کا احتمال نہیں ہے، اس صورت میں وہ بیداری کی گرانی (گراں باری) اور نیند کی کمی کو وہ اپنی روحانیت اور محبت کے باعث برداشت کر سکتا ہے -

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ نیند کی طبع وخاصیت سرد و مرطوب ہے اس لیے یہ جسم اور دماغ کے لیے مفید ہے اور حرارت اور خشکی کو دفع کر کے مزاج کو سکون بخشتی ہے -

پس اگر ۸ (۸ گھنٹے) میں بھی کمی کر دی جائے گی تو اس سے دماغ کو نقصان پہنچے گا اور جسمانی اضطراب اس کا نتیجہ ہوگا - ہاں اگر روحانی اور قلبی محبت اس کے قائم مقام بن جائیں تو پھر نقصان پہنچنے کا احتمال نہیں رہے گا - اس لیے کہ روح اور محبت کا مزاج سرد و

مرطوب ہے جو نیند کا مزاج ہے (پس باعتبار مزاج یہ اس کا بدل ہو سکتے ہیں) پس اس روحانیت سے رات کی طوالت مدت گھٹ سکتی ہے جیسا کہ مشہور ہے کہ روحانیت کی بدولت رات کی طولانی گھڑیاں گھٹ کر رہ جاتی ہیں۔ ایک مقولہ ہے کہ وصل کا ایک سال آنکھ جھپکنے کا لمحہ ہے اور ہجر وجدائی کا ایک پل ایک سال کے برابر ہے۔ پس صاحبانِ حال کے لیے طویل راتیں چھوٹی ہو جاتی ہیں۔

حضرت ابوطالب مکی نے کہا ہے کہ اگر مرید پسند کرے تو رات کا پہلا تیسرا حصہ سو جائے اور نصف رات تک قیام کرے اور پھر آخری حصے میں کچھ آرام کرلے۔ اس طرح اپنی رات کی تقسیم کرلے کہ کچھ حصہ آرام میں گزارے اور کچھ حصہ یادِ الٰہی میں مصروف رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کے چند آداب بتائے ہیں جو حسبِ ذیل ہیں۔

۱۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے کا طریقہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سونا نہ زیادہ تھا اور نہ ہی بہت کم بلکہ اعتدال کا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز کے بعد وضو کی حالت ہی میں سونے کے لیے اپنے بسترِ مبارک پر تشریف لے جاتے اور بستر مبارک کو جھاڑتے اس کے بعد جوتے اتار کر بستر مبارک پر لیٹتے۔ اور اللہ کا ذکر کرنے۔ قرآن پاک کی چند سورتیں پڑھتے۔ اور پھر محوِ خواب ہو جاتے۔ رات کو پچھلے پہر جاگتے تو اٹھ کر وضو فرماتے اور نماز تہجد ادا کرتے۔ اس کے بعد اگر نیند آجاتی تو دوبارہ سو جاتے اور اگر نیند نہ آتی تو بیدار رہتے۔ صبح کی اذان ہوتی تو نماز صبح کی تیاری فرماتے۔ بعض اوقات یوں بھی ہوتا تمام رات بیدار رہتے اور عبادت میں گزارتے۔ رمضان المبارک میں رات کو اکثر شب بیداری فرماتے۔ حضورؐ کا اکثر معمول یہی تھا کہ نہ زیادہ سوتے اور نہ زیادہ جاگتے۔ عبادت کا حق بھی ادا کرتے اور جسم کا حق بھی یعنی اسے آرام بھی پہنچاتے۔ حضورؐ کے سونے کا انداز یہ تھا کہ آپ چت نہ لیٹتے تھے بلکہ دائیں رخسار کے نیچے ہاتھ رکھ کر چہرہ مبارک ایک طرف

کرکے پہلو کی جانب آرام فرماتے۔ جب دل چاہتا کروٹ بدل لیتے۔

عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَوٰى إِلٰى فِرَاشِهٖ نَامَ عَلٰى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ أَسْلَمْتُ نَفْسِيْ إِلَيْكَ وَوَجَّهْتُ وَجْهِيْ إِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ أَمْرِيْ إِلَيْكَ وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِيْ إِلَيْكَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً إِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَأَ مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ۔ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ أَنْزَلْتَ وَبِنَبِيِّكَ الَّذِيْ أَرْسَلْتَ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر تشریف لاتے تو دائیں پہلو پر آرام فرما ہوتے۔ پھر یہ کلمات پڑھتے۔ "اللھم اسلمت الخ"، (ترجمہ) یا اللہ! میں نے اپنے آپ کو تیرے حوالے کیا، اپنا چہرہ تیری طرف متوجہ کیا۔ اپنا معاملہ تیرے سپرد کیا۔ رغبت اور خوف دونوں صورتوں میں تیرا سہارا تیرے عذاب سے تیرے دامن رحمت ہی میں پناہ مل سکتی ہے۔ میں تیری اتاری ہوئی کتاب اور تیرے بھیجے ہوئے رسول پر ایمان لایا۔

(بخاری شریف)

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ حضورؐ دائیں پہلو پر نیند فرماتے اور سوتے وقت مندرجہ بالا دعا پڑھتے۔ ایک اور روایت میں آپ کے سونے کے متعلق یوں وضاحت ہوتی ہے۔

وَعَنْ أَبِيْ قَتَادَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا عَرَّسَ بِلَيْلٍ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ وَإِذَا عَرَّسَ قُبَيْلَ الصُّبْحِ نَصَبَ ذِرَاعَهٗ وَوَضَعَ رَأْسَهٗ عَلٰى كَفِّهٖ۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کے وقت اترتے تو داہنی کروٹ پر لیٹ جاتے اور جب صبح کے قریب اترتے تو اپنی کلائی کو کھڑی رکھتے اور سر مبارک کو اپنی ہتھیلی پر رکھ لیتے۔ (شرح السنۃ)

۲۔ سونے سے پہلے وضو کرنا

عشار کی نماز پڑھنے سے پہلے نہیں سونا چاہیئے۔ کیونکہ پہلے سونے سے عشار کی نماز قضا ہو جائے گی۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی عشار کی نماز پڑھے بغیر اس سے پہلے نہ سوتے اور آپ تاکید فرماتے کہ سونے سے پہلے اگر وضو ہو تو بہتر ہے ورنہ وضو کر لو۔ کیونکہ وضو سے انسان طہارت میں آجائے گا جس کے باعث سونے سے پہلے ذکر الٰہی کی طرف رغبت پیدا ہوگی اور پاکیزگی کی حالت میں شیطان بھی دور رہے گا اس لیے حضورؐ نے سونے سے پہلے وضو کو ضروری قرار دیا ہے۔ اکثر بزرگانِ دین باوضو ہی آرام فرماتے رہے ہیں۔

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوْءَكَ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰى شِقِّكَ الْاَيْمَنِ وَقُلْ۔ وَذَكَرَ نَحْوَهٗ وَفِيْهِ وَاجْعَلْهُنَّ اٰخِرَ مَا تَقُوْلُ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا جب اپنے بستر پر جانے کا ارادہ کرو تو نماز جیسا وضو کرلو۔ پھر دائیں پہلو پر لیٹ جاؤ اور آخر میں یہ کلمات کہو۔ یہ وہ کلمات ہیں جو اوپر والی حدیث میں بیان ہوئے ہیں۔

(بخاری شریف)

۳۔ چراغ بجھانے کی تاکید

سوتے وقت چراغ کو بجھا دینا چاہیئے۔ پرانے وقتوں میں عموماً سرسوں کا تیل کسی برتن میں ڈال کر چراغ بنا لیا جاتا تھا جو اوپر سے ننگا ہوتا تھا۔ جس سے آگ لگنے کا خطرہ ہوتا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ویسے ہی چراغ تھے تو آپؐ نے انھیں سوتے وقت بجھا دینے کی تاکید فرمائی۔ بجلی کے چراغ جو اس سے بہت زیادہ محفوظ ہیں اگر انھیں کسی بنا پر جلتا رکھنے کی ضرورت ہو تو انھیں جلتا رکھنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ بعض چھوٹے بچے

اندھیرے میں ڈرتے ہیں اور سوتے نہیں۔ یا کوئی بوڑھا مریض ہو تلب ہے تو اس کی عیادت کے لیے بھی روشنی کی ضرورت پڑتی ہے تو اس صورت میں چراغ جلتا رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ عام حالات میں اگر بلب بھی ہوں تو انھیں بھی سوتے وقت بجھا لینا چاہیئے تاکہ خرچے میں اسراف نہ ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل ہو۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَتْ فَارَةٌ تَجُرُّ الْفَتِيْلَةَ فَالْقَتْهَا بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْخُمْرَةِ الَّتِيْ كَانَ قَاعِدًا عَلَيْهَا فَاحْتَرَقَتْ مِنْهَا مِثْلَ مَوْضِعِ الدِّرْهَمِ فَقَالَ إِذَا نِمْتُمْ فَاطْفِئُوْا سُرُجَكُمْ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَدُلُّ مِثْلَ هٰذِهٖ عَلٰى هٰذَا فَيُحْرِقُكُمْ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ایک چوہا بتی کو گھسیٹتا ہوا آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اسے چٹائی پر ڈال دیا۔ جس پر آپ بیٹھے ہوئے تھے اور ایک درہم کے برابر جگہ جلا دی۔ فرمایا کہ جب تم سونے لگو تو اپنے چراغوں کو بجھا دیا کرو کیونکہ شیطان انھیں ایسے ہی کام سجھاتا ہے تاکہ تمھیں جلا دیں۔

(ابوداؤد)

۴۔ جلتی آگ کو بجھادیں

سوتے وقت جلتی آگ کو بجھا دینا چاہیئے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ سوتے ہوئے اس سے کسی طریقے سے نقصان پہنچ جائے اس لیے انگیٹھی جلا کر نہیں سونا چاہیئے۔ نہ گیس وغیرہ کا ہیٹر جلتا ہوا چھوڑ کر سونا چاہیئے کیونکہ جلتی آگ خطرے سے خالی نہیں۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے کہ سوتے وقت جلتی آگ نہ رہنے دیں۔ بلکہ اسے بجھا دیں۔ بند کمروں میں آگ جلنے سے جو گیس پیدا ہو جاتی ہے وہ صحت کے لیے انتہائی مضر ہے بلکہ بعض اوقات تو وہ جان لیوا ثابت ہوتی ہے مگر جہاں شدید سردی ہو اور آگ کے بغیر کوئی اور چارہ نہ ہو تو اس صورت میں محفوظ طریقہ سے آگ جلا کر سونے والے کمرے کو گرم رکھ

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ احْتَرَقَ بَیْتٌ بِالْمَدِیْنَۃِ عَلٰی اَھْلِہٖ مِنَ اللَّیْلِ فَلَمَّا حُدِّثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِشَاْنِھِمْ قَالَ اِنَّ ھٰذِہِ النَّارَ عَدُوٌّ لَّکُمْ فَاِذَا نِمْتُمْ فَاَطْفِئُوْھَا عَنْکُمْ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ایک رات مدینہ طیبہ میں ایک گھر کو آگ لگ گئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا واقعہ بتایا گیا۔ تو آپ نے فرمایا یہ آگ تمہاری دشمن ہے۔ جب سونے لگو تو بجھا دیا کرو۔

(بخاری شریف)

ایک اور حدیث میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ برتنوں کو ڈھانپ دیا کرو۔ دروازے بند کر دیا کرو اور چراغوں کو بڑھا دیا کرو۔ کیونکہ بعض اوقات چوہا بتی کھینچ کر لے جاتا ہے اور گھر والوں کو جلا کر رکھ دیتا ہے۔ (بخاری شریف)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَتْرُکُوا النَّارَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ حِیْنَ تَنَامُوْنَ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوتے وقت گھروں میں (جلتی ہوئی) آگ نہ چھوڑو۔ (بخاری شریف)

۵۔ بلا چار دیواری چھت پر سونے کی ممانعت

ایسا مکان جس کی چھت پر پردہ کے لیے چار دیواری نہ ہو اس پر سونے سے گریز کرنا چاہیئے کیونکہ چار دیواری نہ ہونے سے ایک تو پردہ نہیں ہوتا اور دوسرے رات کو جب کوئی اچانک اٹھے تو اس کے گرنے کا خطرہ ہوتا ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلی چھتوں پر سونے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰنؓ نے اپنے والد کی وساطت سے یہ حدیث بیان فرمائی ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کسی ایسے مکان کی چھت پر سو جائے کہ اس کی چار دیواری

نہ ہو تو وہ میری ذمہ داری سے باہر ہے۔ (الادب المفرد)

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّنَامَ الرَّجُلُ عَلٰى سَطْحٍ لَيْسَ بِمَحْجُوْرٍ عَلَيْهِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے جس کے اوپر پردہ تعمیر نہ کیا گیا ہو۔ (ترمذی)

۶۔ سونے سے پہلے بستر کو جھاڑنا

سونے سے پہلے بستر کو اچھی طرح جھاڑنا چاہیئے کیونکہ بستر کو جھاڑنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ حضورؐ سونے سے پہلے بستر کو جھاڑا کرتے تھے تاکہ اگر کوئی موذی کیڑا مکوڑہ بستر پر ہو تو وہ بستر سے دور ہو جائے۔ اگر سونے سے پہلے خود بستر کو نہ جھاڑا بلکہ کسی اور نے جھاڑ کر بچھا دیا ہو تو وہ بھی درست ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَوٰى اَحَدُكُمْ اِلٰى فِرَاشِهٖ فَلْيَنْفُضْ فِرَاشَهٗ بِدَاخِلَةِ اِزَارِهٖ فَاِنَّهٗ لَا يَدْرِیْ مَا خَلَفَهٗ عَلَيْهِ ثُمَّ يَقُوْلُ: بِاسْمِكَ رَبِّیْ وَضَعْتُ جَنْبِیْ وَبِكَ اَرْفَعُهٗ اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِیْ فَارْحَمْهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنے بستر پہ آئے تو اسے چاہیئے کہ بستر کو اپنے تہبند کے اندرونی کونے کے ساتھ جھاڑے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے بعد بستر پر کیا چیز آئی ہے۔ پھر کہے اے میرے رب! میں نے تیرے نام سے اپنا پہلو بستر پر رکھا اور تیرے نام سے ہی اٹھاؤں گا۔ اگر تو میرے سانس کو روکے تو اس پر رحم فرما اور اگر اسے چھوڑ دے تو اس کی اس چیز کے ساتھ حفاظت فرما جس کے ساتھ اپنے نیک بندوں کی

حفاظت فرماتا ہے (بخاری شریف)

-پ-

تہ بند کے اندرونی کونے سے مراد کپڑے کا وہ حصہ ہے جو اندرونی طرف سے بدن کی طرف لگا ہوتا ہے۔ اندر کے کونے سے جھاڑنے کے لیے اس لیے فرمایا گیا ہے کہ باہر کے کونے سے جھاڑنے سے اوپر کا کونہ میلا ہو جائے گا جس سے بدنمائی پیدا ہو گی لہٰذا اس حکمت کے پیش نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اندرونی کونے سے جھاڑنے کی تاکید فرمائی۔ اگر بستر کو کسی الگ کپڑے سے جھاڑ لیا جائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ ایسے ہی اگر بستر پر پڑی ہوئی چادر کو اٹھا کر جھاڑ کر دوبارہ بچھا لیا جائے تو اس سے بھی جھاڑنے کا مقصد حل ہو جائے گا۔ غرضیکہ جس طرح سہولت نظر آتی ہو ویسے ہی کر لیں بہرکیف بستر جھاڑنا حضور کی سنت ہے اس پر عمل کرنا چاہیے۔

۷۔ گھر کا دروازہ بند کرنا

سونے سے پہلے گھر کا دروازہ بند کر لینا چاہیے۔ اگر باہر سے آنے والے دروازے زیادہ ہوں تو ہر ایک کو اچھی طرح چیک کریں۔ اگر کوئی کھلا ہو تو اسے ضرور بند کر لیں۔ دروازہ کھلا رہنے سے چور اور غیر لوگوں کے آنے کا خطرہ ہوتا ہے اس لیے دروازہ بند کرنا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے سونے سے پہلے دروازوں کو بند کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ غَطُّوا الْإِنَاءَ وَاَوْكِئُوا السِّقَاءَ وَاَغْلِقُوا الْاَبْوَابَ وَاَطْفِئُوا السِّرَاجَ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَحِلُّ سِقَاءً وَلَا يَفْتَحُ بَابًا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ برتن ڈھانپ دیا کرو مشکیزے کا منہ باندھ دیا کرو۔ دروازے بند کر دیا کرو اور چراغ بجھا دیا کرو کیونکہ شیطان بند مشکیزے کو نہیں کھولتا نہ بند دروازے کو کھولتا ہے اور نہ ہی (ڈھانپے ہوئے) برتن کو

وَلَا یَکْشِفُ اِنَاءً۔ فَاِنْ لَّمْ یَجِدْ اَحَدُکُمْ اِلَّا اَنْ یَعْرِضَ عَلٰی اِنَائِهٖ عُوْدًا وَّیَذْکُرَ اسْمَ اللّٰهِ فَلْیَفْعَلْ فَاِنَّ الْفُوَیْسِقَةَ تُضْرِمُ عَلٰی اَهْلِ الْبَیْتِ بَیْتَهُمْ۔

کھولتا ہے۔ اگر تم میں سے کوئی لکڑی کے سوا کوئی چیز نہ پائے جس کو اس برتن پر رکھے یا صرف اللہ کا نام لینا ممکن ہو تو ایسا ہی کرے کیونکہ چوہا گھر والوں پر ان کے گھر کو جلا دیتا ہے۔ (مسلم شریف)

ایک اور حدیث میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ جب رات کے وقت تم کُتے کے بھونکنے یا گدھے کے رینگنے کی آواز سنو تو اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ کہا کرو کیونکہ وہ ان چیزوں کو دیکھتے ہیں جنھیں تم نہیں دیکھتے اور جب چلنے والے پیر کم ہو جائیں تو باہر کم نکلو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ رات کے وقت اپنی جس مخلوق کو چاہے پھیلا دیتا ہے اور اللہ کا نام لے کر دروازے بند کر لیا کرو۔ کیونکہ بند دروازے کو شیطان نہیں کھولتا اور جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ نیز گھڑے ڈھک دیا کرو۔ برتنوں کو اُلٹے کر دیا کرو اور مشکوں کے منہ باندھ دیا کرو۔ (مشکوٰۃ)

۸۔ سونے سے پہلے اللہ کا ذکر کرنا سُنّت ہے

سوتے وقت کسی نہ کسی صورت میں اللہ کا ذکر کرنا ضروری ہے

کیونکہ ذکرِ الٰہی سے ایک تو گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور دوسرے اللہ کے ذکر سے رات بھر انسان اللہ کی پناہ میں آجاتا ہے اور اس پر اللہ کی رحمت رہتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدمی سونے کے لیے اپنے بستر پر پہنچتا ہے تو اسی وقت ایک فرشتہ اور شیطان اس کے پاس آ پہنچتے ہیں۔ فرشتہ اس سے کہتا ہے "اپنے اعمال کا خاتمہ بھلائی پر کرو" اور شیطان کہتا ہے "اپنے اعمال کا خاتمہ برائی پر کرو"۔ پھر اگر وہ آدمی خدا کا ذکر کر کے سویا تو فرشتہ رات بھر اس کی حفاظت کرتا ہے۔ (الادب المفرد)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ تَعَالٰى فِيْهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى تِرَةٌ وَّمَنِ اضْطَجَعَ مَضْطَجِعًا لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ تَعَالٰى فِيْهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص کسی جگہ بیٹھا لیکن اللہ تعالٰے کا ذکر نہ کیا۔ اللہ کی طرف سے اس پر گناہ ہے اور جو شخص کسی جگہ لیٹا اور ذکر الٰہی سے غافل رہا۔ اس کے لیے بھی اللہ تعالٰی کی طرف سے نقصان ہے۔ (ابوداؤد)

۹۔ سوتے وقت کی دُعا

سوتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی دعاؤں کا پڑھنا مسنون ہے لہٰذا ان دعاؤں میں کوئی ایک دعا پڑھنا اتباعِ سنت ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ رات کو لیٹتے وقت دایاں ہاتھ رخسار مبارک کے نیچے رکھتے پھر فرماتے:۔

اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيَا۔ وَاِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ

یا اللہ: میں تیرے نام کے ساتھ موت اور زندگی سے ہمکنار ہوتا ہوں اور جاگنے پر فرماتے اللہ تعالٰی ہی کے لیے ستائش ہے کہ جس نے ہمیں مرنے (سونے) کے بعد زندہ (بیدار) کیا اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ (بخاری شریف)

حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر تشریف لاتے تو آپ یہ دعا پڑھتے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَفَانَا وَاٰوَانَا فَكَمْ مِّمَّنْ لَا كَافِيَ لَهٗ

شکر و تعریف خدا ہی کے لیے ہے جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور جس نے ہمارے کاموں میں بھرپور مدد فرمائی اور جس نے ہمیں رہنے سہنے کو ٹھکانا بخشا۔ کتنے ہی لوگ ہیں جن کا نہ

وَلَا مُؤْوِیَ۔ کوئی معین ومددگار ہے اور نہ کوئی ٹھکانہ دینے والا۔

(شمائل ترمذی)

-۞-

۱۰۔ سوتے وقت تینوں قُل پڑھنا

سونے سے پہلے بستر پر بیٹھ کر یا لیٹ کر قرآن پاک کا کچھ حصہ پڑھنا مسنون ہے۔

کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے قبل قرآن پاک کا کچھ حصہ ضرور تلاوت فرماتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے اکثر تینوں قل پڑھا کرتے تھے جن کے پڑھنے سے انسان شیطانی شر سے محفوظ ہو جاتا ہے اس لیے بستر پر پہنچ کر تینوں قل شریف کی تلاوت کرنا سنت ہے۔ اللہ ہمیں اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اَوٰى إِلٰى فِرَاشِهٖ كُلَّ لَيْلَةٍ جَمَعَ كَفَّيْهِ ثُمَّ نَفَثَ فِيْهِمَا - قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ - وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ - وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهٖ : يَبْدَأُ بِهِمَا عَلٰى رَأْسِهٖ وَوَجْهِهٖ وَمَا اَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهٖ يَفْعَلُ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر شب جب بستر پر تشریف لے جاتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو جمع کر کے سورۂ اخلاص، سورۂ فلق اور والناس پڑھ کر ان میں پھونکتے۔ پھر جس قدر ممکن ہوتا اپنے جسم اقدس پر پھیرتے۔ سر انور چہرہ اقدس اور جسم اطہر کے سامنے سے شروع فرماتے۔ تین مرتبہ یہ عمل دہراتے۔

(بخاری شریف)

۱۱۔ رات میں تہجّد کے لیے اُٹھنے کا مسنُون طریقہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو بیدار ہوتے تو رفع حاجت سے فارغ ہوتے۔ پھر وضو فرماتے اور نماز تہجد ادا فرماتے۔ پھر سونا ہوتا تو سو جاتے

ورنہ بیدار رہتے اور نمازِ فجر ادا فرماتے۔ تہجد کے وقت آپ جو دعا پڑھتے اس کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت حسبِ ذیل ہے :۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بِتُّ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتٰى حَاجَتَهٗ، وَغَسَلَ وَجْهَهٗ وَيَدَيْهِ ثُمَّ نَامَ ثُمَّ قَامَ فَاَتَى الْقِرْبَةَ فَاَطْلَقَ شِنَاقَهَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وُضُوْءًا بَيْنَ وُضُوْئَيْنِ لَمْ يُكْثِرْ وَقَدْ اَبْلَغَ فَصَلّٰى فَقُمْتُ فَتَمَطَّيْتُ كَرَاهِيَةَ اَنْ يَّرٰى اَنِّيْ كُنْتُ اَتَّقِيْهِ فَتَوَضَّأْتُ فَقَامَ يُصَلِّيْ فَقُمْتُ عَنْ يَّسَارِهٖ فَاَخَذَ بِاُذُنِيْ فَاَدَارَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ فَتَتَامَّتْ صَلَاتُهٗ ثَلٰثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً۔ ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتّٰى نَفَخَ وَكَانَ اِذَا نَامَ نَفَخَ فَاٰذَنَهٗ بِلَالٌ بِالصَّلٰوةِ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ وَكَانَ يَقُوْلُ فِيْ دُعَائِهٖ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَّفِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا وَّفِيْ سَمْعِيْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رات حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس گزاری پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے۔ اور جب اپنی حاجت سے فارغ ہوئے تو منہ اور ہاتھ دھوئے اور سو گئے۔ پھر کھڑے ہوئے مشکیزے کے پاس آئے اس کا منہ کھولا اور درمیانہ وضو کیا۔ یعنی تھوڑا یا زیادہ پانی استعمال نہ فرمایا۔ پس آپ نے نماز پڑھی اور میں کھڑا ہوگیا مگر دیر کر کے اٹھا۔ کیونکہ مجھے یہ اچھا محسوس نہ ہوا کہ آپ یہ سمجھیں کہ میں دیکھ رہا تھا۔ پس میں نے وضو کیا اور نماز پڑھنے کے لیے آپ کے بائیں جانب کھڑا ہوگیا۔ چنانچہ آپؐ نے میرا کان پکڑا اور مجھے بائیں جانب کھڑا کر لیا۔ آپ نے پوری تیرہ رکعتیں پڑھیں۔ پھر لیٹے اور سو گئے، یہاں تک کہ خراٹے لینے لگے اور آپ جب بھی سوتے تو خراٹے لیتے۔ پھر حضرت بلال رضؓ نے نماز کے لیے اذان پڑھ دی۔ پھر آپ نے نماز پڑھی اور وضو نہ فرمایا۔ اور آپ اپنی دعا میں کہہ رہے تھے۔ اے اللہ! میرے دل میں نور پیدا کردے اور میری نگاہ میں نور اور میری سماعت میں نور، اور میرے دائیں نور، اور

نُوْرًا وَّعَنْ يَمِيْنِيْ نُوْرًا وَّعَنْ يَسَارِيْ نُوْرًا وَّفَوْقِيْ نُوْرًا وَّتَحْتِيْ نُوْرًا وَّ اَمَامِيْ نُوْرًا وَّخَلْفِيْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ لِّيْ نُوْرًا۔ قَالَ كُرَيْبٌ وَّسَبْعٌ فِي التَّابُوْتِ۔ فَلَقِيْتُ رَجُلًا مِّنْ وَّلَدِ الْعَبَّاسِ فَحَدَّثَنِيْ بِهِنَّ فَذَكَرَ عَصَبِيْ وَلَحْمِيْ وَدَمِيْ وَشَعْرِيْ وَ بَشَرِيْ وَ ذَكَرَ خَصْلَتَيْنِ۔

میرے بائیں نور، اور میرے اوپر نور۔ اور میرے نیچے نور، اور میرے آگے نور اور میرے پیچھے نور۔ اور مجھے نور بنا دے۔ کریب کا بیان ہے کہ آپ نے سات چیزوں کا ذکر فرمایا۔ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ایک شخص سے ملا تو اس نے ان کا ذکر کر کے عصبی ولحمی ودمی وشعری وبشری کا ذکر کیا نیز دو چیزیں اور بیان کیں۔ (بخاری شریف)

۱۲۔ تہجّد کے وقت کی دُعا

تہجد کے وقت مندرجہ ذیل دعا پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتَهَجَّدُ قَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ مَنْ فِيْهِنَّ۔ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ وَّ لِقَاؤُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَ النَّارُ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ وَ مُحَمَّدٌ حَقٌّ اَللّٰهُمَّ لَكَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کے وقت تہجد پڑھتے تو کہتے اے اللہ! سب تعریفیں تیرے لیے ہیں تو آسمانوں اور زمین کا نور ہے اور جو کچھ ان میں ہے اور قابلِ تعریف تو ہے۔ تو آسمانوں اور زمین کا قائم رکھنے والا ہے اور جو کچھ ان میں ہے۔ تعریفیں تیرے لیے ہی ہیں۔ تو سچا ہے۔ تیرا وعدہ سچا ہے۔ تیری بات سچی ہے۔ تیرا دیدار یقینی ہے۔ جنت یقینی ہے، دوزخ یقینی ہے۔ قیامت یقینی ہے۔ سارے نبی سچے ہیں اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں۔ اے اللہ! میں تیرا

اَسْلَمْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْلِيْ مَاقَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَآاِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَلَآاِلٰهَ غَيْرُكَ۔

فرمانبردار ہوا اور میں نے تجھ پر بھروسہ کیا۔ اور تجھ پر ایمان لایا اور تیری طرف میں نے رجوع کیا۔ تیری مدد کے سہارے (دشمنوں سے) جھگڑا۔ اور تیرے سپرد میں نے اپنا فیصلہ کیا پس جو میں نے پہلے کیا اور آئندہ کروں اسے معاف فرما دے اور جو میں نے چھپایا اور ظاہر کیا۔ تو ہی سب سے پہلے تھا اور تو ہی سب کے بعد ہے، نہیں کوئی معبود مگر تو ہے اور تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ (بخاری شریف)

۱۳۔ رات کے وقت اللہ کی صدا

رات کے پچھلے پہر میں جاگ کر اللہ کی حسبِ توفیق عبادت کرنی چاہیئے اس وقت جو مانگو گے اللہ عطا کرے گا۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَتَنَزَّلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ اِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ يَقُوْلُ مَنْ يَّدْعُوْنِيْ فَاَسْتَجِيْبَ لَهٗ مَنْ يَّسْاَلُنِيْ فَاُعْطِيَهٗ وَمَنْ يَّسْتَغْفِرُنِيْ فَاَغْفِرَ لَهٗ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر رات کو اللہ تبارک وتعالےٰ آسمان دنیا کی طرف اپنی شان کے مطابق نزول فرماتا ہے جبکہ رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے۔ فرماتا ہے کون ہے مجھ سے دعا کرنے والا تاکہ میں اس کی دعا قبول فرماؤں۔ کون ہے مجھ سے سوال کرنے والا تاکہ میں اسے عطا کروں۔ کون ہے مجھ سے استغفار کرنے والا تاکہ میں اس کی مغفرت کر دوں۔ (بخاری شریف)

۱۴۔ پیٹ کے بل سونے کی ممانعت

سوتے وقت اس امر کا خیال رکھیں کہ پیٹ کے بل یعنی اُلٹے ہو کر نہ سوئیں۔ کیونکہ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹ کے بل لیٹنے سے منع فرمایا ہے۔ پیٹ کے بل لیٹنا اخلاقی اقدار کے خلاف ہے اور دوسرے یہ کہ شیطانی شر کا خدشہ ہوتا ہے۔ تیسرے یہ کہ طبی نقطۂ نظر سے پیٹ کے بل لیٹنے سے کھانا اچھی طرح ہضم نہیں ہوتا۔ چوتھے یہ کہ پیٹ کے بل لیٹنے والا غیر مہذب معلوم ہوتا ہے۔ پانچویں یہ کہ پیٹ کے بل لیٹنے سے ستر ننگا ہونے کا ڈر ہوتا ہے اس لیے اُلٹا پیٹ کے بل سونا منع ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ مَرَّ بِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا مُضْطَجِعٌ عَلٰی بَطْنِیْ فَرَکَضَنِیْ بِرِجْلِہٖ وَ قَالَ یَا جُنْدُبُ اِنَّمَا ھِیَ ضِجْعَۃُ اَھْلِ النَّارِ۔

حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے اور میں پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا۔ آپ نے پائے اقدس سے ٹھوکر لگائی اور فرمایا۔ اے جندب! یہ جہنمیوں کا لیٹنا ہے۔ (ابن ماجہ)

اس حدیث میں پیٹ کے بل لیٹنے کو جہنم کے لیٹنے سے قرار دیا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ جہنمیوں کی طرح لیٹنا درست نہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ پیٹ کے بل لیٹنے کو اللہ تعالیٰ نے ناپسند فرمایا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مُضْطَجِعًا عَلٰی بَطْنِہٖ فَقَالَ اِنَّ ھٰذِہٖ ضِجْعَۃٌ لَا یُحِبُّھَا اللّٰہُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو پیٹ کے بل لیٹے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ اس طرح لیٹنے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔ (ترمذی)

۱۵۔ ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر لیٹنے سے بچنے کی تاکید

چت لیٹ کر ٹانگ پر ٹانگ رکھنے سے سونے والے کے ننگا ہونے کا ڈر ہوتا ہے اور اس طرح ستر کا ننگا ہونا باعثِ شرم اور بے عزتی کا باعث

بنتا ہے ویسے بھی ٹانگ پر ٹانگ چڑھانے سے فخر اور تکبر کے اظہار کا پہلو نمایاں ہوتا ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چت لیٹ کر پیر پر پیر رکھنے سے منع فرما دیا ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّرْفَعَ الرَّجُلُ اِحْدٰى رِجْلَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى وَهُوَ مُسْتَلْقٍ عَلٰى ظَهْرِهٖ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ آدمی اپنے ایک پیر کو اٹھا کر دوسرے پر رکھے جبکہ وہ چت لیٹا ہوا ہو۔ (مسلم شریف)

اُن ہی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی چت نہ لیٹا کرے کہ اپنے ایک پیر کو دوسرے پر رکھ لے۔

۱۶۔ مہمان کے لیے الگ بستر رکھنا

بستے گھروں میں اللہ کی رحمت سے مہمان آتے جاتے ہیں اس لیے ان کے سونے کے لیے الگ بستر بنا کر رکھنا سنت ہے۔ حیثیت کے مطابق بستر بنائیں مگر ضرورت سے بہت زیادہ فالتو بستر نہ بنائیں کہ پڑے پڑے خراب ہو جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تاکید یوں فرمائی ہے:۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ فِرَاشٌ لِلرَّجُلِ وَفِرَاشٌ لِاِمْرَاَتِهٖ وَالثَّالِثُ لِلضَّيْفِ وَالرَّابِعُ لِلشَّيْطَانِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کا ایک بستر اپنے لیے، دوسرا اس کی بیوی کے لیے، تیسرا مہمان کے لیے اور چوتھا شیطان کے لیے ہوتا ہے۔ (مسلم شریف)

امام نووی ؒ نے اس کی یوں وضاحت فرمائی ہے کہ ضرورت کے مطابق ایک زائد بنانا جائز اور درست ہے مگر کثرت سے تیار کرنا دنیا کی زینت۔ فخر اور تکبر کے اظہار کا ذریعہ بنے گا۔ یہ بات قابلِ مذمت ہے جو دراصل شیطان کی پیدا کردہ ہو گی کیونکہ بُری باتوں کے

وسوسے شیطان ہی ڈالتا ہے اس لیے ضرورت سے زائد سامان اور بستر بنانے سے گریز کریں۔

۱۷۔ سنتِ قیلولہ

دن کے وقت تھوڑی دیر کے لیے سونے کو قیلولہ کہا جاتا ہے اس سے جسم کی تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عموماً دوپہر کے کھانے کے بعد گرمیوں کے موسم میں قیلولہ فرماتے اس لیے دوپہر کے کھانے کے بعد قیلولہ کرنا سنت ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَهٗ یَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ذَهَبَ اِلٰى قُبَاءٍ یَدْخُلُ عَلٰى اُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ فَتُطْعِمُهٗ وَكَانَتْ تَحْتَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ فَدَخَلَ یَوْمًا فَاَطْعَمَتْهُ فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اسْتَیْقَظَ یَضْحَكُ قَالَتْ فَقُلْتُ مَا یُضْحِكُكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ نَاسٌ مِّنْ اُمَّتِیْ عُرِضُوْا عَلَیَّ غُزَاةً فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یَرْكَبُوْنَ ثَبَجَ هٰذَا الْبَحْرِ مُلُوْكًا عَلَى الْاَسِرَّةِ اَوْ قَالَ مِثْلَ الْمُلُوْكِ عَلَى الْاَسِرَّةِ

عبداللہ بن ابو طلحہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے قبا میں پہنچے تو حضرت ام حرام بنت ملحان کے پاس ٹھہرے جو آپ کو کھانا کھلایا کرتیں۔ یہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ چنانچہ ایک روز جب آپ گھر میں داخل ہوئے تو انھوں نے آپ کو کھانا کھلایا اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے پھر آپ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے۔ حضرت اُم حرام کا بیان ہے کہ میں عرض گزار ہوئی یا رسول اللہ آپ کو کس چیز نے ہنسایا۔ فرمایا کہ مجھے میرے کچھ امتی دکھلائے گئے جو اس سمندر کی سطح پر سوار ہو کر اس طرح راہِ خدا میں جہاد کر رہے ہیں جیسے بادشاہ تختوں پر۔ یا فرمایا کہ تخت پر بادشاہوں کی طرح۔ یہ اسحاق راوی کو شک ہے۔ میں نے

...ك إسحاق قلت ادع الله
...ن يجعلني منهم فدعا ثم
...ع رأسه فنام ثم استيقظ
...حك فقلت ما يضحكك يا
...ول الله قال ناس من امتي
...رضوا علي غزاة في سبيل الله
...ركبون ثبج هذا البحر ملوكا
...لى الأسرة أو مثل الملوك على
...لأسرة فقلت ادع الله أن
...جعلني منهم قال انت من
...لأولين فركبت البحر زمان
...معاوية فصرعت عن دابتها
...حين خرجت من البحر
...فهلكت۔

عرض کی، اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے ان میں
شامل فرمالے۔ چنانچہ آپ نے دعا کی پھر اپنا
سر رکھا اور سو گئے۔ پھر ہنستے ہوئے بیدار ہوئے
میں عرض گزار ہوئی یا رسول اللہ! آپ کو کس چیز
نے ہنسایا۔ فرمایا کہ مجھ پر میری امت کے کچھ اور
لوگ پیش کیے گئے جو راہ خدا میں اس سمندر کی
سطح پر ایسے سوار ہیں جیسے بادشاہ تختوں پر یا
تخت پر بادشاہوں کی طرح۔ میں عرض گزار ہوئی
اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ مجھے ان میں شامل فرما
لے۔ فرمایا کہ تم پہلے لوگوں میں سے ہو۔ پس یہ
حضرت معاویہ رض کے زمانہ میں سمندری جہاز پر
سوار ہوئیں۔ جب سمندر سے باہر آئیں تو اپنی
سواری سے گر کر اللہ کو پیاری ہو گئیں۔

(بخاری شریف)

نماز جمعہ کے بعد کھانا کھا کر قیلولہ کرنا بھی سنت ہے۔

...عن ابي حازم عن سهل بن
...سعد قال كنا نقيل ونتغدى
...بعد الجمعة۔

ابو حازم کا بیان ہے کہ حضرت سہل بن سعد رضی
اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارا قیلولہ کرنا اور کھانا کھانا
نماز جمعہ کے بعد ہوتا ہے۔ (بخاری شریف)

...۱۵۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر مبارک

حضور صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ آرام دہ
بستر استعمال کرنے کے قائل نہ تھے
...کیونکہ آرام دہ بستر غفلت کا باعث بنتا ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چمڑے،

ٹاٹ اور بورے کا بستر استعمال فرمایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت یہ ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنَامُ عَلَيْهِ اَدَمًا حَشْوُهُ لِيْفٌ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر جس پر سویا کرتے، چمڑے کا تھا جس میں کھجور کا گودا بھرا ہوا تھا۔ (مسلم شریف)

حضرت علامہ یوسف نبہانی نے تحریر فرمایا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس بستر مبارک پر استراحت فرماتے تھے چمڑے کا تھا۔ جس میں کھجور کے درخت کے ریشے کوٹ کر بھرے ہوئے تھے۔ اس کی لمبائی تقریباً دو گز تھی۔ اور چوڑائی ایک گز اور ایک ہاتھ تھی آپ دنیاوی ساز و سامان سے بالکل کنارہ کش تھے۔ باوجودیکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا کے تمام خزانوں کی کنجیاں عنایت کر دی تھیں مگر آپ نے کبھی دنیا کی خواہش نہیں کی۔ ہمیشہ آخرت پر اور اس کی نعمت پر نظر رکھی اور آخرت کو اختیار کیا۔

وَعَنْ بَعْضِ اٰلِ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَ كَانَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوًا مِمَّا يُوْضَعُ فِيْ قَبْرِهٖ وَكَانَ الْمَسْجِدُ عِنْدَ رَاْسِهٖ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی آل میں سے کسی نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر تقریباً اسی طرح کا تھا جو آپ کی قبر انور میں رکھا گیا اور آپ کے نماز پڑھنے کی جگہ سر اقدس کے پاس ہوتی تھی۔ (ابوداؤد)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا آپ کے یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر کیسا تھا؛ فرمایا ایک ٹاٹ تھا جس کو دوہرا کر کے ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے بچھا دیا کرتے تھے ایک روز مجھے خیال آیا کہ اگر اس کو چوہرا کر کے بچھا دیا جائے تو ذرا زیادہ نرم ہو جائے گا چنانچہ میں نے اس کو چوہرا کر کے بچھا دیا۔ صبح کو آپ نے دریافت فرمایا۔ رات میرے نیچے کیا چیز بچھائی تھی۔ میں نے کہا وہی ٹاٹ کا بستر تھا۔ البتہ رات میں نے اس کو چوہرا کر کے بچھا دیا تھا [illegible] نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں اسے دوہرا ہی

رہنے دیا کرو۔ رات بستر کی نرمی تہجد کے لیے اٹھنے میں رکاوٹ بنی (شمائل ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک بار ایک انصاری خاتون آئیں اور انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر دیکھا۔ گھر جا کر اس خاتون نے ایک بستر تیار کیا، اس میں اون بھر کر خوب ملائم بنا دیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھیجا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر تشریف لائے اور وہ نرم بستر رکھا ہوا دیکھا تو فرمایا یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ فلاں انصاری خاتون آئی تھیں اور آپ کا بستر دیکھ گئی تھیں۔ اب یہ انھوں نے آپ کے لیے تیار کر کے بھیجا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں اس کو واپس کر دو۔ مجھے وہ بستر بہت ہی پسند تھا اس لیے واپس کرنے کو جی نہیں چاہ رہا تھا۔ مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا اصرار فرمایا کہ مجھے واپس کرنا ہی پڑا۔ (شمائل ترمذی)

اس کے بعد فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا اگر میں چاہتا تو اللہ تعالیٰ میرے ساتھ سونے چاندی کے پہاڑ حاضر کر دیتا۔ مطلب یہ کہ میرا بستر میرا زہد اور میری ریاضت ہے۔ فقر و فاقہ نہ ملنے کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے رب کی محبت میں اور اس کی رضا میں میں نے اسے اختیار کیا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار چٹائی پر سو رہے تھے۔ چٹائی پر لیٹنے سے آپ کے جسم پر چٹائی کے نشانات پڑ گئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں یہ دیکھ کر رونے لگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے روتے دیکھا۔ تو فرمایا کیوں رو رہے ہو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ قیصر و کسریٰ تو ریشم اور مخمل کے گدوں پر سوئیں اور آپ بوریے پر۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ یہ رونے کی بات نہیں ہے، ان کے لیے دنیا ہے اور ہمارے لیے آخرت۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی بچھونے اور پلنگ میں عیب جوئی نہیں کی۔ صحابہ کرام کا کہنا ہے کہ اگر ہم نے آپ کے لیے بستر بچھا دیا تو اس پر لیٹ گئے اور اگر نہ بچھایا تو

زمین پر ہی لیٹ جاتے تھے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں، ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ایک بار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پہ آرام فرما تھے اور چٹائی کے نشانات پہلوئے مبارک پر پڑے ہوئے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر پر سوائے تہ بند شریف کے اور کچھ نہ تھا اور کاشانۂ اقدس کے ایک کونے میں ایک صاع کے قریب جَو پڑے تھے۔ اور ایک کھال دیوار پر آویزاں تھی۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے خطاب کے بیٹے! تمھیں کس چیز نے رُلایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں کیوں نہ روؤں۔ جبکہ قیصر و کسریٰ باغوں اور نہروں میں سونے کے تختوں پر ریشم کے بستروں پر آرام کریں اور آپ اللہ تعالیٰ کے محبوب چٹائی پر اس حال میں آرام فرمائیں۔ فرمایا۔ اے خطاب کے بیٹے! کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کر دنیا ان کے لیے ہو اور آخرت ہمارے لیے (مدارج النبوت)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چمڑے کے گدے پر قیلولہ فرمایا۔ اس کے متعلق حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت یہ ہے:۔

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ اُمَّ سُلَیْمٍ کَانَتْ تَبْسُطُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نِطَعًا فَیَقِیْلُ عِنْدَھَا عَلٰی ذٰلِکَ النِّطَعِ قَالَ فَاِذَا نَامَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حضرت ام سلیم چمڑے کا گدا بچھایا کرتیں اور آپ اسی گدے پر قیلولہ فرمایا کرتے تھے ان کا بیان ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذْتُ مِنْ عَرَقِهٖ وَشَعْرِهٖ فَجَمَعْتُهٗ فِيْ قَارُوْرَةٍ ثُمَّ جَمَعْتُهٗ فِيْ سُكٍّ ۔ قَالَ فَلَمَّا حَضَرَ اَنَسَ بْنُ مَالِكٍ الْوَفَاةُ ۔ اَوْصٰی اَنْ يُّجْعَلَ فِيْ حَنُوْطِهٖ مِنْ ذٰلِكَ السُّكِّ ۔ قَالَ فَجُعِلَ فِيْ حَنُوْطِهٖ۔

وسلم سوجاتے تو میں آپ کا مقدس پسینہ اور موئے مبارک جمع کرلیتا اور انھیں ایک شیشی میں ڈال کر خوشبو میں ملا لیا کرتا۔ ثمامہ کا بیان ہے کہ جب حضرت انس بن مالک کی وفات کا وقت قریب آیا تو انھوں نے وصیت فرمائی کہ وہ خوشبو ان کے کفن کو لگائی جائے۔ ان کا بیان ہے کہ وہی خوشبو ان کے کفن کو لگائی گئی۔ (بخاری شریف)

---

(۱۰)

خواب

نیند کی حالت میں جو بات نظر آتی ہے اسے خواب کہا جاتا ہے۔ خواب اچھے بھی ہوتے ہیں اور بُرے بھی۔ اچھے خواب اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں جسے بشارت کہا جاتا ہے اور بُرے خواب شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں۔ جن کا مطلب ڈرانا اور اللہ کے راستے سے ہٹانا ہوتا ہے۔ اچھے خواب سچے ہوتے ہیں اور ان کی تعبیر ہو کر سامنے آتی ہے اور خواب حقیقت بن جاتا ہے۔ ایسے خوابوں کو رُویائے صالحہ کہا جاتا ہے۔ ایسے خواب اللہ کے انبیاء اور اس کے اولیاء کو آتے ہیں اور ان کی حقیقت یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نیند میں اپنے بندوں کے دل میں اپنی طرف سے خبر ڈال دیتا ہے جو سچی ہوتی ہے اور سچی خوابوں ہی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ انھیں نورِ معرفت عطا کرتا ہے۔ خوابوں کے ذریعے ہی سے اللہ اپنے بندوں پر بہت سے باطنی اسرار کھول دیتا ہے

اس کا مطلب یہ ہوا کہ سونے والا اپنے خواب میں جن باتوں کو دیکھتا ہے اور ادراک کرتا ہے وہ دراصل وقوع پذیر ہونے والی چیزوں کی علامت واشارہ ہے اور یہی علامت واشارہ تعبیر کی بنیاد بنتا ہے۔ کبھی یہ علامت اور اشارہ اتنا غیر واضح ہوتا ہے کہ اسے صرف عارف ہی سمجھ پاتے ہیں اور کبھی اتنا واضح ہوتا ہے کہ خواب دیکھنے والا اور ہر عام انسان اسے خود ہی سمجھ جاتا ہے۔

اس کے علاوہ خواب کی ایک صورت عام ذہنی خیالات ہوتے ہیں جو دن بھر میں ذہن پر چھائے رہتے ہیں اور خواب میں بھی وہی نظر آجاتے ہیں مگر ان سے کچھ مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ ایسے خواب نہ اچھے ہوتے ہیں اور نہ ہی برے۔ القصہ حاصل کلام یہ ہوا کہ خواب تین طرح کے ہیں۔ یعنی ایک رحمانی، دوسرا شیطانی اور تیسرا ہیجانی۔ ان تینوں کی تفصیل کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی حسب ذیل ہیں

۱۔ اچھا اور برا خواب

جیسا کہ پہلے بیان کیا ہے کہ اچھا خواب اللہ کی طرف سے اور پریشان خواب شیطان کی طرف سے ہوتا ہے اچھے خواب کی دلیل یہ ہے کہ اس میں اچھی چیزیں نظر آتی ہیں اور اس کی تعبیر میں اچھائی ہوتی ہے۔ اس لیے حضورؐ نے تاکید فرمائی ہے کہ جب اچھا خواب نظر آئے تو اس کا ذکر دوسروں سے عام نہ کرے۔ البتہ ایسے شخص سے کر سکتا ہے جسے وہ پسند کرتا ہو۔ اس کے علاوہ جب شیطانی خواب یعنی ایسی چیز جسے خواب دیکھنے والا ناپسند کرتا ہو، نظر آئے تو اس کا کسی سے ذکر نہ کرے بلکہ اللہ سے پناہ مانگے اور دعا کرے کہ اے اللہ شیطانی اثرات اور وسوسے کو دور کر دے اور تین مرتبہ کھنکار دے تو انشاء اللہ شیطانی خواب کے برے اثرات سے محفوظ رہے گا۔

عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلرُّؤْیَا	حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اچھا خواب

اَلصَّالِحَۃُ مِنَ اللّٰہِ وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّیْطٰنِ فَاِذَا رَاٰی اَحَدُکُمْ مَا یُحِبُّ فَلَا یُحَدِّثْ بِہٖ اِلَّا مَنْ یُّحِبُّ وَاِذَا رَاٰی مَا یَکْرَہُ فَلْیَتَعَوَّذْ بِاللّٰہِ مِنْ شَرِّھَا وَمِنْ شَرِّ الشَّیْطٰنِ وَلْیَتْفُلْ ثَلٰثًا وَّلَا یُحَدِّثْ بِھَا اَحَدًا فَاِنَّھَا لَنْ تَضُرَّہٗ۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور پریشان خواب شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ جب تم میں سے کوئی ایسی چیز دیکھے جس کو پسند کرتا ہے تو اس کا ذکر نہ کرے مگر جس شخص کو پسند کرتا ہو اور جب ایسی چیز دیکھے جس کو ناپسند کرتا ہو تو اس کی برائی اور شیطان کی برائی سے اللہ کی پناہ پکڑے تین مرتبہ تھتکارے اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرے تو وہ کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ (بخاری شریف)

اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم کو خواب میں دیکھنا ایک اچھی خواب کی دلیل ہے۔ ایسے ہی فرشتوں کو خواب میں دیکھنا، انبیاءؑ کی زیارت کرنا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی سعادت حاصل ہونا۔ اولیاء کرام سے خواب میں ملاقات کرنا۔ نیک علماء کو خواب میں دیکھنا یا ان سے ملاقات کرنا کعبہ میں داخل ہونا یا کعبہ کی عمارت کو دیکھنا یا خواب میں حج کرنا، یا اذان دینا یا نماز پڑھنا سب اچھی خوابیں ہیں۔ ایسے ہی خواب میں آسمان کی طرف بلند ہونا یا جنت میں داخل ہونا اچھی خواب ہونے کی دلیل ہے۔ تو مطلب یہ نکلا کہ جو اچھی چیز خواب میں دیکھیں وہ خواب اچھی کہلائے گی۔ اس کے علاوہ خواب میں عورتوں اور مردوں کے اعضاء دیکھنا، حیوانات کے فضلات دیکھنا، سانپ، بچھو، کیڑے مکوڑے دیکھنا۔ برے خوابوں کی دلیل ہیں اور برے خوابوں سے بچنے کے لیے حضورؐ نے ایک اور حدیث میں یہ تاکید فرمائی ہے کہ برا خواب دیکھنے پر تین مرتبہ بائیں جانب تھوک دینا چاہیئے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاٰی اَحَدُکُمُ الرُّؤْیَا یَکْرَھُھَا فَلْیَبْصُقْ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جس کو ناپسند کرتا ہو تو بائیں جانب تین مرتبہ

عَنْ يَّسَارِهٖ ثَلٰثًا وَّ لْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ ثَلٰثًا وَّ لْيَتَحَوَّلْ عَنْ جَنْبِهِ الَّذِیْ كَانَ عَلَيْهِ۔

تھوک دے اور تین مرتبہ شیطان سے اللہ کی پناہ لے۔ اور اس کروٹ کو بدل دے جس پر لیٹا ہوا تھا۔

(مشکوٰۃ شریف)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک خواب میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کو دیکھا جو اچھائی کی علامت تھی۔ پھر اسی خواب میں دجال کو دیکھا جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ ایک بُرا شخص ہے لہٰذا اپنی امت کو اس سے بچنے کی خبر دی۔ اس خواب کی حدیث یوں بیان ہوئی ہے:-

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُرَانِی اللَّيْلَةَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ فَرَاَيْتُ رَجُلًا اٰدَمَ كَاَحْسَنِ مَا اَنْتَ رَاءٍ مِنْ اُدْمِ الرِّجَالِ لَهٗ لِمَّةٌ كَاَحْسَنِ مَا اَنْتَ رَاءٍ مِنَ اللِّمَمِ قَدْ رَجَّلَهَا تَقْطُرُ مَاءً مُتَّكِئًا عَلٰی رَجُلَيْنِ اَوْ عَلٰی عَوَاتِقِ رَجُلَيْنِ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ فَسَاَلْتُ مَنْ هٰذَا؟ فَقِيْلَ الْمَسِيْحُ بْنُ مَرْيَمَ۔ ثُمَّ اِذَا اَنَا بِرَجُلٍ جَعْدٍ قَطَطٍ اَعْوَرِ الْعَيْنِ الْيُمْنٰی كَاَنَّهَا عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے رات کے وقت کعبۃ اللہ کے پاس خواب دکھایا گیا۔ پس میں نے ایک گندمی رنگ کے آدمی کو دیکھا جیسے تم گندمی رنگ کے خوبصورت آدمی کو دیکھتے ہو۔ اس کے بڑے خوبصورت گیسو تھے جیسے خوبصورت تم نے کسی آدمی کے دیکھے ہوں۔ اس نے کنگھی کی ہوئی تھی اور پانی ٹپک رہا تھا۔ وہ دو آدمیوں کا سہارا لیے ہوئے یا دو آدمیوں کے کندھوں کا سہارا لیے ہوئے خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ پس میں نے پوچھا، یہ کون ہے۔ کہا گیا کہ یہ حضرت مسیح ابن مریم ہیں پھر میں نے ایک گنگھریالے بالوں والے آدمی کو دیکھا جو داہنی آنکھ سے کانا تھا۔ گویا وہ پھولا ہوا انگور تھا۔

فَسَأَلْتُ مَنْ هٰذَا فَقِيْلَ الْمَسِيْحُ الدَّجَّالُ۔

میں نے سوال کیا کہ یہ کون ہے۔ چنانچہ کہا گیا کہ یہ مسیح دجال ہے۔ (بخاری شریف)

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنا بڑی خوش نصیبی کی بات ہے اور جو شخص خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کرتا ہے تو وہ دیدار دراصل آپ ہی کا ہوتا ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی بذاتِ خود یوں تصدیق فرمائی ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے مجھے دیکھا اس نے واقعی مجھے دیکھا۔ (بخاری شریف)

یہاں بتایا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جس نے خواب میں دیکھا۔ تو درحقیقت اس نے حضور ہی کو خواب میں دیکھا کیونکہ اس بارے میں شیطانی اثرات کا قطعاً دخل نہیں ہوتا۔ چنانچہ علماء نے اس چیز کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں شمار کیا ہے اور اسے اعجازِ نبوی قرار دیا ہے۔

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اس حدیث کا تعلق اس شخص کے خواب سے ہے جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مخصوص حُلیہ میں دیکھا جس سے آپ متصف تھے مگر بعض نے اس بات میں ذرا اور وسعت سے کام لیا ہے اور کہا ہے کہ آپ کو اس صورت میں جو پوری عمر آپ سے متعلق رہی ہے خواہ جوانی کی شکل وصورت میں دیکھے خواہ جوانی کی عمر ڈھلنے کے وقت اور خواہ آخری عمر کی صورت میں دیکھے اور بعض حضرات نے اس دائرہ کو اور محدود کیا ہے اور کہا ہے کہ خواب میں دیکھنے میں صرف اس شکل وصورت کا اعتبار ہے جو آپ کی آخری عمر یعنی وصال سے پہلے تھی جس میں آپؐ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ کہا جاتا ہے کہ امام ابن سیرین کے پاس جب کوئی شخص آکر یہ بیان کرتا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو

خواب میں دیکھا تو آپ کہتے کہ بتاؤ تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کس شکل و صورت اور حلیہ میں دیکھا ہے اگر وہ شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بیان نہ کرتا جو آپ کے ساتھ مخصوص ہے تو ابن سیرین کہتے، بھاگ جاؤ۔ تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں نہیں دیکھا۔

حضرت امام نووی کا قول ہے کہ جس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اس نے بہر صورت آپ ہی کو دیکھا خواہ اس نے اس مخصوص صورت یا حلیہ میں دیکھا ہو جو آپ کے بارے میں منقول ہے یا کسی اور شکل وشباہت میں دیکھا کیونکہ شکل وشباہت کا مختلف ہونا ذات کے مختلف ہونے کو ضروری قرار نہیں دیتا بلکہ یہ بات یاد رکھو کہ شکل وشباہت میں اختلاف وتفاوت کا تعلق خواب دیکھنے والے کے ایمان مستحکم یا غیر مستحکم سے بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی جس شخص نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی شکل وصورت میں دیکھا یہ اس کے ایمان کامل اور عقیدے کے صلح ہونے کی علامت قرار پائے گا اور جس شخص نے اس کے برخلاف دیکھا یہ اس کے ایمان کی کمزوری اور عقیدے میں فساد کی علامت قرار پائے گا۔ جیسا کہ اگر کسی شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بوڑھا دیکھا اور ایک شخص نے جوان دیکھا ایک شخص نے خوشی کے عالم میں دیکھا، ایک نے خفگی کے عالم میں دیکھا، ایک نے روتے ہوئے دیکھا، ایک نے تبسم فرماتے ہوئے دیکھا۔ ایک نے ناخوش دیکھا تو یہ ساری حالتیں خواب دیکھنے والے کے ایمانی احوال کے فرق وتفاوت پر مبنی ہوں گی کہ جو شخص جس درجہ کے ایمان کا حامل ہوگا وہ آپ کو اسی درجہ کی مثالی صورت میں دیکھے گا۔ اس اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنا گویا اپنے احوالِ ایمانی کو پہچاننے کا ایک معیار ہے لہذا یہ چیز اہل طریقت کے لیے ایک مفید ضابطہ کی حیثیت رکھتی ہے کہ وہ اس کے ذریعے اپنے باطن کو پہچان کر اس کی اصلاح کریں۔

حضرت امام ابن سیرین کا کہنا ہے کہ جس نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو یہ نیکی کی بشارت ہے اور اس شخص سے نیک اعمال سرزد ہوں گے اور اگر کوئی

ناگوار بات دیکھی تو وہ دنیا میں تنگی سے دوچار ہوگا اور جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خشک زمین پر دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہاں سبزہ آ جائے گا اور اگر کسی شخص نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت خواب میں دیکھا جب وہ کسی تکلیف یا رنج و غم میں مبتلا تھا تو اس کے تمام مصائب دور ہو جائیں گے اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر کے صحن میں دیکھا تو اس کی اللہ کی طرف سے مدد ہوگی۔

جس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حج کرتے ہوئے دیکھا تو وہ خود حج کی سعادت پائے گا اور جس نے دیکھا کہ آپ وعظ فرما رہے ہیں تو آپ کی امت آپ کی اطاعت کریگی اور جس نے یہ دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئینہ دیکھ رہے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ آپ امت کو امانت ادا کرنے کی تلقین کر رہے ہیں۔ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ کھاتے دیکھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ امت کو زکوٰۃ ادا کرنے کی طرف توجہ دلا رہے ہیں۔ اور جس کو خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کپڑوں میں سے کوئی کپڑا یا اپنی انگوٹھی یا تلوار یا اسی قسم کی کوئی چیز عنایت فرمائی تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی عزت میں اضافہ ہوگا۔

زیارت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں ایک اور چیز کی وضاحت یہ ہے کہ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ فِیْ صُوْرَتِیْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔

(مسلم شریف)

شیطان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت اختیار کرنے سے عاجز ہے اس لیے وہ خواب میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت ہرگز نہیں بن سکتا اور نہ ہی آپ کی ذاتِ گرامی پر جھوٹ لگا سکتا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سراپا ہدایت و راستی کا مظہر ہیں جبکہ شیطان لعین ضلالت و گمراہی کا مظہر ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں اس لیے شیطان زیارت النبی کے سلسلے میں کسی کو دھوکا نہیں دے سکتا۔

زیارت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں ایک اور حدیث یہ ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو عنقریب وہ مجھے بیداری میں بھی دیکھ لے گا۔

اس حدیث کا تعلق ان اولیاء کرام سے ہے جو بہت ہی صاحبِ مقام ہوتے ہیں اور اللہ جب چاہتا ہے تو حالتِ بیداری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شرف عطا فرما دیتا ہے۔ کیونکہ ہر چیز اللہ کے اختیار میں ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَسَيَرَانِیْ فِی الْيَقْظَةِ وَلَا يَتَمَثَّلُ الشَّيْطٰنُ بِیْ ۔	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو عنقریب وہ مجھے بیداری میں بھی دیکھ لے گا اور شیطان میرے جیسی صورت اختیار نہیں کر سکتا۔ (بخاری شریف)

۲۔ اچھے خواب مبشرات ہیں

مسلمان کا اچھا خواب برحق ہے اور اس کی تعبیر سچ ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اچھے خواب مبشرات ہیں۔ مبشرات اللہ تعالیٰ صرف اپنے خاص بندوں کو دیتا ہے اور مبشرات نبوت کے فیضان سے ایک فیض ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَبْقَ	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نبوت سے بشارتوں

مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ قَالُوْا وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ قَالَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ) وَزَادَ مَالِكٌ بِرِوَايَةِ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ يَرَاهَا الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ اَوْ تُرٰى لَهٗ۔

کے سوا کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ لوگ عرض گزار ہوئے کہ بشارتیں کیا ہیں؛ فرمایا کہ اچھے خواب (بخاری) امام مالک رحمہ نے عطاء بن یسار سے روایت کرتے ہوئے یہ بھی کہا۔ جس کو کوئی مسلمان دیکھے یا اس کے لیے کسی کو دکھایا جائے۔

(مشکوٰۃ)

مبشرات بشارت سے مشتق ہے جس کے معنی خوشخبری کے ہیں۔ یعنی اچھے خواب خوشخبری دیتے ہیں۔ جو خوشی اور سعادت مندی کی دلیل ہے۔ اس لیے اچھے خوابوں کو مبشرات کہا گیا ہے۔ خوشخبری ہمیشہ متقی اور پرہیزگاروں کے لیے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اچھے اور سچے خواب جو حقیقت میں مبشرات میں سے ہوتے ہیں، اہلِ تقوٰی اور اہلِ تصوف کو آتے ہیں۔ کیونکہ صوفیاء کو بہت سی چیزوں کی خوشخبری اللہ تعالیٰ بذریعہ خواب دیتا ہے جن کی تعبیر بالکل سچی ہوتی ہے۔ بزرگانِ دین جب باطل قوتوں کے ساتھ جہاد میں مصروف ہوتے ہیں تو اللہ انھیں خواب کے ذریعے غالب آنے کی خبر دیتا ہے جو بعد میں حقیقت بن جاتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ہر سچی بات جس کی خبر خواب کے ذریعے ملے وہ مبشرات میں سے ہے۔

۴۔ اچھے خواب روحانی نعمت کا حصہ ہیں

نبوت کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت سچ ہے کہ نبی کا ہر حکم اور پیغام سچ پر مبنی ہوتا ہے لہٰذا وہ خواب جو سچا ہو، اسے نبوت کے اوصاف میں قرار دیا گیا ہے۔ اسی بنا پر اچھے خواب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا چھیالیسواں حصہ قرار دیا ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرُّؤْيَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اچھا خواب نبوت کے

الصَّالِحَةُ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ۔ — حصوں میں سے چھیالیسواں حصہ ہے۔

جس طرح انبیاء کے خواب سچے ہوتے ہیں ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا وہ ولی جو مقامِ صدیقیت پر فائز ہوگا اس کا ہر خواب سچا ہوگا کیونکہ مقامِ صدیقیت ملتا ہی اس ولی اللہ کو ہے جس کی ہر بات سچی ہو۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ لَمْ یَكَدْ یَكْذِبُ رُؤْیَا الْمُؤْمِنِ وَرُؤْیَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِیْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ وَمَا كَانَ مِنَ النُّبُوَّةِ فَاِنَّهٗ لَا یَكْذِبُ۔ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سِیْرِیْنَ وَاَنَا اَقُوْلُ الرُّؤْیَا ثَلَاثٌ حَدِیْثُ النَّفْسِ وَتَخْوِیْفُ الشَّیْطٰنِ وَبُشْرٰی مِنَ اللّٰهِ فَمَنْ رَاٰی شَیْئًا یَكْرَهُهٗ فَلَا یَقُصَّهٗ عَلٰی اَحَدٍ وَلْیَقُمْ فَلْیُصَلِّ قَالَ وَكَانَ یَكْرَهُ الْغُلَّ فِی النَّوْمِ وَیُعْجِبُهُمُ الْقَیْدُ وَیُقَالُ الْقَیْدُ ثَبَاتٌ فِی الدِّیْنِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب زمانہ قریب ہوجائے گا تو مؤمن کا خواب جھوٹا نہیں ہوا کرے گا کیونکہ مؤمن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے اور جو نبوت کا حصہ ہو وہ جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ محمد بن سیرین نے فرمایا۔ میں کہتا ہوں کہ خواب تین قسم کے ہیں۔ ایک دل خیالات، دوسرے شیطان کے ڈراوے اور تیسرے اللہ کی طرف سے بشارتیں۔ جو تم میں سے ناپسندیدہ چیز دیکھے تو وہ کسی سے بیان نہ کرے اور کھڑے ہوکر نماز پڑھنی چاہیئے۔

راوی کا بیان ہے کہ وہ خواب میں طوق دیکھنے کو ناپسند کرتے اور بیڑی کو پسند فرماتے۔ کہا جاتا ہے کہ بیڑی دین میں ثابت قدمی کی نشانی ہے (مسلم شریف)

۵۔ نمازِ صبح کے بعد تعبیر کرنا سنّت ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ نمازِ فجر سے فارغ ہونے کے بعد صحابہ کرامؓ

کی طرف منہ کر کے بیٹھ جاتے اور فرماتے کہ کسی نے خواب دیکھا ہے؟ اگر کسی صحابی نے خواب دیکھا ہوتا تو وہ بیان کرتا تو حضورؐ اس کی تعبیر فرما دیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نمازِ فجر کے بعد کسی خواب کی تعبیر پوچھنا سنت ہے اور ایسے ہی جو تعبیر کرنے کے لائق ہو اس کے لیے تعبیر بتانا سنت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک خواب کا مفصل ذکر حسبِ ذیل ہے:۔

وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ مَنْ رَاٰى مِنْكُمُ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا قَالَ فَإِنْ رَاٰى أَحَدٌ قَصَّهَا فَيَقُولُ مَا شَاءَ اللّٰهُ فَسَأَلَنَا يَوْمًا فَقَالَ هَلْ رَاٰى مِنْكُمْ أَحَدٌ رُؤْيَا قُلْنَا لَا قَالَ لٰكِنِّي رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي فَأَخَذَ بِيَدِيَّ فَأَخْرَجَانِي إِلَى الْأَرْضِ مُقَدَّسَةٍ فَإِذَا رَجُلٌ جَالِسٌ وَّ رَجُلٌ قَائِمٌ بِيَدِهٖ كَلُّوْبٌ مِّنْ حَدِيْدٍ يُدْخِلُهٗ فِيْ شِدْقِهٖ فَيَشُقُّهٗ حَتّٰى يَبْلُغَ قَفَاهُ ثُمَّ يَفْعَلُ بِشِدْقِهِ الْاٰخَرِ مِثْلَ ذٰلِكَ وَيَلْتَئِمُ شِدْقُهٗ هٰذَا فَيَعُوْدُ فَيَصْنَعُ مِثْلَهٗ قُلْتُ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھ لیتے تو چہرہ انور ہماری جانب کر کے فرماتے۔ تم میں سے آج رات کس نے خواب دیکھا ہے؟ راوی کا بیان ہے کہ اگر کسی نے خواب دیکھا ہوتا تو بیان کر دیتا اور جو اللہ چاہتا آپ فرماتے۔ چنانچہ ایک روز آپ نے ہم سے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے؟ ہم نے عرض کی نہیں۔ فرمایا کہ آج رات میں نے دو شخص دیکھے کہ میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ارضِ مقدس کی طرف لے گئے۔ وہاں ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا اور ایک کھڑا تھا جس کے ہاتھ میں لوہے کا زنبور تھا۔ جو اس کے گال میں داخل کر کے چیرتا یہاں تک کہ گدی تک پہنچ جاتا۔ پھر دوسرے گال میں بھی اسی طرح کرتا اور پہلا گال درست ہو جاتا۔ پھر دوبارہ اسی طرح کرتا۔ میں نے کہا کہ یہ کیا ہے؟ کہا چلیے! ہم چل دیے۔ یہاں تک کہ ایک

مَا هٰذَا قَالَ انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى
اَتَيْنَا عَلٰى رَجُلٍ مُضْطَجِعٍ عَلٰى
قَفَاهُ وَرَجُلٌ قَائِمٌ عَلٰى رَاْسِهٖ
بِفِهْرٍ اَوْ صَخْرَةٍ يَشْدَخُ بِهٖ
رَاْسَهٗ فَاِذَا ضَرَبَهٗ تَدَهْدَهَ الْحَجَرُ
فَانْطَلَقَ اِلَيْهِ لِيَاْخُذَهٗ فَلَا
يَرْجِعُ اِلٰى هٰذَا حَتّٰى يَلْتَئِمَ رَاْسُهٗ
وَعَادَ رَاْسُهٗ كَمَا كَانَ فَعَادَ اِلَيْهِ
فَضَرَبَهٗ فَقُلْتُ مَا هٰذَا ۔ قَالَ
انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى اَتَيْنَا اِلٰى
ثَقْبٍ مِثْلِ التَّنُّوْرِ اَعْلَاهُ ضَيِّقٌ
وَاَسْفَلُهٗ وَاسِعٌ تَتَوَقَّدُ تَحْتَهٗ
نَارٌ فَاِذَا ارْتَفَعَتْ ارْتَفَعُوْا حَتّٰى
كَادَ اَنْ يَخْرُجُوْا مِنْهَا وَاِذَا خَمَدَتْ
رَجَعُوْا فِيْهَا وَفِيْهَا رِجَالٌ وَنِسَاءٌ
عُرَاةٌ فَقُلْتُ مَا هٰذَا قَالَ
انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى اَتَيْنَا عَلٰى
نَهَرٍ مِنْ دَمٍ فِيْهِ رَجُلٌ قَائِمٌ
عَلٰى وَسَطِ النَّهَرِ وَعَلٰى شَطِّ النَّهَرِ
رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ فَاَقْبَلَ
الرَّجُلُ الَّذِيْ فِي النَّهَرِ فَاِذَا اَرَادَ

آدمی کے پاس آئے جو پیٹھ کے بل لیٹا ہوا تھا۔ اور
ایک آدمی پتھر یا چٹان لے کر اس کے سر پر
کھڑا تھا جس کے ساتھ اس کے سر کو کچلتا۔ جب
وہ مارتا تو پتھر دور چلا جاتا۔ وہ اسے لینے
کے لیے جاتا تو واپس نہ آتا کہ اس کا سر پہلے کی
طرح درست ہو جاتا۔ وہ واپس آکر اسے مارتا
میں نے کہا کہ یہ کیا ہے؟ دونوں نے کہا
کہ چلیئے۔ ہم آگے چلے۔ یہاں تک کہ ایک
گڑھے کے پاس پہنچے۔ جو تنور کی طرح تھا۔
جو اوپر سے تنگ اور نیچے سے وسیع تھا۔
اس کے نیچے آگ تھی۔ جب وہ بلند ہوتی
تو لوگ بھی اوپر آجاتے اور اس سے نکلنے
کے قریب ہو جاتے۔ جب وہ نیچے جاتی تو
وہ بھی نیچے چلے جاتے اور اس میں ننگے
مرد و عورت تھے۔ میں نے کہا کہ یہ کیا ہے
دونوں نے کہا کہ چلیئے۔ ہم چل دیے۔ یہاں
تک کہ ایک خون کی نہر پر پہنچے۔ جس کے
درمیان میں ایک آدمی کھڑا تھا اور نہر کے کنارے
ایک آدمی اس کے سامنے پتھر لے کر کھڑا تھا
جب نہر والا آگے بڑھتا اور باہر نکلنے کا
ارادہ کرتا تو یہ آدمی اس کے منہ پر پتھر مارتا

أَنْ يَّخْرُجَ رَمَى الرَّجُلُ بِحَجَرٍ
فِيْ فِيْهِ فَرَدَّهٗ حَيْثُ كَانَ فَجَعَلَ
كُلَّمَا جَآءَ لِيَخْرُجَ رَمٰى فِيْ فِيْهِ
بِحَجَرٍ فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ فَقُلْتُ
مَا هٰذَا قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا
حَتّٰى انْتَهَيْنَا اِلٰى رَوْضَةٍ خَضْرَآءَ
فِيْهَا شَجَرَةٌ عَظِيْمَةٌ وَّفِيْ اَصْلِهَا
شَيْخٌ وَّصِبْيَانٌ وَّاِذَا رَجُلٌ مِّنَ
الشَّجَرَةِ بَيْنَ يَدَيْهِ نَارٌ يُّوْقِدُهَا
فَصَعِدَا بِيَ الشَّجَرَةَ فَاَدْخَلَانِيْ
دَارًا وَّسْطَ الشَّجَرَةِ لَمْ اَرَ قَطُّ
اَحْسَنَ مِنْهَا فِيْهَا رِجَالٌ شُيُوْخٌ
وَّشَبَابٌ وَّنِسَآءٌ وَّصِبْيَانٌ ثُمَّ
اَخْرَجَانِيْ مِنْهَا فَصَعِدَا بِيَ الشَّجَرَةَ
فَاَدْخَلَانِيْ دَارًا هِيَ اَحْسَنُ وَ
اَفْضَلُ مِنْهَا فِيْهَا شُيُوْخٌ وَّشَبَابٌ
فَقُلْتُ لَهُمَا اِنَّكُمَا قَدْ طَوَّفْتُمَانِي
اللَّيْلَةَ فَاَخْبِرَانِيْ عَمَّا رَاَيْتُ قَالَا
نَعَمْ اَمَّا الرَّجُلُ الَّذِيْ رَاَيْتَهٗ
يُشَقُّ شِدْقُهٗ فَكَذَّابٌ يُّحَدِّثُ
بِالْكَذْبَةِ فَتُحْمَلُ عَنْهُ حَتّٰى

اور اسی جگہ واپس لوٹا دیتا۔ جب بھی وہ
نکلنے کے لیے آتا تو یہ اس کے منہ پر پتھر مار
کر واپس اسی جگہ لوٹا دیتا۔ میں نے کہا، یہ
کیا ہے؟ دونوں نے کہا چلیئے۔ ہم چل
دیے۔ یہاں تک کہ ایک سرسبز باغ میں
پہنچے جس میں ایک بہت بڑا درخت تھا
اس کی جڑ میں ایک بوڑھا اور بچے تھے
اور ایک آدمی درخت کے سامنے آگ
جلا رہا تھا۔ وہ مجھے لے کر درخت پر چڑھ
گئے۔ اور ایک گھر میں لے گئے جو درخت کے
درمیان تھا۔ اور اس سے خوبصورت میں نے
کوئی گھر نہیں دیکھا تھا۔ اس میں بوڑھے،
جوان، عورتیں اور بچے تھے۔ پھر مجھے نکال
لائے اور درخت پر لے چڑھے۔ پھر مجھے
دوسرے گھر میں لے گئے۔ جو پہلے سے بھی
خوبصورت اور عمدہ تھا اس میں بوڑھے اور جوان
تھے۔ میں نے دونوں سے کہا کہ آج رات تم نے
مجھے پھرایا ہے لہٰذا جو کچھ میں نے دیکھا ہے اس
کے متعلق مجھے بتاؤ۔ کہا ہاں وہ آدمی جس کا جبڑا
چیرا جاتا تھا وہ بہت جھوٹا ہے۔ جھوٹی باتیں بنایا
کرتا اور لوگ اس سے سن کر دنیا میں پھیلاتے رہے

تَبْلُغَ الْاٰفَاقَ فَيُصْنَعُ بِهٖ مَا تَرٰى	پس قیامت تک اس کے ساتھ یہی ہوتا ہے
اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَالَّذِىْ رَاَيْتَهٗ	گا جس کو آپ نے دیکھا کہ اس کا سر کچلا جاتا ہے
يُشْدَخُ رَاْسُهٗ فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ	تو اس آدمی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید سکھایا لیکن
الْقُرْاٰنَ فَنَامَ عَنْهُ بِاللَّيْلِ وَلَمْ	وہ رات کو سو جاتا اور دن میں اس پہ عمل نہ کرتا۔
يَعْمَلْ بِمَا فِيْهِ بِالنَّهَارِ يُفْعَلُ بِهٖ	جو آپ نے ملاحظہ فرمایا اس کے ساتھ قیامت
مَا رَاَيْتَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَالَّذِىْ	تک وہی ہوتا رہے گا۔ جن کو آپ نے تنور میں
رَاَيْتَهٗ فِى الثَّقْبِ فَهُمُ الزُّنَاةُ	دیکھا وہ زناکار تھا۔ جس کو آپ نے نہر میں
وَالَّذِىْ رَاَيْتَهٗ فِى النَّهَرِ اٰكِلُ الرِّبَا	دیکھا وہ سود خوار تھا۔ جس بوڑھے شخص کو آپ
وَالشَّيْخُ الَّذِىْ رَاَيْتَهٗ فِىْ اَصْلِ	نے درخت کی جڑ میں دیکھا وہ حضرت ابراہیمؑ تھے
الشَّجَرَةِ اِبْرَاهِيْمُ وَالصِّبْيَانُ حَوْلَهٗ	اور ان کے گرد جو بچے تھے۔ وہ لوگوں کی
فَاَوْلَادُ النَّاسِ وَالَّذِىْ يُوْقِدُ	اولاد ہے۔ جو آگ جلا رہا تھا وہ جہنم کا انچارج
النَّارَ مَالِكٌ خَازِنُ النَّارِ وَالدَّارُ	فرشتہ مالک تھا۔ پہلا گھر جس میں آپ داخل ہوئے
الْاُوْلٰى الَّتِىْ دَخَلْتَ دَارُ عَامَّةِ	عام مؤمنین کا ہے۔ یہ دوسرا گھر شہیدوں کا ہے۔ میں
الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ	جبریلؑ ہوں اور یہ میکائیلؑ ہیں۔ اپنا سر
الشُّهَدَاءِ وَاَنَا جِبْرَائِيْلُ وَهٰذَا	اٹھایئے۔ میں نے سر اٹھایا تو میرے اوپر بادل
مِيْكَائِيْلُ فَارْفَعْ رَاْسَكَ فَرَفَعْتُ	جیسی چیز تھی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ
رَاْسِىْ فَاِذَا فَوْقِىْ مِثْلُ السَّحَابِ	تہ بہ تہ سفید بادل۔ دونوں نے کہا کہ آپ
وَفِىْ رِوَايَةٍ مِثْلُ الرَّبَابَةِ	کی منزل یہی ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے چھوڑو
الْبَيْضَاءِ قَالَا ذَاكَ مَنْزِلُكَ قُلْتُ	تاکہ میں اپنے مکان میں داخل ہو جاؤں۔
دَعَانِىْ اَدْخُلْ مَنْزِلِىْ قَالَا اِنَّهٗ	کہا کہ ابھی آپ کی عمر باقی ہے جو پوری
بَقِىَ لَكَ عُمُرٌ لَمْ تَسْتَكْمِلْهُ	نہیں کی۔ جب اسے پوری کر لیں گے تو اسی

فَإِذَا اسْتَكْمَلْتَهُ آتَيْتَ بِمَنْزِلِكَ۔ | میں جلوہ افروز ہوں گے۔

(بخاری)

۶۔ ورقہ بن نوفل کے بارے میں ایک خواب

حضرت ورقہ بن نوفل کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک خواب دیکھا جس میں آپ نے انھیں سفید لباس میں دیکھا۔ اور پھر اس کی یہ تعبیر فرمائی کہ وہ راحت میں ہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَرَقَةَ فَقَالَتْ لَهُ خَدِيْجَةُ إِنَّهُ كَانَ قَدْ صَدَّقَكَ وَلٰكِنْ مَاتَ قَبْلَ اَنْ تَظْهَرَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيْتُهُ فِي الْمَنَامِ وَعَلَيْهِ ثِيَابٌ بِيْضٌ وَلَوْ كَانَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ لَكَانَ عَلَيْهِ لِبَاسٌ غَيْرُ ذَالِكَ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ورقہ کے متعلق پوچھا گیا تو حضرت خدیجہ رضؓ آپ کی خدمت میں عرض گزار ہوئیں۔ انھوں نے آپ کی تصدیق کی تھی۔ لیکن آپ کے ظہور سے پہلے فوت ہو گئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے وہ خواب میں دکھائے گئے اور ان کے اوپر سفید کپڑے تھے۔ اگر وہ جہنمی ہوتے تو ان کے اوپر کوئی اور لباس ہوتا۔ (ترمذی شریف)

۷۔ جھوٹا خواب بنانے کی مذمت

جھوٹ ہر صورت میں جھوٹ ہی ہے لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے جھوٹا خواب بنانے کی بہت مذمت فرمائی ہے۔ اس لیے میرے دوست! جھوٹا خواب بنانے کی کبھی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ اَفْرَى

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سب سے

اَلْفِرٰی اَنْ یُّرِیَ الرَّجُلُ عَیْنَیْہِ مَالَمْ تَرَیَا۔

بڑا بہتان یہ ہے کہ آدمی کسی چیز کو دیکھنے کا دعویٰ کرے اور اس نے دیکھی نہ ہو۔ (بخاری)

۸۔ سحری کے وقت کا خواب عموماً سچا ہوتا ہے

رات کا پچھلا پہر چونکہ بہت بابرکت ہوتا ہے۔ رحمتِ خداوندی پورے زور میں ہوتی ہے اس لیے اس رحمت کے وقت میں دیکھا ہوا خواب سچا ہوتا ہے۔ اس کی تصدیق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے ہوتی ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَصْدَقُ الرُّؤْیَا بِالْاَسْحَارِ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سچا خواب سحری کے وقت کا ہوتا ہے۔ (ترمذی۔ دارمی)

۹۔ خواب میں گائے دیکھنا

خواب میں گائے دیکھنا اچھے انجام اور خوشحالی کی علامت ہے اور اللہ کی رحمت سے حصہ ملنے کی علامت ہے۔

عَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ عَنْ جَدِّہٖ اَبِیْ مُوْسٰی اُرَاہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَیْتُ فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اُھَاجِرُ مِنْ مَّکَّۃَ اِلٰی اَرْضٍ بِھَا نَخْلٌ فَذَھَبَ وَھْلِیْ اِلٰی اَنَّھَا الْیَمَامَۃُ اَوْ ھَجَرٌ فَاِذَا ھِیَ الْمَدِیْنَۃُ یَثْرِبُ وَرَاَیْتُ فِیْھَا بَقَرًا وَاللّٰہِ خَیْرٌ فَاِذَا ھُوَ الْمُؤْمِنُوْنَ یَوْمَ اُحُدٍ وَاِذَا

حضرت ابو بردہؓ نے اپنے دادا ابو جد حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے اور ان کے خیال میں انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ مکہ مکرمہ سے ایسی جگہ کی طرف ہجرت کر رہا ہوں۔ جہاں کھجور کے درخت ہیں۔ پس میرا خیال اس طرف گیا کہ وہ یمامہ یا ہجر ہے لیکن وہ تو مدینہ ہے جس کو یثرب کہتے تھے چنانچہ میں نے وہاں گائے دیکھی اور اللہ کی بھلائی۔ گائے تو وہ مسلمان ہیں جو غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے

اَلْخَيْرُ مَا جَآءَ اللّٰهُ مِنَ الْخَيْرِ وَثَوَابِ الصِّدْقِ الَّذِيْ اٰتَانَا اللّٰهُ بِهٖ بَعْدَ يَوْمِ بَدْرٍ۔

اور بھلائی وہ جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھلائی عطا فرمائی اور سچائی کا بدلہ وہ جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں غزدۂ بدر کے بعد مرحمت فرمایا۔ (بخاری شریف)

۱۰۔ خواب میں بال بکھرے والی کالی عورت دیکھنا

خواب میں کالی عورت دیکھنا وبار کی علامت ہے۔

عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِيْ رُؤْيَا النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَدِيْنَةِ رَاَيْتُ امْرَاَةً سَوْدَاءَ ثَائِرَةَ الرَّاْسِ خَرَجَتْ مِنَ الْمَدِيْنَةِ حَتّٰى نَزَلَتْ بِمَهْيَعَةَ فَتَاَوَّلْتُهَا اَنَّ وَبَاءَ الْمَدِيْنَةِ نُقِلَ اِلٰى مَهْيَعَةَ وَهِيَ الْجُحْفَةُ۔

سالم بن عبداللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خواب کے بارے میں روایت کی جو آپ نے مدینہ طیبہ کے بارے میں دیکھا کہ میں نے ایک کالی عورت دیکھی جس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ وہ مدینہ منورہ سے نکل کر مہیعہ جا ٹھہری۔ پس میں نے اس کی یہ تعبیر لی کہ مدینہ منورہ کی وبا مہیعہ کی جانب بھیج دی گئی جس کو جحفہ کہتے ہیں۔ (بخاری شریف)

۱۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خواب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ امت کے بارے میں خواب دیکھا جس میں آپ کو امت کے مختلف لوگوں کی مختلف کیفیات دکھائی گئیں جس کی تفصیل یہ ہے:۔

عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ عَلٰى اُمِّ حَرَامٍ

اسحاق بن عبداللہ بن ابو طلحہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام حرام بنت ملحان کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اور وہ

بِنْتِ مِلْحَانَ وَكَانَتْ تَحْتَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ فَدَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمًا فَأَطْعَمَتْهُ وَجَعَلَتْ تَفْلِي رَأْسَهُ فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ قَالَتْ فَقُلْتُ: مَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوْا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ يَرْكَبُوْنَ ثَبَجَ هٰذَا الْبَحْرِ مُلُوْكًا عَلَى الْأَسِرَّةِ أَوْ مِثْلَ الْمُلُوْكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ شَكَّ إِسْحَاقُ - قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَدَعَا لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقُلْتُ مَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوْا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَا قَالَ فِي الْأُوْلٰى قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ

حضرت عبادہ بن صامت کے نکاح میں تھیں۔ پس ایک روز آپ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ تو انھوں نے کھانا کھلایا اور وہ آپ کے سر مبارک کو سہلانے لگیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند آ گئی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو آپ ہنس رہے تھے ان کا بیان ہے کہ میں عرض گزار ہوئی یا رسول اللہ! آپ کو کس چیز نے ہنسایا؛ فرمایا کہ مجھے میری امت کے کچھ لوگ دکھائے گئے جو اللہ کی راہ میں جہاد کر رہے ہیں اور اس سمندر کے سینے پر اس طرح سوار ہیں جیسے بادشاہ تختوں پر یا بادشاہوں کی طرح جو تختوں پر ہوں۔ یہ اسحاق راوی کا شک ہے۔ ان کا بیان ہے کہ میں عرض گزار ہوئی یا رسول اللہ! دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں شمار فرمائے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا کی اور سر رکھ کر سو گئے پھر جب بیدار ہوئے تو ہنس رہے تھے۔ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! آپ کو کس چیز نے ہنسایا؛ فرمایا کہ مجھے میری امت کے کچھ لوگ دکھائے گئے جو اللہ کی راہ میں جہاد کر رہے ہیں پھر اسی طرح فرمایا جیسے پہلے فرمایا تھا ان کا بیان ہے کہ میں عرض گزار ہوئی یا رسول اللہ! دعا کیجیے کہ

أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِيْنَ فَرَكِبَتِ الْبَحْرَ فِيْ زَمَانِ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِيْ سُفْيَانَ فَصُرِعَتْ عَنْ دَابَّتِهَا حِيْنَ خَرَجَتْ مِنَ الْبَحْرِ فَهَلَكَتْ ۔

اللہ تعالیٰ مجھے ان میں شمار فرمالے۔ فرمایا کہ تم پہلے گروہ میں ہو۔ پس یہ حضرت معاویہ بن ابو سفیان کے زمانہ میں سمندری جہاز پر سوار ہوئیں اور جب سمندر سے باہر نکلیں تو اپنی سواری سے گر کر جان بحق ہوگئیں۔ (بخاری شریف)

١٢۔ خواب میں بہتا ہوا چشمہ دیکھنا

خواب میں بہتا ہوا چشمہ دیکھنے سے مراد عمل کا جاری رہنا ہے۔

عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أُمِّ الْعَلَاءِ وَهِيَ امْرَأَةٌ مِّنْ نِّسَائِهِمْ بَايَعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ طَارَ لَنَا عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُوْنٍ فِي السُّكْنٰى حِيْنَ اقْتَرَعَتِ الْأَنْصَارُ عَلٰى سُكْنَى الْمُهَاجِرِيْنَ فَاشْتَكٰى فَمَرَّضْنَاهُ حَتّٰى تُوُفِّيَ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ فِيْ أَثْوَابِهٖ فَدَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ أَبَا السَّائِبِ فَشَهَادَتِيْ عَلَيْكَ لَقَدْ أَكْرَمَكَ اللّٰهُ ۔ قَالَ وَمَا يُدْرِيْكِ ۔ قُلْتُ لَا أَدْرِيْ وَاللّٰهِ قَالَ أَمَّا هُوَ فَقَدْ

خارجہ بن زید بن ثابت نے حضرت ام العلاء رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے، کہ جو ان کی عورتوں میں سے ایک عورت تھیں اور جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ حضرت عثمان بن مظعون رہائش کے لیے قرعہ اندازی میں ہمارے لیے نکلے جبکہ انصار نے مہاجرین کی رہائش کے لیے قرعہ اندازی کی تھی۔ وہ بیمار پڑ گئے اور ہم نے تیمارداری کی لیکن وہ وفات پا گئے۔ تو ہم نے ان کے کپڑوں کا کفن دے دیا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو میں نے کہا اے ابو سائب! آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ میں آپ پر گواہ ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بزرگی عطا فرمائی ہے فرمایا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا! میں عرض گزار ہوئی۔ کہ خدا کی قسم! مجھے تو کچھ بھی معلوم نہیں۔ فرمایا کہ

جَآءَهُ الْیَقِیْنُ اِنِّیْ لَاَرْجُوْا لَهُ الْخَیْرَ مِنَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ مَا اَدْرِیْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ قَالَتْ اُمُّ الْعَلَاءِ فَوَاللّٰهِ لَا اُزَکِّیْ اَحَدًا بَعْدَهٗ ۔ قَالَتْ وَرَاَیْتُ لِعُثْمَانَ فِی النَّوْمِ عَیْنًا تَجْرِیْ ۔ فَجِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَکَرْتُ ذٰلِکَ لَهٗ فَقَالَ ذٰلِکَ عَمَلُهٗ یَجْرِیْ لَهٗ ٭

تمھیں کیسے معلوم ہوا؟ میں عرض گزار ہوئی کہ خدا کی قسم مجھے تو کچھ بھی معلوم نہیں۔ فرمایا کہ جہاں تک ان کی بات ہے تو انھوں نے وفات پائی اور میں ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے بھلائی کی امید رکھتا ہوں لیکن خدا کی قسم میں اپنی عقل سے نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے اور تمھارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ حضرت ام العلاءؓ نے کہا کہ خدا کی قسم اس کے بعد میں کسی کی تعریف نہیں کروں گی۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عثمان کے لیے خواب میں دیکھا کہ چشمہ جاری ہے پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس بات کا آپ سے ذکر کیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ یہ ان کا عمل ہے جو ان کے لیے جاری رہے گا۔ (بخاری شریف)

۱۳۔ خواب میں کعبہ کا طواف کرنا

خواب میں کعبہ کا طواف کرنا حقیقت میں طواف کرنے کے مترادف ہے۔

عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَیْتُنِیْ اَطُوْفُ بِالْکَعْبَةِ فَاِذَا رَجُلٌ اٰدَمُ سَبْطُ الشَّعْرِ بَیْنَ

حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سویا ہوا تھا کہ میں نے اپنے آپ کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا۔ وہاں گندمی رنگ، سیدھے بالوں والا ایک آدمی دو آدمیوں کے درمیان تھا اور اس کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا

رَجُلَيْنِ يَنْطُفُ رَأْسُهٗ مَآءً نَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوا ابْنُ مَرْيَمَ فَذَهَبْتُ اَلْتَفِتُ فَاِذَا رَجُلٌ اَحْمَرُ جَسِيْمٌ جَعْدُ الرَّأْسِ اَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُمْنٰى كَاَنَّ عَيْنَهٗ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوا هٰذَا الدَّجَّالُ اَقْرَبُ النَّاسِ بِهٖ شَبَهًا ابْنُ قَطَنٍ وَابْنُ قَطَنٍ رَجُلٌ مِنْ بَنِي الْمُصْطَلِقِ مِنْ خُزَاعَةَ۔

میں نے کہا کہ یہ کون ہے؟ جواب دیا گیا کہ یہ حضرت ابن مریم ہیں۔ میں واپس لوٹنے لگا تو ایک سرخ رنگ کے بھاری آدمی پر نظر پڑی جس کے بال گھنگھریالے اور وہ داہنی آنکھ سے کانا تھا۔ جو پکے ہوئے انگور کے مانند تھی۔ میں نے کہا کہ یہ کون ہے؟ جواب دیا گیا کہ یہ دجال ہے۔ جو تمام لوگوں میں ابن قطن کے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔ اور ابن قطن نامی آدمی بنی معطلق کا تھا جو خزاعہ کی ایک شاخ ہے۔ (بخاری شریف)

۱۴۔ خواب میں محل دیکھنا

خواب میں محل دیکھنے کی تعبیر جنت میں داخل ہونے کی خوشخبری ہے۔

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ جُلُوْسٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَيْتُنِيْ فِي الْجَنَّةِ فَاِذَا امْرَاَةٌ تَتَوَضَّأُ اِلٰى جَانِبِ قَصْرٍ قُلْتُ لِمَنْ هٰذَا الْقَصْرُ قَالُوْا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَهٗ فَوَلَّيْتُ مُدْبِرًا قَالَ اَبَا هُرَيْرَةَ فَبَكٰى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ثُمَّ قَالَ اَعَلَيْكَ

حضرت سعید بن مسیب کا بیان ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا۔ میں سویا ہوا تھا کہ میں نے اپنے آپ کو جنت میں دیکھا۔ اس کے اندر کوئی عورت محل کے ایک جانب وضو کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا یہ محل کس کا ہے؟ کہا کہ حضرت عمرؓ بن خطاب کا۔ چنانچہ مجھے ان کی غیرت یاد آگئی اور میں واپس لوٹ آیا۔ حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ اس پر حضرت عمرؓ بن خطاب روئے اور عرض گزار ہوئے

بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَغَارُ۔

کر یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پہ قربان۔ کیا میں آپ پہ غیرت کھاتا۔ (بخاری شریف)

۱۵۔ خواب میں قمیص دیکھنے کی تعبیر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں قمیص دیکھنے کو دین قرار دیا ہے۔

عَنْ اَبُوْاُمَامَۃَ بْنُ سَہْلٍ اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَا سَعِیْدِ الْخُدْرِیَّ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَیْتُ النَّاسَ یُعْرَضُوْنَ عَلَیَّ وَعَلَیْہِمْ قُمُصٌ مِنْہَا مَا یَبْلُغُ الثُّدِیَّ وَمِنْہَا مَا یَبْلُغُ دُوْنَ ذٰلِکَ وَمَرَّ عَلَیَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَلَیْہِ قَمِیْصٌ یَجُرُّہٗ قَالُوْا مَا اَوَّلْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ الدِّیْنُ۔

حضرت ابوامامہ بن سہل نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں سویا ہوا تھا کہ میں نے دیکھا کہ لوگ میرے سامنے پیش کیے جا رہے ہیں اور وہ قمیص پہنے ہوئے ہیں۔ بعض کی قمیص تو سینے تک تھی اور بعض کی اس سے نیچی۔ جب عمر بن خطابؓ میرے پاس سے گزرے تو ان کی قمیص گھسٹ رہی تھی۔ لوگ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ! آپ اس سے کیا مراد لیتے ہیں؟ فرمایا کہ دین۔ (بخاری شریف)

۱۶۔ خواب میں دودھ دیکھنا

خواب میں دودھ سے سیراب ہونے کا مطلب علم سے سیراب ہونا ہے۔

حَدَّثَنِیْ حَمْزَۃُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اَنَّہٗ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَا اَنَا نَائِمٌ اُتِیْتُ بِقَدَحِ لَبَنٍ

حمزہ بن عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں سویا ہوا تھا کہ میرے پاس پیالے میں دودھ لایا گیا۔ پس میں نے پیا یہاں تک کہ اس کی سیرابی میرے

فَشَرِبْتُ مِنْهُ حَتّٰى اِنِّيْ لَاَرٰى الرِّيَّ يَخْرُجُ مِنْ اَطْرَافِيْ فَاَعْطَيْتُ فَضْلِيْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقَالَ مَنْ حَوْلَهٗ فَمَا اَوَّلْتَ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الْعِلْمُ

ناخنوں سے نکلنے لگی۔ پھر میں نے اپنا بچا ہوا عمرؓ بن خطاب کو دے دیا۔ جو گرد بیٹھے ہوئے تھے وہ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اس سے کیا مراد لیتے ہیں، فرمایا کہ علم۔ (بخاری شریف)

۱۷۔ خواب میں ریشمی کپڑے دیکھنا

خواب میں کسی عورت کو ریشمی کپڑوں میں دیکھنے کی تعبیر شادی ہونا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرِيْتُكِ قَبْلَ اَنْ اَتَزَوَّجَكِ مَرَّتَيْنِ۔ رَاَيْتُ الْمَلَكَ يَحْمِلُكِ فِيْ سَرَقَةٍ مِّنْ حَرِيْرٍ فَقُلْتُ لَهٗ اكْشِفْ فَكَشَفَ فَاِذَا هِيَ اَنْتِ فَقُلْتُ اِنْ يَّكُنْ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ يُمْضِهٖ ثُمَّ اُرِيْتُكِ يَحْمِلُكِ فِيْ سَرَقَةٍ مِّنْ حَرِيْرٍ فَقُلْتُ اكْشِفْ فَكَشَفَ فَاِذَا هِيَ اَنْتِ۔ فَقُلْتُ اِنْ يَّكُ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ يُمْضِهٖ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے تم دو مرتبہ خواب میں دکھائی گئیں۔ کہا گیا کہ کیا آپ ان سے شادی کریں گے؟ پہلی دفعہ دیکھا کہ فرشتے نے تمہیں ریشمی کپڑے میں اٹھایا ہوا ہے۔ میں نے کہا کہ منہ کھول دو۔ اس نے کھول دیا تو تم تھیں پس میں نے کہا کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو ہو کر رہے گا۔ پھر دوسری مرتبہ مجھے تم دکھائی گئیں تو فرشتے نے تمہیں ریشمی کپڑے میں اٹھایا ہوا تھا۔ میں نے کہا کہ منہ کھول دو۔ اس نے کھول دیا تو وہ تم تھیں۔ پس میں نے کہا کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو ہو کر رہے گا۔ (بخاری شریف)

۱۸۔ ہاتھ میں کنجیاں دیکھنا

خواب میں کنجیاں ملنے سے مراد اقتدار ملنا ہے۔

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَبَيْنَا اَنَا نَائِمٌ اُتِيْتُ بِمَفَاتِيْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَتْ فِيْ يَدِيْ. قَالَ مُحَمَّدٌ وَبَلَغَنِيْ اَنَّ جَوَامِعَ الْكَلِمِ اَنَّ اللّٰهَ يَجْمَعُ الْاُمُوْرَ الْكَثِيْرَةَ الَّتِيْ كَانَتْ تُكْتَبُ فِي الْكُتُبِ قَبْلَهٗ فِي الْاَمْرِ الْوَاحِدِ وَالْاَمْرَيْنِ اَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ۔

حضرت سعید بن مسیب کا بیان ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ مجھے جامع کلمات کے ساتھ مبعوث فرمایا گیا ہے اور رعب کے ساتھ میری مدد فرمائی گئی ہے اور میں سویا ہوا تھا کہ زمین کے خزانوں کی کنجیاں میرے پاس لائی گئیں۔ محمد نامی کسی بزرگ کا قول ہے کہ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ جامع الکلم سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے امور یعنی لمبے چوڑے مضامین جو پہلے کتابوں میں سماتے تھے اور ہوتے ایک دو باتوں کے متعلق تھے۔ وہ آپ کے لیے جمع فرما دیے تھے۔ (بخاری شریف)

---

(۱۱)

لباس

لباس قدرت کا بہترین عطیہ ہے جس سے انسان اپنا جسم ڈھانپتا ہے اور اظہارِ زینت بھی کرتا ہے۔ جسم کو ڈھانپنا انسانی فطرت میں شامل ہے۔ کیونکہ موسمی اثرات سے جسم کو بچانے کے لیے لباس ہی کام آتا ہے۔ سردی گرمی اور بارش سے بچنے کے لیے لباس پہنے بغیر گزارہ نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ لباس ہر لحاظ سے جسم کے لیے ضروری ہے

اس لیے شریعت اسلامیہ میں ستر پوشی کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے لباس کے بارے میں مندرجہ ذیل باتیں بیان فرمائی ہیں:۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭاِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۭاِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۔

اے بنی آدم (دیکھنا کہیں) شیطان تمہیں بہکا نہ دے جس طرح تمہارے ماں باپ کو (بہکا کر) بہشت سے نکلوا دیا اور ان سے ان کے کپڑے اتروا دیے تاکہ ان کے ستر ان کو کھول کر دکھائے۔ وہ اور اس کے بھائی تم کو ایسی جگہ سے دیکھتے رہتے ہیں جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھ سکتے۔ ہم نے شیطانوں کو انہی لوگوں کا رفیق بنایا ہے جو ایمان نہیں رکھتے ہیں۔ (پ ۸، اعراف: ۲۷)

☆

ستر پوشی اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت میں عطا کی ہے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا جنت میں رہتے تھے تو ان کے جسم پہ لباس تھا۔ خدا کے حکم کی پابندی نہ کرنے کی بنا پر ان کا وہ لباس اتر گیا اور انھیں اپنی برہنگی کا فوراً احساس ہوا۔ تو وہ فوراً درخت کے پتوں سے اپنے آپ کو چھپانے لگے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اپنے جسم کو چھپانے کے لیے لباس ضروری ہے۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِىَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

پوچھو تو کہ جو زینت (و آرائش) اور کھانے (پینے) کی پاکیزہ چیزیں خدا نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہیں ان کو حرام کس نے کیا ہے؟ کہہ دو کہ یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں ایمان والوں کے لیے ہیں اور قیامت کے دن خاص انھی کا حصہ ہوں گی۔ اسی طرح خدا اپنی آیتیں سمجھنے والوں کیلئے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے۔

(پ ۸، الاعراف: ۳۲)

لباس جسم کی زینت ہے اس کے استعمال سے جسم کے حسن میں اضافہ ہوتا ہے انسان مہذب اور اچھا معلوم ہوتا ہے مگر جب لوگوں نے لباس کی اہمیت اور قدر کو پس پشت ڈال کر جسم کے بیشتر اعضاء کو ننگا رکھنا شروع کر دیا تو اس پر اللہ تعالےٰ نے تنبیہ فرمائی کہ اپنے جسم کی زینت کو قائم رکھو اور اسے اپنے اوپر خود بخود حرام نہ کر لو۔ مقصد یہ تھا کہ لباس کو سلیقے سے استعمال کرو۔

یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ خُذُوۡا زِیۡنَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ وَّکُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا وَ لَا تُسۡرِفُوۡا ۚ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الۡمُسۡرِفِیۡنَ ۔	اے بنی آدم! ہر نماز کے وقت اپنے آپ کو مزین کیا کرو اور کھاؤ اور پیو اور بے جا نہ اڑاؤ کہ خدا بیجا اڑانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

(پ ۸ ، اعراف ۳۱)

اسلام سے قبل عربوں کے حج کے موقعہ پر یہ دستور بنا لیا تھا کہ جسم کو ننگا رکھ کر طواف کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات سے منع فرمایا اور یہ ضروری قرار دیا کہ جب تم اللہ کی عبادت کے لیے آؤ تو اپنے جسم کو لباس سے اچھی طرح آراستہ کر کے آؤ۔ یعنی نماز کے لیے آؤ، تو صاف ستھرا لباس پہن کر آؤ۔ اس کے پیش نظر مردوں کے لیے ناف سے لے کر گھٹنوں تک کا حصہ اور شریف و آزاد عورتوں کے لیے سر کے بالوں سے لے کر ٹخنوں تک اور گٹوں تک کا حصہ ستر قرار دیا گیا ہے۔ اس کا ڈھانپنا ہر حال میں ضروری ہے ۔

یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ قَدۡ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکُمۡ لِبَاسًا یُّوَارِیۡ سَوۡاٰتِکُمۡ وَرِیۡشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقۡوٰی ۙ ذٰلِکَ خَیۡرٌ ؕ ذٰلِکَ مِنۡ اٰیٰتِ اللّٰہِ لَعَلَّہُمۡ یَذَّکَّرُوۡنَ ۔	اے بنی آدم! ہم نے تم پر پوشاک اتاری کہ تمہارا ستر ڈھانکے اور (تمہارے بدن کو) زینت (دے) اور (جو) پرہیزگاری کا لباس (ہے) وہ سب سے اچھا ہے یہ خدا کی نشانیاں ہیں تا کہ لوگ نصیحت پکڑیں۔

(پ ۸ ، اعراف ۲۶)

بہترین لباس پرہیزگاری ہے یعنی تقوٰی کو بہترین لباس قرار دیا گیا ہے۔ مقصد یہ

ہوا کہ ایسا لباس پہنو جسے پہن کر انسان تقویٰ کی راہ اختیار کر سکے۔ یعنی لباس کی بناوٹ میں سادگی ہونی چاہیئے۔ جس سے جھوٹی کر وفر کا اظہار نہ ہو سکے۔ لباس زیادہ قیمتی نہ ہو تاکہ اسراف نہ ہو۔ لباس میں شوخی نہ ہو تاکہ ریا سے محفوظ رہا جا سکے۔ لباس میں برہنگی نہ ہو تاکہ حیا رقائم رہ سکے۔ لباس کی بناوٹ شریعت کے مطابق ہو تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل ہو سکے۔ یعنی کسی دوسری قوم کے مشابہ نہ ہو۔ لباس میں شرافت و وقار اس طرح کا ہو کہ شیطان دوسروں کے لعن طعن کا نشانہ نہ بنا سکے۔ گویا کہ لباس میں وہ تمام خصوصیات ہوں۔ جن سے تقویٰ اختیار کرنے میں آسانی رہے اور لباس کسی لحاظ سے بھی رکاوٹ نہ بنے۔ ہر قوم کا لباس جُدا جُدا ہے مگر مسلمان کا لباس سب سے ممتاز ہے قرآن و حدیث کی رو سے لباس پہننے کے آداب اور سنتیں مندرجہ ذیل ہیں:۔

ا۔ کپڑا سیدھی جانب سے پہننا سنت ہے

کپڑا سیدھی جانب سے پہننا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب قمیص یا کُرتہ پہنتے تو پہلے دائیں آستین میں بازو ڈالتے۔ پھر بائیں آستین میں بازو ڈالتے۔ پھر قمیص کو اپنے گلہ مبارک میں پہن لیتے لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیئے کہ جب بھی قمیص، کرتہ، شیروانی یا کوٹ یا بنیان پہنے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی طریقہ سے پہنے۔ ایسے ہی جب شلوار یا پاجامہ وغیرہ ڈالیں تو پہلے دائیں پائنچہ میں پیر ڈالیے پھر بائیں پائنچہ میں پیر ڈالیں۔ قمیص یا شلوار اتارتے وقت الٹا یعنی بائیں طرف سے اتارنا شروع کریں۔ پھر دائیں طرف سے اتاریں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ کار تھا۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا لَبِسْتُمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لباس پہنتے وقت نیز وضو کرتے وقت دائیں جانب

وَاِذَا تَوَضَّأْتُمْ فَابْدَءُوْا بِاَيَامِنِكُمْ سے ابتدا کرو۔

(ترمذی شریف)

۲۔ کپڑا پہننے سے پہلے جھاڑنا

کپڑا پہننے سے پہلے جھاڑنا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ آپ ہمیشہ جس کپڑے کو پہنتے تو اسے پہلے جھاڑ لیتے لہٰذا ہمیں کپڑا استعمال کرنے سے پہلے اسے جھاڑ لینا چاہیئے۔ جھاڑنے کی مصلحت اور حکمت یہ ہے کہ اگر اس میں کوئی تکلیف دینے والی چیز یا موذی جانور ہوگا تو وہ نکل جائے گا اور کپڑا پہننے والا آنے والی پریشانی سے محفوظ رہے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے سے پہلے بستر جھاڑنے کی تاکید فرمائی ہے جس سے یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ جو کپڑا بھی استعمال میں لایا جائے اسے جھاڑ لینا بہتر ہے۔

حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَوٰى اَحَدُكُمْ اِلٰى فِرَاشِهٖ فَلْيَنْفُضْ فِرَاشَهٗ بِدَاخِلَةِ اِزَارِهٖ فَاِنَّهٗ لَا يَدْرِيْ مَا خَلَفَهٗ عَلَيْهِ۔

حضرت ابو سعید مقبری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنے بستر پر جانے لگے تو اسے چاہیئے کہ اپنے بستر کو اپنی ازار کے اگلے اندرونی حصہ سے صاف کرے۔ کیونکہ اسے کیا معلوم کہ اس کے بعد کیا چیز اندر آگئی۔

(بخاری شریف)

جوتے پہننے سے بھی پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے کہ انھیں پہلے دیکھ لیا جائے کہ کہیں اس میں کوئی تکلیف دہ چیز تو نہیں ہے۔ جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ استعمال کرنے سے پہلے چیز کو جھاڑ لینا چاہیئے

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنگل میں اپنے موزے

پہن رہے تھے۔ پہلا موزہ پہننے کے بعد جب آپ نے دوسرا موزہ پہننے کا ارادہ فرمایا کوّا جھپٹا اور وہ موزہ اٹھا کر اڑ گیا اور کافی اوپر لے جا کر اسے چھوڑ دیا۔ موزہ جب اونچائی سے گرا تو گرنے کی چوٹ سے اس میں سے ایک سانپ دور جا پڑا۔ یہ دیکھ کر آپ نے خدا کا شکر ادا کیا اور ارشاد فرمایا "ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ جب موزہ پہننے کا ارادہ کرے تو اس کو جھاڑ لیا کرے۔ (طبرانی)

۳۔ شلوار یا تہ بند ٹخنوں کے اوپر رکھنا سنت ہے

شلوار یا تہ بند کو ٹخنوں سے اوپر رکھنا سنت ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا ہے۔ اس کی مصلحت اور حکمت تواضع یعنی عاجزی ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِزَارَۃُ الْمُسْلِمِ اِلٰی نِصْفِ السَّاقِ وَلَا حَرَجَ اَوْ لَا جُنَاحَ فِیْمَا بَیْنَہٗ وَ بَیْنَ الْکَعْبَیْنِ مَا کَانَ اَسْفَلَ مِنَ الْکَعْبَیْنِ فَھُوَ فِی النَّارِ وَمَنْ جَرَّ اِزَارَہٗ بَطَرًا لَمْ یَنْظُرِ اللّٰہُ اِلَیْہِ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسلمان کا تہ بند نصف پنڈلی تک ہونا چاہیئے۔ ٹخنوں تک ہونے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ البتہ ٹخنوں سے نیچے ہو تو وہ آگ میں ہوگا اور جو شخص تکبر سے تہ بند نیچے گھسیٹے گا اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر نہیں فرمائے گا۔

(ابوداؤد شریف)

۴۔ شلوار یا تہ بند کو لٹکانے کی ممانعت

شلوار یا تہ بند کو ٹخنوں سے اونچا رکھنا اس لیے ضروری ہے کہ اسلام سے پہلے عربوں میں جو شخص امیر اور معزز ہوتا وہ اپنے تہ بند کو زمین پر لٹکا کر چلتا کہ اس کا غرور اور امارت ظاہر ہو یعنی تہ بند لٹکانا تکبر اور غرور کی علامت تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے اس غرور و تکبر کو ختم کرنے کے لیے شلوار یا تہ بند کو لٹکانے سے منع کر دیا۔

۱۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَنْظُرُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِلٰی مَنْ جَرَّ اِزَارَہٗ بَطَرًا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کی طرف نہیں دیکھے گا جو تکبر سے اپنا تہ بند گھسیٹتا ہے۔

(بخاری شریف)

ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہی روایت اس طرح ہے کہ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک قریشی نوجوان جس کے کپڑے زمین سے لگ رہے تھے میرے پاس سے گزرا تو میں نے اس سے کہا کہ اے بھتیجے! میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو اپنا تہ بند تکبر سے نیچے لٹکائے گا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر نہیں اٹھائے گا۔

۲۔ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثَۃٌ لَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ وَلَا یُزَکِّیْھِمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ قَالَ فَقَرَاَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَ مِرَارٍ۔ قَالَ اَبُوْذَرٍّ خَابُوْا وَخَسِرُوْا مَنْ ھُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اَلْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ وَ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالےٰ قیامت کے دن تین (قسم کے) آدمیوں سے نہ کلام فرمائے گا نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے حضرت ابوذر فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات تین مرتبہ دہرائے۔ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا وہ لوگ ذلیل اور ناکام ہوئے یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا تہ بند لٹکانے والا، احسان جتانے والا اور جھوٹی

اَلْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهٗ بِالْحَلْفِ الْكَاذِبِ ۔ — قسم کے ساتھ سودا بیچنے والا۔ (مسلم)

ایک اور حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنی ازار گھسیٹ رہا تھا۔ انھوں نے پوچھا کہ تو کس قبیلے کا ہے؟ اس نے کہا کہ بنی لیث سے ہوں۔ ابن عمرؓ نے اسے پہچانا تو کہا کہ میں نے اپنے دونوں کانوں سے سنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص غرور کی بنا پر اپنی ازار لٹکائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نہیں دیکھے گا۔ (مسلم شریف)

۳۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَآ اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْاِزَارِ فَفِى النَّارِ ۔ — حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تہبند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہے وہ (جگہ) جہنم میں ہے۔ (بخاری شریف)

ایک اور حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی آدمی زمین پر اپنے تہبند کو گھسیٹتا ہوا جا رہا تھا کہ دھنسا دیا گیا اور قیامت تک وہ زمین میں دھنستا ہی جائے گا۔ (بخاری شریف)

۴۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يُّصَلِّىْ مُسْبِلٌ اِزَارَهٗ قَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْهَبْ فَتَوَضَّأْ فَذَهَبَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ جَآءَ فَقَالَ اِذْهَبْ فَتَوَضَّأْ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ — حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ایک شخص تہبند لٹکائے نماز پڑھ رہا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا جاؤ وضو کرو وہ گیا اور وضو کر کے حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا جاؤ پھر وضو کرو۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا بات ہے آپ نے اسے وضو کرنے کا حکم دیا، پھر خاموش ہو گئے

مَالَكَ اَمَرْتَهٗ اَنْ يَتَوَضَّأَ ثُمَّ سَكَتَّ عَنْهُ قَالَ اِنَّهٗ كَانَ يُصَلِّيْ وَهُوَ مُسْبِلٌ اِزَارَهٗ وَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبَلُ صَلٰوةَ رَجُلٍ مُسْبِلٍ۔

آپ نے فرمایا وہ تہبند لٹکائے نماز پڑھ رہا تھا اور بے شک اللہ تعالیٰ تہبند لٹکانے والے کی نماز قبول نہیں فرماتا۔

(ابوداؤد)

۵ مردوں کے لیے ریشمی کپڑے کی ممانعت

مردوں کے لیے ریشمی لباس پہننا منع ہے کیونکہ ریشم پہننے سے زیب و زینت کا اظہار ہوتا ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کے لیے ریشم کا استعمال منع فرمایا ہے۔ اگر کسی نے اپنے بچے کو ریشم کے کپڑے پہنائے تو اس کا گناہ بچے پر نہیں بلکہ پہنانے والے پر ہوگا۔

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَبِسَ الْحَرِيْرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْاٰخِرَةِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے دنیا میں ریشمی لباس پہنا وہ آخرت میں نہیں پہنے گا۔

(بخاری شریف)

ایک اور حدیث میں ابن ابی لیلیٰ کا بیان ہے کہ حضرت حذیفہؓ بن یمان مدائن میں تھے کہ انھوں نے پانی مانگا۔ ایک کسان چاندی کے برتن میں پانی لے آیا انھوں نے اسے پھینک دیا اور فرمایا کہ میں اسے نہ پھینکتا لیکن میں نے اسے منع کیا تھا مگر پھر بھی یہ باز نہ آیا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سونا چاندی ریشم اور دیباج کافروں کے لیے دنیا میں ہے اور تمھارے لیے یعنی مسلمانوں کے لیے آخرت میں ہے

(بخاری شریف)

وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے

رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخَذَ حَرِیْرًا فَجَعَلَہٗ فِیْ یَمِیْنِہٖ وَذَھَبًا فَجَعَلَہٗ فِیْ شِمَالِہٖ ثُمَّ قَالَ اِنَّ ھٰذَیْنِ حَرَامٌ عَلٰی ذُکُوْرِ اُمَّتِیْ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے ریشمی کپڑا اٹھا کر دا ہنے ہاتھ میں رکھا اور بائیں ہاتھ میں سونا رکھا ۔ پھر فرمایا ۔ یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں ۔ (ابوداؤد)

جب جسم پر بہت زیادہ خارش ہو یا کوئی اور تکلیف ہو کہ عام کپڑا تکلیف دے تو اس صورت میں ریشمی کپڑا پہننے میں کوئی حرج نہیں ۔ کیونکہ حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر بن عوام اور حضرت عبدالرحمن بن عوف کو ریشم پہننے کی اجازت دی تھی ، کیونکہ وہ دونوں صحابہ خارش میں مبتلا تھے ۔ (بخاری شریف)

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّمَا یَلْبَسُ الْحَرِیْرَ مَنْ لَّا خَلَاقَ لَہٗ ۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ۔ آپ نے فرمایا ریشم وہی شخص پہنتا ہے جس کے لیے (آخرت میں) کوئی حصہ نہیں ۔ (بخاری و مسلم)

عورتوں کے لیے ریشم پہننا جائز ہے کیونکہ ریشمی کپڑا ملائم ہوتا ہے اس کے پہننے سے عورت کی زیبائش میں اضافہ ہوتا ہے اس لیے عورتوں کے لیے اس کا استعمال درست ہے ۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ حُرِّمَ لِبَاسُ الْحَرِیْرِ وَالذَّھَبِ عَلٰی

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ریشمی لباس اور سونا میری امت کے مردوں پر حرام اور

ذُکُوْرِ اُمَّتِیْ وَاُحِلَّ لِاِنَاثِہِمْ۔ عورتوں کے لیے حلال کیا گیا۔

ایک اور حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تحفے کے طور پر ایک ریشمی جوڑا پیش کیا گیا آپ نے وہ مجھے دے دیا۔ جب میں نے وہ پہنا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر ناراضگی کے تاثرات دیکھے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جوڑا میں نے تمہارے پہننے کے لیے نہیں بھیجا۔ میں نے تمہارے پاس اس لیے بھیجا تھا کہ اسے پھاڑ کر عورتوں کے دوپٹے بنا لو۔ (بخاری)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ عورتوں کے لیے ریشمی کپڑا پہننا درست ہے اسی لیے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ اس کے دوپٹے بنا لو تاکہ خواتین اسے سروں پر لے لیں۔

ایسا کپڑا جس میں ریشم ملا ہو تو اس کے بارے میں فقہاء کا قول ہے کہ اگر تانا ریشم کا ہو اور بانا سوت کا ہو تو ہر شخص کے لیے جائز ہے مگر صوفیاء نے اس سے بھی گریز کیا ہے۔ البتہ عمامے کا کنارہ، کرتے کی آستین، ٹوپی کا کنارہ ریشم وغیرہ کا بنا ہوا اور چار انگل سے زائد نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّمَا نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الثَّوْبِ الْمُصْمَتِ مِنَ الْحَرِيْرِ فَاَمَّا الْعَلَمُ وَسَدَى الثَّوْبِ فَلَا بَاْسَ۔

حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کپڑے کو پہننے سے منع فرمایا ہے جو خالص ریشم کا ہو البتہ ریشم کی گوٹ یا بیل اور وہ کپڑا جس کے تانے میں ریشم ہو اسے استعمال کرنے میں کچھ حرج نہیں۔ (ابوداؤد)

۶۔ نیا کپڑا پہننے کا ادب

نیا لباس پہنتے وقت اللہ کی تعریف کرنی چاہیئے اور اس کا شکر ادا کرنا چاہیئے لہٰذا نیا کپڑا پہنتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ ذیل دعاؤں میں کوئی ایک دعا پڑھیں۔ کپڑا پہنتے وقت

کی دعا ایک طرح کی اللہ سے توفیق مانگنے کی التجا ہے کہ اے اللہ! تو مجھے توفیق دے کہ جو لباس تُو نے مجھے مہیا کیا ہے میں اسے پہن کر تیری عبادت کروں اور اپنے اندر کو اسی طرح پاک وصاف کروں جس طرح کہ یہ لباس ہے اور اس سے مجھے ستر پوشی کرنے کی توفیق دے تاکہ بے حیائی سے اپنے ظاہر اور باطن کو بچاؤں اور شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے اس کے ذریعے اپنے جسم کی حفاظت کرسکوں اور اسے شرعی حدود تک زینت وجمال کا ذریعہ بناسکوں۔ اس لباس کو پہن کر مجھ سے غرور اور تکبر کا اظہار نہ ہو اور نہ ان شرعی حدود کو توڑوں جو تو نے مقرر کی ہیں۔ گویا کہ لباس پہنتے وقت دعائیں پڑھنا اللہ سے راہِ راست پر قائم رہنے کی توفیق طلب کرنا ہے۔

۱۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی نیا کپڑا، عمامہ، قمیص یا چادر پہنتے تو اس طرح دعا پڑھتے:۔

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا كَسَوْتَنِيْهِ اَسْأَلُكَ خَيْرَهٗ وَمَا صُنِعَ لَهٗ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهٗ۔	اے اللہ سب تعریفیں تیرے لیے ہیں جیسے تو نے مجھے یہ پہنایا۔ میں تجھ سے اس کی بھلائی مانگتا ہوں اور اس کی بھلائی جس کے لیے بنایا گیا۔ میں اس کی برائی سے تیری پناہ لیتا ہوں اور اس کی برائی سے جس کے لیے بنایا گیا۔ (ترمذی، ابوداؤد)

۲۔ حضرت معاذ بن انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کپڑا پہنے اور یہ دعا پڑھے تو اس کے پہلے کیے ہوئے تمام گناہ معاف ہوجائیں گے۔ (ابوداؤد)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَسَانِيْ هٰذَا وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّيْ وَلَا قُوَّةٍ۔	سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے یہ پہنایا اور میری طاقت وقوت کے بغیر عطا فرمایا۔

۳- ابو مطر سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین درہم کا کپڑا خریدا۔ جب اسے پہنا گیا تو یہ دعا پڑھی۔ اس کے بعد وضاحت فرمائی کہ اسی طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ رَزَقَنِیْ مِنَ الرِّیَاشِ مَا اَتَجَمَّلُ بِهٖ فِی النَّاسِ وَاُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ۔

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے زینت کا لباس عطا فرمایا جس سے لوگوں میں خوبصورتی حاصل کرتا ہوں اور اپنے ستر کو چھپاتا ہوں (مسند امام احمد)

۴- وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ لَبِسَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ ثَوْبًا جَدِیْدًا فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِیْ حَیَاتِیْ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ لَبِسَ ثَوْبًا جَدِیْدًا فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِیْ حَیَاتِیْ ثُمَّ عَمَدَ اِلَی الثَّوْبِ الَّذِیْ اَخْلَقَ فَتَصَدَّقَ بِهٖ کَانَ فِیْ کَنَفِ اللّٰهِ وَفِیْ حِفْظِ اللّٰهِ وَفِیْ سِتْرِ اللّٰهِ حَیًّا وَّمَیِّتًا۔

حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نیا کپڑا پہنا تو کہا۔ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے پہنایا جس سے میں اپنا ستر چھپاتا ہوں اور اپنی زندگی میں زینت حاصل کرتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو نیا کپڑا پہنے تو کہے۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے لباس پہنایا جس سے میں اپنا ستر چھپاتا اور اپنی زندگی میں زینت حاصل کرتا ہوں۔ پھر پرانے کپڑے کو لے کر اسے خیرات کر دے تو وہ زندگی اور موت کے اندر اللہ کی پناہ، اللہ کی حفاظت اور اللہ کے پردے میں رہے گا۔

(احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

۷۔ لباسِ شہرت کی مذمت

کپڑے کی بعض قسمیں مشہور ہو جاتی ہیں جو اپنی عمدگی اور قیمت میں شہرت پا جاتی ہیں ایسے کپڑے کو شہرت کا ذریعہ سمجھ کر یا بہت قیمتی سمجھ کر خرید کر پہننا اچھا نہیں جس کا مقصد ریا اور غرور کے سوا کچھ نہیں ہوتا اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ شہرت حاصل کرنے کے لیے لباس نہ پہنو۔ یعنی بعض لوگ اپنے لباس کو چمکیلا اور بھڑکیلا بنا لیتے ہیں جس کی بنا پر دوسرے لوگوں میں مشہور ہو جائیں۔ شریعت کی رُو سے ایسا کرنا منع ہے۔ ایسے ہی اپنی شخصیت کو نمایاں کرنے کے لیے ایسا لباس پہننا تاکہ صوفی یا شیخ طریقت محسوس ہو۔ درست نہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ فِي الدُّنْيَا اَلْبَسَهُ اللّٰهُ ثَوْبَ مَذَلَّةٍ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے دنیا میں شہرت حاصل کرنے کے لیے لباس پہنا تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اسے ذلت کا لباس پہنائے گا۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

ایک اور حدیث میں حضرت ایاس بن ثعلبہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم سنتے نہیں، کیا تم سنتے نہیں کہ زینت کو ترک کر دینا ایمان سے ہے۔ (ابوداؤد)

۸۔ جانداروں کی تصویروں والے لباس کی ممانعت

ایسا لباس جس پر جانداروں کی تصاویر بنی ہوں اس کا استعمال منع ہے لہٰذا کپڑا بنانے والوں کو اس امر کا خاص خیال رکھنا چاہیے کہ وہ کپڑے پر جانداروں کی تصاویر کے پرنٹ نہ لگائیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تصاویر سے منع فرمایا ہے تصاویر اللہ تعالیٰ سے توجہ ہٹانے کا باعث بنتی ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

سے روایت ہے کہ میرے گھر میں ایک ایسا کپڑا تھا جس پر چڑیوں کی تصاویر بنی ہوئی تھیں۔ جب کوئی شخص اندر آتا تو اس پر نظر پڑتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے عائشہؓ اسے الٹا کر دو۔ کیونکہ جب میں داخل ہوتا ہوں تو دنیا یاد آتی ہے۔ اور ہمارے پاس ایک ایسی چادر تھی جس پر (بیل بوٹوں کے) نقش ونگار تھے۔ ہم اس کو پہنتے تھے اور ہم نے اسے کاٹا نہیں۔ (نسائی شریف)

مطلب یہ ہوا کہ عام بیل بوٹے ہوں تو اس کا کوئی حرج نہیں لیکن کسی کپڑے پر اگر جانداروں کی تصاویر ہوں یا انسانوں کی تصاویر ہوں تو اسے بالکل نہ پہنیں کیونکہ اس کا استعمال خلافِ سنت ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرْجَةً ثُمَّ دَخَلَ وَقَدْ عَلَقْتُ قِرَامًا فِيْهِ الْخَيْلُ أُوْلَاتُ الْاَجْنِحَةِ قَالَ فَلَمَّا رَاٰهُ قَالَ اَنْزِعِيْهِ۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے اور پھر اندر تشریف لائے۔ میں نے ایک پردہ لٹکایا تھا جس پر پروں والی تصاویر بنی ہوئی تھیں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ملاحظہ فرمانے کے بعد حکم فرمایا اسے نکال دیں۔ (نسائی شریف)

جانوروں کی تصاویر والے کپڑے پہننے اور استعمال کرنے والے کو آخرت میں دردناک عذاب ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے روز دوزخ سے ایک گردن نکلے گی جس کی دو آنکھیں سننے والی ہوں گی، دو سننے والے کان ہوں گے اور ایک بولنے والی زبان ہو گی۔ وہ کہے گا مجھے تین شخصوں پر مقرر کیا گیا ہے۔ ہر اس شخص پر جو سرکش اور ظالم ہے۔ ہر اس شخص پر جو خدا کے ساتھ دوسروں کی عبادت کرے اور ہر تصویریں بنانے والے پر۔

(ترمذی)

۹۔ زیرِ کفالت لوگوں کا لباس بنانا

وہ شخص جس کی زیرِ کفالت کوئی شخص ہو تو لباس بنلاتے وقت اسے اس امر کا خیال رکھنا چاہیئے کہ جس معیار کا لباس وہ اپنے لیے بنلائے اسی معیار کا لباس اپنے زیرِ کفالت حضرات کے لیے بنائے۔ ایسے ہی اپنے نوکروں اور خادموں کو اپنی حیثیت کے مطابق اچھا لباس بنا کر دیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لونڈی اور غلام تمھارے بھائی ہیں، خدا نے ان کو تمھارے قبضے میں دے رکھا ہے۔ پس تم میں سے جس کسی کے قبضہ و تصرف میں خدا نے کسی کو دے رکھا ہے تو اس کو چاہیئے کہ اس کو بھی کھلائے جو وہ خود کھاتا ہے اور اسے ویسا ہی لباس پہنائے جو وہ خود پہنتا ہے اور اس پر کام کا اتنا ہی بوجھ ڈالے جو اس کے سہار سے زیادہ نہ ہو۔ اور اگر وہ اس کام کو نہ کر پا رہا ہو تو خود اس کام میں اس کی مدد کرے۔ (بخاری و مسلم)

۱۰۔ کپڑے بنانے میں اسراف کی مذمّت

کپڑے بنانے اور خریدنے میں اسراف سے بچنا ضروری ہے کیونکہ اسراف اللہ کو پسند نہیں۔ کپڑوں کے سلسلہ میں اسراف دو طرح کا ہے۔ ایک یہ کہ قیمتی سے قیمتی کپڑا خریدنے کی تگن میں رہنا اور دوسرا یہ کہ ضرورت سے زائد کپڑے بنانا۔

لہٰذا لباس خریدتے وقت میانہ روی اختیار کرنی چاہیئے اور نہ ہی ضرورت سے بہت زائد کپڑے بنانے چاہئیں۔ ضرورت کے لیے چند کپڑوں کے جوڑے بنا کر رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ روپیہ پیسہ ہوتے ہوئے کنجوسی کرنا بھی درست نہیں کیونکہ ایسا کرنے سے اللہ کی نعمت کا شکر ادا نہیں ہوگا۔ لہٰذا حیثیت کے مطابق جب ضرورت ہو تو کپڑے بنانے میں رقم خرچ کریں۔ میں نے دیکھا ہے بعض امیر لوگ شادی کے موقعہ پر سینکڑوں کی تعداد میں جوڑے بنا لیتے ہیں جن سے ساری زندگی اگر گزارنا چاہیں تو بھی گزر سکتی ہے

ایسا کرنا خلافِ شرع ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُلْ مَا شِئْتَ وَالْبَسْ مَا شِئْتَ مَا أَخْطَأَتْكَ اثْنَتَانِ سَرَفٌ وَمَخِيلَةٌ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ کھاؤ جو چاہو اور پہنو جو چاہو جبکہ دو چیزیں تم سے دور رہیں۔ یعنی فضول خرچی اور شیخی۔
(بخاری شریف)

۱۱۔ غیر قوم کی مشابہت اختیار کرنے کی ممانعت

مسلمانوں کے لیے شکل لباس اور زندگی کے دوسرے شعبوں میں غیر مسلموں کی مشابہت اختیار کرنا منع ہے۔ کیونکہ مسلمان کی ایک اپنی تہذیب ہے جس میں زندگی کے ہر طرح کے اصول ہیں اور لباس کی خاص وضع قطع ہے جس سے انسانی ستر اچھی طرح چھپ جاتا ہے۔ جو ہر لحاظ سے غیر مسلموں سے بہتر ہے لہٰذا اس بہتر اسلامی لباس کو چھوڑ کر غیر مسلموں کا لباس پہننا درست نہیں بلکہ قابلِ مذمت ہے۔ مثال کے طور پر ٹائی عیسائیوں کی علامت ہے اور بعض مسلمان اسے بڑے شوق سے پہنتے ہیں اور پھر اس پر فخر کرتے ہیں تو ایسے مسلمان بھائیوں کو چاہیئے کہ وہ ٹائی اور عیسائیوں کا دوسرا لباس ترک کر دیں۔ اور اسلامی لباس اختیار کریں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کی مشابہت اختیار کرنے کی مذمت فرمائی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ ان میں سے ہے (احمد، ابوداؤد)

۱۲۔ پرانے کپڑے کے استعمال کا حکم

امیر لوگوں کو چاہیئے کہ ان کے کپڑے جب پرانے ہو جائیں تو وہ انھیں غریبوں میں خیرات کر دیں۔ متوسط اور غریب لوگوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے پرانے لباس کو بھی استعمال

میں رکھیں اور جب پہننے کے قابل نہ رہے تو اسے ترک کر دیں۔ پرانے اور پھٹے ہوئے لباس کو پیوند لگا کر استعمال کرنا سنت بھی ہے۔ ایک بزرگ نے ایک دفعہ ایک پرانا بوسیدہ کپڑا پہن رکھا تھا ایک ملنے والے نے حیرت سے کہا کہ حضرت یہ پرانا کپڑا کیوں پہن رکھا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا، اللہ جو مجھے عطا کر دیتا ہے خواہ وہ نیا ہو یا پرانا میں اسی پر قناعت کر لیتا ہوں۔

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اَیَاسِ بْنِ ثَعْلَبَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تَسْمَعُوْنَ اَلَا تَسْمَعُوْنَ اَنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْاِیْمَانِ اَنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْاِیْمَانِ۔

حضرت ابوامامہ ایاس بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تم سنتے نہیں؛ کیا تم سنتے نہیں؛ بیشک پرانے کپڑے پہننا ایمان کی نشانی ہے بیشک پرانے کپڑے پہننا ایمان کی نشانی ہے۔

(ابوداؤد)

۱۳۔ کپڑے کو پیوند لگانا

ایسے حضرات جنھیں ضرورت کے وقت نیا کپڑا میسر نہ آتا ہو جیسے اہل تقویٰ حضرات صوفیاء اور اولیاء کی آمدن بہت محدود ہوتی ہے۔ ان کے لیے بعض اوقات نیا کپڑا خریدنا مشکل ہو جاتا ہے تو انھیں چاہیئے کہ پرانے کپڑے میں پیوند لگا کر گزارہ کریں۔ بعض اوقات نیا کپڑا بھی کسی وجہ سے اچانک پھٹ جاتا ہے تو اسے یکدم ضائع نہیں کر دینا چاہیئے بلکہ پیوند لگا کر استعمال کر لینا چاہیئے۔ اہل تقویٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی خوب اتباع کی اور چالیس چالیس سال پیوند در پیوند لگا کر ایک ہی لباس میں گزارہ کیا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا عَائِشَةُ اِنْ اَرَدْتِ اللُّحُوْقَ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے عائشہؓ! اگر تم مجھ سے ملنا چاہتی ہو تو دنیا

بِيْ فَلْيَكْفِكِ مِنَ الدُّنْيَا كَزَادِ الرَّاكِبِ وَإِيَّاكِ وَمُجَالَسَةَ الْاَغْنِيَاءِ وَلَا تَسْتَخْلِقِي ثَوْبًا حَتّٰى تُرَقِّعِيْهِ۔

سے مسافر سوار کے برابر ہی زادِ راہ لینا اور امیروں کے پاس بیٹھنے سے بچنا اور کپڑے کو پرانا نہ سمجھنا جب تک اس میں پیوند نہ لگا لو۔

(ترمذی)

۱۴۔ لباس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ رنگ

لباس کے رنگوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید رنگ کا کپڑا پسند تھا اور آپ نے اکثر سفید رنگ کا کپڑا ہی پہنا اس لیے سفید کپڑا پہننا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ سفید کپڑا پہننے کی حکمت یہ ہے کہ سفید کپڑا ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ اے مجھے پہننے والے! اپنے ظاہر اور باطن کو اسی طرح سفید یعنی بے داغ رکھ جیسے کہ میں ہوں۔ اور اللہ کے نورِ معرفت کو حاصل کر۔ کیونکہ وہ بھی سفید رنگ کا ہے گویا کہ سفید لباس ہمیں ہر طرح کی برائی سے بچنے کی یاد دلاتا ہے۔ اسی لیے صاحبِ شریعت بزرگ زیادہ تر سفید لباس پہنتے ہیں۔ حضرت جنید بغدادی اکثر سفید لباس پہنا کرتے تھے۔ حضرت داتا گنج بخش کا لباس بھی سفید تھا۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانی نے زندگی کے بیشتر حصے میں سفید لباس استعمال کیا۔ ایک بزرگ اپنے مریدوں کو تلقین کیا کرتے تھے کہ سفید لباس میں حضور کی اتباع ہے اس لیے سفید لباس پہنا کرو۔ کیونکہ یہ تو نعمت کی نیکی ہے، اسے ضرور حاصل کرتے رہنا۔ یعنی سفید لباس ہی زندگی بھر پہنتے رہنا۔

وَعَنْ سَمُرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْبَسُوا الثِّيَابَ الْبِيْضَ فَاِنَّهَا اَطْهَرُ وَاَطْيَبُ وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سفید کپڑے پہنا کرو۔ کیونکہ یہ زیادہ پاکیزہ اور عمدہ ہیں اور اپنے مُردوں کو ان ہی کا کفن دیا کرو۔

(ترمذی، نسائی)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے لیے مسجدوں اور قبروں میں تمھارے لیے سب سے بہترین لباس سفید لباس ہے۔ (ابن ماجہ)

سفید رنگ کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سبز رنگ کے کپڑوں کو بھی پسند فرمایا ہے کیونکہ سبز کپڑے بزرگی اور روحانیت کی علامت ہے۔ حضرت ابورمثہ رفاعہ تمیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سبز رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ (ابوداؤد)

وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحْسَنَ مَا زُرْتُمُ اللّٰهَ فِيْ قُبُوْرِكُمْ وَمَسَاجِدِكُمُ الْبَيَاضُ۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بہترین لباس جس سے تم اپنی قبروں اور مسجدوں میں اللہ سے ملو، سفید ہے۔ (ابن ماجہ)

۱۵۔ لباس میں تواضع

تواضع اور عاجزی اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ اور جو شخص عاجزی کا راستہ اختیار کرتا ہے وہ اللہ کا محبوب بندہ بن جاتا ہے اور یہ راستہ ہمیشہ اللہ کے نیک بندوں نے اختیار کیا اور انھوں نے ہمیشہ لباس کے سلسلے میں بھی تواضع اور عاجزی اختیار کی۔ ہمیشہ سادہ لباس پہنا اور اسے پاک صاف رکھنے کی کوشش کی زیادہ رقم ہوتے ہوئے بھی کم قیمت کا عام کپڑا لے کر پہنا اور وہی رقم جو قیمتی لباس پر خرچ کرنا تھی، اللہ کی راہ میں کسی نیک کام میں خرچ کر دی لہٰذا جو شخص لباس کے استعمال میں عاجزی اختیار کرے گا، اللہ اسے بہت بہتر اجر عطا کرے گا۔

وَعَنْ سُوَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ اَبْنَاءِ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى

سوید بن وہب، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے کسی کے صاحبزادے نے اپنے والد سے روایت

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَکَ لُبْسَ ثَوْبِ جَمَالٍ وَھُوَ یَقْدِرُ عَلَیْہِ وَ فِیْ رِوَایَۃٍ تَوَاضُعًا کَسَاہُ اللّٰہُ حُلَّۃَ الْکَرَامَۃِ وَمَنْ تَزَوَّجَ لِلّٰہِ تَوَّجَہُ اللّٰہُ تَاجَ الْمُلْکِ۔

کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو طاقت رکھنے کے باوجود خوبصورت کپڑا پہننا چھوڑدے۔ ایک روایت میں ہے کہ تواضع کی وجہ سے، تو اللہ تعالیٰ اسے بزرگی کا جوڑا پہنائے گا اور جو اللہ کے لیے نکاح کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے بادشاہی تاج پہنائے گا۔

(ابوداؤد)

حضرت انس بن مالک رضؓ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عمر رضؓ کو اس دن دیکھا جبکہ وہ مدینہ کے حکمران تھے اور تواضع کی وجہ سے ان کے سادہ لباس میں کندھوں کے درمیان اوپر نیچے تین پیوند لگے ہوئے تھے۔ (موطا امام مالک)

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَکَ اللِّبَاسَ تَوَاضُعًا لِلّٰہِ وَھُوَ یَقْدِرُ عَلَیْہِ دَعَاہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عَلٰی رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ حَتّٰی یُخَیِّرَہٗ مِنْ اَیِّ حُلَلِ الْاِیْمَانِ شَاءَ یَلْبَسُھَا۔

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص طاقت کے باوجود، محض تواضع کے طور پر (عمدہ) لباس چھوڑ دے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے تمام مخلوقات کے سامنے بلا کر اختیار دے گا کہ ایمان کا جو جوڑا چاہے پہن لے۔

(ترمذی شریف)

۱۶۔ سُرخ اور شوخ رنگ کے کپڑے کی ممانعت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو شوخ اور سرخ رنگ کے کپڑے پہننے سے منع فرمایا ہے کیونکہ رنگ کی تیزی اور شوخی، مزاج میں شوخی

اور ضد کے اسباب پیدا کرتی ہے جو مردوں کے لیے عملی زندگی میں بہتر اور اچھی نہیں۔ البتہ ایسا کپڑا جس میں کہیں کہیں سرخ رنگ ملا ہو تو اسے پہن سکتے ہیں۔ صاحبِ شرع بزرگوں نے بھی سرخ رنگ کو پسند نہیں کیا۔ میرے بزرگ بھی سرخ رنگ پہننے کو پسند نہیں کرتے۔ لہٰذا مکمل سرخ لباس مرد کو نہیں پہننا چاہیے۔ اگر صرف سرخ رنگ کی دھاریاں بنی ہوئی ہوں تو پہن سکتا ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ مَرَّ رَجُلٌ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ اَحْمَرَانِ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا، کہ ایک آدمی گزرا اور اس کے کپڑے سرخ تھے۔ اس نے سلام کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جواب نہ دیا۔ (ابوداؤد، ترمذی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سرخ کپڑے والے کو جواب نہ دینا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ مردوں کے لیے سرخ کپڑے پہننے جائز نہیں۔ اس حدیث سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ جو شخص کسی ممنوع چیز کا مرتکب ہوا ور وہ سلام کرے تو وہ سلام کا جواب دیے جانے اور عزت وتکریم کا مستحق نہیں۔

وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمِيْثَرَةِ الْحَمْرَاءِ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ رنگ کے ریشمی زین پوش سے منع فرمایا ہے۔ (شرح السنۃ)

اس حدیث سے یہ مسئلہ اخذ ہوتا ہے کہ بیٹھنے کے لیے سرخ رنگ کی گدیاں بنانا بھی خلافِ سنت ہیں۔ کیونکہ زین پوش اور گدی کا مقصد بیٹھنے والی چیز ہے۔ اس لیے صوفوں اور کرسیوں پر سرخ رنگ کی گدیاں نہ ڈالا کریں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ رَاٰنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ

صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلَیَّ ثَوْبٌ مَّصْبُوْغٌ بِعُصْفُرٍ مُّوَرَّدًا فَقَالَ مَا ھٰذَا فَعَرَفْتُ مَا کَرِہَ فَانْطَلَقْتُ فَاَحْرَقْتُہٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا صَنَعْتَ بِثَوْبِکَ قُلْتُ اَحْرَقْتُہٗ قَالَ اَفَلَا کَسَوْتَہٗ بَعْضَ اَھْلِکَ فَاِنَّہٗ لَا بَاْسَ بِہٖ لِلنِّسَآءِ۔	میرے اوپر کسم کا رنگا ہوا گلابی کپڑا تھا۔ فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ میں جان گیا کہ ناپسند ہے۔ میں گیا اور اسے جلادیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اپنے کپڑے کا کیا بنایا؟ میں عرض گزار ہوا کہ اسے جلادیا ہے۔ فرمایا کہ گھر میں کسی عورت کو کیوں نہ پہنایا۔ کیونکہ عورتوں کے لیے اسے پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (ابوداؤد)

کسم ایک طرح کی رنگ پیدا کرنے والی چیز تھی جو عربوں میں کپڑا رنگنے میں کام آتی تھی اس سے رنگے ہوئے کپڑے سرخی مائل یعنی گلابی ہوتے تھے۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ رنگ سے منع فرمایا تھا اس لیے کسم سے رنگے ہوئے کپڑوں کے استعمال کی مذمت فرمائی۔ اس کی ایک وجہ تو کسم کی بُو ہے کیونکہ کسم سے رنگے ہوئے کپڑوں سے بُو آتی ہے اور دوسرے یہ رنگ کافر استعمال کیا کرتے تھے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسم سے منع فرمادیا۔ تاکہ کافروں کی مشابہت نہ ہو۔

۷۔ لباس کو پاک صاف رکھنے کی تاکید

لباس کو صاف ستھرا رکھنا چاہیئے لہٰذا جب کپڑے میلے ہوجائیں تو انھیں دھولینا چاہیئے اور لباس کو سلیقے اور طریقے سے استعمال کرنا بھی آدابِ لباس کا ایک حصہ ہے۔ لباس خواہ سادہ ہو، صاف ستھرا ہو تو اچھا معلوم ہوتا ہے۔ پہننے والا باوقار اور مہذب نظر آتا ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَائِرًا	حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھنے کے لیے تشریف لائے

فَرَأَى رَجُلًا شَعِثًا قَدْ تَفَرَّقَ شَعْرُهُ فَقَالَ مَا كَانَ يَجِدُ هٰذَا مَا يُسَكِّنُ بِهٖ رَأْسَهُ وَرَأَى رَجُلًا عَلَيْهِ ثِيَابٌ وَسِخَةٌ فَقَالَ مَا كَانَ يَجِدُ هٰذَا مَا يَغْسِلُ بِهٖ ثَوْبَهُ۔

تو دیکھا کہ ایک شخص کے بال بکھرے ہوئے ہیں فرمایا کہ کیا اسے ایسی کوئی چیز نہیں ملتی جس سے اپنے سر کو درست کرلے۔ پھر ایک آدمی کو دیکھا جس کے کپڑے میلے کچیلے تھے۔ فرمایا کہ کیا اسے کوئی ایسی چیز نہیں ملتی جس سے اپنے کپڑے دھولے۔ (احمد۔ نسائی)

صفائی اور پاکیزگی اسلامی معاشرت کا بنیادی جزو ہے اس لیے جسم کی درستی اور لباس کی صفائی کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت تاکید فرمائی ہے۔ لہذا لباس کو دھوتے وقت اس پر کلمۂ شہادت پڑھیں تاکہ کپڑا پاکیزہ ہو جائے۔

۱۸۔ لباس میں میانہ روی

لباس پہننے، خریدنے اور بنانے میں ہمیشہ اعتدال اور میانہ روی اختیار کرنی چاہیئے یعنی لباس اپنی وسعت اور حیثیت کے مطابق پہنیں۔ ایسا لباس نہ پہنیں جس سے فخر اور نمائش ظاہر ہو۔ اچھا لباس پہن کر دوسروں کو حقیر نہ سمجھیں اور نہ اتراتے پھریں۔ اپنی حیثیت سے زیادہ قیمتی لباس خرید کر پہننا بھی درست نہیں کیونکہ یہ بات اسراف میں آجاتی ہے۔ یعنی ایسا لباس پہنیں جس سے انسان معقول اور باعزت نظر آئے ضرورت کے مطابق کپڑے کو پیوند لگا لینے میں کوئی حرج نہیں۔ مگر اللہ کا رزق وافر ہوتے ہوئے صاف ستھرا لباس نہ پہننا اور شکستہ حالی ظاہر کرنا اچھا نہیں۔ بلکہ اللہ کی ناشکری ہوگی۔

عَنْ اَبِی الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَاٰنِیْ سَیِّئُ

سیدنا حضرت ابوالاحوص رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آپ نے اپنے والدگرامی سے سنا۔ وہ ارشاد فرماتے کہ میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں

اَلْهَيْئَةِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَكَ مِنْ شَيْءٍ قَالَ نَعَمْ مِنْ كُلِّ الْمَالِ قَدْ آتَانِيَ اللّٰهُ فَقَالَ إِذَا كَانَ لَكَ مَالٌ فَلْيُرَ عَلَيْكَ۔

حاضر ہوا اور آپ نے مجھے میلے پرانے کپڑوں میں دیکھا تو آپ نے دریافت فرمایا کیا تمہارے پاس کچھ مال و متاع ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں! ہر طرح کا مال و دولت اللہ رب العزت نے مجھے عنایت فرمایا ہے تو سرورِ کونین نے ارشاد فرمایا جب تمہارے پاس مال و دولت ہے تو اس کا اثر تم پر ظاہر ہونا چاہیے (نسائی شریف)

حضرت ابوالحسن علی شاذلی ایک بار نہایت ہی عمدہ لباس پہنے ہوئے تھے۔ کسی شکستہ حال صوفی نے ان کے اس ٹھاٹ باٹ پر اعتراض کیا کہ بھلا اللہ والوں کو ایسا بیش بہا لباس پہننے کی کیا ضرورت؟ حضرت شاذلیؒ نے جواب دیا۔ بھائی یہ شان و شوکت عظمت و شان والے خدا کی حمد و شکر کا اظہار ہے اور تمہاری یہ شکستہ حالی صورتِ سوال ہے۔ تم زبانِ حال سے بندوں سے سوال کر رہے ہو۔ دراصل دینداری کا انحصار نہ پھٹے پرانے پیوند لگے گھٹیا کپڑے پہننے پر ہے اور نہ لباسِ فاخرہ پہننے پر۔ دینداری کا دار و مدار آدمی کی نیت اور صحیح فکر پر ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ آدمی ہر معاملہ میں اپنی وسعت اور حیثیت کا لحاظ کرتے ہوئے اعتدال اور توازن کی روش رکھے۔ نہ شکستہ صورت بنا کر نفس کو موٹا ہونے کا موقع دے اور نہ زرق برق لباس پہن کر فخر و غرور دکھلائے۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ أَنْ يُرَى أَثَرُ نِعْمَتِهِ عَلَى عَبْدِهِ۔

عمرو بن شعیب، ان کے والد ماجد، ان کے جدِ امجد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اس کے بندے سے اس کی نعمت کا اثر ظاہر ہو۔ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ! کیا یہ غرور اور تکبر ہے کہ میں نفیس اور عمدہ کپڑے پہنوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا نہیں۔ بلکہ یہ تو خوبصورتی ہے اور خدا اس خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے (ابن ماجہ)

اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہی کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نماز میں دونوں کپڑے پہن لیا کرو۔ (یعنی پورے لباس سے آراستہ ہو جایا کرو) خدا زیادہ مستحق ہے کہ اس کی حضوری میں آدمی اچھی طرح بن سنور کر جائے۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے دل میں ذرہ بھر بھی غرور ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا۔ ایک شخص نے کہا۔ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے عمدہ ہوں اس کے جوتے عمدہ ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا خود صاحبِ جمال ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے (یعنی عمدہ نفیس پہناوا غرور نہیں ہے) غرور تو دراصل یہ ہے کہ آدمی حق سے بے نیازی برتے اور لوگوں کو حقیر و ذلیل سمجھے۔ (مسلم)

۱۹۔ ایک کپڑا پہننے کی ممانعت

اسلام نے لباس کے استعمال میں ایک بڑا اہم اصول اور ادب یہ سکھلایا ہے کہ لباس کو دو حصوں میں پہنو۔ یعنی جسم کے اوپر کے حصے میں ایک کپڑا اور جسم کے نیچے کے حصے میں دوسرا کپڑا۔ اس سے انسان کو لباس پہننے میں ایک تو آسانی رہتی ہے اور دوسرے مہذب اور خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جسم کو صرف ایک کپڑے میں ڈھانپنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ جسم کو صرف ایک کپڑے میں لپیٹ لینے سے نہ ہی کام کاج میں آسانی پیدا ہوتی ہے اور نہ ہی ظاہری طور پر لباس کی شائستگی معلوم ہوتی ہے۔ البتہ مجبوری کی حالت میں یعنی کپڑا نہ ہونے کی صورت میں اپنے ستر کو ایک کپڑے میں

چھپانا بھی درست ہے۔ مگر عام حالت میں لباس ہوتے ہوئے صرف ایک کپڑے میں بدن کو لپیٹنا منع ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَّآءِ وَاَنْ یَّحْتَبِیَ الرَّجُلُ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ لَیْسَ عَلٰی فَرْجِہٖ مِنْہُ شَیْءٌ۔

سیدنا حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے بدن پر کپڑا لپیٹنے سے منع فرمایا اور یہ کہ آدمی ایک کپڑے میں گوٹ لگا کر (کتے کی طرح) بیٹھے اور اس کپڑے سے اس کی شرمگاہ پر کچھ نہ ہو۔ (نسائی شریف)

ایک اور حدیث میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے جسم کو ایک کپڑے میں لپیٹنے اور ایک کپڑے میں گوٹ مارنے سے منع فرمایا۔ (نسائی)

۲۰۔ لباس میں مشابہت کی ممانعت

مردوں کے لیے عورتوں کا سا لباس اور عورتوں کے لیے مردوں جیسا لباس پہننا منع ہے۔ کیونکہ اس سے اخلاقی حدود مجروح ہوتی ہیں اور دونوں کے مقام میں کمی آتی ہے۔ کیونکہ مرد اور عورت کے لباس میں وضع قطع اور ڈیزائن میں بڑا فرق ہوتا ہے اس لیے ایک دوسرے کے لباس پہننے سے مرد عورت معلوم ہونے لگے گا۔ اور عورت مرد نظر آنے لگے گی۔ اس لیے جنس کی پہچان میں دھوکے کا احتمال ہونے لگے گا۔ جس سے مرد اور عورت کا تشخص اور وقار خراب ہو جائے گا۔ ان وجوہات کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کو عورت سے اور عورت کو مرد سے مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے اس کے متعلق چند احادیث درج ذیل ہیں:۔

۱۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد پر لعنت فرمائی ہے

الرَّجُلُ يَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْأَةِ وَالْمَرْأَةُ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ۔

جو عورتوں جیسا لباس پہنے اور اس عورت پر جو مردوں جیسا لباس پہنے۔ (ابوداؤد)

(۲) وَعَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ قِيْلَ لِعَائِشَةَ اِنَّ امْرَأَةً تَلْبَسُ النَّعْلَ قَالَتْ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَةَ مِنَ النِّسَاءِ۔

ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا کہ عورت مردوں جیسے جوتے پہنتی ہے۔ فرمایا کہ مردوں سے مشابہت کرنے والی عورت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔ (ابوداؤد)

(۳) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَوْمَتِ امْرَأَةٌ مِنْ وَّرَاءِ سِتْرٍ بِيَدِهَا كِتَابٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ فَقَالَ مَا اَدْرِيْ اَيَدُ رَجُلٍ اَوْ يَدُ امْرَأَةٍ قَالَتْ بَلْ يَدُ امْرَأَةٍ قَالَ لَوْ كُنْتِ امْرَأَةً لَغَيَّرْتِ اَظْفَارَكِ يَعْنِيْ بِالْحِنَّاءِ۔

حضرت عائشہ رض نے فرمایا کہ ایک عورت نے پردے کے پیچھے سے اشارہ کیا جس کے ہاتھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خط تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک کھینچ لیا اور فرمایا مجھے نہیں معلوم کہ یہ مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا؟ عرض گزار ہوئی کہ یا رسول اللہ عورت کا۔ فرمایا کہ اگر تم عورت ہو تو اپنے ناخنوں کا رنگ مہندی کے ساتھ بدل لو۔

(ابوداؤد، نسائی)

۲۱۔ عورتوں کا لباس

عورت کا مطلب ہے چھپی ہوئی۔ یعنی اصل میں وہی عورت ہے جو اپنے آپ کو چھپائے۔ لہٰذا عورت کو ایسا لباس پہننا چاہیے جس سے وہ اپنے آپ کو سوائے چہرہ

ہاتھ اور پاؤں کو چھپالے۔ لہذا عورت کو ایسی قمیص پہننی چاہیئے جس کے بازوؤں کی آستین ہاتھوں کے پہنچوں تک ہو۔ یعنی صرف ہاتھ ننگے رہیں۔ ایسے ہی ایسی شلواریں پہنیں جو پاؤں کے ٹخنوں سے نیچے تک ہوں۔ جن سے پنڈلیاں نظر نہ آسکیں لہذا جو عورت اسلام کے اس اصول کے خلاف کوئی کپڑا پہنے گی وہ گنہگار ہوگی۔

عورتوں کو لباس پہنتے ہوئے مندرجہ ذیل آداب کو مدنظر رکھنا چاہیئے۔

۱۔ عورت کو چاہیئے کہ اتنا باریک کپڑا نہ پہنے جس سے جسم کے اعضاء نظر آئیں۔ کیونکہ باریک لباس پہننے سے شرعی ستر قائم نہیں ہوگا لہذا ایسا کپڑا پہننے کا کیا فائدہ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو باریک لباس پہننے سے منع فرمایا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اَسْمَاءَ بِنْتَ اَبِیْ بَکْرٍ دَخَلَتْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ عَلَیْهَا ثِیَابٌ رِقَاقٌ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَقَالَ یَا اَسْمَاءُ اِنَّ الْمَرْاَةَ اِذَا بَلَغَتِ الْمَحِیْضَ لَنْ تَصْلِحَ اَنْ یُّرٰی مِنْهَا اِلَّا وَهٰذَا وَ هٰذَا وَاَشَارَ اِلٰی وَجْهِہٖ وَکَفَّیْهِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئیں اور ان کے اوپر باریک کپڑا تھا تو آپ نے ان سے منہ پھیر لیا۔ اور فرمایا اے اسماء رضی اللہ عنہا! جس وقت عورت بالغہ ہو جائے تو اس کے لیے درست نہیں ہے کہ ان کا کوئی حصہ نظر آئے ماسوائے اس کے۔ اور اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ فرمایا۔

(ابوداؤد)

مسلم کی ایک روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دو قسم کے لوگ دوزخی ہوں گے جن کو ابھی میں نے دیکھا نہیں۔ ایک وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ گائے کی دُم کی طرح کے کوڑے ہوں گے جس سے وہ لوگوں کو ماریں گے یعنی حاکم ین کہ ظلم کریں گے اور دوسرے وہ عورتیں جو ظاہر میں ایسے کپڑے پہنے ہوں گی جس سے

لوگوں کو اپنی طرف مائل کریں گی اور زینت کرنے والی ہوں گی اور خود بھی مردوں کی طرف مائل ہوں گی اور ان کی طرف رغبت کریں گی اور ان کے سر اونٹ کے کوہان کی طرح ایک جانب جھکے ہوں گے۔ وہ جنت میں داخل نہ ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو پائیں گی۔ حالانکہ جنت کی خوشبو بہت دور سے پائی جائے گی۔

باریک لباس اعضاء کو پوری طرح چھپاتا نہیں جس سے لباس پہننے کا مقصد حل نہیں ہوتا بلکہ باریک لباس پہننے والا ایک طرح کا ننگا ہی ہوتا ہے جس سے بے شرمی اور بے حیائی کو فروغ ملتا ہے اس لیے باریک لباس پہننے سے منع فرمایا گیا ہے۔

۲۔ باریک قمیص اور شلوار کی طرح عورت کو باریک دوپٹہ بھی نہیں اوڑھنا چاہیئے کیونکہ باریک دوپٹے سے عورت کے سر کے بال نظر آئیں گے، گردن نظر آئے گی جس سے دوپٹہ لینے کا مقصد حل نہ ہوگا اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو تاکید فرمائی کہ باریک دوپٹہ نہ لیں بلکہ موٹا دوپٹہ لیں جس سے سر نظر نہ آئے جو دیکھنے والے کے لیے باعث فتنہ نہ بنے۔

وَعَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ اَبِیْ عَلْقَمَةَ عَنْ اُمِّهٖ قَالَتْ دَخَلَتْ حَفْصَةُ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَلٰی عَائِشَةَ وَعَلَیْهَا خِمَارٌ رَقِیْقٌ فَشَقَّتْهُ عَائِشَةُ وَکَسَتْهَا خِمَارًا کَثِیْفًا۔

علقمہ بن ابو علقمہ سے روایت ہے کہ ان کی والدہ ماجدہ نے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حضرت حفصہ بنت عبد الرحمن حاضر ہوئیں۔ جن کے اوپر باریک دوپٹہ تھا، تو حضرت عائشہ رض نے اسے پھاڑ دیا اور انھیں موٹا دوپٹہ اُڑھا دیا۔

(مسند امام مالک)

۳۔ عورتوں کے لیے عریاں لباس پہننا اور بنانا بھی منع ہے۔ فیشن کے طور پر بعض عورتیں ایسی قمیصیں پہنتی ہیں جن کے گلے کھلے ہوتے ہیں اور جسم کے سامنے کا

بیشتر حصہ ننگا ہوتا ہے اور بازو پورے نہیں ہوتے۔ جس سے بازوؤں کا زیادہ حصہ ننگا رہتا ہے۔ ایسے ہی شلوار کی جگہ پر سکرٹ جس سے پنڈلیاں ننگی رہتی ہیں ایسا ہر لباس جس سے عورت کے جسم کا کوئی حصہ جسے چھپانا ضروری ہے۔ ننگا رہے تو عورت کے لیے اس لباس کا پہننا حرام ہے ایسے ہی چست اور ٹائٹ لباس پہننا بھی درست نہیں جس سے جسم کے اعضاء ظاہر ہوں۔

المبسوط میں حضرت عمرؓ سے ایک روایت ہے کہ اپنی عورتوں کو ایسے کپڑے مت پہناؤ جو جسم پر اس طرح چُست ہوں کہ سارے جسم کی ہیئت نمایاں ہو جائے۔ مسلمان عورت کو اسلام نے حیا قائم کرنے کا درس دیا ہے۔ اور چست کپڑے پہننے سے حیا ختم ہوتا ہے اس لیے ٹائٹ لباس پہننے سے منع کیا گیا ہے۔

۴۔ مردوں کو ٹخنوں سے نیچے کپڑا کرنا منع ہے مگر عورتوں کو اجازت ہے کہ ٹخنوں سے نیچے تک اپنے ازار کو لٹکا سکتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کے لیے پنڈلیوں کو ننگا رکھنا درست نہیں۔ کیونکہ عورت کے لیے ایسا لباس پہننا ضروری ہے جس سے جسم کا چھپانے والا حصہ ننگا نہ رہے۔

عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ اَنَّھَا ذَکَرَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَیْلَ النِّسَآءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُرْخِیْنَ شِبْرًا قَالَتْ اُمُّ سَلَمَۃَ اِذًا یَنْکَشِفُ عَنْھَا قَالَ تُرْخِی ذِرَاعًا لَا تَزِیْدُ عَلَیْہِ۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ازار کا ذکر فرمایا تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا یا رسول اللہ! پھر عورتیں کیا کریں؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ عورتیں ایک بالشت لٹکائیں۔ انھوں نے عرض کیا کہ اس قدر لٹکانے سے تو ان کے پاؤں کھل جائیں گے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تو وہ ایک ہاتھ بڑھالیں اس سے زیادہ نہ کریں۔ (نسائی)

۵۔ عورت کے لیے ریشمی اور خوبصورت لباس پہننا جائز ہے کیونکہ عورت کو شرعی حدود کے اندر رہ کر زیب و زینت کرنے کی اجازت ہے۔ ریشمی لباس کا استعمال عورت کے لیے اس لیے جائز قرار دیا گیا ہے کہ اسے پہن کر اس کی زینت میں اضافہ ہو جس سے ہر مرد اپنی بیوی کی طرف مائل رہے تاکہ کسی غیر عورت کو دیکھنے سے بچ جائے۔

عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّهُ رَأَى عَلَى أُمِّ كُلْثُومٍ عَلَيْهَا السَّلَامُ بِنْتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُرْدَ حَرِيْرٍ سِيَرَاءَ۔

زہری کا بیان ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم علیہا السلام بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ان کے اوپر سرخ ریشمی چادر تھی۔

(بخاری شریف)

ایسی عورت جس کی مالی حیثیت بہت بہتر ہو اور وہ آسانی سے اعلیٰ نفیس اور زینت و آرائش کا لباس پہن سکتی ہو۔ مگر اس کے باوجود سادگی اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ ایسی عورت کو آخرت میں بلند مقام عطا فرمائے گا۔

وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُحِلَّ الذَّهَبُ وَالْحَرِيْرُ لِلْإِنَاثِ مِنْ أُمَّتِي وَحُرِّمَ عَلَى ذُكُورِهَا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سونا اور ریشم میری امت کی عورتوں پر حلال فرمایا گیا ہے اور اس کے مردوں پر حرام کیا گیا ہے۔

(ترمذی، نسائی)

سرخ اور شوخ رنگ اور زرق برق پوشاک عورتوں ہی کے لیے جائز اور درست ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ جو سیدھا سادہ کپڑا میسر آتا، زیب تن فرما لیتے اور کسی خاص قسم کے کپڑے کی جستجو میں نہ رہتے اور کسی حال میں عمدہ اور نفیس کی خواہش نہ فرماتے یعنی جو لباس ضرورت کو پورا کر دیتا اسی پر اکتفا فرماتے کبھی کبھی آپ نے قیمتی اور اعلیٰ لباس بھی پہنا مگر جلد ہی اسے اتار کر کسی کو عنایت کر دیا تاکہ امت کے لیے عمدہ لباس پہننے کا جواز رہے۔

آپ عموماً چادر قمیص اور تہ بند پہنتے تھے جو کہ سخت اور موٹے کپڑے کے ہوتے۔ منقول ہے کہ آپ کی چادریں بہت سے پیوند لگے ہوتے تھے جسے آپ اوڑھا کرتے تھے اور فرماتے۔ میں بندہ ہی ہوں اور بندوں جیسا ہی لباس پہنتا ہوں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت لباس کے سلسلے میں بے نیاز تھی۔ جو مل گیا پہن لیا۔ یعنی عمدہ اور گھٹیا دونوں طرح کا لباس استعمال کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کے بارے میں حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں تحریر کیا ہے کہ لباس کے سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تکلف کے قائل نہ تھے۔ جو مل جاتا زیب تن فرما لیتے اور یہ راستہ اختیار نہ کرتے کہ فلاں لباس ضرور ملنا چاہیئے اور نہ ہی لباس کے حصول کے لیے زیادہ جستجو فرماتے اور کسی حال میں عمدہ اور نفیس لباس کی خواہش نہ فرماتے اور نہ کسی لباس کو ادنیٰ اور حقیر سمجھ کر ترک کرتے جو کچھ میسر آ جاتا اسے پہن لیتے اور جو لباس ضرورت کو پورا کر دیتا اسی پر اکتفا کر لیتے۔ اکثر حالتوں میں چادر کرتہ اور تہبند ہوتا جو کہ سخت اور موٹے کپڑے کے ہوتے۔ رنگ کے اعتبار سے زیادہ تر آپ نے سفید رنگ کا لباس استعمال فرمایا ہے۔ بناوٹ

کے لحاظ سے سُوتی اور اُونی دونوں طرح کے کپڑے استعمال فرمائے ہیں۔ آپ نے کپڑا پہننے میں ہمیشہ سادگی کو مدنظر رکھا۔ اور دائیں جانب سے پہنا۔ تہبند کو ہمیشہ پاؤں کے ٹخنوں سے اوپر رکھا۔ کپڑا پہنتے وقت اکثر آپ دعا پڑھا کرتے تھے۔ پہلے کرتہ پہنتے پھر تہبند باندھتے۔ جب کپڑے اتارتے تو پہلے بسم اللہ شریف پڑھتے اور پھر اُلٹی طرف سے اتارتے۔ نیا کپڑا آپ عموماً جمعہ کے روز پہنتے۔ یہی وجہ ہے کہ جمعہ کے دن نیا کپڑا پہننا سنت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کپڑے اتارتے تو انھیں تہ کر کے رکھ دیتے۔ گویا کہ آپ نے لباس کو نہایت ہی عمدہ انداز میں استعمال فرمایا ہے جس میں شانِ قناعت اور شانِ لطافت بیک وقت قائم رہی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتی میں جس طرح کا لباس استعمال فرمایا اس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

۱۔ قمیص حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہننے کے لباس میں کرتہ کو زیادہ پسند فرمایا۔ اور زندگی بھر کُرتہ ہی استعمال کیا۔ کُرتے میں جسم اچھی طرح چھپ جاتا ہے اور ظاہری طور پر جاذبِ نظر محسوس ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کُرتہ سُوت کا بنا ہوتا تھا جس کی لمبائی درمیانہ ہوتی تھی اور اس کی آستین بھی زیادہ لمبی نہ ہوتی تھی آپ کے کُرتہ استعمال کرنے کے بارے میں احادیث مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ قَالَتْ کَانَ اَحَبُّ الثِّیَابِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْقَمِیْصَ۔	حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قمیص سب کپڑوں سے زیادہ پسند تھی۔ (ابوداؤد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قمیص سوتی اور آستین والا تھا اور قمیص پر ٹکمے لگے ہوئے تھے۔ ہجوری نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ہی قمیص تھی۔ چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت میں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول صبح کے کھانے سے شام کے لیے بچا کر رکھنے کا نہ تھا اور

نہ شام کے کھانے میں سے صبح کے لیے بچا کر رکھنے کا تھا اور کوئی کپڑا یعنی چادر یا لنگی یا جوتا دو عدد نہ تھے۔

۲۔ وَعَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ قَالَتْ كَانَ كُمُّ قَمِيصِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الرُّسْغِ۔

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص مبارک کی آستین پہنچوں تک ہوتی تھی۔ (ترمذی، ابوداؤد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص بازوؤں کی طرف سے ہاتھ کے پہنچوں تک ہوا کرتی تھی اور جسم پر لمبائی میں زیادہ تر گھٹنوں سے اوپر اور کبھی گھٹنوں سے تھوڑا سا نیچے تک ہوتی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رض سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسی قمیص پہنتے تھے جو لمبائی میں ٹخنوں سے کافی اوپر ہوتی اور آستین ہاتھ کے پہنچے تک ہوتی۔

۳۔ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَهْطٍ مِّنْ مُزَيْنَةَ فَبَايَعُوهُ وَإِنَّهُ لَمُطْلَقُ الْأَزْرَارِ فَأَدْخَلْتُ يَدِي فِي جَيْبِ قَمِيصِهِ فَمَسِسْتُ الْخَاتَمَ۔

معاویہ بن قرہ رض سے روایت ہے کہ ان کے والد ماجد نے فرمایا۔ میں مزینہ کے ایک وفد کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ پس انھوں نے آپ سے بیعت کی اور آپ کی قمیص مبارک کے بٹن کھلے ہوئے تھے۔ میں نے اپنا ہاتھ آپ کی قمیص کے گریبان میں داخل کیا اور مہر نبوت کو مس کیا۔ (ابوداؤد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے لگی ہوئی قمیص باعث برکت بن جاتی تھی۔ خصائص کبریٰ میں ابن عدی محمد بن جعفر سے روایت ہے کہ سنان بن طلق رض نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے اپنی قمیص کا ایک ٹکڑا دے دیجئے۔ میں اس کو سعادت کے لیے سنبھال کر اپنے پاس رکھوں گا۔ محمد بن جعفر کہتے ہیں کہ میرے باپ نے کہا کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص کا وہ ٹکڑا اجداد سے میرے ہاتھ آیا تو ہم قمیص کے اس ٹکڑے کو مریضوں کو دھو کر پلا دیتے تو اس کی برکت سے شفا حاصل ہو جاتی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص کی برکت کا ایک اور واقعہ مستدرک حاکم، اور حلیۃ الاولیاء میں یوں بیان ہوا ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جب فاطمہ بنت اسد والدہ ماجدہ حضرت علیؓ کا انتقال ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان کے کفن مبارک میں اپنی قمیص مبارک دے دی۔ اسی دوران حضرت اسامہ بن زیدؓ، حضرت ابوایوب انصاریؓ، حضرت عمر بن خطابؓ اور ایک حبشی غلام کو بلا کر قبر کھودنے کا حکم دیا۔ پھر آپؐ نے نماز جنازہ پڑھائی اور قبر پر تشریف لا کر اس کو فارغ اور ہموار کروایا اور خود قبر میں لیٹ کر اس کی کشادگی دیکھی اور فرمایا کہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ خود بخود زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا اے اللہ میری امی فاطمہ بنت اسد کو بخشش دے اور اس کو اس کی حجت یعنی منکر نکیر کے سوالات کے جوابات خوب سمجھا دے اور اس کی قبر کو کشادہ کر دے اور اپنے نبی کے طفیل اور ان نبیوں کے طفیل جو مجھ سے پہلے ہوئے بیشک تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ جب آپ قبر سے باہر تشریف لائے تو آپؐ کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں اور دفن سے فارغ ہو کر جب واپس چلے تو حضرت عمرؓ نے عرض کی یا رسول اللہؐ! آج آپؐ نے جو اس عورت سے سلوک کیا ہے وہ کسی اور سے کبھی کرتے نہیں دیکھا۔ فرمایا اے عمرؓ! یہ میری ماں کے بعد ماں تھی۔ پھر فرمایا کہ میں نے اپنا قمیص اس لیے اسے پہنایا ہے تاکہ اللہ اس کو جنت کا حلہ پہنائے اور قبر میں اس لیے لیٹا کہ اس پر نرمی و آسانی ہو۔ اور اسے سکون حاصل ہو۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں قمیص پہننا سنت ہے جس کا بیحد ثواب ملے گا۔ اس لیے بیشمار بزرگانِ دین اور صوفیاء، حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر عمل پیرا رہے ہیں۔

۲۔ تہبند حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسم اطہر کے ستر کے لیے تہبند استعمال کیا کرتے تھے آپ اکثر سفید چادر کو بطور لنگی یعنی تہبند باندھتے اور ٹخنوں سے اوپر رکھتے۔ ایک روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تہبند چار ہاتھ لمبا اور دو ہاتھ اور ایک بالشت چوڑا ہوتا تھا، کبھی آپ نے سرخ دھاری دار اور سبز دھاری دار چادر بھی بطور تہبند کے استعمال فرمائی ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ قَالَ اَخْرَجَتْ اِلَیْنَا عَائِشَۃُ کِسَاءً مُّتَلَبَّدًا وَّاِزَارًا غَلِیْظًا فَقَالَتْ قُبِضَ رُوْحُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ ھٰذَیْنِ۔

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضؓ نے پیوندوں والا کمبل اور ایک موٹا تہبند ہمارے سامنے نکالا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان دونوں کپڑوں میں وصال ہوا تھا۔ (مسلم)

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تہبند کا استعمال اتباعِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور حضورؐ کی کثیر العمل سنت ہے، خلفائے راشدینؓ، دیگر صحابہ کرام اور اولیائے اسلام اور علمائے حق نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر خود عمل کیا اور دوسروں کو اتباعِ سنت کا درس دیا۔ جو شخص خود عمل نہ کرے تو اس کی دعوت کا اثر نہیں ہوتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے خود عمل کرتے تو دیکھنے والے بھی اپنے آپ کو اسی پر گامزن کر لیتے۔

تہبند کے استعمال میں ایک چیز جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی عمل کیا اور دوسروں کو بھی عمل پیرا ہونے کی کثرت سے تاکید فرمائی، وہ ہے تہبند کا ٹخنوں سے اوپر تک ہونا اس لیے ٹخنوں سے اوپر تک تہبند باندھنا سنت ہے۔ ٹخنوں سے نیچے تہبند کو لٹکانا قابلِ مذمت ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں

اس بات کی وضاحت فرمادی ہے کہ جو شخص ٹخنوں سے نیچے اپنا تہبند لٹکائے گا وہ آخرت میں سزا پائے گا۔

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْضِعُ الْإِزَارِ إِلَى أَنْصَافِ السَّاقَيْنِ وَالْعَضَلَةِ فَإِنْ أَبَيْتَ فَأَسْفَلَ فَإِنْ أَبَيْتَ فَمِنْ وَّرَآءِ السَّاقِ وَلَا حَقَّ لِلْكَعْبَيْنِ فِي الْإِزَارِ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تہبند پنڈلیوں تک ہونا چاہیئے جہاں پر بہت زیادہ گوشت ہوتا ہے وہاں تک۔ اگر اس سے زیادہ چاہو تو اور نیچا سہی اور اگر اس سے بھی زیادہ نیچا کرنا چاہو، تو مزید نیچے پنڈلیوں کے آخر تک۔ تاہم ٹخنوں کو ازار کے اندر نہیں ہونا چاہیئے۔

عبید بن خالد سے روایت ہے کہ ایک دن میں مدینہ منورہ میں جا رہا تھا کہ ایک شخص مجھے پیچھے سے کہہ رہا تھا کہ اپنے تہبند کو اونچا کرو۔ اسے بچاؤ، یہ باقی رہنے والا ہے۔ جب میں نے اس آواز دینے والے پہ توجہ کی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ تو میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تو صرف دھاری دار سفید چادر ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میرا طرزِ عمل تیرے لیے نمونہ نہیں ہے۔ جب میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا تو آپ کا تہبند نصف پنڈلی تک تھا۔ (ترمذی شریف)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مَرَرْتُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي إِزَارِي اسْتِرْخَاءٌ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ ارْفَعْ إِزَارَكَ فَرَفَعْتُهُ ثُمَّ قَالَ زِدْ فَزِدْتُ فَمَا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا اور میری ازار میں درازی تھی۔ فرمایا کہ اے عبداللہ اپنی ازار اٹھالو۔ پس میں نے اٹھالی۔ پھر فرمایا کہ اور اٹھاؤ۔ میں نے اور اٹھالی۔ اس کے بعد

ذُلْتُ أَتحزُّهَا بَعْدُ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ إِلَى أَيْنَ قَالَ انْصَافِ السَّاقَيْنِ۔

میں ہمیشہ کوشش کرتا رہا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ کہاں تک؟ کہا کہ نصف پنڈلیوں تک۔ (مسلم شریف)

تہبند کو لٹکانے کی دو صورتیں ہیں پہلی صورت تو غرور اور تکبر کی بنا پر لٹکاتا ہے۔ جہاں تک اس کا تعلق ہے تو وہ ناجائز ہے۔ دوسری صورت ضرورت اور مجبوری کی بنا پر تہبند یا شلوار کا ٹخنوں سے نیچے کرنا ہے اس میں کچھ حرج نہیں مگر نماز ٹخنوں کو ننگا کر کے ہی پڑھنی چاہیئے۔ یعنی تہبند کا ٹخنوں پر کوئی حق نہیں۔ ان کا نماز کے وقت ننگا رہنا ضروری ہے۔ ضرورت اور مجبوری سے نماز کی حالت کے علاوہ ٹخنوں کو ڈھانپ لینے سے نافرمانی نہیں۔ زخم ہو یا کوئی تکلیف ہو یا سردی کے شدید موسم میں پنڈلیوں اور ٹخنوں کو ننگا تو نہیں رکھا جا سکتا۔ اس صورت ان پر کپڑا ڈالا جا سکتا ہے۔

تہبند باندھنے کے بارے میں حضرت ابن عباس رض کا بیان ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زیر ناف تہبند باندھتے دیکھا۔ انہی سے تہبند باندھنے کے بارے میں ایک اور روایت یہ ہے:۔

وَعَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَأْتَزِرُ فَيَضَعُ حَاشِيَةَ إِزَارِهِ مِنْ مُقَدَّمِهِ عَلَى ظَهْرِ قَدَمِهِ وَيَرْفَعُ مِنْ مُؤَخَّرِهِ قُلْتُ لِمَ تَأْتَزِرُ هٰذِهِ الْإِزْرَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتَزِرُهَا۔

عکرمہؓ سے روایت ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ ازار باندھتے تو سامنے کی جانب سے اس کا کنارہ اپنے قدموں کی پشت پر رکھتے اور پیچھے سے اونچی رکھتے۔ میں عرض گزار ہوا کہ آپ اس طرح ازار کیوں باندھتے ہیں؟ فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح ازار باندھتے ہوئے دیکھا ہے۔ (ابوداؤد)

۲۔ شلوار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود شلوار پہنی ہے یا نہیں، اس بارے میں محدثین کا اختلاف ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ یقیناً پہنی ہے۔ علامہ شمنی نے شرح شفاء میں لکھا ہے کہ شلوار پہنی ہے۔

ابو یعلی موصلی اپنی مسند میں بسندِ ضعیف حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت لاتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک دن بازار گیا تو حضورؐ بزاز کی دکان میں تشریف فرما ہوئے۔ پھر ایک سراویل (پائجامہ) چار درہم میں خریدا۔ اور اہلِ بازار کا ایک وزان یعنی تولنے والا تھا۔ اس سے حضورؐ نے ارشاد فرمایا وزن کر اور خوب اچھی طرح ٹھیک وزن کر۔ اس پر اس وزان نے کہا۔ میں نے یہ بات کسی سے نہیں سُنی۔ ابوہریرہؓ نے وزان سے فرمایا۔ افسوس ہے تجھ پر۔ تو نہیں جانتا آپؐ ہمارے نبی ہیں۔ پھر تو وہ ترازو چھوڑ کر حضورؐ کے دستِ مبارک کی طرف جھکا اور چاہا کہ حضورؐ کے دستِ مبارک کو بوسہ دے۔ مگر حضورؐ نے اپنا دستِ مبارک کھینچ لیا۔ اور فرمایا اے فلاں! ایسا عجمی لوگ اپنے بادشاہوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ میں بادشاہ نہیں ہوں۔ میں تمھیں میں سے ایک شخص ہوں اور حضورؐ نے سراویل لے لی۔ ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے چاہا کہ میں اٹھا لوں۔ فرمایا مال کا مالک زیادہ حقدار ہے کہ وہ خود اپنے مال کو اٹھائے مگر یہ کہ وہ کمزور یا مجبور ہو اور اٹھانے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو ایسے مسلمان بھائی کی مال کے لے جانے میں مدد کرنی چاہیئے۔ ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! کیا پہننے کے لیے سراویل خرید فرمائی ہے؟ فرمایا ہاں! میں اسے سفر و حضر اور دن رات میں پہنوں گا۔ اس لیے کہ مجھے خوب ستر پوشی کا حکم دیا گیا ہے اور اس سے بہتر ستر پوش دوسرا لباس نہیں دیکھا۔ اس حدیث کو بکثرت محدثین نے بسندِ ضعیف روایت کیا ہے لیکن حضورؐ کا اس کو خریدنا صحت کے ساتھ ثابت ہے اور ہدایہ میں ہے کہ اس کا خریدنا پہننے کے لیے تھا۔ روایت کیا گیا ہے کہ حضورؐ

نے اسے پہنا اور آپؐ کی اجازت سے صحابہؓ نے بھی پہنا۔ واللہ اعلم۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بِعَرَفَاتٍ فَقَالَ مَنْ لَّمْ يَجِدْ اِزَارًا فَلْيَلْبَسِ السَّرَاوِيْلَ وَمَنْ لَّمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو میدانِ عرفات میں یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا جس شخص کو تہبند نہ ملے وہ شلوار پہنے اور جس شخص کو چپل نہ ملے، وہ موزے پہن لے۔

(نسائی شریف)

۴۔ کمبل

کمبل کا استعمال بھی اسلامی نقطۂ نظر سے درست ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھی کمبل استعمال فرمایا ہے یعنی موسم کے لحاظ سے سردی میں کمبل لیا کرتے تھے۔ یہ کمبل اون کا بنا ہوتا تھا اس لیے کمبل اوڑھنا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منقش کمبل میں نماز ادا فرمائی۔ نماز کے دوران اعلام ونقوش پر نظر پڑی تو آپؐ نے نماز کے فوراً بعد فرمایا یہ کمبل ابوجہمؓ کو دے آؤ اور ان کا سادہ کمبل میرے پاس لے آؤ کیونکہ یہ کمبل نماز میں اپنی طرف متوجہ کر سکتا ہے اور خشوع وخضوع میں رکاوٹ کا باعث بن سکتا ہے اس لیے آپؐ نے وہ کمبل ابوجہمؓ کو دے کر سادہ کمبل اوڑھ لیا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مسجد میں تشریف لے گئے اور آپؐ نے اُون سے بنا ہوا کمبل زیبِ تن فرما رکھا تھا۔

وَعَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ قَالَ اَخْرَجَتْ اِلَيْنَا عَائِشَةُ كِسَاءً مُّتَلَبَّدًا

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عائشہؓ نے پیوندوں والا کمبل اور ایک موٹا تہبند ہمارے

وَإِزَارًا غَلِيظًا فَقَالَتْ قُبِضَ رُوْحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَيْنِ۔

سامنے نکالا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان دونوں کپڑوں میں وصال ہوا تھا۔

(بخاری شریف)

کمبل اوڑھتے وقت یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ اس کے کنارے زمین پر گھسٹتے نہ رہیں اور کمبل ریشم کا نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ جب ریشم کا کپڑا پہننا ناجائز ہے تو کمبل بھی جائز نہیں۔ البتہ اونی کمبل خواہ وہ ملائمت میں ریشم کی طرح ہو اس کا استعمال جائز ہے۔

۵۔ جُبّہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جُبّہ بھی استعمال فرمایا ہے اس لیے جبہ پہننا بھی سنت ہے۔ جبہ کوٹ کی مانند ہوتا ہے جو قمیص کے اوپر پہنا جاتا ہے مگر بعض کا قول ہے کہ یہ کُرتے کی جگہ بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔

وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ اَنَّهَا اَخْرَجَتْ جُبَّةَ طِيَالِسَةٍ كِسْرَوَانِيَّةٍ لَهَا لِبْنَةُ دِيْبَاجٍ وَفَرْجَيْهَا مَكْفُوْفَيْنِ بِالدِّيْبَاجِ وَقَالَتْ هٰذِهِ جُبَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ عِنْدَ عَائِشَةَ فَلَمَّا قُبِضَتْ قَبَضْتُهَا وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُهَا وَنَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرْضٰى نَسْتَشْفِيْ بِهَا۔

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک طیالسی کسروانیہ جُبہ نکالا۔ جس کا گریبان ریشم کا تھا اور اس کے دونوں دامن ریشم سے سلے ہوئے تھے۔ فرمایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جُبہ مبارک ہے اور یہ حضرت عائشہؓ کے پاس تھا۔ جب وہ فوت ہوگئیں تو میں نے یہ لے لیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے پہنا کرتے تھے اور ہم شفا حاصل کرنے کے لیے اسے دھو کر مریض کو پلاتے ہیں۔

(مسلم)

طیالس سے مراد ایک کپڑا تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اہل فارس میں استعمال ہوتا تھا جو بیش قیمت ہوتا تھا اس لیے کم لوگ اسے خریدتے تھے بلکہ

اسے ایران کے بادشاہ استعمال کرتے تھے۔ اس کپڑے کا بنا ہوا ایک جبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال فرمایا ہے۔ اس جبے کے درمیانی کھلنے والے کناروں پر معمولی سا سنجاف یعنی ریشم لگا ہوا تھا جو خوبصورتی کے لیے تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جبے کو دھو کر مریضوں کو پلانے سے شفا حاصل ہو جاتی تھی۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رومی جبہ پہنا۔

وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبِسَ جُبَّةً رُوْمِيَّةً ضَيِّقَةَ الْكُمَّيْنِ۔	حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رومی جبہ پہنا جس کی آستینیں تنگ تھیں۔ (بخاری)

اکثر بزرگان دین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں جبے کا استعمال فرمایا ہے۔ مولانا رومیؒ اور حضرت شیخ سعدی کے لباس میں جبہ کا استعمال بکثرت رہا ہے۔ خاص کر سلسلہ نقشبندیہ اور قادریہ کے مشائخ عظام میں سنت کے طور پر جبہ پہننے کو بہت فوقیت حاصل ہے۔

۶۔ چادر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اوڑھنے کے لیے چادر بہت پسند تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چادر اوڑھنے کی دو صورتیں ہیں۔ پہلی صورت تو یہ ہے کہ کبھی آپ نے صرف چادر اوڑھ لی۔ جیسے حجۃ الوداع کے موقعہ پر احرام کی صورت میں چادر اوڑھی اور کبھی لباس کے اوپر سے چادر اوڑھ لیتے اور اسی میں نماز پڑھ لیتے چادر عموماً آپ گرمی یا سردی سے بچنے کے لیے استعمال میں لایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اوقات میں مختلف قسم کی چادریں استعمال کی ہیں جنکی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:۔

۱۔ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ اَحَبُّ	حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ

الثِّيَابِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَلْبَسَهَا الْحِبَرَةَ ۔

علیہ وسلم جن کپڑوں کو پہنتے ان میں حبرہ آپ کو سب سے زیادہ پسند تھا۔ (بخاری)

حبرہ سے مراد دھاری دار یمنی چادر ہے جو اس زمانہ میں سادہ بھی ہوتیں، اور عمدہ بھی ہوتیں۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر دھاری دار چادر ہی کو استعمال فرمایا کرتے تھے۔

۲۔ وَعَنْ أَبِي رِمْثَةَ التَّيْمِيِّ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَخْضَرَانِ وَلَهُ شَعْرٌ قَدْ عَلَاهُ الشَّيْبُ وَشَيْبُهُ أَحْمَرُ وَهُوَ ذُو وَفْرَةٍ وَبِهَا رَدْعٌ مِنْ حِنَّاءٍ ۔

حضرت ابو رمثہ تیمی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ کے اوپر دو سبز چادریں تھیں اور آپ کے کپڑوں سے بڑھاپا ظاہر ہونے لگا تھا اور وہ موئے مبارک سرخ تھے۔ گیسوئے مبارک تا بہ گوش تھے جنہیں مہندی سے رنگا ہوا تھا۔ (ابوداؤد)

سبز چادر کا پہننا بزرگی اور عزت کی دلیل ہے اس لیے بعض صوفیاء نے سبز کپڑے کے استعمال کو اختیار فرمایا۔

۳۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْتَبٍ بِشَمْلَةٍ قَدْ وَقَعَ هُدْبُهَا عَلَى قَدَمَيْهِ ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ ایک چادر میں لپٹے ہوئے تھے۔ اور اس کا پھندنا آپ کے مبارک قدموں پر پڑا ہوا تھا۔ (ابوداؤد)

ایک چادر میں لپٹنے سے مراد لباس کے اوپر سے چادر کا اوڑھنا ہے۔

۴۔ وَعَنْ هِلَالِ بْنِ عَامِرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى يَخْطُبُ عَلَى

حضرت ہلال بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے والد ماجد نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منیٰ میں خچر پر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا جبکہ آپ

بَغْلَتِہٖ وَعَلَیْہِ بُرْدٌ اَحْمَرُ وَ عَلِیٌّ اَمَامَہٗ یُعَبِّرُ عَنْہُ۔

کے اوپر سرخ چادر تھی اور حضرت علیؓ آپ کے سامنے ارشاداتِ عالیہ کا مطلب بیان کر رہے تھے۔ (ابوداؤد)

بعض ائمہ نے سُرخ چادر سے مراد ایسی سفید چادر لیا ہے جس میں سرخ دھاریاں تھیں۔

۵۔ وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ صُنِعَتْ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بُرْدَۃٌ سَوْدَاءُ فَلَبِسَہَا فَلَمَّا عَرِقَ فِیْہَا وَجَدَ رِیْحَ الصُّوْفِ فَقَذَفَہَا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سیاہ چادر بنائی گئی۔ آپؐ نے اسے استعمال کیا۔ جب پسینہ آتا تو اس میں سے اُون کی بُو آتی تو اسے پھینک دیا۔ (ابوداؤد)

الوفا میں ایک روایت حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ سیاہ چادر زیبِ تن کیے ہوئے تھے تو میں نے عرض کیا کہ یہ آپ کے جسم پر خوب لگ رہی ہے آپؐ کی رنگت مبارک کی سفیدی اس کی سیاہی میں یوں نظر آتی ہے جیسے سیاہ بادلوں کے درمیان سورج چمک رہا ہو۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید سرخ دھاری دار سبز اور سیاہ دھاری دار چادروں کو استعمال کیا ہے لہذا سرخ رنگ کو چھوڑ کر باقی تینوں رنگوں کی چادروں کو استعمال کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

حدیث میں سرخ کپڑا پہننے کی ممانعت آئی ہے چنانچہ سرخ چادر کے متعلق علماء اور ائمہ کا اختلاف ہے اس کی وضاحت کے متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوت میں تحریر فرمایا ہے کہ بعض لوگوں کو اس حدیث سے اشتباہ ہوتا ہے کہ سرخ لباس جائز ہوگا۔ یہ خطا ہے۔ سرخ سے مراد وہی ہے کہ سرخ دھاریاں تھیں

اسی طرح سبز رنگ کے بارے میں حضرت رمثہ رضؓ کی حدیث واقع ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے آپ کے جسم اطہر پر دو سبز چادریں تھیں۔ اور عطا بن ابی یعلی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ طواف میں سبز چادر سے اضطباع کیے ہوئے تھے۔ اس سے مراد ایسی چادر ہے جس میں سبز دھاریاں تھیں۔ اگرچہ یہ جگہ خالص سبز ہونے کا بھی احتمال رکھتی ہے لیکن دیار عرب میں یہی معنی مشہور و معروف ہیں اور زرد رنگ بھی اسی معنی میں ہے کہ زرد رنگ کی دھاریاں تھیں کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ لباس سے منع فرمایا ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضورؐ نے میرے جسم پر سرخ رنگ کا لباس دیکھ کر فرمایا یہ کفار کا لباس ہے اسے نہ پہنو۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اس وقت میرے جسم پر سرخ رنگ کا لباس تھا۔ حضورؐ نے فرمایا تم نے اسے کہاں سے لیا ہے۔ میں نے عرض کیا میری بیوی نے میرے لیے بنا ہے۔ فرمایا اسے جلا دو۔

چادر کے ایثار کا ایک واقعہ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک چادر لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! میں نے اپنے ہاتھ سے یہ بُنی ہے تاکہ سرکار کو پہناؤں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چادر کی ضرورت کو سمجھتے ہوئے لے لیا۔ تھوڑی دیر میں اسے پہنے ہمارے ہاں تشریف لائے۔ اتنے میں فلاں شخص جو فلاں کا بیٹا تھا آیا اور عرض گزار ہوا یا رسول اللہؐ! یہ کتنی خوبصورت چادر ہے۔ اسے تو مجھے دے دیجیے۔ حضورؐ نے فرمایا اچھا۔ جب اندر تشریف لے گئے تو اس چادر کو تہ کرکے اس کے پاس بھیج دیا۔ لوگوں نے اس شخص سے کہا، خدا کی قسم! تو نے

بہت بُرا کیا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ چادر مانگ لی۔ حالانکہ تاجدارِ مدینہؐ کو اس کی بہت سخت ضرورت تھی۔ اس شخص نے جواب دیا۔ خدا کی قسم! میں نے یہ چادر سرکارِ مدینہؐ سے پہننے کے لیے نہیں مانگی۔ میں نے تو اس لیے مانگی ہے کہ مجھے اس میں کفن دیا جائے۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس دن اس شخص کا انتقال ہوا تو اسے اسی چادر میں دفنایا گیا۔ (ابن ماجہ)

۷۔ عمامہ عمامہ باندھنا سنت ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود عمامہ باندھا کرتے تھے۔ صحابہ کرامؓ اور بزرگانِ دین نے بھی حضورؐ کے اس عمل کی اتباع کی ہے۔ عمامہ ٹوپی پر باندھنا چاہیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ٹوپی پر عمامہ باندھا کرتے تھے کیونکہ سر کا تیل وغیرہ اسے لگ جاتا ہے اور عمامہ صاف ستھرا رہتا ہے۔ عمامہ باندھ کر نماز پڑھنا افضل ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامے کی لمبائی کبھی چھ سات ہاتھ ہوتی اور کبھی بارہ ہاتھ ہوتی اس پر امام نووی نے کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو عمامے تھے ایک کی مقدار سات ہاتھ اور دوسرا بارہ ہاتھ لمبا تھا۔ عمامہ باندھنے کے متعلق شرعی احکام حسبِ ذیل ہیں۔

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ نور الابصار میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید، سیاہ اور سبز رنگ کا عمامہ استعمال فرمایا ہے بعض سیرت کی کتب میں سبز کی بجائے زرد لکھا ہے۔ مگر اکثر سفید عمامہ ہی پہنا۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ

حضرت عمرو بن حریث سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خطبہ دیا تو اس وقت آپؐ نے سر پر سیاہ عمامہ پہنا ہوا تھا۔ (ترمذی)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب فتح مکہ کے روز شہر میں داخل ہوئے تو آپ اس وقت اپنے سر پر سیاہ عمامہ پہنے ہوئے تھے۔

۲۔ عمامہ باندھنے کا حکم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو عمامہ باندھنے کی تاکید بھی فرمائی کہ ٹوپی کے اوپر عمامہ باندھا کرو کیونکہ مشرک بغیر ٹوپی کے عمامہ پہنتے تھے اس لیے تم ٹوپی پر پہنو اس سے یہ مسئلہ بھی حل ہوتا ہے کہ ٹوپی پہننا بھی درست ہے۔

وَعَنْ رُكَانَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَرْقُ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمُشْرِكِيْنَ الْعَمَائِمُ عَلَى الْقَلَانِسِ۔

حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے اور مشرکوں کے درمیان ٹوپیوں پر عمامے باندھنے کا فرق ہے۔ (ترمذی)

۳۔ شملے کو کندھے کے درمیان رکھنا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ شملہ کے بارہ میں مختلف رہی ہے۔ شملہ چھوڑنے کا معمول اکثر تھا حتیٰ کہ بعض علماء نے یہاں تک لکھ دیا کہ بغیر شملہ کے باندھنا ثابت ہی نہیں لیکن محققین کی رائے یہ ہے کہ گاہے بغیر شملہ چھوڑے بھی عمامہ باندھ لیتے تھے اور شملہ چھوڑنے میں بھی مختلف معمول رہا ہے اور کبھی آگے دائیں جانب کبھی پیچھے دونوں مونڈھوں کے درمیان شملہ چھوڑتے تھے۔ کبھی عمامہ کے دونوں سرے شملہ کے طریقہ پر چھوڑ لیتے تھے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اعْتَمَّ سَدَلَ عِمَامَتَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عمامہ باندھتے تو شملہ دونوں کندھوں کے درمیان رکھتے۔

(ترمذی)

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ عَمَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَدَلَهَا بَیْنَ یَدَیَّ وَمِنْ خَلْفِیْ۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر عمامہ باندھا تو شملہ میرے آگے اور پیچھے رکھا۔

(ابوداؤد)

۴۔ شملہ باندھنے کا ادب

بندھے ہوئے عمامے کو کھول کر دوبارہ باندھنا پڑے تو اسے کھول کر زمین پر نہ رکھیں بلکہ اسے احترام سے کھول کر رکھیں اور پیچ پیچ کریں۔ جب گھر میں آکر یا کسی مقام پر عمامہ اتار کر رکھنا ہو تو بسم اللہ کہہ کر اسے اتار لو اور جب پہنا جائے تو بھی بسم اللہ شریف پڑھی جائے۔

---

(۱۲)

سُنّت داڑھی

داڑھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب سُنت ہے لہٰذا ہر مسلمان کے لیے داڑھی رکھنا ضروری ہے۔ داڑھی سابق انبیاء کی بھی سنت ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو جب زمین پر اتارا گیا تھا اور آپ توبہ کے سلسلے میں کچھ پشیمانی کے عالم میں پھرتے رہے اس عرصہ کے دوران آپ کی داڑھی مبارک بڑھ گئی جو اللہ کو پسند آئی تو اس وقت سے لے کر نسلِ آدم کے لیے داڑھی کو بڑھانا محبوب قرار دیا گیا۔ داڑھی رکھنے کے آداب اور سنتیں مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ داڑھی رکھنا سُنت ہے

داڑھی مسلمانی کا امتیازی نشان ہے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے

کہ وہ داڑھی رکھیں کیونکہ داڑھی بڑھانا فطرت میں داخل ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دس چیزیں فطرت میں سے ہیں۔ ان میں داڑھی کا بڑھانا بھی شامل ہے۔ داڑھی بڑھانا تمام انبیاءؑ کی بھی سنت ہے کیونکہ تمام نے داڑھی رکھی ہے اور مونچھیں کم کروائی ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ اَوْفِرُوا اللُّحٰى وَاحْفُوا الشَّوَارِبَ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنْهِكُوا الشَّوَارِبَ وَاَعْفُوا اللُّحٰى۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشرکوں کی مخالفت کرو یعنی داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں پست کرو۔ ایک روایت میں ہے کہ مونچھیں نیچی کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ۔ (بخاری شریف)

ایک اور روایت میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا قول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اپنی مونچھیں بڑھاتے ہیں اور داڑھیاں منڈواتے ہیں، تم ان کے خلاف کرو یعنی داڑھیاں رکھو۔

طبقات ابن سعد میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خط جب کسریٰ کے دربار میں پڑھا گیا تو باذان نے میر منشی بابویہ اور خرخسرہ کے ہاتھ آپ کے خط کا جواب لکھ کر ان دونوں کو سفیر بنایا اور مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ بابویہ نے باذان کا خط پیش کیا۔ آپ نے خط کا مضمون معلوم کر کے ارشاد فرمایا کہ ابھی تم قیام کرو، سوچ کر جواب دیا جائے گا۔ سفیروں نے پندرہ روز مدینہ میں قیام کیا۔ بعض اربابِ سیر نے بیان کیا ہے کہ آپ نے جب بابویہ اور خرخسرہ کے چہروں کو دیکھا تو طبع مبارک مکدر ہو گئی۔ بابویہ اور اس کا ساتھی ایرانی رسم و رواج کے مطابق داڑھی منڈائے اور مونچھوں کو متکبرانہ انداز سے بل دیے ہوئے تھے۔ آپ نے دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ یہ متکبرانہ انداز کی تعلیم تم نے کہاں سے حاصل کی؟ بابویہ نے عرض کیا کہ حضورؐ! ہمارے

سلطان کا بھی طرز ہے اور ہم اسی لیے اس طرز کو محبوب رکھتے ہیں۔ آپؐ نے یہ سن کر فرمایا کہ میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ داڑھی کو بڑھاؤں اور مونچھوں کو کٹاؤں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو ہر وقت یہ پڑھتے رہتے ہیں کہ پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو داڑھی سے اور عورت کو بالوں سے زینت عطا فرمائی۔ (کیمیائے سعادت)

ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک گھنی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی داڑھی مبارک دراز اور باریک تھی۔ ایسے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی داڑھی چوڑی تھی جس سے سینہ بھرا ہوتا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اور بعد میں آنے والے قریبی دور میں تمام مسلمان داڑھی رکھتے تھے اور تمام لوگ سنت داڑھی کو بہت ہی اچھا سمجھتے تھے۔ قدرتی طور پر اگر کسی کی داڑھی نہ نکلتی تو اس پر افسوس کرتے حضرت شریح اکابر تابعین سے تھے ان کی داڑھی بھی خلقۃً نہ تھی وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ کاش دس ہزار دے کر مجھے داڑھی مل جائے۔

۲۔ سنت کے مطابق داڑھی کی مقدار

سنت کے مطابق داڑھی کی مقدار ایک مشت ہے۔ اس سے زائد کو کتروانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے لہٰذا جب داڑھی ایک مشت سے زیادہ ہو جائے تو اسے مٹھی بھر چھوڑ کر باقی کاٹ دیں تاکہ حد سے زیادہ نہ بڑھ جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی کیا کرتے تھے۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ

حضرت عمرو بن شعیب، ان کے والد ماجد، ان کے جدِ امجد سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَاْخُذُ مِنْ لِحْیَتِہٖ مِنْ عَرْضِھَا وَ طُوْلِھَا۔

اپنی ریش مبارک کے طول و عرض سے کچھ لیا کرتے تھے۔ (ترمذی)

کتاب الآثار میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ داڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر مٹھی سے زائد حصہ کو کاٹ دیا کرتے تھے۔ سیدنا امام محمد فرماتے ہیں کہ ہمارا عمل اسی حدیث پاک پر ہے اور حضرت امام اعظم نے بھی یہی فرمایا ہے۔

حضرت علامہ شامی کا ایک قول ہے کہ اگر کوئی شخص داڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر زائد کاٹ ڈالے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ بعض لوگ خشخشی داڑھی یعنی ایک مشت سے کم داڑھی رکھ لیتے ہیں اور وجہ جواز یہ پیش کرتے ہیں کہ اس طرح کرنے سے داڑھی بڑھانے کے حکم پر عمل ہو جاتا ہے۔ ان کی یہ سوچ اتباعِ سنت سے دور ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اسی بات میں ہے کہ داڑھی ایک مشت تک رکھی جائے کیونکہ اسی سے سنت پر عمل کرنے کا مقصد پورا ہو گا۔ اس لیے خشخشی داڑھی نہ رکھیں بلکہ سنت کی مقررہ مقدار تک داڑھی بڑھائیں۔

۲۔ مونچھیں کتروانا سُنّت ہے

مونچھیں کتروانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ بعض بزرگوں کا قول ہے کہ مونچھیں اتنی کم کرے کہ ابرو کی مثل ہو جائیں یعنی اتنی کم ہوں کہ اوپر والے ہونٹ کے بالائی حصے نہ لٹکیں، مونچھوں کے کنارے پر بڑے بال رکھ لینے میں کوئی حرج نہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُصُّ اَوْ یَاْخُذُ مِنْ شَارِبِہٖ وَکَانَ اِبْرَاھِیْمُ خَلِیْلُ الرَّحْمٰنِ یَفْعَلُہٗ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مبارک مونچھوں سے کتر لیتے یا لیتے اور اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ایسا ہی کیا کرتے۔ (ترمذی)

صحیح بخاری میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مونچھیں کتر واؤ اور داڑھیاں بڑھنے دو۔ آتش پرستوں کے خلاف کرو۔ ایسے ہی ایک اور روایت میں ہے کہ مونچھیں خوب پست کرو اور داڑھیوں کو معافی دو اور یہودیوں کی سی شکل نہ بناؤ۔ (طحاوی)

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَّمْ يَاْخُذْ مِنْ شَارِبِهٖ فَلَيْسَ مِنَّا۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو اپنی مونچھوں سے ذرا نہ کترے وہ ہم میں سے نہیں ہے (احمد، ترمذی، نسائی)

۴۔ داڑھی کو صاف ستھرا رکھنا سُنّت ہے

داڑھی کے بالوں کو صاف ستھرا رکھنا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی کو دھویا بھی کرتے تھے اور تیل بھی لگاتے اور کنگھی بھی کیا کرتے تھے اور بعض اوقات خوشبو بھی لگاتے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں غسل کرتے وقت داڑھی کے بالوں کو اچھی طرح دھونا چاہیئے۔ تاکہ اگر گرد وغیرہ لگا ہو تو وہ اتر جائے گا۔ گاہے بگاہے تیل بھی لگانا چاہیئے اور جب سر میں کنگھا کریں تو داڑھی کے بالوں میں بھی کنگھی کریں۔

۵۔ داڑھی منڈوانا خلافِ سُنّت ہے

داڑھی منڈوانا خلافِ سنت ہے اور علماء نے اسے مُثلہ کے احکام میں شامل کر کے داڑھی مونڈنے اور منڈوانے کو ناجائز قرار دیا ہے۔

فقہ میں چہرہ بگاڑنے کو مُثلہ کہا جاتا ہے۔ یہ دو طرح کا ہے ایک تو اپنا چہرہ خود بگاڑنا ہے اور دوسرا جہاد یا لڑائی وغیرہ میں کسی دوسرے کا چہرہ بگاڑنا ہے۔ اہل فقہ نے داڑھی مونڈنے یا سنت سے چھوٹی رکھنے کو مثلہ قرار دیا ہے۔ صاحبِ ہدایہ نے لکھا

ہے کہ عورتوں کا سر کے بال کتروانا اور مردوں کا داڑھی منڈوانا مثلہ ہے۔ ایک اور عالم دین کا قول ہے کہ اپنی داڑھی کے کسی بال کو نہ منڈوالے اور نہ ترشوالے۔ کیونکہ یہ مثلہ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص بالوں کے ساتھ مثلہ کرے تو اس کے لیے اللہ کے ہاں کچھ حصہ نہیں (طبرانی) اکثر علماء کا کہنا ہے کہ یہ حدیث بالوں کے مثلہ کے متعلق ہے اور بالوں کا مثلہ یہ ہے کہ عورت سر کے بال منڈوائے یا مرد داڑھی منڈوائے یا مرد اور عورت یعنی دونوں بھنویں منڈوائیں۔ جیسا کہ ہندو سوگ کے وقت کرتے ہیں۔ مثلہ کی یہ سب صورتیں ناجائز ہیں۔

داڑھی منڈانے کی لعنت سب سے پہلے قوم لوط میں آئی۔ قرآن شاہد ہے، کہ قوم لوط نوخیز لڑکوں کے ساتھ بدفعلی کیا کرتے تھے جن کے داڑھی نہیں نکلی ہوتی تھی۔ مگر جب امردوں یعنی خوبصورت لڑکوں کی داڑھیاں نکل آتی تھیں تو وہ امرد ہی رہنے کی غرض سے داڑھیاں منڈوانے لگے اس طرح یہ ڈاڑھی منڈوانے کا رواج پڑ گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کو ان کی برائیوں کی سزا دی۔ ان برائیوں میں ایک برائی یہ بھی یعنی داڑھی منڈوانا بھی شمار کیا گیا۔

ابن عساکر کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام داڑھی رکھتے تھے اور آپ کی امت کے لیے بھی ضروری تھا کہ وہ بھی داڑھی رکھے۔ مگر جب قوم لوط نے داڑھیاں منڈوانا شروع کر دیں تو آپ نے انھیں بہت منع کیا مگر وہ باز نہ آئے تو ان کی بستیاں الٹ دی گئیں۔

بعض علماء کے نزدیک داڑھی منڈوانے کو خلافِ سنت قرار دینے کے لیے ایک وجہ دلیل یہ بھی ہے کہ داڑھی منڈوانے سے عورتوں کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے جو مردوں

کے لیے جائز نہیں۔ ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان مردوں پر لعنت کرتا ہے جو عورتوں کے ساتھ مشابہت کرتے ہیں۔ اور ان عورتوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت جو مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرتی ہیں۔

بہر کیف داڑھی منڈوانا ہر لحاظ سے خلافِ سنت ہے اس لیے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ اپنی صورت اور سیرت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں رنگ لے۔

۶۔ داڑھی کے متعلق مکروہ اعمال کی مذمت

حضرت امام غزالی نے فرمایا ہے کہ داڑھی کے متعلق مندرجہ ذیل دس باتیں مکروہ ہیں۔

اوّل سیاہ خضاب کا لگانا کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ یہ دوزخیوں اور کافروں کا خضاب ہے اور سب سے پہلے جس شخص نے اسے لگایا وہ فرعون تھا۔ اور ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخری زمانے میں ایک قوم ایسی ہوگی کہ سیاہ خضاب کا استعمال کرے گی اور ان لوگوں کو بہشت کی بُو تک نصیب نہ ہوگی۔ اسی طرح حدیث میں ہے کہ بدترین بوڑھے وہ ہیں جو اپنے آپ کو جوانوں کی مانند بناتا چاہتے ہیں اور بہترین جوان وہ ہیں جو خود کو بوڑھوں کی مانند بناتے ہیں اور اسی لیے اس کی نہی (ممانعت) کی گئی ہے کہ یہ اغراض فاسد کے لیے تلبیس یعنی شیطانی مکر و فریب کی مانند ہے۔

دوسری چیز سرخ اور زرد خضاب ہے اور اس کا استعمال اگر غازی کریں تاکہ کافران پر ا بوڑھے سمجھ کر) دلیر نہ ہو بیٹھیں اور انھیں کمزوری اور بڑھاپے کی گٹھڑی ہی نہ سمجھ بیٹھیں تو یہ سنت ہے اور اسی وجہ سے بعض علماء نے سیاہ خضاب بھی استعمال کیا ہے لیکن اگر غرض یہ نہ ہو (جو بیان کی گئی ہے) تو محض مکر و فریب ہے

اور جائز نہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ داڑھی کو گندھک سے سفید کر لیا جائے تاکہ لوگ سمجھیں کہ یہ بوڑھا ہے اور یوں اس کی تعظیم واحترام میں اضافہ ہو جائے تو یہ فقط حماقت ہے کیونکہ احترام وتعظیم علم وعقل سے ہوتی ہے نہ کہ بڑھاپے اور جوانی سے۔ حضرت انس رض کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب فرمانِ اجل پہنچا (یعنی جب آنحضرت ص کی وفات کا وقت آیا) تو آپ کے تمام بالوں میں بیس بال بھی سفید نہ تھے۔

چوتھے یہ کہ داڑھی سے سفید بالوں کو نوچ پھینکنا اور بڑھاپے کو باعثِ ننگ و عار تصور کرنا۔ اور یہ محض جہالت ہے اور ایسا ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے نور کو باعثِ ننگ تصور کیا جائے۔

پانچویں چیز یہ ہے کہ ہوس وسودا کے تحت ابتداء ہی سے بالوں کو اس غرض سے نوچ ڈالنا تاکہ صورت سے بے ریش (بغیر داڑھی کے) دکھائی دے اور یہ بھی جہالت کے باعث ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں اور تسبیح ہی یہ ہے کہ "پاک ہے وہ پروردگار جس نے مردوں کو داڑھی سے اور عورتوں کو گیسوؤں سے آراستہ فرمایا۔"

چھٹی بات یہ ہے کہ داڑھی کو ناخنوں سے یوں تراشتے رہنا کہ وہ کبوتر کی دم کی طرح ہو جائے تاکہ دیکھنے میں عورتوں کو بھلی معلوم ہو اور وہ اس کی طرف زیادہ رغبت ظاہر کریں۔

ساتویں یہ کہ سر کے بالوں کو داڑھی سے بھی بڑھا دیا جائے تاکہ زلفیں سی بن کر کانوں کی لوؤں سے بھی نیچے لٹکتی رہیں اور اسے اہلِ صلاح کی عادت قرار دیا جائے۔

آٹھویں یہ کہ داڑھی کی سفیدی یا سیاہی کو تعجب کی نگاہ سے دیکھا کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو کبھی دوست نہیں رکھتا جو استعجاب کی نظر سے اپنے آپ کو

دیکھتا ہے

نویں یہ کہ سنت کی بجا آوری کے بجائے محض لوگوں کو دکھانے کے لیے داڑھی میں کنگھی کی جائے۔

دسویں یہ کہ داڑھی کو یونہی الجھا ہوا چھوڑ دے تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ اس (مردِ حق) کو کنگھی کرنے کی فرصت یا پرواہی کب ہے (یعنی اسے یادِ الٰہی سے فرصت ہی کہاں!) (کیمیائے سعادت)

---

(۱۴)

آدابِ حجامت

انسانی جسم کے مختلف حصوں کے بال اور ہاتھوں پیروں کے ناخن بڑھتے رہتے ہیں۔ ان کی شریعت کے مطابق تراش خراش کرنے کے احکام مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) سر کے بال رکھنے اور کٹواتے کی سُنتیں

سر کے بال رکھنا اور منڈوالینا دونوں طرح ہی سنت ہے۔ بال رکھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ بالوں کو کانوں کی لو کے نچلے حصے تک بڑھائیں اس سے زائد بالوں کی حجامت کروائیں اور کٹوا ڈالیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے زائد بال رکھنے کو پسند نہیں کیا اس لیے شرعی حد سے زائد بالوں کی حجامت کروانا لازم ہے انھیں دھوتے رہنے اور ان میں کنگھی کرتے رہنا بھی سنت ہے۔ زیادہ سے زیادہ چالیس دن تک حجامت کروالینا بہتر ہے اس سے تاخیر کرنا اچھا نہیں سا گر کوئی سر کے بالوں کو

شرعی آداب کے مطابق نہ رکھ سکے تو پھر سارے سر کو منڈوانا بھی جائز ہے۔ تھوڑے بالوں کو رکھنا اور کچھ کو منڈوا لینا جائز نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ سر کے بال رکھنے اور کٹوانے کے آداب مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ حضورؐ کے بال بے مثل تھے

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک بیحد خوبصورت اور بے مثل تھے۔

عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مَرْبُوْعًا عَرِیْضَ مَا بَیْنَ الْمَنْکِبَیْنَ کَثَّ اللِّحْیَةِ تَعْلُوْهُ حُمْرَةٌ جُمَّتُهٗ اِلٰی شَحْمَتَیْ اُذُنَیْهِ لَقَدْ رَاَیْتُهٗ فِیْ حُلَّةٍ حَمْرَآءَ مَا رَاَیْتُ اَحْسَنَ مِنْهُ۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قد مبارک درمیانہ تھا۔ آپ کے دونوں کندھوں کی درمیانی جگہ چوڑی تھی۔ داڑھی مبارک خوب گھنی تھی اور اس کے اوپر کچھ سرخی نمودار تھی۔ آپ کے سر مبارک کے بال کانوں کی لو تک تھے۔ میں نے سرورِ کونین کو لال حُلّہ پہنے ہوئے دیکھا اور میں نے آپ سے بڑھ کر کسی کو حسین و جمیل نہیں دیکھا۔ (نسائی)

۲۔ نصف کانوں کی لو تک

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بال نصف کانوں کی لو تک رکھے اس کے متعلق حضرت انسؓ کی روایت یہ ہے:۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ شَعْرُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی نِصْفِ اُذُنَیْهِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال نصف کانوں تک تھے۔

(نسائی شریف)

۳۔ تا بگوش سے زیادہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بال کانوں کی لو سے نیچے مگر کندھوں سے اوپر تک رکھے۔ اس کے متعلق روایت یہ ہے:۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ کَانَ لَہٗ شَعْرٌ فَوْقَ الْجُمَّۃِ وَدُوْنَ الْوَفْرَۃِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن میں غسل کر لیا کرتے تھے۔ آپ کے گیسوئے مبارک تا گوش سے زیادہ اور تا بدوش سے کم تھے۔

(ترمذی)

۴۔ تا گوش بالوں کی تعریف

ایک شخص کو تا گوش بال رکھنے کی ترغیب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمائی۔

وَعَنِ ابْنِ الْحَنْظَلِیَّۃِ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الرَّجُلُ خُرَیْمٌ الْاَسَدِیُّ لَوْلَا طُوْلُ جُمَّتِہٖ وَاِسْبَالُ اِزَارِہٖ فَبَلَغَ ذٰلِکَ خُرَیْمًا فَاَخَذَ شَفْرَۃً فَقَطَعَ بِھَا جُمَّتَہٗ اِلٰی اُذُنَیْہِ وَرَفَعَ اِزَارَہٗ اِلٰی اَنْصَافِ سَاقَیْہِ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے حضرت ابن الحنظلیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خریم اسدی بہت اچھا آدمی ہے جبکہ اس کے بال تا گوش سے زیادہ نہ ہوں۔ اور ازار نیچی نہ رکھے۔ یہ بات حضرت خریم تک پہنچی تو انھوں نے سر کے بالوں کو چھری سے کاٹ کر کانوں تک کر لیا اور اپنی ازار کو نصف پنڈلیوں تک اونچا کر لیا۔

(ابو داؤد)

۵۔ کندھوں تک بال رکھنا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اوقات کندھوں سے اوپر تک بال رکھے۔

۱۔ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَضْرِبُ شَعْرُہٗ اِلٰی مَنْکِبَیْہِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کندھوں تک پہنچتے تھے۔ (نسائی شریف)

۲۔ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ مَا رَاَیْتُ مِنْ ذِیْ لِمَّةٍ اَحْسَنَ فِیْ حُلَّةٍ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَہٗ شَعْرٌ یَضْرِبُ مَنْکِبَیْہِ۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ میں نے کسی بالوں والے شخص کو جوڑا پہنے ہوئے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر حسین وجمیل نہیں دیکھا آپ کے بال مبارک کندھوں کے قریب تھے (نسائی)

۶۔ سر منڈوانے کی اجازت

اسلام میں پورا سر منڈنے کی اجازت ہے۔ جو بال نہ رکھے وہ سر مونڈھ لے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی صَبِیًّا قَدْ حُلِقَ بَعْضُ رَاْسِہٖ وَتُرِکَ بَعْضُہٗ فَنَہَاہُمْ عَنْ ذٰلِکَ وَقَالَ اِحْلِقُوْا کُلَّہٗ اَوِ اتْرُکُوْا کُلَّہٗ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچے کو دیکھا جس کے سر کا کچھ حصہ مونڈا گیا اور کچھ چھوڑ دیا گیا تھا۔ آپ نے ایسا کرنے سے منع کیا اور فرمایا۔ سارا مونڈ دو یا سارا چھوڑ دو۔ (مسلم شریف)

غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کی ایک مرفوع روایت کے بموجب حج اور عمرہ اور ضرورت کے علاوہ سر منڈانا مکروہ ہے۔ حضرت ابوموسے اور عبید بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔ جس نے سر منڈایا وہ ہم میں سے نہیں۔ دار قطنی نے حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج اور عمرہ کے سوا بال نہ منڈائے جائیں۔ اسی بنا پر حضورؐ نے خوارج کی مذمت فرمائی اور ان کی پہچان سر منڈانا بتلایا۔ حضرت عمرؓ نے صبیغ سے فرمایا۔ اگر میں نے دیکھا کہ تم نے سر کے بال منڈائے ہیں تو اسی سر کو پیٹوں گا۔ ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ اگر کسی کا سر منڈا ہوا دیکھو تو سمجھو اس میں شیطان کی صفت ہے۔ کیونکہ سر منڈوانے والا اپنے کو عجمیوں کا ہم شکل بناتا ہے اور رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو کسی قوم کی شکل اختیار کرے گا وہ اسی میں سے ہوگا۔

جب سر منڈانے کی ممانعت اوپر کی روایتوں سے ثابت ہے تو پھر بالوں کو کتروانا چاہیئے۔ امام احمد بن حنبل رح ایسا ہی کرتے تھے۔ اختیار ہے کہ بال جڑوں سے کتروائے یا اوپر سے یعنی بالوں کی نوکیں کٹوا دے۔

امام احمد رح کی دوسری روایت ہے کہ سر منڈانا مکروہ نہیں ہے کیونکہ ابو داؤد نے اپنی اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن جعفر رض نے فرمایا کہ حضرت جعفر رض کی شہادت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفر رض کے گھر والوں کے پاس حضرت بلال رض کو بھیجا۔ پھر خود بھی تشریف لے آئے اور ارشاد فرمایا کہ آج کے بعد میرے بھائی پر نہ رونا۔ پھر فرمایا میرے بھتیجوں (اس کے لڑکوں) کو میرے پاس لاؤ۔ ہم کو آپ کی خدمت میں لے جایا گیا۔ حضور نے فرمایا نائی کو بلاؤ۔ نائی بلایا گیا حکم دیا کہ ان کے سر مونڈ دو۔ نائی نے ہمارے سر مونڈ دیئے۔ یہ بھی روایت ہے کہ حضور کے بال کندھوں تک لٹکتے تھے۔ آپ نے زندگی کے اواخر زمانے میں اپنے سر (مبارک) کے بال منڈا دیے تھے۔

۷۔ بعض بال چھوڑنے کی ممانعت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کے بعض بالوں کو منڈوا لینے اور بعض کو چھوڑ دینے سے منع فرمایا ہے۔

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنِ الْقَزَعِ قِيْلَ لِنَافِعٍ مَا الْقَزَعُ قَالَ يُحْلَقُ بَعْضُ رَاْسِ الصَّبِيِّ وَيُتْرَكُ الْبَعْضُ۔

حضرت نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قزع سے منع فرماتے ہوئے سنا ہے نافع سے کہا گیا کہ قزع کیا ہے۔ فرمایا کہ بچے کا سر مونڈنا اور کچھ چھوڑ دینا۔

(متفق علیہ)

۸۔ رکھے ہوئے بالوں کی حجامت کروانا

جس شخص نے بال رکھے ہوں، اسے چاہئیے کہ جب سنت کی حد سے بڑھ جائیں تو ان کی حجامت کروائے۔

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِيْ شَعْرٌ فَقَالَ ذُبَابٌ فَظَنَنْتُ اَنَّهٗ يَعْنِيْنِيْ فَاَخَذْتُ مِنْ شَعْرِيْ ثُمَّ اَتَيْتُهٗ فَقَالَ لِيْ لَمْ اَعْنِكَ وَهٰذَا اَحْسَنُ۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور میرے سر کے بال بڑھے ہوئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ تو نحوست ہے۔ میں نے خیال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ارشاد فرما رہے ہیں۔ میں نے بال کتروا ڈالے۔ اور آپ کی خدمت اقدس میں دوبارہ حاضر ہوا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے تمھیں نہیں کہا تھا۔ اور بالوں کی حجامت کرانا اچھا ہے۔ (نسائی شریف)

۲۔ فُضلاتِ بدن دور کرنے کے آداب

انسانی جسم کے بال وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بڑھتے رہتے ہیں۔ جسم کے بعض حصوں پر بال تیزی سے بڑھتے ہیں جیسے سر، داڑھی، بغل اور شرمگاہ وغیرہ۔ بلقایا جسم کے بال تیزی سے نہیں بڑھتے۔ جن اعضاء کے بال تیزی سے بڑھتے ہیں انھیں خوبصورت انداز میں درست رکھنے کے لیے شریعتِ اسلامیہ نے چند آداب مقرر فرمائے ہیں اور ان آداب کے مطابق زائد بالوں کو درست کرنے کا حکم دیا گیا۔ جسم کے دو پوشیدہ حصوں سے بال اکھاڑنا ضروری ہے۔ اگر چالیس دن کے اندر اندر وہاں سے زائد بالوں کی صفائی نہ کی جائے تو انسان گنہگار ہوگا۔ ان دونوں حصوں کے احکام حسب ذیل ہیں۔

۱۔ زیرِ ناف بالوں کی صفائی

مرد ہو یا عورت، اس کے لیے زیرِ ناف بالوں کی صفائی گاہے بگاہے ضروری ہے۔ خواہ یہ صفائی ہفتہ کے بعد کریں یا پندرہ بیس دن کے بعد کریں۔ بہرکیف چالیس دن سے زیادہ تاخیر مکروہ ہے۔ حضرت امام غزالی رحؒ نے فرمایا ہے کہ شرمگاہ کے بالوں کو اکھیڑنا سنت ہے اور چالیس دن سے زائد نہ رہیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ وُقِّتَ لَنَا فِيْ قَصِّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيْمِ الْاَظْفَارِ وَنَتْفِ الْاِبِطِ وَحَلْقِ الْعَانَةِ اَنْ لَّا نَتْرُكَ اَكْثَرَ مِنْ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے لیے وقت مقرر کر دیا گیا ہے کہ مونچھیں پست کرنے، ناخن کاٹنے، بغلوں کے بال اکھاڑنے اور موئے زیر ناف مونڈنے کو چالیس دن سے زیادہ نہ چھوڑے رکھیں۔ (مسلم)

ایک بزرگ کا قول ہے کہ اچھا صوفی اور شیخ طریقت وہ ہے جو اپنے باطن کو پاکیزہ رکھنے کے ساتھ اپنے جسم کی ظاہری صفائی پر بھی کاربند ہے۔ سر اور داڑھی کے بالوں کو درست رکھے اور ایک دو ہفتہ کے بعد بغل اور زیرِ ناف کے بالوں کو بھی صاف کرتا رہے۔

غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے کہ موئے زیرِ ناف کے سلسلے میں اختیار ہے، چاہے نورہ (چونا اور ہڑتال کا مرکب) سے صاف کرے، چاہے چونے یا استرے سے صاف کرے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ وہ نورہ استعمال کرتے تھے۔ منصور بن حبیب بن ابی ثابت کی روایت حضور اقدس کے بارے میں یہی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے رسول اللہ صؐ کے لیے لیپ تیار کیا اور حضورؐ نے اپنے دستِ مبارک سے اسے اپنے زیرناف لگایا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس کے خلاف مروی ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی چونے کا لیپ استعمال نہیں کیا۔

بلکہ جب بال بڑھ جاتے تو حضورؐ انھیں مونڈ دیا کرتے تھے۔ موئے زیرناف کے سوا دوسری جگہ کے بال دوسرے شخص سے بھی صاف کرائے جا سکتے ہیں۔ اس کے ثبوت میں حضرت ام سلمہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہؐ کے زیرناف تک پہنچتے تو حضورؐ اس کام کو انجام دیتے: ابوالعباس نسائی رحؒ کہتے ہیں کہ ہم نے ابو عبداللہ کے چونے کا لیپ کیا۔ لیکن زیرناف کی حد پر انھوں نے خود چونا کا استعمال کیا۔ غرض جب زیرناف، رانوں اور پنڈلیوں کی صفائی کا جواز چونے سے ثابت ہے تو اُسترے سے بھی مونڈنا جائز ہے۔ اس قیاس کی تائید حضرت انسؓ کی مذکورہ بالا روایت سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ نے چونے کا استعمال کبھی نہیں کیا۔ بال زیادہ ہوتے تو مونڈ دیتے تھے۔

ایک بزرگ نے ایک مرتبہ اپنے ایک مرید کو نصیحت فرمائی کہ عبادت کی توفیق جسمانی صحت سے وابستہ ہے۔ اور صحت کا راز تین باتوں میں ہے۔ اوّل دل پسند غذا کا مناسب مقدار میں کھانا۔ دوم روزانہ غسل کرنا۔ سوم اپنے جسم کو بالوں کی گندگی سے صاف رکھنا۔

۲۔ بغل کے بالوں کا اکھاڑنا

بغل کے بالوں کو بھی صاف کرنا سنت ہے۔ لہذا اسے بھی چالیس دن سے زائد نہ رہنے دیں۔ بہتر طریقہ تو یہ ہے کہ جمعہ کے دن جب جمعہ کے لیے غسل کیا جائے تو اس میں زیرناف اور بغل کے بالوں کی صفائی کر لی جائے۔ بغل کے بالوں کو اکھیڑنے کی بجائے مونڈھیں۔ بغل کے بال صاف کرنے سے بدبو دور ہو جاتی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بغل کے بال بڑھنے نہ دو کیونکہ بغل کے بالوں کی جھاڑی میں شیطان کو آرام ملتا ہے۔ عورتوں کو بھی چاہیئے کہ وہ بھی بغلوں کے بالوں کی صفائی رکھیں۔

حالتِ جذب میں فقراء اور صوفیاء کی بغلوں کے بال بہت بڑھ جاتے ہیں تو اس

وقت صاحب ہوش انسان کو چاہیئے کہ ان کی اجازت سے حجام سے ان کی بغلوں کے بال صاف کرادیں تاکہ جسمانی صفائی قائم رہے۔

۳۔ ناخن تراشنے کا سُنّت طریقہ

ناخن قدرتی طور پر آہستہ آہستہ بڑھتے رہتے ہیں، اسلام نے ان بڑھے ہوئے ناخنوں کو تراشنے کا حکم دیا ہے۔ ناخن ہفتہ میں ایک بار ضرور تراشنے چاہئیں۔ اگر ایسا نہ کرسکیں تو پھر پندرہ دن میں ضرور ترشوائیں اور اس کی انتہائی مدت چالیس دن ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْفِطْرَةُ خَمْسٌ اَلْخِتَانُ وَ الْاِسْتِحْدَادُ وَقَصُّ الشَّارِبِ وَتَقْلِیْمُ الْاَظْفَارِ وَنَتْفُ الْاِبْطِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دائمی سنتیں پانچ ہیں۔ ختنہ کرنا، موئے زیر ناف صاف کرنا، مونچھیں پست کرنا، ناخن کاٹنا اور بغلوں کے بال اکھاڑنا۔ (بخاری شریف)

اس حدیث میں جن پانچ سنتوں کے ادا کرنے کی تاکید کی گئی ہے ان میں بڑھے ہوئے ناخنوں کو بھی کاٹنے کی ترغیب دی ہے۔ اسی بات کی تاکید ایک اور حدیث میں یوں کی گئی ہے:۔

عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِیْبٍ قَالَ عَشْرَةٌ مِّنَ السُّنَّةِ اَلسِّوَاکُ وَقَصُّ الشَّارِبِ وَ الْمَضْمَضَةُ وَالْاِسْتِنْشَاقُ وَ تَوْفِیْرُ اللِّحْیَةِ وَقَصُّ الْاَظْفَارِ

حضرت ابوبشر رضی اللہ عنہ راوی ہیں (آپ کا اسم گرامی جعفر بن ایاس ہے) آپ نے حضرت طلق بن حبیب رضی اللہ عنہ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ دس باتیں سنت ہیں۔ مسواک کرنا، مونچھیں کترانا، کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، داڑھی بڑھانا

وَنَتْفُ الْاِبْطِ وَ الْخِتَانِ وَ — ناخن کترانا، بغل کے بال اکھیڑنا، ختنہ کرانا۔
حَلْقُ الْعَانَۃِ وَغَسْلُ الدُّبُرِ — زیرناف بال مونڈنا، شرمگاہ کو دھونا۔ (نسائی)

جمعہ کے دن ناخن ترشوانا مستحب ہے۔ ہاں اگر زیادہ بڑھ گئے ہوں تو جمعہ کا انتظار نہ کرے کہ ناخن بڑا ہونا اچھا نہیں کیونکہ ناخنوں کا بڑا ہونا تنگی رزق کا سبب ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن نماز کے لیے جانے سے پہلے مونچھیں کترواتے اور ناخن ترشواتے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جو جمعہ کے دن ناخن ترشوائے اللہ تعالیٰ اس کو دوسرے جمعہ تک بلاؤں سے محفوظ رکھے گا۔ اور تین دن زائد یعنی دس دن تک۔ ایک اور حدیث میں ہے جو ہفتہ کے دن ناخن ترشوائے اس سے بیماری نکل جائے گی اور شفا داخل ہوگی۔ اور جو اتوار کے دن ترشوائے فاقہ نکلے گا اور تونگری آئے گی اور جو پیر کے دن ترشوائے جنون جائے گا اور صحت آئے گی اور جو منگل کے دن ترشوائے مرض جائے گا اور شفا آئے گی اور اور جو بدھ کے دن ترشوائے وسواس وخوف نکلے گا اور امن وشفا آئے گی۔ اور جو جمعرات کے دن ترشوائے جذام جائے اور عافیت آئے اور جو جمعہ کے دن ترشوائے رحمت آئے گی اور گناہ جائیں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ منقول ہے کہ پہلے داہنے ہاتھ کے ناخنوں کو اس طرح ترشوائے کہ سب سے پہلے چھنگلیا، پھر بیچ والی، پھر انگوٹھا، پھر منجھلی پھر کلمہ کی انگلی۔ اور بائیں ہاتھ میں پہلے انگوٹھا پھر بیچ والی پھر چھنگلیا پھر کلمہ کی انگلی پھر منجھلی یعنی داہنے ہاتھ میں چھنگلیا سے شروع کرے اور بائیں ہاتھ میں انگوٹھے سے۔ اور ایک انگلی چھوڑ کر اور بعض میں دو چھوڑ کر کٹوائے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ اس طرح کرنے سے کبھی آشوبِ چشم نہیں ہوگا۔ ناخن تراشنے کی یہ ترتیب جو مذکور ہوئی۔ اس میں کچھ پیچیدگی ہے خصوصاً عوام کو اس کی نگہداشت دشوار ہے لہٰذا ایک دوسرا طریقہ

جو آسان ہے اور وہ بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ داہنے ہاتھ کی کلمہ کی انگلی سے شروع کریں اور چھنگلیا پر ختم کریں۔ پھر بائیں کی چھنگلیا سے شروع کرکے انگوٹھے پر ختم کریں۔ اس کے بعد داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن ترشوائیں اس صورت میں داہنے ہی ہاتھ سے شروع ہوا اور داہنے پر ختم بھی ہوا۔

پاؤں کے ناخن ترشوانے میں کوئی ترتیب منقول نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ پاؤں کی انگلیوں میں خلال کرنے کی جو ترتیب ہے اسی ترتیب سے ناخن ترشوائے۔ یعنی دہنے پاؤں کی چھنگلیا سے شروع کرکے انگوٹھے پر ختم کرے پھر بائیں پاؤں کے انگوٹھے سے شروع کرکے چھنگلیا پر ختم کرے۔ (بہار شریعت)

دانت سے ناخن نہ کاٹنا چاہیئے کہ مکروہ ہے اور اس میں مرض برص معاذ اللہ پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

۴۔ عورتوں کے بال رکھنے کے آداب

عورتوں کے لیے بال رکھنے کا حکم ہے وہ انھیں گاہے بگاہے دھوئیں، تیل لگائیں اور کنگھی کریں۔ اور انھیں سنوار کر رکھیں۔ عورتوں کے لیے بال کٹوانا حرام ہے جو عورت ایسا کرے گی وہ آخرت میں سزا پائے گی، نہ عورتوں کو مردوں کی طرح بال رکھنے چاہئیں۔ عورت کے لیے صرف گُت بنانا جائز ہے۔ اس کے علاوہ جتنے بھی انداز ہیں وہ سب خلافِ شریعت ہیں۔ اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَعَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُخَنَّثِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی وضع اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں کی طرح بننے والی عورتوں

وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَ قَالَ اَخْرِجُوْهُمْ مِنْ بُيُوْتِكُمْ۔

پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا کہ انھیں اپنے گھروں سے نکال دیا کرو۔ (بخاری شریف)

۲۔ وَعَنْ عَلِیٍّ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَحْلِقَ الْمَرْاَةُ رَاْسَهَا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو سر منڈوانے سے منع فرمایا (نسائی شریف)

۳۔ وَعَنْ عَائِشَةَ تَقُوْلُ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوَاشِمَةِ وَالْمُسْتَوْشِمَةِ وَالْوَاصِلَةِ وَالْمُسْتَوْصِلَةِ وَ النَّامِصَةِ وَالْمُتَنَمِّصَةِ۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بال گوندنے اور گوندوانے، جوڑنے اور جوڑوانے اور اکھیڑنے اور اکھڑوانے سے منع فرمایا۔ (نسائی شریف)

۴۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اللّٰهُ الْمُتَشَبِّهِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مردوں کی مشابہت کرنے والی عورتوں اور عورتوں کا مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (بخاری شریف)

۵۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اٰكِلُ الرِّبٰو وَمُوْكِلُهٗ وَكَاتِبُهٗ اِذَا عَلِمُوْا ذٰلِكَ وَالْوَاشِمَةُ الْمُوْشِمَةُ لِلْحُسْنِ وَلَاوِی الصَّدَقَةِ وَ مُرْتَدٌّ اَعْرَابِیًّا بَعْدَ الْهِجْرَةِ مَلْعُوْنُوْنَ عَلٰی لِسَانِ مُحَمَّدٍ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا، سود کھانے والا، سود کھلانے والا سود کا حساب لکھنے والا، جب انھیں معلوم ہو کہ سود حرام ہے، خوبصورتی کے لیے بال گوندنے والی، اور گوندوانے والی عورتیں، صدقہ کو روکنے والی، ہجرت کے بعد اسلام سے پھرنے والا ان سب پر

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے قیامت تک لعنت ہے۔ (نسائی شریف)

۲۔ عَنْ مَسْرُوْقٍ اَنَّ اِمْرَاَةً اَتَتْ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ فَقَالَتْ اِنَّ اَمْرَاَةٌ زَعْرَاءُ اَيَصْلُحُ اَنْ اَصِلَ فِيْ شَعْرِيْ فَقَالَ لَا فَقَالَتْ اَشَيْءٌ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ تَجِدُهُ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ قَالَ لَا بَلْ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَجِدُهُ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ۔

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک خاتون حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میرے سر پہ بال بہت تھوڑے ہیں، کیا میں اپنے بال جوڑوں تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں۔ خاتون نے عرض کیا، کیا آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے یا اللہ کی کتاب میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اور اللہ کی کتاب میں بھی ہے۔ پھر حدیث مبارکہ کو آخر تک بیان فرمایا (نسائی)

---

(۱۴)

سُنّتِ خُوشبو و سُرمہ

خوشبو لگانا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ خوشبو اچھے تاثرات پیدا کرتی ہے۔ اس لیے اس کے استعمال کو درست قرار دیا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود خوشبو لگایا کرتے تھے اس لیے ہمیں چاہیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں خوشبو لگایا کریں۔ خوشبو لگانے کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ جب چاہیں خوشبو لگائیں۔

مگر بروقت خوشبو لگانے کی طرف متوجہ رہنا اچھا نہیں اس طرح عبادت اور حقوق العباد سے غفلت پیدا ہو سکتی ہے لہذا موقعہ کے مطابق اس کو استعمال کرنا چاہیئے جمعہ کے دن نہا دھو کر خوشبو لگا کر مسجد میں جانا مستحب ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی محفل ذکر ہو یا کوئی خاص دعوت کا اہتمام ہو تو وہاں خوشبو لگا کر جائیں۔ لباس تبدیل کرتے وقت بھی خوشبو لگانے میں کوئی حرج نہیں۔ عورتوں کے لیے خوشبو لگانے میں پابندی یہ ہے کہ وہ گھر میں خوشبو لگا سکتی ہیں مگر خوشبو لگا کر مسجد میں نہ جائیں اور نہ وہ بازار وغیرہ میں جائیں۔ تاکہ فتنہ پیدا ہونے کے اسباب پیدا نہ ہوں۔ احادیث کے مطابق خوشبو لگانے کے آداب کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ خوشبو کا استعمال

حضور صلی اللہ علیہ وسلم گاہے بگاہے خوشبو کا استعمال کیا کرتے تھے مگر بعض صوفیا کا کہنا ہے کہ آپؐ کے جسم اطہر کو اللہ تعالیٰ نے معطر بنایا تھا آپؐ کے جسم میں قدرتی طور پر خوشبو رہتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ مبارک سے خوشبو آتی تھی۔ کیونکہ آپ جس راستے سے گزر جاتے وہاں خوشبو ہی خوشبو پھیل جاتی۔ مگر آپ نے سنت قائم کرنے کے لیے خوشبو کو استعمال بھی کیا۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُکَّۃٌ یَتَطَیَّبُ مِنْھَا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک کپی تھی جس سے خوشبو لگایا کرتے تھے۔ (ابوداؤد)

۲۔ مشک وعنبر کی خوشبو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ تر مشک اور عنبر کی خوشبو کا استعمال کیا ہے لہذا مشک اور عنبر کی خوشبو کو استعمال کرنا مسنون ہے۔ یہ خوشبوئیں قدرتی طور پر پیدا شدہ ہیں۔ انھیں سونگھنے سے دماغ معطر اور تازہ ہوتا ہے اور دماغ کو فرحت اور تقویت پہنچتی ہے۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ أَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَطَيَّبُ قَالَ نَعَمْ بِذُكَارَةِ الطِّيْبِ الْمِسْكِ وَالْعَنْبَرِ

حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا، کیا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو لگاتے تھے؟ آپ نے بتایا ہاں آپ مردانہ مشک اور عنبر کا عطر لگاتے تھے۔ (نسائی)

۳۔ بہترین خوشبو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کستوری کو بہترین خوشبو قرار دیا ہے ایک بزرگ کا قول ہے کہ کستوری کی خوشبو استعمال کرنا، روزانہ غسل کرنا اور سبزے کو دیکھنا فرحت بخش ہیں کستوری جسے مشک بھی کہا جاتا ہے ہرن کا نافہ ہے جو اکثر دیسی ادویات میں طاقت کے لیے استعمال ہوتی ہے اور یہ عمدہ ترین خوشبوؤں میں شمار کی جاتی ہے۔

عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ امْرَأَةً مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيْلَ اتَّخَذَتْ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ وَحَشَتْهُ مِسْكًا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ أَطْيَبُ الطِّيْبِ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل کی ایک خاتون نے انگوٹھی بنائی اور اس میں کستوری بھری۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یہ عمدہ ترین خوشبو ہے۔

(نسائی شریف)

۴۔ حضرت عائشہ رضؓ کا حضورؐ کو خوشبو لگانا

حضرت عائشہ رضؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لگایا کرتی تھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیوی کا اپنے مرد کو خوشبو لگانا سنت ہے۔ خوشبو چہرہ اور قمیص کو لگانا زیادہ بہتر ہے۔ خاص کر داڑھی میں خوشبو لگانا سنت ہے۔ سر کے

بالوں میں بھی خوشبو لگا سکتے ہیں کیونکہ حضورؐ سر پر خوشبو لگایا کرتے تھے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَ كُنْتُ اُطَيِّبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَطْيَبِ مَا نَجِدُ حَتّٰى اَجِدَ وَبِيْصَ الطِّيْبِ فِيْ رَأْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہترین خوشبو لگاتی جو میسر آجاتی یہاں تک کہ میں خوشبو کی چمک آپ کے سر اقدس اور ریش مبارک میں پاتی۔ (بخاری شریف)

۵۔ مرد اور عورت کی خوشبو میں فرق

مرد اور عورت کی خوشبو میں یہ فرق ہے کہ مرد جو خوشبو استعمال کرے اس کا رنگ ہلکا ہو مگر خوشبو تیز ہو جو دوسروں تک پہنچے۔ اس کے برعکس عورتوں کی خوشبو ایسی ہونی چاہیئے جس کا رنگ ظاہر ہو مگر خوشبو ہلکی ہو جو صرف قریبی طور پر محسوس ہو۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ طِيْبُ الرِّجَالِ مَا ظَهَرَ رِيْحُهٗ وَخَفِيَ لَوْنُهٗ وَطِيْبُ النِّسَآءِ مَا ظَهَرَ لَوْنُهٗ وَخَفِيَ رِيْحُهٗ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مردوں کی خوشبو وہ ہے جس سے خوشبو معلوم ہو لیکن رنگدار نہ ہو اور عورتوں کی خوشبو وہ ہے جس کا رنگ معلوم ہو لیکن خوشبو نہ پھیلے۔ (نسائی شریف)

۶۔ عورت کا خوشبو لگا کر مسجد میں جانا منع ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بعض عورتیں نماز پڑھنے کے لیے مسجد نبوی میں آجایا کرتی تھیں اور جماعت میں بھی الگ مقام پر کھڑے ہو کر شامل ہو جاتیں۔ ایک مرتبہ آپ کو معلوم ہوا کہ بعض عورتیں خوشبو لگا کر مسجد میں آتی ہیں تو آپؐ نے خوشبو کے ساتھ ان کے آنے کو منع کر دیا کیونکہ مسجد میں عورت کا خوشبو

لگا کر آنا باعثِ فتنہ بننے کا اندیشہ ہے اس لیے عورت کو چاہیئے کہ جب وہ نماز کے لیے آئے تو خوشبو نہ لگائے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّمَا امْرَاَۃٍ اَصَابَتْ بَخُوْرًا فَلَا تَشْھَدْ مَعَنَا الْعِشَاءَ الْاٰخِرَۃَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو عورت خوشبو لگائے ہوئے ہو وہ ہمارے ساتھ عشاء کی جماعت میں نہ آئے۔

(نسائی شریف)

۷۔ عورت کے لیے خوشبو کے اظہار کی ممانعت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو خوشبو کے اظہار سے منع فرمایا ہے۔ عورت اپنے خاوند کی خوشی کے لیے تو خوشبو لگا سکتی ہے مگر جو عورت غیر مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے اور اپنے آپ کو دوسروں کی نظر میں پُرکشش بنانے کے لیے خوشبو لگائے تو اس کا یہ فعل نہایت ہی برا ہے۔ بلکہ حضورؐ نے ایسا کرنے کو زنا کے مترادف قرار دیا ہے۔

عَنِ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّمَا امْرَاَۃٍ اِسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ عَلٰی قَوْمٍ لِیَجِدُوْا مِنْ رِیْحِھَا فَھِیَ زَانِیَۃٌ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو عورت خوشبو لگائے پھر وہ لوگوں کے پاس اس غرض سے جائے تاکہ وہ اس کی خوشبو سونگھیں تو وہ زانیہ ہے۔ (نسائی شریف)

۸۔ عورت خوشبو دھو کر مسجد میں جائے

جب کسی عورت نے خوشبو لگا رکھی ہو اور وہ نماز کے لیے مسجد میں جانا چاہے تو اسے چاہیئے کہ وہ خوشبو کو دھو کر مسجد میں جائے کیونکہ عورت جب خوشبو لگا کر

مسجد میں جائے گی تو اس کے جسم سے خوشبو پھیلے گی جو مردوں کے خیالات میں خلل پیدا کرے گی اس لیے عورت کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ مسجد میں خوشبو کے ساتھ نہ جائے تو زیادہ بہتر ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَتِ الْمَرْاَةُ اِلَی الْمَسْجِدِ فَلْتَغْتَسِلْ مِنَ الطِّیْبِ کَمَا تَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب عورت مسجد کی طرف جانے لگے اور اسے خوشبو لگی ہوئی ہو تو وہ خوشبو دھو ڈالے جیسے غسلِ جنابت کرتی ہے۔ (نسائی شریف)

۹۔ خوشبو کا تحفہ لینے کی ترغیب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشبو کا تحفہ ہمیشہ قبول کیا اس لیے دوسروں کو خوشبو کا تحفہ دینا اور لینا سنت ہے۔ تحفہ قبول کرنے سے دینے والے کی دلجوئی ہوتی ہے اس لیے خوشبو کے تحفے کو رد نہیں کرنا چاہیئے۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لیسا اوقات کوئی خوشبو پسند نہ ہوتی مگر وہ تحفے میں مل جاتی تو آپ اس میں سے کچھ خوشبو انگلی پر لگا لیتے اور فرماتے اللہ تعالیٰ نے عورت اور خوشبو میں کشش رکھی ہے اور آنکھوں کی ٹھنڈک نماز اور روزے میں ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُتِیَ بِطِیْبٍ لَمْ یَرُدَّهٗ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ جب کوئی شخص سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں خوشبو پیش کرتا تو آپ اس کو واپس نہ لوٹاتے (نسائی شریف)

۱۰۔ سرمہ لگانا

سرمہ آنکھ کی خوبصورتی اور اضافہ نظر کا ذریعہ ہے۔ سرمہ لگانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ طاق بار لگانا زیادہ بہتر ہے

کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم طاق بار سرمہ لگایا کرتے تھے۔ سرمہ ایک کالا پتھر ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کے لیے عمدہ اور بہتر تاثیر پیدا کر رکھی ہے اسے اچھی طرح پیس کر استعمال کرنا چاہیئے۔ پیستے وقت اس میں کوئی چیز ملانا جو آنکھوں کے لیے مفید ہو درست ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سوتے وقت تین تین سلائیاں دائیں اور بائیں آنکھ میں سرمہ کی لگایا کرتے تھے۔ لہٰذا ہر ایک مسلمان کو چاہیئے کہ وہ سونے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر عمل کرے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اكْتَحِلُوْا بِالْاِثْمِدِ فَاِنَّهٗ يَجْلُوا الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ وَزَعَمَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ لَهٗ مِكْحَلَةٌ يَكْتَحِلُ بِهَا كُلَّ لَيْلَةٍ فِيْ هٰذِهٖ وَثَلٰثَةً فِيْ هٰذِهٖ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اثمد کا سرمہ لگایا کرو۔ کیونکہ وہ نگاہ کو تیز کرتا اور بال اگاتا ہے ان کا گمان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سُرمہ دانی ہوتی جس سے رات میں روزانہ تین سلائی اس آنکھ میں اور تین دوسری آنکھ میں لگایا کرتے۔

(ترمذی)

اثمد ایک طرح کا سُرمہ ہے جو اثرات میں دوسرے عام سُرموں سے بہتر ہے۔ جس کا فائدہ یہ ہے کہ وہ نظر کو تیز کرتا ہے اور آنکھوں کے اوپر پپوٹوں پر بال اگاتا ہے۔ اور جو بال گر جاتے ہوں انھیں گرنے سے روکتا ہے۔ ایک اور حدیث میں یہی بات یوں فرمائی گئی ہے:۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْتَحِلُ قَبْلَ اَنْ يَّنَامَ بِالْاِثْمِدِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے ہر آنکھ میں اثمد سُرمہ تین تین سلائی لگاتے اور فرمایا کہ جو

ثَلٰثًا فِيْ كُلِّ عَيْنٍ قَالَ وَقَالَ إِنَّ خَيْرَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ اللَّدُوْدُ وَالسُّعُوْطُ وَالْحِجَامَةُ وَالْمَشِيُّ وَخَيْرَ مَا اكْتَحَلْتُمْ بِهِ الْإِثْمِدُ فَإِنَّهُ يَجْلُوا الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ وَإِنَّ خَيْرَ مَا تَحْتَجِمُوْنَ فِيْهِ يَوْمُ سَبْعَ عَشَرَةَ وَيَوْمُ تِسْعَ عَشَرَةَ وَيَوْمُ إِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ وَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ عُرِجَ بِهِ مَا مَرَّ عَلٰى مَلَإٍ مِنَ الْمَلٰئِكَةِ إِلَّا قَالُوْا عَلَيْكَ بِالْحِجَامَةِ۔

تم علاج کرتے ہو ان میں بہترین لیپ کرنا، نسوار لینا، پچھنے لگوانا اور جلاب لینا ہے۔ اور جو تم سُرمے لگاتے ہو ان میں بہتر اثمد ہے کیونکہ وہ بینائی کو روشن کرتا اور بال اگاتا ہے اور جن میں تم پچھنے لگواتے ہو، ان میں سترھواں، انیسواں اور اکیسواں روز بہتر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب معراج ہوئی تو فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرے تو انھوں نے کہا کہ پچھنے لگوانے کو لازمی اختیار کرو۔

(ترمذی شریف)

حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا ہے کہ طاق بار سرمہ لگانا مستحب ہے اکثر مشائخین طریقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر عمل پیرا رہے ہیں۔

---

(۱۵)

سُنّت تیل اور کنگھی

سر میں تیل لگانا اور کنگھی کرنا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے تیل لگانے کا ظاہری فائدہ تو یہ ہے کہ تیل بالوں کی خوبصورتی میں اضافہ کرتا ہے اور ملائم رکھتا ہے۔ طبی

نقطۂ نظر سے اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس کے استعمال سے بالوں کی جڑیں تر رہتی ہیں جس سے بال دیر سے سفید ہوتے ہیں۔ جو لوگ اپنے سر میں تیل نہیں لگاتے، یا کم لگاتے ہیں ان کے بالوں میں وقت سے پہلے سفیدی آجاتی ہے۔ تیل لگانے کا بہتر وقت تو صبح کا وقت ہے۔ نہانے سے پہلے تیل لگالیں یا نہانے کے بعد تیل لگائیں۔ اگر غسل نہ کیا ہو تو پھر منہ ہاتھ دھوتے وقت تیل استعمال کریں۔ تیل روزانہ استعمال کریں یا ایک دن چھوڑ کر لگائیں۔ سر میں لگانے کے لیے عام طور پر سرسوں کا تیل استعمال کیا جاتا ہے جو ہر لحاظ سے بہتر ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے تیل جو بالوں کے لیے بہتر ہوں وہ بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود روغن بنفشہ استعمال کیا کرتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ روغن بنفشہ کو تمام تیلوں میں ایسی فضیلت حاصل ہے جیسا کہ مجھے تمام انسانوں میں ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُکْثِرُ دُھْنَ رَاْسِہٖ وَتَسْرِیْحَ لِحْیَتِہٖ وَیُکْثِرُ الْقِنَاعَ کَاَنَّ ثَوْبَہٗ ثَوْبُ زَیَّاتٍ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر مبارک میں اکثر تیل لگاتے اور ریش مبارک میں کنگھی کرتے۔ اکثر سر اقدس پر کپڑا رکھتے جو تیلی کے کپڑوں کی طرح معلوم ہوتا۔ (شرح السنۃ)

بالوں میں کنگھی کرنا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ کنگھی کرنے میں مانگ نکالنا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ داڑھی میں کنگھا کرنا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل سے ثابت ہے۔ عورتوں کو چاہیئے کہ وہ روزانہ کنگھی کریں اور مردوں کو چاہیئے کہ ایک دن چھوڑ کر کریں تاکہ زیادہ وقت زینت میں صرف نہ ہو۔ البتہ بالوں کو صاف ستھرا رکھنے کے لیے روزانہ کنگھی کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ کنگھی کرتے وقت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم درمیان میں مانگ نکالا کرتے تھے اور اسی پر صحابہ کرام رض اور بزرگانِ دین عمل پیرا ہوئے۔ عورتوں کو بھی سر کے درمیان مانگ نکالنی چاہیئے۔ کنگھی کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ لَهٗ شَعْرٌ فَلْیُكْرِمْهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے بال رکھے ہوئے ہوں تو ان کا احترام کرو۔ (ابوداؤد)

۲۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اُرَجِّلُ رَاْسَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا حَائِضٌ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں کنگھی کر دیتی۔ حالانکہ میں حائضہ ہوتی۔ (بخاری شریف)

۳۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُحِبُّ مُوَافَقَةَ اَهْلِ الْكِتٰبِ فِیْمَا یُؤْمَرُ فِیْهِ وَكَانَ اَهْلُ الْكِتٰبِ یَسْدُلُوْنَ اَشْعَارَهُمْ۔ وَكَانَ الْمُشْرِكُوْنَ یَفْرُقُوْنَ رُءُوْسَهُمْ فَسَدَلَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَاصِیَتَهٗ ثُمَّ فَرَقَ بَعْدُ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اہل کتاب کی موافقت پسند فرماتے جس کام کے لیے حکم نہ فرمایا جاتا۔ اہل کتاب اپنے بالوں کو چھوڑتے تھے جبکہ مشرکین اپنے سروں میں مانگ نکالتے تھے۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیشانی مبارک کے بال چھوڑے رکھتے۔ پھر بعد میں مانگ نکالنے لگے۔

(مسلم شریف)

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم وحی الٰہی کے بغیر نہیں ہوتا تھا لہٰذا مانگ نکالنا سنت ٹھیرا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت کو چھوڑ کر جو نصاریٰ اور عیسائیوں کی مشابہت اختیار کرے یا ٹیڑھی مانگ نکالے۔ سنت کی راہ سے دور رہے گا۔

۴۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرورِ عالم

اَنَّہٗ قَالَ اَتَانَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَرَاٰی رَجُلًا ثَائِرَ الرَّاْسِ فَقَالَ اَمَا یَجِدُ ھٰذَا مَا یُسَکِّنُ بِہٖ شَعْرَہٗ۔

صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ نے ایک ایسے شخص کو ملاحظہ فرمایا جس کے سر کے بال پریشان تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا یہ اتنا بھی نہیں کر سکتا کہ اپنے بالوں کو برابر کرے۔ (نسائی شریف)

۵۔ عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ قَالَ کَانَتْ لَہٗ جُمَّۃٌ ضَخْمَۃٌ فَسَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَہٗ اَنْ یُحْسِنَ اِلَیْھَا وَاَنْ یَتَرَجَّلَ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپؓ کے سر پر بہت زیادہ بال تھے۔ آپؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا تو آپ نے فرمایا کہ ان بالوں کو اچھی طرح سجا کر رکھو اور روزانہ کنگھی کرو۔ (نسائی شریف)

۶۔ عَنْ عَائِشَۃَ وَذَکَرَتْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُحِبُّ التَّیَامُنَ مَا اسْتَطَاعَ فِیْ طُھُوْرِہٖ وَتَنَعُّلِہٖ وَتَرَجُّلِہٖ۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے، جوتا پہننے اور کنگھی کرنے میں دائیں طرف سے شروع فرماتے۔ (نسائی شریف)

۷۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ بُرَیْدَۃَ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُقَالُ لَہٗ عُبَیْدٌ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَنْھٰی عَنْ کَثِیْرٍ مِّنَ الْاِرْفَاہِ قَالَ مِنْہُ التَّرَجُّلُ۔

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک صحابیؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا جن کا نام عبید تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ عیش و عشرت میں پڑ جانے کو منع فرماتے تھے اور اسی کی ایک قسم کنگھی کرنا بھی ہے۔ (نسائی شریف)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ ہر وقت کنگھی کرنا، اپنے آپ کو عورتوں کی طرح آراستہ و پیراستہ رکھنا مکروہ ہے۔ مردوں کا یہ کام نہیں کہ وہ رات دن اپنے آپ کو لغو کاموں میں مشغول رکھیں اور وقت ضائع کریں۔

---

(۱۶)

آدابِ انگوٹھی و زیور

مردوں کے لیے صرف چاندی کی انگوٹھی پہننا جائز ہے جس کا وزن ایک مثقال سے کم ہو۔ مثقال گرام کے برابر ہے۔ مردوں کے لیے سونے کے زیورات کا استعمال ممنوع ہے کیونکہ مردوں نے محنت اور مشقت کا کام کرنا ہوتا ہے اس لیے ان کا اپنے آپ کو زیور سے آراستہ کرنا خلاف شرع ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے کام میں خلل پڑے گا اس لیے مردوں کے لیے زیور کا استعمال منع کیا گیا ہے۔ لہٰذا مردوں کے لیے سونے کی انگوٹھی پہننا بھی حرام ہے۔

عورتوں کے لیے کسی حد تک زیور کا استعمال کرنا درست ہے مگر ایسا زیور جس سے جھنکار پیدا ہوتی ہو منع ہے۔ ایسے ہی وہ زیور جو گھر یلو کام کاج اور عبادت الٰہی میں رکاوٹ بنے اس کا استعمال بھی جائز نہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حبش کے بادشاہ نجاشی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ زیورات تحفے میں بھیجے ان میں ایک انگوٹھی سونے کی تھی جس میں نگینہ لگا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھوا مگر اس کی طرف توجہ نہ کی۔ اس کے بعد امامہ بنت ابی العاص جو آپ کی نواسی بھی تھیں کو بلوایا اور اسے وہ سب زیور دے دیے۔ (ابو داؤد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کے زیورات کی بجائے چاندی کے زیورات استعمال کرنے کی ترغیب دی ہے۔ انگوٹھی اور زیورات استعمال کرنے کے آداب مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ حضورؐ کی انگوٹھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چاندی کی انگوٹھی پہنا کرتے تھے جس پر آپؐ کا نام مبارک کندہ تھا اور آپ اسے مُہر کے طور پر استعمال فرماتے یعنی جب کسی کو خط لکھتے تو اس پر یہ مُہر ثبت کرتے۔ حضورؐ کی اتباع میں انگوٹھی پر اپنا نام کندہ کروانا جائز ہے۔ اگر انگوٹھی پر اللہ کا نام کندہ کروایا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَادَ اَنْ يَّكْتُبَ اِلٰى كِسْرٰى وَقَيْصَرَ وَالنَّجَاشِيِّ فَقِيْلَ اِنَّهُمْ لَا يَقْبَلُوْنَ كِتَابًا اِلَّا بِخَاتَمٍ فَصَاغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا حَلْقَةَ فِضَّةٍ نُقِشَ فِيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ (رواہ مسلم) وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ كَانَ نَقْشُ الْخَاتَمِ ثَلٰثَةَ اَسْطُرٍ مُحَمَّدٌ سَطْرٌ وَّرَسُوْلُ سَطْرٌ وَّاللّٰهُ سَطْرٌ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ قیصر، کسریٰ اور نجاشی کے لیے خط لکھیں۔ عرض کی گئی کہ وہ بغیر مُہر کے خط کو قبول نہیں کرتے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔ اور اس میں محمدؐ رسول اللہ نقش کروایا۔ (مسلم) اور بخاری کی روایت میں ہے کہ انگوٹھی کا نقش تین سطروں میں تھا۔ ایک سطر میں لفظ محمدؐ، دوسری میں رسولؐ اور تیسری میں لفظ اللہ تھا۔

(مشکوٰۃ شریف)

۲۔ حضورؐ کی انگوٹھی کی خصوصیات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی تھی، سونے کی نہ تھی۔ بلکہ کہا جاتا ہے

کہ آپؐ نے سونے کی انگوٹھی بنوائی اور اسے دائیں ہاتھ میں پہنا، پھر اسے فوراً اتار کر پھینک دیا۔ آپ جو انگوٹھی پہنا کرتے تھے اس کے اوپر آپؐ کا نام کندہ تھا اور حضور نے اس بات سے منع فرما دیا کہ کوئی شخص مجھ جیسا نام کندہ نہ کروائے یعنی محمد رسول اللہ نہ لکھوائے کیونکہ رسول تو صرف حضورؐ ہی تھے اس لیے دوسرے صحابہ کو یہ لفظ استعمال کرنے کی اجازت نہ تھی۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اتَّخَذَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا مِّنْ ذَھَبٍ وَفِیْ رِوَایَۃٍ وَجَعَلَہٗ فِیْ یَدِہِ الْیُمْنٰی ثُمَّ اَلْقَاہُ ثُمَّ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِّنْ وَرِقٍ نُقِشَ فِیْہِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَقَالَ لَا یَنْقُشَنَّ اَحَدٌ عَلٰی نَقْشِ خَاتَمِیْ ھٰذَا وَکَانَ اِذَا لَبِسَہٗ جَعَلَ فَصَّہٗ مِمَّا یَلِیْ بَطْنَ کَفِّہٖ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنوائی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اسے دائیں دستِ مبارک میں پہنا۔ پھر اسے پھینک دیا اور چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس میں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ نقش کروایا اور فرمایا کہ کوئی میری انگوٹھی جیسا نقش نہ کروائے اور جب آپ اسے پہنتے تو اس کے نگینے کو ہتھیلی کی جانب رکھتے۔

(بخاری شریف)

۲۔ حضورؐ کی انگوٹھی کا نگینہ

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کا نگینہ حبشی تھا یعنی حبشہ سے آیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ انگوٹھی میں پتھر کا نگینہ لگانا درست ہے اور جائز ہے اس لیے یاقوت نیلم، زمرد، عقیق وغیرہ کا نگینہ لگانا جائز ہے ان پتھروں کو سنت خیال کرتے ہوئے ڈالا جائے۔ قسمت کی کمی بیشی اللہ کے ہاتھ میں ہے اس لیے پتھر کے نگینہ کو تبدیلی قسمت کا ذریعہ خیال کرنا غلط ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَبِسَ خَاتَمَ فِضَّۃٍ فِیْ یَمِیْنِہٖ فِیْہِ فَصٌّ حَبْشِیٌّ کَانَ یَجْعَلُ فَصَّہٗ مِمَّا یَلِیْ کَفَّہٗ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں دستِ مبارک میں چاندی کی انگوٹھی پہنی اور اس میں حبشی نگینہ تھا اور نگینے کو اپنی ہتھیلی کی جانب رکھا کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ شریف)

۴۔ ایک سے زائد انگوٹھیاں پہننا منع ہے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک انگوٹھی پہنی ہے اس لیے ایک سے زائد انگوٹھیاں پہننا خلافِ شرع ہیں۔ بعض لوگ اپنی فقیری کے اظہار کے لیے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں میں انگوٹھیاں پہن لیتے ہیں تاکہ دوسروں کو پتہ چلے کہ یہ کوئی اللہ کا بندہ ہے۔ ایسا کرنا خلافِ شرع ہے۔ صرف ایک انگوٹھی پہننا مسنون ہے۔ انگوٹھی میں نگینے کی جگہ پر اگر ٹھوس چاندی ہی لگ جائے تو وہ بھی درست ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی بھی انگوٹھی استعمال کی ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ خَاتَمُہٗ مِنْ فِضَّۃٍ وَکَانَ فَصُّہٗ مِنْہُ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتری چاندی کی تھی اور اسی کا نگینہ تھا۔ (بخاری شریف)

انگوٹھی دائیں یا بائیں ہاتھ میں پہنیں

بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ فقہ کی مشہور کتاب درمختار میں لکھا ہے کہ دائیں یا بائیں ہاتھ میں جس میں چاہیں انگوٹھی پہن سکتے ہیں لیکن میرے نزدیک بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا زیادہ بہتر ہے۔ اگرچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا ثابت ہے مگر بائیں ہاتھ میں کثرت سے پہنی اس لیے اسے ترجیح دینا زیادہ اچھا ہے لیکن رفع حاجت کے وقت انگوٹھی اتار نا ضروری ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَتَّمُ فِي يَسَارِهٖ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بائیں دستِ مبارک میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔ (ابوداؤد)

۶۔ انگوٹھی کس انگلی میں پہنی جائے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم انگوٹھی بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں پہنتے تھے۔ فقہاء نے اس سے مراد چھنگلیا لی ہے یعنی سب سے چھوٹی انگلی، لہٰذا جو حضرات انگوٹھی پہننے کی سنت پر عمل کریں تو انھیں چاہیئے کہ سب سے چھوٹی انگلی میں انگوٹھی پہنیں کیونکہ ایسا کرنا سنت ہے اور سنت کے مطابق عمل کرنے میں بہت درجہ اور ثواب ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ خَاتَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذِهٖ وَاَشَارَ اِلَى الْخِنْصَرِ مِنْ يَدِهِ الْيُسْرٰى۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک انگشتری اس میں ہوتی تھی اور اپنے بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی کی طرف اشارہ فرمایا۔ (مسلم شریف)

۷۔ شہادت اور بڑی انگلی میں انگوٹھی نہ پہنیں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت اور بڑی انگلی میں انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا ہے کیونکہ یہ دونوں انگلیاں کام کاج میں زیادہ استعمال ہوتی ہیں۔ اگر ان میں انگوٹھی ہوگی تو کارکردگی میں فرق پڑے گا جس بنا پر ان دونوں انگلیوں میں انگوٹھی نہ پہنیں۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَهَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَتَخَتَّمَ فِي اُصْبَعِي هٰذِهٖ اَوْ هٰذِهٖ قَالَ فَاَوْمٰى اِلَى الْوُسْطٰى

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے منع فرمایا ہے کہ اپنی اس انگلی اور اس انگلی میں انگوٹھی پہنوں۔ راوی کا بیان ہے کہ انھوں نے اپنی درمیانی اور اس کے نزدیک والی انگلی کی طرف

وَالَّتِیْ تَلِیْہَا۔ اشارہ فرمایا۔ (مسلم شریف)

۸۔ سونا مردوں پر حرام ہے

سونے کا پہننا باعثِ زینت و زیبائش ہے۔ اس لیے اسلام میں مردوں کے لیے حرام ہے سونے کی اس ممانعت کے پیشِ نظر یہ مسئلہ واضح ہو جاتا ہے کہ مردوں کے لیے سونے کی انگوٹھی بنا کر بیچنا اور اس کی اجرت لینا ناجائز اور حرام ہے۔ لہٰذا وہ سنار جو مردوں کے لیے انگوٹھیاں بناتا ہے اسے چاہیے کہ ایسا کرنا ترک کر دے۔ ورنہ اس کی روزی حرام ہوگی۔

وَعَنْ عَلِیٍّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخَذَ حَرِیْرًا فَجَعَلَہٗ فِیْ یَمِیْنِہٖ فَاَخَذَ ذَھَبًا فَجَعَلَہٗ فِیْ شِمَالِہٖ ثُمَّ قَالَ اِنَّ ھٰذَیْنِ حَرَامٌ عَلٰی ذُکُوْرِ اُمَّتِیْ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم کو اپنے داہنے دستِ مبارک میں لیا اور سونے کو اپنے دوسرے دستِ اکرم میں لیا۔ پھر فرمایا کہ یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔ (نسائی شریف)

ایک اور حدیث میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کے استعمال سے اس طرح منع فرمایا ہے:۔

وَعَنْ مُعَاوِیَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنْ رُکُوْبِ النُّمُوْرِ وَعَنْ لُبْسِ الذَّھَبِ اِلَّا مُقَطَّعًا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چیتے کی کھال پر سوار ہونے اور سونا پہننے سے منع فرمایا ہے مگر جبکہ یہ ریزہ ریزہ ہو۔ (ابوداؤد، نسائی)

ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں سے منع فرمایا ہے۔ ان میں سونے کا استعمال بھی شامل ہے۔

وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ لُبْسِ الْقَسِّیِّ وَالْمُعَصْفَرِ وَعَنْ تَخَتُّمِ الذَّھَبِ وَعَنْ قِرَاءَۃِ الْقُرْاٰنِ فِی الرُّکُوْعِ ۔

علیہ وسلم نے قسّی اور کسم کا رنگا ہوا کپڑا پہننے سے منع فرمایا ہے اور سونے کی انگوٹھی سے اور رکوع میں قرآن مجید پڑھنے سے ۔

(مسلم شریف)

حالتِ مجبوری میں ہلتے ہوئے دانتوں کو سونے کے تاروں سے بندھوانا جائز ہے یا گرے ہوئے دانت کو سونے کے خول میں محفوظ کرکے لگانا بھی درست ہے ۔

۹۔ چاندی کے علاوہ ہر دھات کی انگوٹھی حرام ہے

انگوٹھی صرف چاندی کی جائز ہے اس کے علاوہ ہر قسم کی دھات یعنی تانبا پیتل لوہا سٹیل جست وغیرہ کی انگوٹھی حرام ہے۔ لہٰذا کسی مرد اور عورت کے لیے یہ درست نہیں کہ وہ ان دھاتوں کی انگوٹھیاں استعمال میں لائے کچھ لوگ لوہے کے چھلے پہنتے ہیں وہ بھی حرام ہیں۔ ان دھاتوں کی انگوٹھی ناجائز ہونے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث دلالت کرتی ہے :۔

وَعَنْ بُرَیْدَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ عَلَیْہِ خَاتَمٌ مِنْ شَبَہٍ مَالِیْ اَجِدُ مِنْكَ رِیْحَ الْاَصْنَامِ فَطَرَحَہٗ ثُمَّ جَاءَ وَعَلَیْہِ خَاتَمٌ مِنْ حَدِیْدٍ فَقَالَ مَالِیْ اَرٰی عَلَیْكَ حِلْیَۃَ اَھْلِ النَّارِ فَطَرَحَہٗ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ اَتَّخِذُہٗ قَالَ مِنْ وَرِقٍ وَّ لَا

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی سے فرمایا جس نے تانبے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی ۔ بات کیا ہے کہ مجھے تم سے بُتوں کی بو آرہی ہے ؛ اس نے وہ پھینک دی ۔ اور لوہے کی انگوٹھی پہن کر حاضر بارگاہ ہوا فرمایا کیا بات ہے کہ میں تم پر جہنمیوں کا زیور دیکھ رہا ہوں ؛ اس نے وہ بھی پھینک دی ۔ اور عرض گزار ہوا یا رسول اللہ ! میں کس چیز کی پہنوں ؟ فرمایا کہ چاندی کی اور پُورے ایک

تُتِمَّہٗ مِثْقَالًا۔ مثقال کی نہ ہو (ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

۱۔ گھنگروؤں کے استعمال کی ممانعت

اسلام میں گھنگروؤں اور گھنٹیوں کا استعمال منع ہے اس لیے کوئی عورت پاؤں میں نہ چھاجن پہن سکتی ہے اور نہ گھنگرو۔ کیونکہ یہ شیطان اور نحوست کی علامت ہے۔ گھنگرو اور چھاجن کو پہن کر چلنے سے آواز پیدا ہوتی ہے جس سے شیطان کو بدگمانی اور بُرے خیالات پیدا کرنے میں مدد ملتی ہے اس لیے برائی کے جنم لینے کی روک تھام کے طور پر اسلام میں گھنگروؤں یا آواز پیدا کرنے والے زیور سے منع کیا گیا ہے۔

وَعَنْ بُنَانَۃَ مَوْلَاۃِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ حَیَّانَ الْاَنْصَارِیِّ کَانَتْ عِنْدَ عَائِشَۃَ اِذْ دُخِلَتْ عَلَیْھَا بِجَارِیَۃٍ وَعَلَیْھَا جَلَاجِلُ یُصَوِّتْنَ فَقَالَتْ لَا تُدْخِلْنَھَا عَلَیَّ اِلَّا اَنْ تُقَطِّعْنَ جَلَاجِلَھَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تَدْخُلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ بَیْتًا فِیْہِ جَرَسٌ۔

عبدالرحمن بن حیان انصاری کی بنانہ نامی مولاۃ سے روایت ہے۔ وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھیں کہ ایک لڑکی کو ان کی خدمت میں لایا گیا جس نے آواز والی جھاجن پہن رکھی تھی فرمایا کہ اسے میرے پاس نہ لائیں مگر اس کے گھنگرو کاٹ کر۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں گھنٹی ہو۔

(ابوداؤد)

(۱۷)

آدابِ چھینک وجمائی

چھینک اور جمائی غیر اختیاری چیز ہے۔ ہر چھوٹے بڑے کو اس سے واسطہ پڑتا ہے۔ شریعتِ اسلامیہ نے چھینک اور جمائی کے چند آداب مقرر فرمائے ہیں جنھیں چھینکتے وقت مدنظر رکھنا کارِ ثواب ہے۔ چھینک اللہ تعالیٰ کی ایک طرح کی نعمت ہے کیونکہ اس سے دماغ سے غیر ضروری مواد خارج ہوتا ہے جس سے فہم و ادراک کی قوت کا تزکیہ ہو جاتا ہے اور یہ چیز طاعت و حضوریٔ قلب کا باعث و مددگار بنتی ہے۔ اس لیے چھینک کا فعل اللہ کو پسند ہے۔ اس کے برعکس جمائی کا فعل نفس کے بھاری پن، اور حواس کی کدورت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یہ چیز غفلت اور سستی پیدا کرتی ہے جس کے باعث طاعت و عبادت میں نشاط پیدا نہیں ہوتی۔ جس سے شیطان کو خوشی محسوس ہوتی ہے اس لیے اسے شیطانی اثر کا عمل قرار دیا جاتا ہے اس وجہ سے جمائی اللہ کو ناپسند ہے۔ چھینک اور جمائی کے آداب اور سنتیں حسب ذیل ہیں۔

۱۔ چھینک کے وقت اللہ کا شکر ادا کرنا سُنّت ہے

اسلام کا ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ ہر کام میں اللہ کو یاد کیا جائے اور کام کے ہونے پر شکر کیا جائے لہذا جب چھینک آئے تو الحمد للہ کہنا چاہیئے یا الحمد للہ رب العالمین کہنا چاہیئے۔ یہ کلمات زیادہ جامع ہیں۔ ان کا کہنا زیادہ ثواب کا باعث ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى — حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْعُطَاسَ وَیَکْرَہُ التَّثَاؤُبَ فَاِذَا عَطَسَ اَحَدُکُمْ وَحَمِدَ اللّٰہَ کَانَ حَقًّا عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ سَمِعَہٗ اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ یَرْحَمُکَ اللّٰہُ فَاَمَّا التَّثَاؤُبُ فَاِنَّمَا ھُوَ مِنَ الشَّیْطَانِ فَاِذَا تَثَاءَبَ اَحَدُکُمْ فَلْیَرُدَّہٗ مَا اسْتَطَاعَ. فَاِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا تَثَاءَبَ ضَحِکَ مِنْہُ الشَّیْطَانُ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیشک اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند فرماتا اور جمائی کو ناپسند کرتا ہے۔ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کہے تو ہر سننے والے مسلمان پر حق ہے کہ اس سے یرحمک اللہ کہے۔ اگر جمائی آئے تو یہ شیطان کی طرف سے ہے۔ جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو جہاں تک ہو سکے اسے روکے۔ کیونکہ جب تم میں سے کسی کو جمائی آتی ہے تو شیطان اسے دیکھ کر ہنستا ہے

(بخاری)

طبرانی میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو وہ الحمد للہ رب العالمین کہے۔

ایک اور حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے۔ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب کسی کو چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کہے تو فرشتے کہتے ہیں "رب العالمین" اور اگر وہ "الحمد للہ رب العالمین" کہتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں "یرحمک اللہ" (یعنی اللہ تجھ پر رحم فرمائے)۔ (طبرانی)

حضرت سالم بن عبید فرماتے ہیں کہ وہ چند لوگوں کے ہم سفر تھے۔ ایک آدمی کو چھینک آئی تو اس نے کہا "السلام علیکم" حضرت سالم نے فرمایا "وَعَلَیْکَ وَعَلٰی اُمِّکَ" (تجھ پر اور تیری ماں پر بھی) یہ بات اس شخص پر شاق گذری تو آپ نے فرمایا۔ میں نے وہی بات کہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ آپ کے پاس ایک آدمی کو چھینک آئی تو اس نے کہا "السلام علیکم" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وَعَلَیْکَ

وَعَلٰی اُمَّتِکَ" پھر فرمایا جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے، تو وہ کہے "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ" اور جواب دینے والا کہے "یَرْحَمُکَ اللّٰہُ" (اللہ تجھ پر رحم فرمائے) پھر چھینکنے والا کہے "یَغْفِرُ اللّٰہُ لِیْ وَلَکُمْ" (اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور تمھیں بھی بخش دے۔ (ترمذی)

۲۔ چھینک کا جواب دینا سُنّت ہے

چھینک کا جواب دینا واجب ہے جبکہ چھینکنے والا الحمد للہ کہے جواب فوراً دیں اور اتنی آواز سے دیں کہ چھینکنے والا سُن لے۔ جواب صرف ایک مرتبہ واجب ہے اور اس کے بعد مستحب ہے۔ اگر کسی شخص کو کچھ فاصلے پر یا دوسرے کمرے میں جہاں بیچ میں دیوار حائل ہو چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کہے، اور آپ سن لیں تو آپ کو اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا لازم ہے۔ ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ چھینکنے والا جب یرحمک اللہ کہے تو پھر چھینکنے والا یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ کہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا عَطَسَ اَحَدُکُمْ فَلْیَقُلْ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلْیَقُلْ لَہٗ اَخُوْہُ اَوْ صَاحِبُہٗ یَرْحَمُکَ اللّٰہُ فَاِذَا قَالَ لَہٗ یَرْحَمُکَ اللّٰہُ فَلْیَقُلْ یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ۔	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو الحمد للہ کہے اور اس کا بھائی یا ساتھی اس سے یرحمک اللہ کہے۔ جب وہ اس سے سنے تو کہے چھینکنے والا کہ یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ کہے۔ (بخاری)
عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ اَمَرَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ	حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات باتوں کا حکم فرمایا ہے

وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ ، اَمَرَنَا بِعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ وَاتِّبَاعِ الْجَنَازَةِ وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ وَاِجَابَةِ الدَّاعِيْ وَرَدِّ السَّلَامِ وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ وَاِبْرَارِ الْمُقْسِمِ۔ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ اَوْقَالَ حَلْقَةِ الذَّهَبِ وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ وَالدِّيْبَاجِ وَالسُّنْدُسِ وَالْمَيَاثِرِ

اور سات کاموں سے ہمیں منع کیا ہے۔ ہمیں بیمار کی عیادت کرنے، جنازے کے ساتھ جانے، چھینکنے والے کا جواب دینے، دعوت قبول کرنے سلام کا جواب دینے، مظلوم کی مدد کرنے اور قسم پوری کرنے حکم فرمایا ہے۔ اور سونے کی انگوٹھی یا سونے کا چھلا، نیز ریشم، دیباج سندس اور میاثر کے کپڑے پہننے سے منع فرمایا ہے۔

(بخاری)

۳۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نہ کہنے والے کا جواب نہ دو

جو شخص بلند آواز سے چھینکنے کے وقت الحمد للہ نہ کہے اس کا جواب نہ دیں کیونکہ اس نے اللہ کی حمد نہیں کی اس لیے جواب ضروری نہیں۔ اس لیے چھینکنے والے کو چاہیئے کہ بلند آواز سے الحمد للہ کہے تاکہ اسے کوئی سنے اور اس کا جواب دے۔ اگر کوئی محفل بیٹھی ہو اور اس میں کسی کو چھینک آئی اور اس نے الحمد للہ کہا اور محفل میں سے چند نے جواب دے دیا تو سب کی طرف سے کافی ہوگا۔ اور اگر ہر کوئی جواب دے تو زیادہ بہتر ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا عَطَسَ اَحَدُکُمْ فَحَمِدَ اللّٰہَ فَشَمِّتُوْہُ وَاِنْ لَّمْ یَحْمَدِ اللّٰہَ فَلَا تُشَمِّتُوْہُ۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ جب تم میں سے کوئی چھینکے اور الحمد للہ کہے تو اسے جواب دو اور جو الحمد للہ نہ کہے، اُسے جواب نہ دو۔

(مسلم شریف)

فتاوی عالمگیری میں ہے کہ چھینک کا جواب ایک مرتبہ واجب ہے۔ دوبارہ چھینک آئے اور وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے تو دوبارہ جواب واجب نہیں بلکہ مستحب ہے

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ عَطَسَ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَشَمَّتَ اَحَدُھُمَا وَلَمْ یُشَمِّتِ الْاٰخَرَ فَقَالَ الرَّجُلُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ شَمَّتَّ ھٰذَا وَلَمْ تُشَمِّتْنِیْ قَالَ اِنَّ ھٰذَا حَمِدَ اللّٰہَ وَلَمْ تَحْمَدِ اللّٰہَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور دو آدمی چھینکے تو ایک کو آپ نے ان میں سے جواب دیا اور دوسرے کو نہ دیا۔ وہ شخص عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہ آپ نے اس کو جواب دیا اور مجھے جواب نہیں دیا ہے۔ فرمایا کہ اس نے الحمد للہ کہا تھا اور تم نے الحمد للہ نہیں کہا۔ (متفق علیہ)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ جواب اس صورت میں واجب ہوگا جب چھینکنے والا الحمد للہ کہے اور حمد نہ کہے تو جواب واجب نہیں۔

۴۔ چھینک کے وقت حضورؐ کا طریقہ کار

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چھینک آتی تو اپنے چہرے کو ہاتھ یا کپڑے سے چھپا لیتے اور آواز کو پست رکھنے کی کوشش کرتے اور ساتھ ہی اللہ کی حمد بیان فرماتے لہذا حضور کی سنت پر چلنے والوں کو بھی یہی طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔ اتباع سنت کرنے والوں نے ہمیشہ ایسا ہی کیا ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا عَطَسَ غَطّٰی وَجْھَہٗ بِیَدِہٖ اَوْ ثَوْبِہٖ وَغَضَّ بِھَا صَوْتَہٗ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب چھینکتے تو اپنے پُرنور چہرے کو دست اقدس یا کپڑے سے چھپا لیتے اور اس میں آواز پست رکھتے۔

(ترمذی شریف)

۵۔ چھینک کا جواب زیادہ سے زیادہ تین مرتبہ ہے

ایک محفل میں کسی کو کئی مرتبہ چھینک آئی تو صرف تین مرتبہ تک جواب دینا ضروری ہے اس کے بعد تصور کیا جائے گا کہ اسے زکام یا کسی بیماری کی وجہ سے بار بار چھینکیں آرہی تھیں اس لیے جواب دینا ضروری نہیں۔ اس کے باوجود بھی اگر کوئی جواب دے تو اس کی مرضی۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ شَمِّتْ اَخَاكَ ثَلٰثًا فَاِنْ زَادَ فَهُوَ زُکَامٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کو تین دفعہ تک چھینکنے پر جواب دو۔ اگر اس سے بڑھے تو وہ زکام ہے۔ (ابوداؤد)

وَعَنْ عُبَیْدِ بْنِ رِفَاعَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ شَمِّتِ الْعَاطِسَ ثَلٰثًا فَمَا زَادَ فَاِنْ شِئْتَ فَشَمِّتْهُ وَاِنْ شِئْتَ فَلَا۔

حضرت عبید بن رفاعہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، چھینکنے والے کا جواب تین دفعہ تک ہے اگر اس سے بڑھے تو چاہے اسے جواب دے چاہے نہ دے۔ (مشکوٰۃ)

۶۔ غیر مسلم کی چھینک کے جواب کا طریقہ

اگر کسی غیر مسلم کو چھینک آئے یعنی آپ کی محفل میں کوئی عیسائی یہودی وغیرہ بیٹھا ہو اور اسے چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کہے تو اس کے جواب میں یرحمک اللہ نہ کہیں بلکہ یہ کہیں کہ اللہ تجھے ہدایت دے۔ اس کے متعلق حضور ﷺ کی حدیث یہ ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ کَانَ الْیَهُوْدُ یَتَعَاطَسُوْنَ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور یہودی چھینکتے۔ یہ امید رکھتے ہوئے کہ آپ ان کے لیے یرحمکم اللہ

يَجُوْنَ اَنْ يَقُوْلَ لَهُمْ يَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ فَيَقُوْلُ يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ۔ کہیں گے لیکن آپ یہدیکم اللّٰہ ویصلح بالکم کہتے۔

(ترمذی، ابوداؤد)

۷۔ عورت کی چھینک کا جواب

عورت کو چھینک آئے اور اس کے پاس کوئی مرد سنے تو اسے چاہیئے کہ اگر وہ بوڑھی ہے تو اس کا جواب بلند آواز سے دے اور اگر جوان ہے تو اس طرح جواب دے کہ وہ نہ سُنے۔ ایسے ہی کسی مرد کو چھینک آئے اور قریب کوئی عورت ہو تو اسے چاہیئے کہ پست آواز سے یرحمک اللّٰہ کہے۔

۸۔ بات سچی ہونے کی دلیل

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچی بات وہ ہے کہ جس کے کہتے وقت چھینک آئے۔ ایک اور روایت میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی بات کی جائے اور چھینک آجائے تو وہ حق ہے۔ ایسے ہی ایک بزرگ کا قول ہے کہ دعا کے وقت چھینک کا آنا اس کے قبول ہونے کی دلیل

۹۔ زور سے نہ چھینکیں

حضرت عبادہ بن سامت وشداد بن اوس، اور حضرت واثلہ رضی اللّٰہ عنہم سے روایت ہے۔ تاجدارِ مدینہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب کسی کو ڈکار یا چھینک آئے تو آواز بلند نہ کرے کہ شیطان کو یہ بات پسند ہے کہ ان میں آواز بلند کی جائے۔ (شعب الایمان)

چھینکنے والا دیوار کے پیچھے ہو جب بھی جواب دیں۔

خطبہ کے وقت کسی کو چھینک آئے تو اس کا جواب نہ دیں اگر کئی حضرات موجود

ہوں تو بعض حاضرین نے جواب دے دیا تو سب کی طرف سے جواب ہو گیا۔ مگر بہتر یہی ہے کہ سارے جواب دیں۔

نماز کے دوران چھینک آئے تو الحمد للہ نہ کہیں۔ آپ نماز پڑھ رہے ہیں اور کسی کو چھینک آئی اور آپ نے جواب دے دیا تو آپ کی نماز فاسد ہو گئی۔

حضرت سیدنا ابو داؤدؒ ایک بار دریا کے کنارے کنارے تشریف لیے جا رہے تھے۔ قریب ہی سے ایک کشتی کا گزر ہوا جس میں کافی لوگ سوار تھے۔ اچانک کسی کو چھینک آئی اور اس نے الحمد للہ کہا۔ کشتی تیزی سے گزر گئی۔ حضرت ابو داؤدؒ بیتاب ہو گئے۔ دریا میں ادھر ادھر نظر دوڑائی تو قریب ہی ایک خالی کشتی پر نظر پڑی۔ آپ نے اس کے ملاح سے فرمایا۔ مجھے اس کشتی کے پیچھے جانا ہے۔ کیا کرایہ لوگے؟ اس نے دو دینار کرایہ بتایا۔ آپ نے منظور فرمالیا اور کشتی میں سوار ہو گئے۔ اب آپ کی کشتی تیزی کے ساتھ اس کشتی کے تعاقب میں آگے بڑھنے لگی۔ جیسے ہی آپ کی کشتی اس کشتی کے قریب پہنچی، آپ نے جوابِ چھینک میں بلند آواز میں فرمایا "یرحمک اللہ" کشتی کے اندر سے جواب در جواب آیا یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ اب آپ نے اپنی کشتی کے ملاح سے فرمایا میرا کام ہو چکا ہے مجھے واپس کنارے پر لے چلو۔ ملاح نے متعجب ہو کر عرض کیا، کیا آپ نے صرف چھینک کا جواب دینے کے لیے دو دینار خرچ کر دیے؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ ہاں! بالآخر کرایہ ادا کر کے آپ جیسے ہی کنارہ پر تشریف لائے، ہاتفِ غیب سے آواز آئی، اے ابو داؤد! تم نے دو دینار کے بدلے جنت خریدی۔

۱۰۔ چھینک یا جمائی میں منہ پہ ہاتھ رکھیں

چھینک اور جمائی کا عام اخلاقی ادب یہ ہے کہ جب چھینک یا جمائی آئے تو لوگوں کے سامنے نہ منہ کھولے اور نہ زیادہ آواز کرے

بلکہ منہ پر ہاتھ رکھے اور آواز کو پست کرے تاکہ پاس بیٹھنے والے چھینک اور جمائی سے طبیعت پر برا اثر نہ لیں۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ چھینک کے وقت سر جھکا لو اور منہ چھپا لو اور آواز کو پست کرو یہی اللہ کو پسند ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا تَثَاءَبَ اَحَدُکُمْ فَلْیُمْسِکْ بِیَدِہٖ عَلٰی فِیْہِ فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ یَدْخُلُ فِیْہِ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو منہ پر ہاتھ رکھ کر اسے روکے۔ کیونکہ شیطان اندر داخل ہوتا ہے۔ (مسلم)

جمائی شیطان کی طرف سے ہے۔ جب بندہ جمائی میں منہ کھولتا ہے شیطان منہ کے اندر گھس جاتا ہے۔ بندہ "ہا ہا" اور "قاہ قاہ" کی آواز نکالتا ہے تو شیطان قہقہہ مار کر ہنستا ہے۔ جمائی کو روکنا چاہیئے۔ جب جمائی آنے لگے تو اوپر کے دانتوں سے نچلے ہونٹ کو دبائیں یا الٹے ہاتھ کی پشت منہ پر رکھ دیں۔ اگر نماز میں قیام کی حالت میں جمائی آئے تو سیدھے ہاتھ کی پشت منہ پر رکھیں اور باقی ارکان میں الٹے ہاتھ کی پشت۔ جمائی روکنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ جب کبھی جمائی آنا شروع ہو فوراً دل میں خیال کریں کہ انبیاء علیہم السلام کو جمائی کبھی نہیں آئی یا یہی تصور کر لیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی جمائی نہیں آئی۔ کیونکہ جمائی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے اور انبیاء علیہم السلام شیطان کے اثر سے محفوظ ہیں۔ انشاء اللہ جمائی فوراً رک جائے گی۔

---

(۱۸)

بیٹھنے اُٹھنے کے آداب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں اپنی امت یعنی مسلمانوں کو زندگی کے بہت سے آداب سکھلائے وہاں اٹھنے بیٹھنے کے بھی طریقے بتلائے۔ یہ طریقے آدابِ مجلس کہلاتے ہیں۔ ان آداب پر عمل کرنے سے باہمی محبت بڑھتی ہے اور ایک دوسرے کا احترام پیدا ہوتا ہے۔ تہذیب و تمدن کی تاریخ میں بلند مقام پیدا ہوتا ہے۔ بیٹھنے اٹھنے کے آداب زندگی کے دوسرے شعبوں کو متاثر کرتے ہیں۔ وہ قوم یا لوگ بڑے مہذب کہلاتے ہیں جو اعلیٰ طریقے سے بیٹھتے اور اٹھتے ہیں۔ اور اٹھنے بیٹھنے کے جو آداب اسلام نے مقرر فرمائے ہیں ان پر عمل کرنے سے انسانی سیرت کی تعمیر ہوتی ہے اس کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر اٹھنا بیٹھنا دینی و دنیوی فوائد کا باعث بنتا ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سنت طریقہ کو اپنانے سے بے پناہ نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس لیے ہر مسلمان کو چاہیئے کہ خواہ اکیلا بیٹھے یا کسی مجلس میں بیٹھے، اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سنت طریقہ سے بیٹھنا چاہیئے، کتاب و سنت کے مطابق بیٹھنے اٹھنے کے آداب حسبِ ذیل ہیں:۔

۱۔ بیٹھنے کا ایک سُنت طریقہ

یوں تو جگہ کی مناسبت کے ساتھ جس طرح آسانی محسوس کریں بیٹھ سکتے ہیں بیٹھنے کا ایک سنت طریقہ یہ ہے کہ سرین زمین پر رکھیں اور دونوں گھٹنوں کو کھڑا کر کے دونوں ہاتھوں سے گھیریں اور ایک ہاتھ کو دوسرے سے پکڑ لیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اس طرح بیٹھا کرتے تھے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِفِنَاءِ الْكَعْبَةِ مُحْتَبِيًا بِيَدِهٖ هٰكَذَا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے کعبہ کے صحن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھوں کے ذریعے گوٹ مار کر بیٹھے ہوئے دیکھا۔

(بخاری شریف)

اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ شریف کے صحنِ پاک میں اپنی دونوں مبارک پنڈلیوں کو مقدس ہاتھوں کے حلقے میں لے کر بیٹھے دیکھا۔ اس وقت اہلِ عرب میں بیٹھنے کا یہ طریقہ عام تھا۔ اکثر و بیشتر وہ لوگ اسی طرح بیٹھا کرتے تھے۔ یہ بیٹھنے کا ایک خاص طریقہ تھا۔ جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ دونوں زانو کھڑے کر لیے جاتے ہیں تلوے زمین کی طرف ہوتے ہیں اور دونوں ہاتھوں سے پنڈلیوں پر حلقہ باندھ لیتے ہیں۔ بعض اوقات ہاتھوں کا حلقہ باندھنے کی بجائے کپڑا باندھ لیا جاتا ہے اسی بات کی تصدیق ایک اور حدیث میں یوں ہے:۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ احْتَبٰى بِيَدَيْهِ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں بیٹھتے تو اپنے ہاتھوں سے حلقہ باندھ لیتے۔

(رزین)

ایک اور حدیث میں یہی بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کے بارے میں یوں بیان ہوئی ہے:۔

وَعَنْ قَيْلَةَ بِنْتِ مَخْرَمَةَ اَنَّهَا رَاَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ وَهُوَ قَاعِدٌ

حضرت قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں قرفصاء کے طریقے پر بیٹھے ہوئے دیکھا ان کا

بِالْقُرْفُصَاءِ قَالَتْ فَلَمَّا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَخَشِّعَ اُرْعِدْتُ مِنَ الْفَرَقِ۔

بیان ہے کہ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ فروتنی دیکھی تو میں خوفِ خدا سے کانپ اٹھی۔

(ابوداؤد)

قرفصاء کا مطلب ہے کہ اپنے جسم کو زمین پر لگا دیں۔ اور گھٹنے کھڑے کرکے دونوں ہاتھوں سے گھیر لیں اور ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے پکڑ لیں۔ کیونکہ اس طرح بیٹھنے سے تواضع اور عاجزی ظاہر ہوتی ہے اس لیے حضور نے اسے پسند فرمایا ہے۔

۲۔ چار زانو بیٹھنے کا سنت طریقہ

چار زانو بیٹھنا بھی سنت ہے یعنی زانوؤں کو زمین پر بچھا کر ان کے اوپر جسم کا بوجھ ڈال کر بیٹھنا۔ یہ طریقہ بہت ہی مؤدب ہے اس لیے اکثر بزرگان نے اسے پسند فرمایا اور اختیار کیا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا کہ آپ نماز کے بعد چار زانو ہو کر بیٹھا کرتے تھے۔ البتہ اگر کسی وجہ سے یا جسمانی کمزوری کی وجہ سے چار زانو ہو کر نہ بیٹھ سکیں تو پھر جس طرح راحت محسوس کریں اس طرح بیٹھ جائیں۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّى الْفَجْرَ تَرَبَّعَ فِيْ مَجْلِسِهٖ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَسَنًا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز فجر پڑھ لیتے تو اپنی جگہ پر چار زانو بیٹھے رہتے یہاں تک کہ سورج اچھی طرح طلوع ہو جاتا۔

(ابوداؤد)

بعض صوفیاء کا قول ہے کہ بزرگان کی نشست پر بیٹھنے سے گریز کرنا چاہیئے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس با ادب مقام پر بیٹھنے سے کوئی خلاف ادب بات ہو جائے

اس لیے بزرگوں کی جگہ پر بیٹھنا خلاف ادب ہے۔

۳۔ بیٹھے ہوئے تکیے پر ٹیک لگانا سنت ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تکیے کو پسند فرمایا ہے

اس لیے تکیے کے ساتھ ٹیک لگانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ کیونکہ ٹیک لگانے سے جسم کو آسانی اور راحت محسوس ہوتی ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا عَلٰى وِسَادَةٍ عَلٰى يَسَارِهٖ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ بائیں پہلو پر تکیے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ (ترمذی)

اگر تکیہ موجود نہ ہو تو پھر چادر یا کسی اور چیز یعنی بستر وغیرہ سے بھی ٹیک لگانا درست ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر کو بھی تکیہ کی جگہ پر استعمال فرمایا ہے،

عَنْ خَبَّابٍ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً قُلْتُ اَلَا تَدْعُوا اللّٰهَ فَقَعَدَ۔

حضرت خبابؓ کا بیان ہے کہ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ چادر سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ میں عرض گزار ہوا کہ کیا آپ دعا نہیں کریں گے اس پر آپؐ اٹھ بیٹھے۔ (بخاری شریف)

کسی کو تکیہ یا چادر وغیرہ پیش کرنا بھی کار ثواب ہے تاکہ آنے والا ساتھی خوشی محسوس کرے، حضرت سلمان فارسی کا قول ہے کہ ایک مرتبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ ایک تکیے سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ حضورؐ نے وہ تکیہ اپنے پاس سے نکال کر مجھے پیش کیا اور فرمایا کہ اے سلمانؓ! اگر کوئی مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی سے ملنے جائے اور وہ ازراہِ تعظیم اپنا تکیہ اسے پیش کر دے تو اللہ اس کی مغفرت فرما دے گا۔ (مستدرک حاکم)

۴۔ چٹائی پر بیٹھنا سنت ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات چٹائی پر بیٹھتے اس لیے چٹائی پر بیٹھنا بھی سنت ہے۔ علماء کا قول ہے کہ جب بھی بیٹھیں تو مہذب انداز سے بیٹھیں خواہ بیٹھنے والی کوئی چیز ہو۔

عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَحْتَجِرُ حَصِیْرًا بِاللَّیْلِ فَیُصَلِّیْ وَیَبْسُطُہٗ بِالنَّھَارِ فَیَجْلِسُ عَلَیْہِ فَجَعَلَ النَّاسُ یَثُوْبُوْنَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیُصَلُّوْنَ بِصَلَاتِہٖ حَتّٰی کَثُرُوْا فَاَقْبَلَ فَقَالَ یَا اَیُّھَا النَّاسُ خُذُوْا مِنَ الْاَعْمَالِ مَا تُطِیْقُوْنَ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یَمَلُّ حَتّٰی تَمَلُّوْا وَاِنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ مَا دَامَ وَاِنْ قَلَّ۔

حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت چٹائی کا حجرہ بنا لیا کرتے اور اس میں نماز پڑھتے اور دن کے وقت اسے اکٹھا کر لیتے اور اس پہ جلوہ افروز ہوا کرتے، لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہو کر آپ کے ساتھ نماز پڑھنے لگے۔ یہاں تک کہ ان کی تعداد کافی بڑھ گئی۔ تو ان کی جانب متوجہ ہو کر آپ نے فرمایا۔ وہ اعمال اختیار کرو جن کے کرنے کی تمہارے اندر طاقت ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نہیں اکتاتا جب تک تم اکتا نہ جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک پیارے اعمال وہ ہیں جن پر ہمیشگی کی جائے اگرچہ وہ تھوڑے ہوں۔

(بخاری شریف)

اگر چٹائی یا کوئی چیز بیٹھنے کے لیے نہ ہو تو پھر صاف زمین جس پر بیٹھنے سے گرد نہ لگے یا صاف فرش وغیرہ پر بیٹھ جانا بھی درست ہے۔ ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف

لائے ہیں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک تکیہ لگا دیا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور آپ زمین پر بیٹھ گئے۔

۵۔ برے انداز میں بیٹھنا خلافِ سنت ہے

بیٹھنے کا ایسا انداز جس سے جسمانی بے پردگی ہونے کا اندیشہ ہو یا بیٹھنے کا وہ طریقہ جس سے بیٹھنے میں غرور اور تکبر ظاہر ہو اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے جیسا کہ ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر بیٹھنا خلافِ ادب ہے۔ اس کے علاوہ ایک بیٹھنے کا برا انداز یہ بھی ہے جس کی اس حدیث میں مذمت فرمائی گئی ہے۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيْدِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ مَرَّ بِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ وَأَنَا جَالِسٌ هٰكَذَا وَقَدْ وَضَعْتُ يَدِيَ الْيُسْرٰى خَلْفَ ظَهْرِيْ وَاتَّكَأْتُ عَلٰى أَلْيَةِ يَدِيْ فَقَالَ أَتَقْعُدُ قِعْدَةَ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ۔

عمرو بن شرید سے روایت ہے کہ ان کے والد ماجد نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے اور میں اس طرح بیٹھا ہوا تھا کہ میں نے اپنا بایاں ہاتھ پیچھے پیٹھ پر رکھا ہوا تھا اور ہاتھ سے سرین کو ٹیک لگائی ہوئی تھی۔ فرمایا کیا تم ان کی طرح بیٹھتے ہو جن پر غضب فرمایا گیا ہے۔

(ابو داؤد)

۶۔ جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جانا سنت ہے

پاک اور صاف جگہ پر بیٹھیں اور آسانی سے بیٹھیں۔ کسی ایسی جگہ پر نہ بیٹھیں جہاں پر جسم کو تکلیف پہنچے یا گرنے کا خطرہ ہو۔ گھر میں یا باہر جہاں پر بیٹھیں کوشش کریں کہ کعبہ کی طرف پیٹھ کر کے نہ بیٹھیں۔ اگر کسی مجلس میں جائیں تو جہاں جگہ مل جائے آرام سے بیٹھیں۔ مجلس میں گھسنے کی کوشش نہ کریں۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كُنَّا إِذَا أَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ أَحَدُنَا حَيْثُ يَنْتَهِي۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ہم میں سے ہر ایک جہاں جگہ پاتا بیٹھ جاتا۔ (ابوداؤد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا طریقہ یہ تھا کہ جہاں جگہ مل جاتی بیٹھ جایا کرتے تھے۔ حضرت امام حسنؓ سے مروی ہے کہ میں نے ابی ہالہؓ سے دریافت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح بیٹھتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے بیٹھتے اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتے تھے۔ اور کوئی جگہ اپنے بیٹھنے کے لیے متعین نہ فرماتے اور دوسروں کو بھی ایسا کرنے سے منع فرماتے۔ جب کسی قوم کی مجلس میں تشریف لے جاتے تو مجلس کے آخری حصے میں بیٹھ جاتے اور دوسروں کو بھی ایسا کرنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ اپنے ہم نشینوں کو علیٰ قدر مراتب (یعنی ان کے مرتبہ ولیاقت کے مطابق) نوازا کرتے تھے جس سے ہر ایک یہی گمان کرتا تھا کہ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ کرم میرے ہی حال پر ہے۔ جو شخص بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہوتا یا کسی حاجت کے سبب آتا۔ تو جب تک وہ فارغ ہو کر چلا نہ جاتا اتنی دیر آپؐ اس کے پاس تشریف رکھتے۔ جس نے بھی آپ کی خدمتِ اقدسؐ میں اپنی حاجت پیش کی، اس کی آپؐ نے حاجت روائی فرمائی۔ یا اسے سمجھا بجھا کر مطمئن کر دیا۔

۷۔ دوسرے کو اٹھانے کی ممانعت

عام حالات میں کسی شخص کو مجلس سے اٹھا کر اس کی جگہ پر خود نہیں بیٹھنا چاہیئے کیونکہ اس میں فوقیت اور خودپسندی کا اظہار ہوتا ہے اس لیے ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ کسی کو زبردستی اس کی جگہ سے اٹھانے میں اٹھنے والے کے دل میں کدورت کا جذبہ پیدا ہوگا جو اخلاقی مروت کے خلاف ہے البتہ اگر کسی کو انتظامی نقطۂ نظر

سے یا کسی اور ضروری وجہ سے اٹھانا پڑے تو معذرت کے ساتھ اٹھانے میں کوئی حرج نہیں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یُقِیْمُ الرَّجُلُ الرَّجُلَ مِنْ مَّجْلِسِہٖ ثُمَّ یَجْلِسُ فِیْہِ وَلٰکِنْ تَفَسَّحُوْا وَتَوَسَّعُوْا۔ (ابوداؤد)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی دوسرے کو اٹھا کر اس کی جگہ پر نہ بیٹھے۔ ہاں جگہ نکال دو اور جگہ دے دو۔

اس حدیث سے خاص کر ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہیئے جو مجالس یا اجتماع میں اپنے لیے یا کسی امیر آدمی کے لیے کم حیثیت والے شخص کو ڈانٹ کر اٹھا دیتے ہیں۔ اور ان کی جگہ یا تو خود بیٹھ جاتے ہیں یا کسی امیر آدمی کو بٹھا دیا جاتا ہے۔ یہ رویہ قابلِ مذمت ہے اس لیے ایسی عادت کو ہمیشہ کے لیے ترک کر دینا چاہیئے۔

۸۔ سرکنا سنت ہے

بیٹھنے کا آٹھواں ادب یہ ہے کہ جب کوئی بیٹھنے والا آئے اور آپ اسے قریب میں جگہ دینے کے لیے تھوڑا سا سرک جائیں یعنی خود کو اکٹھا کر لیں اور آنے والے کے لیے جگہ بنا دیں۔ ایسا کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

حضرت واثلہ بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ حضور رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے اپنی جگہ سے سرک گئے۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ! جگہ کشادہ موجود ہے۔ آپ کو سرکنے اور تکلیف فرمانے کی ضرورت نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ مسلمان کا حق یہ ہے کہ جب اس کا بھائی اسے دیکھے تو اس کے لیے

سرک جائے۔

۹۔ مُقرّر جگہ کا مستحق اگر کوئی شخص مجلس میں بیٹھ کر کسی ضرورت سے خود اٹھ کر چلا جائے تو واپس آنے کے بعد وہی اس جگہ پر بیٹھنے کا حقدار ہے۔ دوسرے کو اس کی جگہ پر نہیں بیٹھنا چاہیئے کیونکہ وہ پہلے سے قابض ہو چکا تھا اور اس کا یہ حق عارضی طور پر اٹھنے سے ختم نہیں ہوتا ہاں اگر یہ معلوم ہو جائے کہ وہ شخص اب واپس نہیں آئے گا تو پھر بے تکلف اس کی جگہ پر بیٹھ سکتے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ مِنْ مَّجْلِسِهٖ ثُمَّ رَجَعَ اِلَیْهِ فَهُوَ اَحَقُّ بِهٖ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص کسی کام کے لیے اپنی جگہ چھوڑ کر جائے اور پھر وہ واپس آئے تو وہی اس جگہ کا زیادہ مستحق ہے۔ (ترمذی)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھے ہوتے تو ہم لوگ حضورؐ کے پاس آ کر بیٹھ جاتے۔ اگر حضور کسی وجہ سے اٹھ کر تشریف لے جاتے تو وہاں پر کوئی چیز چھوڑ جاتے اس سے صحابہؓ کو یہ معلوم ہو جاتا کہ حضورؐ واپس تشریف لائیں گے اور سب لوگ وہیں ٹھہرے رہتے۔ (ابو داؤد شریف)

۱۰۔ کسی کو جُدا کرنے کی ممانعت اگر مجلس میں دو شخص باہم مل کر بیٹھے ہوں تو ان کی اجازت کے بغیر انھیں الگ نہ کیا جائے اور نہ ان میں تیسرا شخص آ کر گھس کر بیٹھے کہ ان میں جدائی ہو جائے کیونکہ جو شخص بھی کسی کے قریب بیٹھتا ہے، وہ آپس کی بے تکلفی یا محبت کے باعث بیٹھتا ہے اور انھیں الگ کرنے سے انھیں دلی تکلیف ہو گی۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جُدا کرنے سے منع کیا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، کہ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَحِلُّ لِرَجُلٍ بِاَنْ یُّفَرِّقَ بَیْنَ اثْنَیْنِ اِلَّا بِاِذْنِہِمَا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو بیٹھے ہوئے آدمیوں کے درمیان جدائی ڈالنا یعنی ان کے درمیان گھس کر بیٹھنا جائز نہیں ہے مگر جبکہ وہ اجازت دے دیں۔ (ابوداؤد)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جہاں چند لوگ پہلے ہی مل کر بیٹھے ہوں ان میں گھسنے کی کوشش نہ کریں بلکہ جہاں جگہ مل جائے وہیں بیٹھ جائیں۔ ایسے ہی اگر کسی مقام پر قطار بنی ہو تو اس میں بھی نہ گھسیں۔ کیونکہ گھسنے سے پیچھے والوں کی حق تلفی ہوگی اس لیے قطار میں اپنی باری پر کھڑے ہوں۔

۱۱۔ حلقے کے وسط میں بیٹھنے کی ممانعت

اگر کچھ لوگ کسی محفل میں حلقہ باندھ کر بیٹھے ہوں تو کسی شخص کو اس کے درمیان میں نہیں بیٹھنا چاہیئے۔ کیونکہ درمیان میں بیٹھنے کی وجہ سے کچھ لوگوں کی طرف اس کا منہ ہوگا اور کچھ لوگوں کی طرف اس کی پیٹھ ہو جائے گی جو ایک طرح کی بدتمیزی ہے اور آداب کے خلاف ہے۔ صوفیاء کا اس بارے میں یہی طرز عمل ہے کہ وہ مجلس کے وسط میں کبھی نہ بیٹھتے۔ بلکہ ایک طرف ہو کے بیٹھنے کی کوشش کرتے۔

وَعَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ مَلْعُوْنٌ عَلٰی لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَعَدَ وَسَطَ الْحَلْقَۃِ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق وہ شخص ملعون ہے جو حلقے کے درمیان میں بیٹھے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

اس حدیث میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ حلقے کے درمیان میں بیٹھ جانے سے مجلس بدنما ہو جاتی ہے اور حلقہ باندھنے کا مقصد ختم ہونے لگتا ہے۔ اس لیے بعد میں آکر حلقے کے درمیان بیٹھنے کی مذمت کی گئی ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے اسے ملعون قرار دیا ہے۔

۱۲۔ مجلس میں سرگوشی کی ممانعت

مجلس میں بیٹھ کر دو آدمی آپس میں چپکے چپکے کانوں میں باتیں نہ کریں۔ کیونکہ سرگوشی سے بدگمانی پیدا ہوتی ہے اس لیے اس سے منع فرمایا گیا ہے۔ سرگوشی سے دوسروں کے دلوں میں بد اعتمادی پیدا ہوتی ہے کہ شاید وہ ہمارے خلاف ہی کوئی بات کر رہے ہیں اور یہ احساس بھی اٹھتا ہے کہ سرگوشی کرنے والوں نے ہمیں اپنی راز کی باتوں میں شریک کرنے کے قابل نہ سمجھا۔ حضرت جماعت علی شاہ محدث علی پوری اپنے مریدوں کو مجلس میں بیٹھ کر کانا پھوسی کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کُنْتُمْ ثَلٰثَۃً فَلَا یَتَنَاجٰی اِثْنَانِ دُوْنَ الْاٰخَرِ حَتّٰی تَخْتَلِطُوْا بِالنَّاسِ مِنْ اَجْلِ اَنْ یُّحْزِنَہٗ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم تین ہو تو دو تیسرے کو چھوڑ کر آپس میں کانا پھوسی نہ کریں۔ تاکہ تیسرا رنجیدہ نہ ہو، اگر زیادہ ہوں تو کوئی حرج نہیں۔

(مسلم)

۱۳۔ مجلس کو پھلانگنے کی ممانعت

مجلس میں پھلانگنے سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ پھلانگنے سے پہلے سے بیٹھے ہوئے حضرات کو تکلیف اور دشواری ہوگی۔ مساجد میں عموماً لوگ بعد میں آکر آگے پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ خاص کر عیدین اور جمعہ کی نماز کے وقت لوگ پھلانگتے ہوئے آگے چلے جاتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

عَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ الْجُهَنِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَخَطّٰى رِقَابَ النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اتُّخِذَ جِسْرًا اِلٰى جَهَنَّمَ۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے جمعہ کے دن لوگوں کی گردنوں کو پھلانگا۔ وہ جہنمیوں کے لیے پُل بنا دیا گیا (ترمذی)

۱۴۔ محفل میں ساتھ ساتھ بیٹھنے کی تاکید

مجلس میں منتشر ہو کر بیٹھنا منع ہے بلکہ ایک دوسرے کے

ساتھ ساتھ بیٹھنا چاہیئے اور یہ کوشش بھی نہ کریں کہ بعد میں آکر سب سے آگے بیٹھیں بلکہ اس طرح بیٹھیں کہ بعد میں آنے والوں کو آسانی سے جگہ مل جائے اور بیٹھنے والوں کو کوئی زحمت نہ ہو اور جب محفل میں زیادہ لوگ آجائیں تو بیٹھے ہوئے لوگوں کو چاہیئے کہ وہ سمٹ جائیں تاکہ آنے والے بھی بآسانی بیٹھ سکیں

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ جُلُوْسٌ فَقَالَ مَالِيْ اَرَاكُمْ عِزِيْنَ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، کہ صحابہؓ بیٹھے ہوئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کیا بات ہے میں تم کو متفرق و منتشر بیٹھا ہوا پاتا ہوں۔ (ابوداؤد)

۱۵۔ سائے اور دھوپ میں بیٹھنے کا اصول

موسم کے لحاظ کے مطابق دھوپ یا سائے میں بیٹھیں

آدھا جسم دھوپ میں اور آدھا سائے میں کرکے نہ بیٹھیں کیونکہ اس طرح بیٹھنے سے طبیعت خراب ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ سردیوں میں دھوپ میں بیٹھیں اور گرمیوں میں سائے میں بیٹھنا چاہیئے اگر دن کے وقت کسی ایسے مقام پر بیٹھے ہوں جہاں دھوپ آنی شروع ہو جائے تو اس وقت وہاں سے ہٹ کر سائے میں آجانا چاہیئے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا کَانَ اَحَدُکُمْ فِی الْفَیْءِ فَقَلَصَ عَنْہُ الظِّلُّ فَصَارَ بَعْضُہٗ فِی الشَّمْسِ وَبَعْضُہٗ فِی الظِّلِّ فَلْیَقُمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جب کوئی شخص سایہ میں بیٹھا ہو، پھر وہ سایہ جاتا رہے اور اس کے جسم کا کچھ حصہ دھوپ میں اور کچھ سایہ میں ہو تو اس کو چاہیئے کہ وہ اٹھ کھڑا ہو۔ (ابوداؤد)

۱۶۔ بازار اور راستے میں بیٹھنے کی ممانعت

اللہ کے خاص بندے بازار یا راستے میں نہیں بیٹھتے کیونکہ یہ شریعت اور طریقت کے وقار کے خلاف ہے لہٰذا کسی معزز عالم دین، استاد، صوفی یا شیخ طریقت کو بازار اور سرراہ رکاوٹ بن کر نہیں بیٹھنا چاہیئے اگر کسی خاص ضرورت کے تحت بیٹھنا ہی پڑے تو نہایت ہی شریفانہ انداز میں بیٹھیں کسی آنے والے کا مذاق نہ اڑائیں۔ بعض لوگوں کی یہ عادت بن جاتی ہے کہ گلی یا سڑک، کے کنارے بیٹھ کر آنے جانے والوں کو حیرت اور تجسس کی نظر سے دیکھتے ہیں یا عورتوں پر نظر بازی کرنا، یہ بالکل اسلامی اور اخلاقی آداب کے خلاف ہے اور ایسا کرنا منع ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِیَّاکُمْ وَالْجُلُوْسَ بِالطُّرُقَاتِ فَقَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَالَنَا مِنْ مَجَالِسِنَا بُدٌّ نَتَحَدَّثُ فِیْھَا قَالَ فَاِذَا اَبَیْتُمْ اِلَّا الْمَجَالِسَ فَاَعْطُوا الطَّرِیْقَ حَقَّہٗ قَالُوْا

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بازاروں میں بیٹھنے سے بچو۔ صحابہ رضی نے کہا، یا رسول اللہ! ہمیں تو وہاں بیٹھے بغیر چارہ نہیں۔ وہاں ہم باتیں کرتے ہیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمھیں بیٹھنا ہی ہے تو گزرگاہ کا حق ادا کرو۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ گزرگاہ کا

وَمَا حَقُّ الطَّرِيقِ يَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ غَضُّ الْبَصَرِ وَكَفُّ الْاَذٰى وَرَدُّ السَّلَامِ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ۔

حق کیا ہے ؟ آپؐ نے فرمایا : نظر نیچی رکھنا ۔ تکلیف نہ دینا ۔ سلام کا جواب دینا ۔ بھلائی کا حکم اور برائی سے روکنا ۔ (بخاری)

۱۷۔ اچھے لوگوں کی صحبت میں بیٹھئے

انسانی اخلاق و کردار پر دوسروں کی صحبت کا بہت بُرا اثر پڑتا ہے اس لیے بیٹھتے وقت اچھے لوگوں کو مدنظر رکھیں تاکہ ان کے پاس بیٹھنے سے اچھائی پیدا ہو۔

اسی نکتہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ روحیں ایک مخلوط فوج ہیں جن میں باہم آشنائی ہوتی ہے ان میں الفت و موانست پیدا ہوتی ہے اور جن میں بیگانگی ہوتی ہے ان میں تفریق و اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ ایک مشہور مثل ہے کہ اگر کسی کے اخلاق کا پتہ لگانا چاہو تو اس کے دوستوں کے اخلاق کا پتہ لگاؤ۔ اس نکتہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لفظوں میں ظاہر کیا ہے کہ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اس لیے ہر شخص کو یہ دیکھ لینا چاہیئے کہ وہ کس سے دوستی کرتا ہے۔ پھر فرمایا کہ اچھے ہم نشین اور بُرے ہم نشین کی مثال مشک بیچنے والے اور لوہار کی بھٹی کی ہے۔ مشک بیچنے والے سے تم کو کچھ فائدہ ضرور پہنچے گا۔ یا اس کو خریدو گے یا اس کی خوشبو پاؤ گے لیکن لوہار کی بھٹی تمہارا گھر یا کپڑا جلائے گی۔ یا تمہارے دماغ میں اس کی ناگوار بُو پہنچے گی۔

۱۸۔ مجلس میں اللہ اور اس کے رسولؐ کا ذکر کرنا

اچھی مجلس وہی ہوتی ہے جس میں اللہ اور اس کے رسول کا ذکر کیا جائے۔ اچھی باتیں کی جائیں، وعظ و تلقین کی جائے، اللہ کے اسماء کا ذکر

کیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھا جائے اور کسی قسم کی خلاف ادب یا بُری بات نہ کی جائے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ یَذْکُرُوا اللّٰهَ تَعَالٰی فِیْهِ وَلَمْ یُصَلُّوْا عَلٰی نَبِیِّهِمْ اِلَّا کَانَ عَلَیْهِمْ تِرَةٌ فَاِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ وَ اِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا۔ جب کچھ لوگ مجلس کا انعقاد کرتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کے ذکر اور بارگاہِ رسالت میں ہدیہ درود بھیجے بغیر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ تو وہ ان کے لیے باعث نقصان ہے اگر چاہے تو ان کو عذاب دے اور چاہے تو بخش دے۔ (ترمذی)

۱۹۔ مجلس میں کشادگی کرنے کا حکم

مجلس میں کسی امتیازی جگہ پر بیٹھنے سے پرہیز کیجئے۔ کسی کے یہاں جائیں تو وہاں بھی اس کی معزز جگہ پر بیٹھنے کی کوشش نہ کیجئے۔ ہاں اگر وہ خود ہی اصرار کرے، تو بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں اور مجلس میں ہمیشہ ادب سے بیٹھیے۔ پاؤں پھیلا کر یا پنڈلیاں کھول کر نہ بیٹھیے۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لوگ مجلس میں یہ کوشش کرتے ہیں کہ اس معزز جگہ میں نہیں تو اس سے جس قدر قریب جگہ ہو اسی میں بیٹھیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ صدر نشین کے پاس جگہ بہت تنگ ہو جاتی ہے اور لوگوں کو وہاں سے ذرا سرکنے اور دوسروں کے لیے جگہ بنانے کے لیے کہا جائے تو وہ بُرا مانتے ہیں۔ اس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِیْلَ لَکُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا

مومنو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں کھل کر بیٹھو تو کھل کر بیٹھا کرو۔ خدا تم کو کشادگی بخشے گا۔ اور

يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝

جب کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہوتو اٹھ کھڑے ہوا کرو۔ جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں اور جن کو علم عطا کیا گیا ہے خدا ان کے درجے بلند کرے گا اور خدا تمھارے سب کاموں سے واقف ہے۔ (پ ۲۸، مجادلہ: ۱۱)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب کوئی شخص کسی قوم کے پاس گئے اور اس کی خوشنودی کے لیے وہ لوگ جگہ میں وسعت کردیں تو اللہ پر حق ہے کہ ان کو راضی کرے۔ (طبرانی)

۲۰۔ مجلس سے اُٹھنے کی دعا

اسلام نے ہمیں یہ ترغیب دی ہے کہ مجلس سے اٹھتے ہوئے اللہ کا نام لیں اور مجلس میں وہ بات جو خلافِ نیکی ہو گئی ہو اس کی اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کی جائے لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَلَسَ فِيْ مَجْلِسٍ فَكَثُرَ فِيْهِ لَغَطُهٗ فَقَالَ قَبْلَ اَنْ يَقُوْمَ مِنْ مَجْلِسِهٖ ذٰلِكَ: سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ اِلَّا غُفِرَ لَهٗ مَا كَانَ فِيْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا اور اس مجلس میں شور و شغب زیادہ ہوا تو اس آدمی نے اٹھنے سے پہلے کہا: "اے اللہ! تو پاک ہے میں تیری تعریف کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں تو اس سے مجلس میں سرزد ہونے

مَجْلِسِهٖ ذٰلِكَ - والے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ (ترمذی شریف)

۲۱۔ مجلس کے ختم ہونے پر یہ دُعا پڑھیں

جب کسی مجلس کو ختم کریں تو یہ دعا پڑھیں کیونکہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مجلس سے اٹھ کر جاتے تو یہ دعا پڑھتے ۔

اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُوْلُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعْصِيَتِكَ وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهٖ جَنَّتَكَ وَمِنَ الْيَقِيْنِ مَا تُهَوِّنُ بِهٖ عَلَيْنَا مَصَائِبَ الدُّنْيَا اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنَا بِاَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَقُوَّتِنَا مَا اَحْيَيْتَنَا وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا - وَاجْعَلْ ثَارَنَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَنَا وَانْصُرْنَا عَلٰى مَنْ عَادَانَا وَلَا تَجْعَلْ مُصِيْبَتَنَا فِيْ دِيْنِنَا وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَّا يَرْحَمُنَا ۔

خدایا! تو ہمیں اپنا خوف اور اپنی خشیت نصیب کر جو ہمارے اور معصیت کے درمیان آڑ بن جائے اور وہ فرمانبرداری دے جو ہمیں تیری جنت میں پہنچا دے اور ہمیں وہ پختہ یقین عطا فرما جس سے ہمارے لیے دنیا کے نقصانات ہیچ ہوجائیں ۔ خدایا تو جب تک ہمیں زندہ رکھے ہمیں ہمارے سننے، دیکھنے کی قوتوں اور جسمانی توانائیوں سے فائدہ اٹھانے کا موقع دے اور اس خیر کو ہمارے بعد بھی برقرار رکھ اور جو ہم پر ظلم کرے اس سے ہمارا بدلہ لے اور جو ہم سے دشمنی کرے اس پر ہمیں غلبہ عطا فرما۔ اور ہمیں دین کی آزمائش میں مبتلا نہ کر اور دنیا کو ہمارا مقصود اعظم نہ بنا اور نہ دنیا کو ہمارے علم وبصیرت کی انتہا ٹھیرا اور نہ ہم پر اس شخص کو قابو دے جو ہم پر رحم نہ کرے ۔

(ترمذی)

حکایت حضرت حاتم اصم کی خدمت میں ایک مالدار شخص آیا اور اس نے دعوت طعام کی پیش کش کی۔ آپ نے انکار کیا۔ بالآخر آپ نے فرمایا میری تین شرطیں ہیں، اگر قبول کرو تو میں تمھاری دعوت قبول کر لیتا ہوں۔ عرض کیا فرمائیے، تو انھوں نے کہا پہلی شرط یہ ہے کہ جہاں چاہوں گا وہیں بیٹھوں گا، دوسری شرط یہ ہے کہ جو چاہوں گا وہی کھاؤں گا۔ تیسری شرط یہ ہے کہ جو کہوں گا وہ کرنا ہو گا۔ اس نے سوچا کہ جہاں چاہوں گا وہیں بیٹھنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ قالین پر نہیں بیٹھیں گے۔ چٹائی یا زمین پر بیٹھ جائیں گے۔ دوسری شرط کا مطلب یہ ہو گا کہ آپ عمدہ چیز نہیں کھائیں گے سادہ چیز کھائیں گے۔ جو کہوں گا وہ کرنا ہو گا اس سے مراد یہی ہو گی کہ آپ فرمائیں گے کہ بیٹا نماز روزہ کی پابندی کیا کرو، سنت کے مطابق گزارو۔ وغیرہ، تو میں سر ہلا دوں گا۔ لہٰذا اس نے یہ فیصلہ کر لیا کہ کچھ بھی ہو جائے اللہ کے ولی کے قدم ہمارے گھر خیر سے آئیں تو۔

چنانچہ اس نے عرض کیا۔ حضورؒ! مجھے منظور ہے۔ وقت کا تعین ہو گیا اس شخص نے خوشی کے مارے بہت بڑی ضیافت کا اہتمام کیا اور لوگوں کو کہتا پھرتا تھا کہ میرے گھر فلاں دن اللہ کے ایک ولی کی آمد ہونے والی ہے۔

جب مقررہ دن آیا تو حضرت سیدنا حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ اس دعوت میں تشریف لے گئے۔ نہایت ہی تزک و احتشام کے ساتھ دعوتِ طعام کا اہتمام کیا گیا تھا اور لوگوں کا کثیر اژدھام تھا۔ آپ آتے ہی جوتیوں کے ڈھیر پر بیٹھ گئے۔ چونکہ شرط تھی کہ آپ جہاں چاہیں گے وہیں بیٹھیں گے، میزبان کچھ بول نہ سکا۔ جب طعام کا سلسلہ شروع ہوا تو لوگوں نے مرغن کھانوں پر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا اور اس اللہ کے ولی کو دیکھیے، اپنی جھولی میں ہاتھ ڈالا اور ایک سوکھی روٹی نکالی اور اس کو کھانا شروع کر دیا۔ جب طعام کا سلسلہ ختم ہوا تو آپ نے میزبان کو طلب فرما کر اس سے فرمایا ایک بڑی انگیٹھی (چولھا)

لاؤ اور اس میں آگ جلا کر ایک بڑا سا توا اس پر الٹ دو۔ ارشاد کی تعمیل کی گئی۔ جب توا گرم ہو کر سرخ انگارہ بن گیا تو دیکھنے والوں نے دیکھا کہ حضرت حاتم اصمؒ ننگے پاؤں اس دہکتے ہوئے توے پر اطمینان سے کھڑے ہو گئے اور فرمایا "میں نے آج کے کھانے میں ایک سوکھی روٹی کھائی ہے۔" پھر توے سے اتر گئے اور حاضرین سے فرمایا کہ اب سب باری باری اس توے پر چڑھ کر آج کے کھانے کا حساب دو۔ لوگوں کی تو چیخیں نکل گئیں اور یک زبان ہو کر کہا۔ عالی جاہ! آپ تو ولی ہیں اور ننگے پاؤں دہکتے ہوئے توے پر کھڑا ہو جانا یہ تو آپ کی کرامت ہے۔ ہم تو دنیادار اور گنہگار لوگ ہیں۔ ہم بھلا کہاں اس گرما گرم توے پر کھڑے ہو سکتے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے نہایت مؤثرانہ انداز میں بیان فرمایا بھائیو! قیامت کے اس پچاس ہزار سالہ دن پر غور کرو جب سورج بہت ہی قریب ہوگا اور سورج کا اگلا رخ ہماری طرف ہوگا جبکہ آج سورج ہم سے کروڑوں میل دور ہے اور اس کا پچھلا رخ ہماری جانب ہے۔ زمین تانبے کی ہوگی۔ اللہ کے عرش کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا اس وقت تم سب کو تانبے کی دہکتی ہوئی زمین پر کھڑا ہونا پڑے گا۔

تو آج جبکہ تم ایک وقت کے کھانے کا حساب دنیا کے گرم توے پر کھڑے ہو کر نہیں دے سکتے۔ تو کل قیامت کے دن تمہارے اندر کون سی کرامت پیدا ہو جائے گی جو تم تانبے کی دہکتی ہوئی زمین پر کھڑے ہو کر اللہ کی تمام نعمتوں کا حساب دو گے؟

یہ رقت انگیز بیان سن کر لوگ دھاڑیں مار کر رونے لگے اور توبہ توبہ پکارنے لگے۔

---

(۱۹)

چلنے پھرنے کے آداب

اسلام میں چلنے پھرنے کے چند آداب مقرر ہیں جنھیں چلتے وقت ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔ ان آداب کا مقصد یہ ہے کہ ہر شخص اپنے راستے پر اس طرح چلے کہ کسی دوسرے چلنے والے کا حق تلف نہ ہو۔ اللہ اور اس کے رسول نے جس طرح زندگی کے ہر پہلو پر قواعد و ضوابط اور اصول بیان فرمائے ہیں اسی طرح بازار سڑک گلی، محلے کھیت گویا کہ ہر جگہ پر چلنے کے لیے چند اخلاقی ضابطے مقرر فرمائے ہیں تاکہ چلتے میں کسی شخص کو دوسرے سے کوئی تکلیف اور رنجش نہ پہنچے۔ اور ہر شخص اپنی راہ پر عاجزی، متانت اور وقار کے ساتھ چلتا جائے۔ تاکہ کسی کی شرافت اور انسانیت مجروح نہ ہو۔ چلنے پھرنے کے آداب پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود عمل فرمایا اور پھر اپنے صحابہؓ کو ان پر عمل پیرا ہونے کی تلقین فرمائی۔ لہٰذا جو شخص چلنے پھرنے کے اس سنت طریقہ پر عمل کرے گا اسے بے پناہ اجر ملے گا۔ کتاب و سنت کے مطابق چلنے کے آداب مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ متانت اور عاجزی سے چلنے کا حکم

چلنے کا سب سے پہلا اور بنیادی اصول یہ ہے کہ خاکساری اور عاجزی سے دبے پاؤں چلیے۔ نہ زیادہ تیز چلیں اور نہ زیادہ سست چلیں۔ بلکہ اپنی جسمانی طاقت اور قوت کے مطابق درمیانی چال سے چلیے۔ بزرگانِ دین اور صوفیا نے ہمیشہ درمیانی چال کو پسند فرمایا ہے۔ کیونکہ دبے پاؤں چلنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے

اپنے بندے قرار دیا ہے۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ٥

اور خدا کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے (جاہلانہ) گفتگو کرتے ہیں تو سلام کہتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ادب اور وقار سے چلتے۔ اپنی نگاہوں کو راستے پر رکھتے۔ اِدھر اُدھر بہت کم دیکھتے۔ آپؐ کے چلنے کے بارے میں حضرت علی رضؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب چلتے تو ذرا آگے جھک کر چلتے اور ایسا معلوم ہوتا کہ آپ بلندی سے اتر رہے ہیں۔ (شمائل ترمذی)

حضرت علی ہجویریؒ نے اس آیت کریمہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اللہ کے طالب پر لازم ہے کہ وہ چلنے میں یہ بات سوچے کہ جو قدم وہ چلنے میں اٹھاتا ہے کیا وہ اپنی طاقت سے اٹھاتا ہے یا خدا کی طاقت سے۔ اگر وہ یہ خیال کرے کہ اپنی طاقت سے، تو پھر استغفار کرے اور اگر اس پر یقین ہو کہ خدا کی دی ہوئی طاقت سے چل رہا ہے تو اسے اس یقین پر مزید استقامت حاصل کرنی چاہیئے (کشف المحجوب)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت اور بہتر کسی کو نہیں دیکھا۔ گویا کہ سورج کی سی شعاعیں سرکار مدینہؐ کے روئے انور سے پھوٹ رہی ہیں اور میں نے سرکار مدینہؐ سے تیز رفتار بھی کبھی نہیں دیکھا۔ گویا کہ زمین آپؐ کے لیے سمٹی جا رہی ہے۔ ہم اپنی طرف سے پوری طاقت صرف کر ڈالتے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم رفتار میں کوئی تکلف نہ فرماتے تھے۔

۲۔ اکڑ کر چلنے کی ممانعت

اسلام نے اکڑ کر چلنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ اکڑ کر چلنا غرور اور تکبر کی علامت تصور کی جاتی ہے جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند نہیں کیونکہ بڑائی کے لائق صرف اللہ کی ذات ہی ہے اس لیے

اکڑ کر چلنا درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اکڑ کر چلنے کی یوں ممانعت فرمائی ہے:۔

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۝	اور لوگوں کی طرف سے اپنا رخ نہ پھیرا اور زمین میں اکڑ کر نہ چل۔ بے شک اللہ کو شیخی مارنا اور فخر کرنا پسند نہیں۔ (پ ۲۱، لقمان : ۱۸)

غرور اور گھمنڈ چال میں ڈھل کر ظاہر ہوتا ہے اس لیے ایسی چال چلنے سے منع کر دیا گیا ہے کہ جس میں خود پسندی اور فخر کا مادہ ہو۔ اسی بات کی اللہ تعالیٰ نے مزید یوں وضاحت فرمائی ہے۔

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّكَ لَن تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَن تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا ۝	اور زمین پر اکڑ کر (اور تن کر) مت چل کہ تو زمین کو پھاڑ تو نہیں ڈالے گا اور نہ لمبا ہو کر پہاڑوں (کی چوٹی) تک پہنچ جائے گا۔

اللہ کے اس فرمان کی مزید وضاحت حدیث پاک میں یوں بیان کی گئی ہے:۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو اپنے تئیں بڑا بنتا ہو اور چال میں اکڑتے والا ہو، اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اس پر غضبناک ہوگا۔ (مکاشفۃ القلوب)

مُہلّب بن ابی صفرہ جو کہ حجاج بن یوسف کے لشکر کا سپہ سالار تھا، ایک بار اس زمانے کے ایک بزرگ حضرت مُطرّف رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اپنے ریشمی لباس میں مغرورانہ چال سے اکڑتا ہوا نکلا۔ حضرت مُطرّف رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے فرمایا کہ اے بندۂ خدا! تو جس طور سے چلتا ہے اس قسم کی چال سے اللہ تعالیٰ اور اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نفرت کرتے ہیں۔ مُہلّب نے جواب دیا کہ کیا تم مجھے نہیں پہچانتے کہ میں کون ہوں؟ حضرت مطرف نے فرمایا کہ میں تجھے خوب جانتا ہوں کہ شروع میں تو ایک ناپاک نطفہ تھا اور آخر میں ایک سڑا ہوا مردار ہوگا

اور نیز اندر جو کچھ نجاست بھری ہوئی ہے اس کو سب جانتے ہیں۔ مہلب نے شرما کر وہ چال چھوڑ دی (مکاشفۃ القلوب)

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَمَا رَجُلٌ یَتَبَخْتَرُ فِیْ بُرْدَیْنِ وَقَدْ اَعْجَبَتْہُ نَفْسُہٗ خُسِفَ بِہِ الْاَرْضُ فَھُوَ یَتَجَلْجَلُ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک آدمی دو چادروں میں اکڑ کر چل رہا تھا اور اس کے نفس کو یہ بات بڑی پسند تھی تو اسے زمین میں دھنسا دیا گیا اور وہ اس میں قیامت تک دھنستا ہی جائے گا۔ (بخاری شریف)

حضرت محمد بن واسع نے اپنے بیٹے کو دیکھا کہ وہ اکڑتا ہوا جا رہا ہے تو آپ نے اسے بلایا اور فرمایا تو جانتا ہے کہ تیری ماں کون ہے؟ میں نے اسے ایک سو درہم (مہر) میں خریدا اور (تیرا باپ یعنی) میں تو ایسا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں میں ایسوں کی کثرت نہ کرے۔ (مکاشفۃ القلوب)

۳۔ جماعت کے ساتھ چلنے کا طریقہ

کسی دوست یا جماعت کے ساتھ جب چلیں تو اس سے آگے نہ بڑھیں بلکہ ساتھ ساتھ چلیں اور نہ کسی طرح اپنی امتیازی نشان بنائیں۔ جماعت یا دوست سے زیادہ پیچھے رہنے کی کوشش نہ کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابہ کرام کے ساتھ چلتے تو آپ اپنی امتیازی شان ظاہر نہ ہونے دیتے مگر اس کے باوجود اللہ کی طرف سے آپ کے چہرۂ انور پر انوارات الٰہیہ کی ایسی تجلیات رہتی تھیں کہ آپؐ صحابہؓ میں نمایاں معلوم ہوتے۔ بعض اوقات آپ بے تکلفی میں کسی صحابی کا ہاتھ بھی پکڑ لیتے۔

حضرت علی ہجویریؒ نے فرمایا ہے کہ جب کسی جماعت یا کسی درویش کے ساتھ

جا رہے ہوں تو راستہ میں کسی اور سے باتوں میں محو نہ ہو جائیں کہ ساتھی کو آپ کا انتظار کرنا پڑے۔ غرضیکہ ہر طالبِ حق کی رفتار ایسی ہو کہ اگر کوئی اس سے پوچھے کہ کہاں جا رہے ہو تو وہ دل جمعی کے ساتھ کہہ سکے کہ میں خدا کی طرف جا رہا ہوں اس نے میری رہنمائی فرمائی ہے اگر اس کا چلنا ایسا نہ ہو تو یہ اس کے لیے وبال بننے کا سبب ہوگا۔ کیونکہ قدموں کی درستگی خطرات سے محفوظ رہنے کی نشانی ہے جو اس درستگی کی فکر میں رہتا ہے اور اس کی مدد فرماتا ہے۔ (کشف المحجوب)

۴۔ مردوں اور عورتوں کو علیحدہ چلنا چاہیئے

بازار، سڑک یا گلی کوچہ میں عورتوں کا مردوں کے ساتھ مل جل کر چلنا درست نہیں۔ عورتوں کو چاہیئے کہ راستے کے ایک طرف ہو کر چلیں اور مرد ایک راستہ پر چلیں اور عورتوں میں گھسنے کی کوشش نہ کریں۔ عورتوں کو چاہیئے کہ بلا مقصد بازار وغیرہ میں نہ جائیں۔ اگر جانا ہی پڑے تو پھر پردے میں جائیں اور اپنے جسم کو لباس سے اچھی طرح چھپا کر چلیں اور نہ ہی پھیلنے والی خوشبو لگا کر چلیں۔

وَعَنْ اَبِیْ اُسَیْدِنِ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ وَهُوَ خَارِجٌ مِّنَ الْمَسْجِدِ فَاخْتَلَطَ الرِّجَالُ مَعَ النِّسَآءِ فِی الطَّرِیْقِ فَقَالَ لِلنِّسَآءِ اسْتَاْخِرْنَ فَاِنَّهٗ لَیْسَ لَکُنَّ اَنْ تَحْقُقْنَ الطَّرِیْقَ عَلَیْکُنَّ بِحَافَاتِ الطَّرِیْقِ فَکَانَتِ الْمَرْاَۃُ تَلْصَقُ بِالْجِدَارِ

حضرت ابو اُسید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جبکہ آپ مسجد سے باہر تھے اور راستے میں مرد و زن مخلوط ہو گئے تھے آپؐ نے عورتوں سے فرمایا۔ تم پیچھے ہٹ جاؤ کیونکہ تمھارے لیے راستے کے درمیان میں چلنا مناسب نہیں بلکہ راستے کے ایک جانب چلا کرو۔ پس عورتیں دیواروں سے لپٹ کر چلنے لگیں یہاں تک کہ بعض اوقات ان کا کپڑا دیوار میں اٹک

حَتّٰى اَنَّ ثَوْبَهَا يَتَعَلَّقُ بِالْجِدَارِ — جاتا۔ (ابوداؤد، بیہقی)

۵۔ مرد کو دو عورتوں کے درمیان چلنے کی ممانعت

مرد کو دو عورتوں کے درمیان نہیں چلنا چاہیئے کیونکہ اس طرح بُرائی جنم لینے کا راستہ کھلتا ہے اس لیے اسلام میں منع فرمایا گیا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يَّمْشِيَ يَعْنِي الرَّجُلَ بَيْنَ الْمَرْاَتَيْنِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ کوئی آدمی دو عورتوں کے درمیان چلے۔ (ابوداؤد)

کسی عورت سے جان بوجھ کر ٹکرانا اچھا نہیں۔ ایک روایت ہے کہ گارے میں گڑمڈ ہوئے بدبودار کیچڑ میں لتھڑے ہوئے سُؤر سے ٹکرانا تو گوارا کیا جاسکتا ہے لیکن یہ برداشت کرنے کی بات نہیں کہ کسی مرد کے شانے کسی اجنبی عورت سے ٹکرائیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تمہارے سامنے عورتیں آجائیں تو ان کے درمیان سے نہ گزرو۔ دائیں یا بائیں کا راستہ لے لو۔ (بیہقی)

۶۔ راستے کا حق

راستوں میں بیٹھنا اٹھنا مناسب نہیں، آنے جانے والوں کے لیے باعثِ تکلیف ہے۔ اس لیے راستے میں رک کر بیٹھ جانے سے پرہیز کرنا چاہیئے اور اگر کسی وجہ سے راستے میں رکنا بھی پڑے تو پھر راستے کا حق ادا کرنا چاہیئے۔ راستے میں اچھے لوگوں کا ساتھ اختیار کرنا چاہیئے۔ بُرے لوگوں کے ساتھ چلنے سے پرہیز کیجئے۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِيَّاكُمْ وَالْجُلُوْسَ بِالطُّرُقَاتِ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، راستوں میں بیٹھنے سے بچا کرو۔ لوگ عرض گزار ہوئے کہ

فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا لَنَا مِنْ مَجَالِسِنَا بُدٌّ نَتَحَدَّثُ فِيْهَا قَالَ فَاِذَا اَبَيْتُمْ اِلَّا الْمَجْلِسَ فَاَعْطُوا الطَّرِيْقَ حَقَّهٗ قَالُوْا وَمَا حَقُّ الطَّرِيْقِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ غَضُّ الْبَصَرِ وَكَفُّ الْاَذٰى وَرَدُّ السَّلَامِ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ۔

یارسول اللہ! ہمیں ایسی جگہوں پر بیٹھنے کے سوا چارہ نہیں کیونکہ وہاں ہم گفتگو کرتے ہیں۔ فرمایا جب تم نے انکار کر دیا کہ بیٹھنا ضروری ہے تو راستے کا حق ادا کیا کرو۔ عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ! راستے کا حق کیا ہے۔ فرمایا کہ نگاہ نیچی رکھنا، ہاتھ روکنا، سلام کا جواب دینا۔ نیکی کا حکم فرمانا اور برائی سے روکنا۔

۷۔ تکلیف دہ چیز کو ساتھ رکھنے کی ممانعت

بازار، مسجد، مکتب، گلی محلے، حتٰی کہ ہر جگہ پر چلتے ہوئے

اس بات کا خاص خیال رکھیں۔ کوئی چیز ایسی ہاتھ میں یا ساتھ نہ ہو جو دوسروں کو دکھ اور تکلیف پہنچائے۔ ایسے ہی عورت کوئی ایسا زیور پہن کر نہ چلے جس میں چلتے وقت جھنکار یا آواز پیدا ہو۔ کہ اس کی آواز دوسروں کے خیالات کو اپنی طرف متوجہ اور منتشر کرے گی۔ عرب کی عورتیں مردوں کے سامنے سے جب گزرتی تھیں تو اپنے پازیب کی آواز سنانے کے لیے زور زور سے زمین پر پاؤں رکھتی تھیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی ممانعت کر دی۔

وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔

اور اپنے پاؤں (ایسے طور سے زمین پر) نہ ماریں کہ (جھنکار کانوں میں پہنچے اور) ان کا پوشیدہ زیور معلوم ہو جائے اور مومنو! سب خدا کے آگے توبہ کرو تاکہ فلاح پاؤ۔ (پ ۱۸۔ نور: ۳۱)

۸۔ گھر سے باہر نکلنے کی دُعا

چلنے کا ایک ادب یہ ہے کہ باہر جانے کے لیے جب گھر سے چلیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی دعائیں پڑھیں تاکہ آپ کے گھر سے نکلنے میں توفیق الٰہی شاملِ حال ہو جائے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر سے باہر جانے کے لیے چلتے تو آپؐ یہ دعا پڑھتے اور روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلتے تو آسمان کی جانب منہ کر کے یہ دعا پڑھتے۔

بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ نَّزِلَّ اَوْ نُزَلَّ وَاَنْ نَّضِلَّ اَوْ نُضَلَّ اَوْ نَظْلِمَ اَوْ نُظْلَمَ عَلَیْنَا اَوْ نَجْھَلَ اَوْ یُجْھَلَ عَلَیْنَا۔

(مسند احمد)

خدا ہی کے نام سے (میں نے باہر قدم رکھا) اور اسی پر میرا بھروسہ ہے۔ خدایا میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ ہم لغزش کھا جائیں یا کوئی دوسرا ہمیں ڈگمگا دے۔ ہم خود بھٹک جائیں یا کوئی اور ہمیں بھٹکا دے۔ ہم خود کسی پر ظلم کر بیٹھیں یا کوئی اور ہم پر زیادتی کرے۔ ہم خود نادانی پر اترآئیں یا کوئی دوسرا ہمارے ساتھ جہالت کا برتاؤ کرے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی گھر سے نکلے تو یہ الفاظ کہے:۔

بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

میں اللہ کا نام لے کر اس کے بھروسے نکلا ہوں اس کے سوا نہ تو کوئی گناہ سے پھیرنے اور نہ نیک عمل کرنے کی کسی میں طاقت ہے۔ (ترمذی)

۹۔ بازار کی دعا

بازار میں چلنے کا ادب یہ ہے کہ بازار میں داخل ہوتے ہوئے دل میں برائیوں سے بچنے کا تصور لائیں، اور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی دعا پڑھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بازار میں داخل ہوتے ہوئے یہ دعا پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے حساب میں دس لاکھ نیکیاں درج فرمادے گا۔ دس لاکھ خطائیں معاف کردے گا اور دس لاکھ درجات بلند فرمادے گا۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ۔

خدا کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، اقتدار اسی کا ہے وہی شکر و تعریف کا مستحق ہے وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے وہ زندہ جاوید ہے اس کے لیے موت نہیں۔ ساری بھلائی اسی کے قبضہ قدرت میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے (ترمذی)

۱۰۔ جوتا پہن کر چلنا چاہیے

چلنے کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ چلنے وقت جوتا پہنیں۔ کیونکہ جوتا پہننے سے پاؤں کنکر کانٹے اور مزید تکلیف دہ چیزوں سے محفوظ رہتا ہے اور موذی جانوروں سے بھی بچا رہتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتا پہن کر چلنے کی تاکید فرمائی ہے کہ جوتے پہنا کرو کیونکہ حضورؐ خود بھی جوتا پہنتے تھے۔

حضرت قتادہ رضؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح کا جوتا پہنا کرتے تھے تو انھوں نے فرمایا کہ حضورؐ ایسا جوتا پہنتے تھے کہ اس میں دو تسمے لگے ہوتے تھے۔ جوتے پہن کر چلنے میں اس بات کا خیال رکھیے کہ یا تو دونوں جوتے پہن کر چلیے یا دونوں جوتے اتار کر چلیے۔ ایک پاؤں ننگا اور ایک پاؤں میں جوتا پہن کر چلنا درست نہیں۔ اگر صرف ایک جوتا پہننے میں مجبوری ہو تو پھر پہن سکتے ہیں۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بائیں ہاتھ سے کھانے اور ایک جوتا پہننے سے منع فرمایا ہے۔ (ترمذی)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی ایک جوتے میں نہ چلے۔ یا دونوں جوتے پہنے یا دونوں اتار دے۔

چلتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ جوتے یا پاؤں کو غلاظت نہ لگے اس کے متعلق حضرت علی ہجویریؒ نے فرمایا ہے کہ کھڑاؤں اور جوتوں کو جہاں تک ہو سکے ظاہری نجاست سے بچائیں تاکہ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے پیروں کو پاکیزہ رکھے۔ چلتے وقت جوتوں سے آواز پیدا نہ کریں کیونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جوتوں کی دھمک ناپسند تھی۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت گرمی کے دن میں بقیع غرقد کی طرف تشریف لے جاتے اور آپؐ کے پیچھے دوسرے لوگ آتے۔ جب آپؐ ان کے جوتوں کی آواز سنتے تو یہ بات آپؐ کو بہت ناگوار معلوم ہوتی۔ آپؐ بیٹھ جاتے حتیٰ کہ وہ لوگ آگے نکل جاتے اور آپ اس لیے یہ عمل فرماتے تاکہ دل میں فخر پیدا نہ ہو۔ (ابن ماجہ)

۱۱ فصل یا کھیت میں چلنے کی ممانعت

راستہ چھوڑ کر کسی کھیت یا فصل میں چلنا اچھی بات نہیں دیہاتوں میں اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اگر راستہ میں تھوڑا سا چکر ہو تو لوگ اس راستے کو چھوڑ کر کھیتوں میں سے چلنا شروع کر دیتے ایسا کرنا اسلامی آداب کے خلاف ہے البتہ اگر راستے میں پانی ہے اور اس کے ساتھ کسی کی زمین ہے تو پھر اس میں چل سکتا ہے، بوئے ہوئے کھیت میں ہرگز نہ چلیں کیونکہ اس میں چلنا کاشتکار کے لیے نقصان کا سبب ہے۔

(۲۰)

آدابِ اجازت

کسی کے مکان میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لینا ضروری ہے بلا اجازت کسی کے گھر میں داخل ہونا اچھا اخلاق نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ گھر میں کوئی بے پردہ ہو یا کسی ایسے کام میں مصروف ہو جسے دوسروں سے مخفی رکھنا مقصود ہو اس لیے اسلام نے یہ اخلاقی ضابطہ بنا دیا ہے کہ کسی کے گھر اجازت کے بغیر نہیں جانا چاہیئے۔

اجازت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝ فَإِن لَّمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّىٰ يُؤْذَنَ لَكُمْ وَإِن قِيلَ لَكُمُ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا هُوَ أَزْكَىٰ لَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ۝ لَّيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ مَسْكُونَةٍ

مومنو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے لوگوں کے گھروں میں گھر والوں سے اجازت لیے اور ان کو سلام کیے بغیر داخل نہ ہوا کرو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ (اور ہم یہ نصیحت اس لیے کرتے ہیں کہ) شاید تم یاد رکھو۔ اگر تم گھر میں کسی کو موجود نہ پاؤ تو جب تک تم کو اجازت نہ دی جائے اس میں مت داخل ہو۔ اور اگر (یہ) کہا جائے کہ (اس وقت) لوٹ جاؤ تو لوٹ جایا کرو یہ تمہارے لیے بڑی پاکیزگی کی بات ہے اور جو کام تم کرتے ہو خدا سب جانتا ہے۔ (ہاں) اگر تم کسی ایسے مکان میں جاؤ جس میں کوئی نہ بستا ہو اور اس میں تمہارا

فِيهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ۝

اسباب (رکھا) ہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو پوشیدہ کرتے ہو خدا کو سب معلوم ہے۔ (پ۱۸، نور: ۲۷تا۲۹)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کسی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لینے کا حکم دیا ہے۔ ان آیات کے نزول کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ انصار کی ایک خاتون حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ بسا اوقات میں گھر میں ایسی حالت میں ہوتی ہوں کہ میں نہیں چاہتی کہ کوئی مجھے اس حالت میں دیکھے کبھی میرے والد آجاتے ہیں اور کبھی گھر کا کوئی اور فرد آجاتا ہے میرے لیے کیا حکم ہے تو اس وقت مندرجہ بالا آیات نازل ہوئیں۔

ہر شخص کا گھر اس کا خلوت خانہ ہے جہاں وہ ہر طرح بے تکلف ہو کر اٹھ بیٹھ سکتا ہے۔ اگر ہر شخص اجازت کے بغیر بے دھڑک اندر آجائے تو اس طرح گھر میں آرام کرنے کا سکون ختم ہو جائے گا جس کی تلاش میں انسان گھر بناتا رہتا ہے اس کے علاوہ گھر میں عورتیں اپنے کپڑوں کو ہر وقت سنبھال کر نہیں رکھ سکتیں۔ کبھی دوپٹہ سر پر نہیں ہوتا اور بعض اوقات عورتیں کام میں مصروف ہوتی ہیں اور کام کے لیے آستین چڑھا لیتی ہیں ان حالات میں اگر اجازت کا سلسلہ نہ ہو تو اس طرح حق تلفی ہو گی، اس کے علاوہ ویسے ہی بڑی سخت زیادتی کی بات ہے کہ کوئی گھر میں بلا اجازت گھس آئے اس طرح اجازت کا سلسلہ نہ ہونے سے معاشرتی خرابیاں پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس بنا پر اسلام میں اجازت کو ضروری قرار دیا گیا۔

گھر خواہ اپنا ہو یا کسی کا، اس میں بے دھڑک لاپروائی کے ساتھ گھس جانا بہت بری بات ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی ترغیب دی ہے کہ جب تم گھر میں آؤ تو گھر والوں کو سلام کرو۔ اور جاؤ تو سلام کرو۔ یعنی گھر سے آتے جاتے

سلام کہہ لینا ضروری ہے۔ یہ سلام دراصل ایک طرح کی اجازت کے مترادف ہے اجازت لینا کیوں ضروری ہے اس کے متعلق حضرت سہل بن سعد سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اجازت طلب کرنے کا حکم آنکھ کی وجہ سے ہے تاکہ اہل خانہ کی نجی زندگی کی پوشیدہ باتیں ظاہر نہ ہو سکیں۔ (بخاری شریف)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اجازت طلب کرنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ کسی کے مکان کے سامنے جائیں تو اس کا دروازہ کھٹکھٹائیں اور پھر اندر آنے کی اجازت طلب کریں اور سلام کہیں۔ تین بار سلام کہنے کے باوجود اگر اجازت نہ ملے تو اندر نہ جائیں۔ اجازت لیتے وقت اپنا نام بھی بتائیں۔ اجازت طلب کرنے کے اسلامی آداب مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ اجازت کے لیے تین مرتبہ سلام کہنا

اجازت حاصل کرنے کی غرض سے تین مرتبہ سلام کہنا چاہیئے یعنی تین بار اجازت طلب کرے۔ اگر تیسری بار جواب نہ آئے تو واپس چلا آئے کیونکہ اس سے زیادہ بار اجازت طلب کرنا صاحبِ خانہ کو اذیت دینا اور پریشان کرنا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اس وقت کسی ایسے کام میں مشغول ہو کہ وہ اسے منقطع نہ کر سکتا ہو تین بار اجازت اس لیے مقرر کی گئی ہے کہ پہلی دفعہ گھر والوں کو پتہ چل جائے، دوسری دفعہ وہ سنبھل جائیں اور ہوشیار ہو جائیں۔ تیسری دفعہ اگر وہ چاہیں تو اجازت دیں یا منع کر دیں۔ جب اجازت نہ ملے تو پھر برا نہ منائیں بلکہ واپس آجائیں۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ اَتَانَا اَبُوْ مُوْسٰی قَالَ اِنَّ عُمَرَ اَرْسَلَ اِلَیَّ اَنْ اٰتِیَهٗ فَاَتَیْتُ بَابَهٗ فَسَلَّمْتُ ثَلٰثًا فَلَمْ یَرُدَّ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے پاس حضرت ابو موسیٰ تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے حضرت عمرؓ نے بلایا تھا کہ ان کے پاس جاؤں میں ان کے دروازے پر حاضر ہوا اور تین مرتبہ

عَلَیَّ فَرَجَعْتُ فَقَالَ مَا مَنَعَکَ اَنْ تَاْتِیَنَا فَقُلْتُ اِنِّیْ اَتَیْتُ فَسَلَّمْتُ عَلٰی بَابِکَ ثَلٰثًا فَلَمْ تَرُدُّوْا عَلَیَّ فَرَجَعْتُ وَقَدْ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَاْذَنَ اَحَدُکُمْ ثَلٰثًا فَلَمْ یُؤْذَنْ لَہٗ فَلْیَرْجِعْ فَقَالَ عُمَرُ اَقِمْ عَلَیْہِ الْبَیِّنَۃَ قَالَ اَبُوْ سَعِیْدٍ فَقُمْتُ مَعَہٗ فَذَھَبْتُ اِلٰی عُمَرَ فَشَھِدْتُ۔

سلام کیا، مجھے کسی نے جواب نہ دیا تو میں لوٹ آیا۔ فرمایا کہ تمھیں میرے پاس آنے سے کس چیز نے روکا، میں عرض گذار ہوا کہ میں حاضر ہوا تھا اور دروازے پر تین دفعہ سلام کیا تھا لیکن جواب نہ ملا تو لوٹ آیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ جب تم میں سے کوئی تین دفعہ اجازت مانگے اور اجازت نہ ملے تو لوٹ آئے۔ پس حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس پر گواہی پیش کرو۔ حضرت ابو سعید نے فرمایا کہ میں ان کے ساتھ کھڑا ہوا اور جا کر حضرت عمرؓ کے پاس میں نے گواہی دی۔ (مسلم شریف)

۲۔ پوچھنے پر نام بتانا چاہیے

اجازت طلب کرنے پر اگر صاحبِ خانہ پوچھے کہ تم کون ہو؟ تو اسے نام بتانا چاہیے

بعض لوگ "کون ہے" کے جواب میں کہہ دیتے ہیں "میں" اس سے آنے والے کا پتہ نہیں چلتا اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تاکید فرمائی ہے کہ اجازت طلب کرتے وقت جب کوئی پوچھے کہ تم کون ہو تو اس کے جواب میں نام بتانا چاہیے اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ ہے:

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ دَیْنٍ کَانَ عَلٰی اَبِیْ فَدَقَقْتُ الْبَابَ فَقَالَ مَنْ ذَا فَقُلْتُ اَنَا فَقَالَ اَنَا اَنَا کَاَنَّہٗ کَرِھَھَا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اپنے والد ماجد کے قرض کے سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو فرمایا کون ہے؟ میں عرض گذار ہوا کہ میں۔ فرمایا کہ میں میں کیا؟ گویا اسے ناپسند فرمایا۔ (بخاری شریف)

۳۔ اجازت طلب کرنے کا طریقہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے صحابہ کرامؓ کو اجازت لینے کا طریقہ بھی بتلادیتے تھے جنھیں اجازت کا سلیقہ معلوم نہ ہوتا اس لیے طلباء اور نو آموز بچوں کو اجازت لینے کا طریقہ سکھلانا بھی سنت ہے۔ اگر کوئی بچہ بلا اجازت اندر آجائے تو اسے کہیں کہ باہر جا اور وہاں سے السلام علیکم کہہ۔ یعنی کیا میں اندر آسکتا ہوں۔ پھر جب وہ ایسا کہے تو اسے اجازت دیں۔ اس طرح بچے اجازت طلب کرنے کا طریقہ سیکھ جائیں گے۔

عَنْ كَلَدَةَ بْنِ حَنْبَلٍ اَنَّ صَفْوَانَ ابْنَ اُمَيَّةَ بَعَثَ بِلَبَنٍ اَوْجِدَايَةٍ وَضَغَابِيْسَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَعْلَى الْوَادِيْ قَالَ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ وَلَمْ اُسَلِّمْ وَلَمْ اَسْتَاْذِنْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِرْجِعْ فَقُلِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَاَدْخُلُ۔

کلدہ بن حنبل سے روایت ہے کہ حضرت صفوان بن اُمیہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ ہرن کا بچہ، اور ککڑیاں بھیجیں۔ جبکہ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وادی کے بالائی حصے میں تھے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں اندر داخل ہوا تو نہ سلام کیا اور نہ اجازت طلب کی۔ راوی کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوٹ جاؤ اور کہو "السلام علیکم، کیا میں اندر آجاؤں؟" (ترمذی، ابوداؤد)

۴۔ ماں بہن سے بھی اجازت طلب کرنا

جب اپنے گھر میں آئیں تو پھر بھی اپنی ماں بہن سے اجازت طلب کرتے آئیں یعنی کوئی نہ کوئی طریقہ ایسا اختیار کریں کہ جس سے آپ کے آنے کا پتہ چل جائے یعنی دروازہ کھلا ہونے کے باوجود تھوڑا سا کھنکھٹا دیں یا اونچی آواز سے کھانسیں یا اپنے پاؤں کے جوتے کو ذرا آواز سے زمین پر ماردیں تاکہ اندر پتہ چل جائے کہ کوئی آگیا ہے

عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے کہ اپنی ماں کے پاس جاؤ تو اجازت طلب کرو۔ بلکہ آپ نے یہ بھی کہا ہے کہ اپنے گھر میں بیوی کے پاس جاتے ہوئے بھی آدمی کو کم از کم کھنکار دینا چاہیئے۔

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَسْتَاْذِنُ عَلٰى اُمِّىْ فَقَالَ نَعَمْ فَقَالَ الرَّجُلُ اِنِّىْ مَعَهَا فِى الْبَيْتِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَاْذِنْ عَلَيْهَا فَقَالَ الرَّجُلُ اِنِّىْ خَادِمُهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَاْذِنْ عَلَيْهَا اَتُحِبُّ اَنْ تَرَاهَا عُرْيَانَةً قَالَ لَا قَالَ فَاسْتَاْذِنْ عَلَيْهَا۔

عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہوئے عرض گزار ہوا، کیا میں اپنی والدہ ماجدہ سے اجازت لیا کروں؟ فرمایا ہاں، عرض گزار ہوا کہ میں گھر میں ان کے ساتھ رہتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان سے اجازت لیا کرو۔ وہ آدمی عرض گزار ہوا کہ میں تو ان کا خادم ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان سے اجازت لیا کرو۔ کیا تم پسند کرتے ہو کہ انھیں ننگی دیکھو؟ عرض کی کہ نہیں۔ فرمایا کہ ان سے اجازت لیا کرو۔

(رواہ مالک)

۵- اجازت طلب کرنا ضروری ہے

زمانہ جاہلیت میں عربوں میں رواج تھا کہ جب کسی کے ہاں جاتے، تو اجازت نہ لیتے اور یونہی اندر جا گھستے تو اس طرح گھر والوں کے لیے یہ بات گراں گزرتی ایسا بھی ہوتا کہ وہ اپنے گھر میں کبھی ایسے حال میں ہوتا کہ اس کا آنا بُرا لگتا۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت طلب کرنے کو ضروری قرار دیا۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اندر داخل ہوا تو آپ

وَسَلَّمَ فَوَجَدَ لَبَنًا فِیْ قَدَحٍ فَقَالَ اَبَا هِرٍّ اِلْحَقْ بِاَهْلِ الصُّفَّةِ فَادْعُهُمْ اِلَیَّ فَاَتَیْتُهُمْ فَدَعَوْتُهُمْ فَاَقْبَلُوْا فَاسْتَاْذَنُوْا فَاُذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوْا۔

نے دودھ کا پیالہ پایا۔ فرمایا اے ابو ہریرہ! اہلِ صُفّہ کے پاس جاؤ اور انھیں میرے پاس بلا لاؤ۔ میں ان کے پاس گیا اور انھیں بلا لایا سو وہ حاضر ہوئے اور اجازت طلب کی۔ انھیں اجازت مرحمت فرما دی گئی تو وہ اندر داخل ہوئے۔ (بخاری)

۶۔ دروازے کے دائیں یا بائیں کھڑا ہونا چاہیئے

اجازت کے لیے دروازہ جب کھٹکھٹایا جائے یا گھنٹی بجائی جائے تو پھر دروازے کے ایک طرف یعنی دائیں یا بائیں طرف ہو جانا چاہیئے۔ تاکہ اندر جھانک نہ پڑ سکے۔ اگر مکان کے دروازے پر پردہ وغیرہ پڑا ہوا ہو اور دائیں بائیں کھڑے ہونے کی جگہ نہ ہو تو اس صورت میں دروازے کے سامنے بحالتِ مجبوری کھڑے ہو سکتے ہیں مگر اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طرزِ عمل تھا کہ دروازے کے دائیں یا بائیں کھڑے ہو کر سلام فرماتے تاکہ گھر میں نظر نہ پڑے لہٰذا ہمیں بھی ایسا ہی کرنا چاہیئے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتٰى بَابَ قَوْمٍ لَمْ يَسْتَقْبِلِ الْبَابَ مِنْ تِلْقَاءِ وَجْهِهٖ وَلٰكِنْ مِنْ رُكْنِهِ الْاَيْمَنِ اَوِ الْاَيْسَرِ فَيَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَذٰلِكَ اَنَّ الدُّوْرَ لَمْ تَكُنْ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا سُتُوْرٌ۔

حضرت عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی قوم کے دروازے پر تشریف لے جاتے تو اندر نظر پڑنے کے باعث دروازے کے سامنے نہ رہتے بلکہ دائیں یا بائیں تشریف فرما رہتے اور فرماتے۔ السلام علیکم السلام علیکم۔ یہ اس لیے تھا کہ ان دنوں گھروں کے پردے نہیں ہوتے تھے۔

(ابو داؤد)

۷۔ کسی کے ساتھ جانے میں اجازت ضروری نہیں

اجازت صاحب خانہ یا گھر کے کسی فرد کی طرف سے ہوتی ہے۔ اگر صاحبِ خانہ جس کے گھر آپ نے جانا ہے وہ ساتھ ہے اور اس کے ساتھ گھر میں داخل ہوتے ہیں تو پھر اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اجازت دینے والے کا ساتھ ہونا ہی ایک طرح کی اجازت ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دُعِیَ اَحَدُکُمْ فَجَآءَ مَعَ الرَّسُوْلِ فَاِنَّ ذٰلِکَ لَہٗ اِذْنٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کسی کو بلایا جائے اور وہ بلانے والے کے ساتھ آئے تو یہی اس کی اجازت ہے۔ (ابوداؤد)

۸۔ اجازت سے پہلے سلام کہنا ضروری ہے

اجازت طلب کرتے ہوئے سلام کہنا ضروری ہے اس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یہ ہے:۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَاْذَنُوْا لِمَنْ لَّمْ یَبْدَاْ بِالسَّلَامِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو پہلے سلام نہ کرے اسے اجازت نہ دو۔ (بیہقی)

حضرت عائشہ رضؓ کے پاس چار عورتیں آئیں اور انھوں نے اجازت چاہی، کیا ہم آجائیں؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ تم میں سے جو اجازت کا طریقہ جانتی ہو تو اس سے کہو کہ اجازت لے۔ تو ایک عورت نے پہلے سلام کیا۔ پھر اجازت مانگی۔ حضرت عائشہ رضؓ نے اجازت دے دی۔

۹۔ اجازت کی مستثنیٰ صورت

اگر کسی کے گھر میں کوئی فوراً مصیبت آجائے یا آگ لگ جائے یا مکان کی چھت وغیرہ گر جائے

یا چور آئے تو اس صورت میں ازراہِ ہمدردی اہل خانہ کی مدد کے لیے اجازت کے بغیر مصیبت زدہ کے گھر میں داخل ہو سکتے ہیں۔

۱۰ کسی کے گھر میں جھانکنا خلافِ سنت ہے

کسی کے گھر میں جھانکنا ممنوع ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حرکت سے ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص کسی کے گھر جائے اور باہر سے جھانکے۔ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر پر جلوہ فرما تھے اور کسی نے جب سوراخ سے دیکھا تو حضورؐ نے اظہارِ ناراضگی فرمایا جیساکہ حضرت سہل بن ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شخص نے حجرۂ مبارک کے سوراخ سے جھانکا۔ آپؐ لوہے کی کنگھی سے سر مبارک کھجا رہے تھے۔ فرمایا اگر میری توجہ اس طرف ہوتی کہ تو دیکھ رہا ہے تو اس لوہے کی کنگھی کو تیری آنکھ میں چبھو دیتا نظر سے بچاؤ کے لیے ہی تو اجازت طلب کرنے کا حکم ہے (ترمذی شریف)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خانۂ اقدس میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے آپؐ کو جھانکا تو آپؐ نے نیزہ کی نوک اس کی طرف کی۔ چنانچہ وہ پیچھے ہٹ گیا۔ (ترمذی شریف)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے اجازت ملنے سے پہلے ہی پردہ اٹھا کر کسی کے گھر میں نظر ڈالی اور گھر والوں کے پوشیدہ امور کو دیکھا تو وہ اس حد کو پہنچا جو اس کے لیے جائز نہیں اور اگر اندر جھانکتے وقت سامنے سے کوئی اس کی آنکھیں پھوڑ دیتا تو میں اس پر کچھ غیرت نہ کھاتا اور اگر کوئی بغیر پردہ کے دروازے کے سامنے سے گزرے اور گھر کی طرف اس کی نظر پڑ جائے تو اس کا گناہ نہیں بلکہ گناہ گھر والوں کا ہے (ترمذی)

ان احادیث سے ہمیں سبق حاصل ہوتا ہے کہ کسی کے گھر جھانکنا نہیں چاہیئے۔ مگر دیکھا گیا ہے کہ لوگ اسے عیب نہیں سمجھتے حالانکہ ایسا کرنا سراسر گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس برائی سے بچائے۔

۱۱۔ کھنکارنا سنت ہے

گھر خواہ اپنا ہو یا کسی اور کا، دروازے سے گزرتے وقت ضرورتاً کھنکارنا چاہیئے تاکہ اندر والوں کو خبر ہو جائے کہ کوئی داخل ہو رہا ہے۔ یہ ایک طرح کی اطلاع ہے اور ایسا کرنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا ہے۔ لہٰذا اپنی موجودگی کا احساس دلانے کے لیے کھنکارنا سنت ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ بابرکت میں ایک مرتبہ رات کے وقت اور ایک مرتبہ دن کے وقت حاضر ہوتا تھا۔ جب میں رات کے وقت آپؐ کے پاس حاضری دیتا تو آپؐ میرے لیے کھنکارتے (نسائی شریف)

۱۲۔ گھر میں داخل ہوتے وقت اللہ کا نام لینا

اپنے گھر یا کسی کے گھر میں داخل ہوتے وقت اللہ کا نام لینا باعثِ برکت ہے اور اس کے ساتھ اللہ کا نام لینے سے شیطان سے حفاظت کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب آدمی گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان کہتا ہے آج یہاں نہ تمھاری رات گزر سکتی ہے اور نہ تمھیں کھانا مل سکتا ہے اور جب انسان گھر میں بغیر اللہ تعالیٰ کا ذکر کیے داخل ہوتا ہے تو شیطان کہتا ہے آج کی رات یہیں گزرے گی اور جب کھانے کے وقت اللہ کا نام نہیں لیتا

تو وہ کہتا ہے تمہیں بسیرا بھی مل گیا اور کھانا بھی مل گیا۔ (ابن ماجہ)

ایک اور حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب آدمی اپنے گھر کے دروازے سے باہر نکلتا ہے تو اس کے ساتھ دو فرشتے مقرر ہوتے ہیں۔ جب وہ آدمی کہتا ہے بسم اللہ! تو وہ فرشتے کہتے ہیں تو نے سیدھی راہ اختیار کی اور جب انسان کہتا ہے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ تو فرشتے کہتے ہیں اب تو ہر آفت سے محفوظ ہے۔ جب بندہ کہتا ہے تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ تو فرشتے کہتے ہیں اب تجھے کسی اور کی مدد کی حاجت نہیں۔ اس کے بعد اس شخص کے دو شیطان جو اس پر مسلط ہوتے ہیں وہ اس سے ملتے ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں اب تم اس کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہو؟ اس نے تو سیدھا راستہ اختیار کیا۔ تمام آفات سے محفوظ ہو گیا اور خدا کی امداد کے علاوہ دوسرے کی امداد سے بے نیاز ہو گیا۔ (ابن ماجہ)

---

(۲۱)

آدابِ سفر

کسی دور و نزدیک مقام پر جانے کا نام سفر ہے لہٰذا جب کوئی شخص اپنے وطن کو چھوڑ کر کسی اور جگہ پر جاتا ہے تو اسے مسافر کہا جاتا ہے۔ سفر زندگی کا ایک لازمی حصہ ہے۔ ہر ایک کو کبھی نہ کبھی ضرور سفر کرنا پڑتا ہے کیونکہ جب تک انسان میں سانس ہوتا ہے اسے کسی نہ کسی مقصد کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا ہی پڑتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس کے بغیر چارہ نہیں۔ ویسے بھی اگر سفر میں کچھ

پریشانی آتی ہے تو اس کے ساتھ ہی نئے مقامات کو دیکھنے سے خوشی بھی حاصل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے سفر کے متعلق یوں تاکید فرمائی ہے۔

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ○

تم لوگوں سے پہلے بھی بہت سے واقعات گذر چکے ہیں تو تم زمین میں سیر کر کے دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا۔ (پ، آل عمران: ۱۳۷)

اس آیت میں اگرچہ سیر و سیاحت کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ میری زمین پر سیر کر کے دیکھو کہ میرے منکروں کا کیا حال ہوا یہی بات اور مقام پر یوں فرمائی ہے۔

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلُ كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ ○

کہہ دو کہ ملک میں چلو پھرو اور دیکھو کہ جو لوگ (تم سے) پہلے ہوئے ہیں ان کا کیسا انجام ہوا ہے ان میں زیادہ تر مشرک ہی تھے۔ (پ ۲۱، روم: ۴۲)

یہاں بھی یہ واضح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبرتوں کو دیکھنے کے لیے سفر اختیار کرو۔ مقصد یہ ہوا کہ سفر اختیار کرنا اسلامی شعار میں سے ہے۔ سفر سے دین اور دنیا میں بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں اور بہت سے مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔ سفر عموماً حصولِ علم، حصولِ رزق، فریضۂ حج کی ادائیگی، سیر و سیاحت اور جہاد، تبلیغ اور تلاشِ حق کی خاطر کیا جاتا ہے۔ سفر خواہ کسی مقصد کے لیے ہو اس میں نیت کا نیک ہونا ضروری ہے۔

سفر کی پہلی صورت حصولِ علم ہے یعنی علم حاصل کرنے کے لیے ایک مقام سے دوسرے مقام پر جانا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق فرمایا کہ جو شخص علم کی تلاش میں گھر سے نکلتا ہے اس کے جانے اور آنے کا سفر یعنی دونوں طرف کا سفر اللہ کی راہ میں ہوتا ہے۔

سفر کی دوسری صورت عبادت کی غرض ہے یعنی عبادت کے لیے سفر اختیار کرنا۔ اس لیے حج، عمرہ، جہاد، تبلیغ وغیرہ کی غرض سے سفر اختیار کرنا عبادت کے زمرے میں شامل ہوتا ہے۔

سفر کی تیسری صورت حصولِ روزگار ہے یعنی ایک مقام سے دوسرے مقام پر روزی کمانے کے لیے جاتا اور اس میں سب سے بڑی غرض تجارت اور ملازمت ہے اس سفر میں اگر یہ نیت ہو کہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو لوگوں کی محتاجی سے محفوظ رکھنا ہے تو ایسا سفر عبادت کے زمرے میں شمار ہوتا ہے۔

سفر کی چوتھی صورت سیر و سیاحت ہے۔ بے معنی سیر و سیاحت کا تو کوئی مقصد نہیں ہوتا کہ انسان خواہ مخواہ شہر شہر پھرنے کی عادت بنا لے۔ البتہ کسی مقام کو اس غرض سے دیکھنا کہ وہاں سے کچھ علم یا عبرت حاصل ہوگی تو اس میں کچھ حرج نہیں۔

غرضیکہ سفر کی خواہ کوئی صورت ہو اس کا مقصد نیک ہونا چاہیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کے کچھ آداب مقرر فرمائے ہیں لہٰذا انھیں سفر میں ملحوظِ خاطر رکھنا سعادت مندی کی دلیل ہے۔ احادیث کے مطابق سفر کے آداب اور سنتیں مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ سفر کا دن

یوں تو جب ضرورت پیش ہو اسی وقت سفر اختیار کیا جا سکتا ہے اگر سفر میں جلدی نہ ہو تو پھر سفرِ جمعرات کو اختیار کیا جائے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی سنت ہے کہ آپ جمعرات کو سفر پر جاتے اور اگر کسی دوسرے کو بھی سفر پر بھیجنا ہوتا تو جمعرات کو بھیجتے۔

عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ	حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے لیے جمعرات کے دن تشریف لے گئے اور آپ جمعرات

يَوْمَ الْخَمِيْسِ وَكَانَ يُحِبُّ اَنْ يَخْرُجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ۔

کے دن سفر پر نکلنا پسند فرماتے تھے۔

(بخاری و مسلم)

۲۔ آغاز سفر کا بہتر وقت

سفر شروع کرنے کا بہتر وقت صبح سویرے کا ہے کیونکہ صبح چلنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے کیونکہ صبح چلنے سے مسافر کو خاصا فائدہ ہوتا ہے۔ اگر مسافر پیدل سفر کر رہا ہے یا کسی سواری پر سفر کر رہا ہے تو دھوپ تیز ہونے تک اس کا سفر کافی ختم ہو چکا ہوگا۔ دوپہر کو کسی مقام پر پہنچ کر آرام بھی کر سکتا ہے۔ ریل، بس یا جہاز کا سفر ہو تو بھی سویرے چلنے سے انسان جلدی کسی مقام یا منزل پر پہنچ جائے گا جو اس کے لیے آسانی کا باعث ہوگا۔

وَعَنْ صَخْرِ بْنِ وَدَاعَةَ الْغَامِدِيِّ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لِاُمَّتِيْ فِيْ بُكُوْرِهَا۔ وَكَانَ اِذَا بَعَثَ سَرِيَّةً اَوْ جَيْشًا مِّنْ اَوَّلِ النَّهَارِ وَكَانَ صَخْرٌ تَاجِرًا وَكَانَ يَبْعَثُ تِجَارَتَهُ اَوَّلَ النَّهَارِ فَاَثْرٰى وَكَثُرَ مَالُهُ

حضرت صخر بن وداعہ غامدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی یا اللہ! میری امت کے لیے آغاز دن میں برکت عطا فرما۔ آپ جب بھی چھوٹا یا بڑا لشکر بھیجتے تو دن کے شروع میں بھیجتے۔ حضرت صخر رضی اللہ عنہ تاجر تھے اور اپنا تجارتی سامان دن کے پہلے حصے میں بھیجتے تھے۔ پس آپ کے مال میں نفع ہوا . . . . اور آپ متمول ہو گئے۔

۳۔ مل جل کر سفر کرنا

تنہا سفر کرنا بہتر نہیں اگر کسی خطرناک راستے سے سفر کر رہے ہوں تو پھر تو بالکل اکیلے سفر نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ اکیلے چلنے میں بہت سے خطرات ہوتے ہیں۔ مل کر دوسروں کے ساتھ سفر کرنے میں

بہت سی باتوں کی سہولت اور آسانی رہتی ہے۔ سامان وغیرہ کی حفاظت میں ایک دوسرے کی مدد شاملِ حال رہتی ہے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اکیلے سفر کرنے سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ النَّاسَ يَعْلَمُوْنَ مِنَ الْوَحْدَةِ مَا اَعْلَمُ مَا سَارَ رَاكِبٌ بِلَيْلٍ وَحْدَهٗ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تنہا سفر کرنے کے نقصان کا جیسے مجھے علم ہے، اگر لوگوں کو بھی معلوم ہوتا تو کوئی شخص رات کو اکیلا سفر نہ کرتا۔

(بخاری شریف)

۴۔ سفر میں امیر بنانا

اگر تین آدمی مل کر سفر کریں تو انھیں چاہیئے کہ اپنے میں سے ایک آدمی کو امیر بنالیں۔ اس کی سہولت یہ ہوگی کہ سفر جب امیر کی رائے سے کیا جائے گا تو اختلاف پیدا نہیں ہوگا۔ ورنہ ایک کی رائے کچھ ہوگی دوسرے کی کچھ۔ اس طرح سفر میں بدمزگی پیدا ہوگی۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَا: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا خَرَجَ ثَلَاثَةٌ فِيْ سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوْا اَحَدَهُمْ۔

حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تین آدمی سفر پر روانہ ہوں تو وہ ایک کو امیر بنالیں۔

امیر کو ہم سفروں کی خدمت کرنی چاہیئے اور کوئی ایسا عمل اختیار نہیں کرنا چاہیئے جس سے ہم سفروں کو تکلیف ہو۔ اس سے امیر کی نیکیوں میں بے پناہ اضافہ ہوگا۔

حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سفر میں قوم کا امیر وہ ہے جو ان کی خدمت کرے اور جو شخص خدمت کرنے میں سبقت لے جائے تو شہادت کے سوا کوئی دوسرا عمل اس سے فوقیت نہیں پا سکتا۔ (بیہقی شعب الایمان)

امیر کو خوش اخلاق اور جذبۂ ایثار سے معمور ہونا چاہیئے اگر کسی بات پر کوئی ساتھی ناراض بھی ہو جائے تو اسے راضی کرے اور ساتھیوں کی دیکھ بھال کرے۔ نیز ہم سفروں کو بھی چاہیئے کہ جہاں تک سُنت کے مطابق امیر احکامات صادر کرے ان پر عمل کرنے میں ہرگز کوتاہی نہ کریں۔ سفر میں حوصلہ بلند رکھنا چاہیئے۔ بعض اوقات سفر کی تکان کے سبب یا آپس میں اختلافِ رائے کی وجہ سے کچھ تلخیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں، ان مواقع پر صبر و تحمل کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ پیار و محبت سے سارے معاملات کو سُلجھاتے چلے جائیں۔

حکایت حضرت ابوعلی رباطی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جنگل میں حضرت عبداللہ مروزی رحمۃ اللہ علیہ میرے ہم سفر تھے (آغازِ سفر سے قبل) انھوں نے فرمایا کہ دورانِ سفر ہم میں سے ایک کو امیر اور دوسرے کو تابع رہنا چاہیئے۔ اب بتاؤ تم میرے امیر ہو یا میں تمھارا امیر ہوں؟ میں نے کہا آپ امیر ہیں۔ فرمایا تو سنو، جو کچھ میں کہوں تمھیں ویسا ہی کرنا ہو گا۔ میں نے کہا جو حکم سُنوں گا بجا لاؤں گا۔ فرمایا کہ جاؤ ایک تھیلا لے آؤ۔ میں نے حاضر کر دیا انھوں نے میرے تمام کپڑے لتّے، زادِ راہ اور جو بھی سامان تھا سب کچھ اس تھیلے میں ڈال دیا اور پھر اسے اپنی پشت پر رکھ کر چل کھڑے ہوئے۔ میں نے کہا کہ بوجھ بہت زیادہ ہے۔ کم سے کم میرا سامان تو مجھے اٹھانے دیجیئے۔ کیونکہ اس طرح آپ بہت ہی تھک جائیں گے لیکن آپ یہی جواب دیتے رہے کہ دیکھو! تم نے مجھے امیر تسلیم کیا ہے اور تمھیں امیر پر حکم چلانے کا کوئی اختیار نہیں۔

تمہارا کام یہ ہے کہ حکم کی تعمیل کرتے رہو۔ ایک رات بارش نے آگھیرا۔ ساری رات ایک کمبل میرے اوپر تان کر کھڑے رہے اور بارش کا ایک قطرہ تک مجھ پر نہ گرنے دیتے تھے۔ حالانکہ خود بارش سے شرابور ہو رہے تھے اور میں کچھ کہنے کی کوشش کرتا تو یہی بات دُہرانے کہ "میں امیر ہوں، تم فرمانبردار ہو"! میں رہ رہ کر دل ہی دل میں کہتا کہ اے کاش! میں نے ان سے امیر بننے کے لیے نہ کہا ہوتا۔ (احیاء العلوم)

۵۔ سواری کے جانور کے آرام کا خیال رکھنا

ایک وقت تھا کہ بار برداری والے جانور یعنی گھوڑا اونٹ خچر، بیل وغیرہ ہی سفر کا ذریعہ تھے۔ بس، گاڑی، جہاز وغیرہ کی ایجاد سے قدیم ذریعۂ سفر کم ہو چکا ہے مگر بے شمار ایسے علاقے ہوتے ہیں جہاں سفر کے لیے قدیم ذریعہ جانور ہی سفر کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ جانور پر سفر کرنے کی صورت میں ان کے آرام و آسائش کا خیال رکھنا چاہیئے۔ یعنی سفر کی ایک مقدار طے کرنے کے بعد جانوروں کو پانی اور چارہ ڈالا جائے اور ان کی تھکاوٹ ختم کرنے کے لیے کسی مقام پر ٹھہرا دیا جائے۔ رات کو راستے سے تھوڑا ہٹ کر آرام کرنا چاہیئے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَافَرْتُمْ فِی الْخِصْبِ فَاَعْطُوا الْاِبِلَ حَظَّهَا مِنَ الْاَرْضِ ۔ وَاِذَا سَافَرْتُمْ فِی الْجَدْبِ فَاَسْرِعُوْا عَلَیْهَا السَّیْرَ وَبَادِرُوْا بِهَا نِقْیَهَا ۔ وَاِذَا عَرَّسْتُمْ فَاجْتَنِبُوْا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم سرسبز زمین میں سفر کرو تو اونٹوں کو زمین سے ان کا حق دو اور جب بنجر زمین میں سفر کرو تو ان کو تیز چلاؤ تاکہ ان کی طاقت زائل نہ ہو جائے۔ جب رات کو آرام کی خاطر اترو تو راستوں سے بچو کیونکہ وہ چار پایوں کے چلنے کے راستے

الطَّرِيْقِ فَاِنَّهَا طُرُقُ الدَّوَابِّ وَمَاْوَى الْهَوَامِ بِاللَّيْلِ۔

اور رات کے وقت کیڑے مکوڑوں کے ٹھہرنے کی جگہ ہیں۔

۶۔ طویل سفر سے واپسی پر استقبال کرنا

جب گھر کا کوئی فرد طویل سفر کر کے واپس آئے یا حج کے سفر سے واپس آئے اور اس کے آنے کی اطلاع ہو تو اس کا استقبال کرنا چاہیئے ایسے ہی اگر کوئی محبوب یا معزز شخصیت سفر سے واپس آئے تو اس کا استقبال کرنا چاہیئے۔ بزرگانِ دین یا صوفیائے کرام جب سفر سے واپس آئیں تو ان کا استقبال کرنا حضورؐ کے فرمان کے مطابق مستحب ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ تُلُقِّيَ بِصِبْيَانِ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَاِنَّهٗ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَسُبِقَ بِيْ اِلَيْهِ فَحَمَلَنِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ جِيْءَ بِاَحَدِ ابْنَيْ فَاطِمَةَ فَاَرْدَفَهٗ خَلْفَهٗ قَالَ فَاُدْخِلْنَا الْمَدِيْنَةَ ثَلٰثَةً عَلٰى دَابَّةٍ۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو آپ کے اہل بیت کے بچوں کے ساتھ آپ کا استقبال کیا جاتا اسی طرح آپ ایک سفر سے لوٹے تو استقبال کرتے میں مجھے آگے رکھا گیا آپ نے مجھے اپنے آگے بٹھا لیا پھر حضرت فاطمہؓ کے ایک صاحبزادے کو لایا گیا تو اسے آپ نے پیچھے بٹھا لیا اور ہم تینوں ایک سواری پر مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ (مسلم)

۷۔ عورت کو تنہا سفر کرنے کی ممانعت

عورت کے لیے اکیلے سفر کرنا اچھا نہیں بلکہ معاشرتی تقاضوں کے خلاف ہے اس لیے عورت کو ہمیشہ کسی محرم کے ساتھ سفر کرنا چاہیئے البتہ اگر سفر اندرونِ شہر ہو یا ایک آدھ دن کا سفر ہو تو اس صورت میں بصورتِ مجبوری اکیلے

جانے میں کوئی حرج نہیں البتہ طویل سفر پر عورت کو بالکل اکیلے نہیں جانا چاہیئے بلکہ سفر میں خاوند، بھائی، باپ یا بیٹے وغیرہ کا ہونا ضروری ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَحِلُّ لِاِمْرَاَۃٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ تُسَافِرُ مَسِیْرَۃَ یَوْمٍ وَلَیْلَۃٍ اِلَّا مَعَ ذِیْ مَحْرَمٍ عَلَیْھَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھنے والی کسی عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ محرم کے بغیر ایک دن رات کی مسافت کا سفر اختیار کرے۔ (بخاری شریف)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ ہرگز تنہائی اختیار نہ کرے جب تک کہ اس کے ساتھ اس کا محرم نہ ہو اور محرم کے بغیر کوئی عورت سفر پر نہ نکلے۔ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری بیوی حج کے لیے جا رہی ہے اور میرا نام فلاں جنگ میں لکھا جا چکا ہے۔ آپ نے فرمایا اپنی بیوی کے ساتھ جاؤ اور حج کرو۔ (مسلم شریف)

۸۔ سفر میں دوسروں کی مدد کرنا

سفر میں دوسرے ساتھیوں کی مدد کرنی چاہیئے یعنی اگر کسی شخص کے پاس ایک چیز زائد ہو اور دوسرے کو اس کی ضرورت ہو تو اسے دے دینی چاہیئے۔ سفر میں ذاتی ضرورت کے لیے پانی کا برتن اور جائے نماز وغیرہ لازمًا ساتھ رکھنی چاہیئے تاکہ استنجاء وضو نماز اور پینے کے پانی میں تکلیف نہ ہو۔ سردیوں کے موسم میں اگر ضرورت کے مطابق ہلکا سا بستر بھی ساتھ رکھ لیا جائے تو اس میں کوئی ہرج نہیں۔

راستے میں دوسروں کی سہولت اور آرام کا بھی خیال رکھیں اگر اپنی گاڑی پر

سفر کر رہے ہوں تو جہاں کسی ضرورت کے لیے رکیں تو راستے سے ایک طرف کر کے گاڑی کو کھڑا کریں تاکہ راستے کے دوسرے مسافروں کو تکلیف نہ ہو۔ رفیق سفر کے ساتھ عمدہ گفتگو اور اچھے اخلاق کا مظاہرہ کریں۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ ن الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ فِیْ سَفَرٍ اِذْ جَاءَ رَجُلٌ عَلٰی رَاحِلَۃٍ لَہٗ فَجَعَلَ یَصْرِفُ بَصَرَہٗ یَمِیْنًا وَّشِمَالًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ مَعَہٗ فَضْلُ ظَھْرٍ فَلْیَعُدْ بِہٖ عَلٰی مَنْ لَّا ظَھْرَ لَہٗ وَمَنْ کَانَ لَہٗ فَضْلُ زَادٍ فَلْیَعُدْ بِہٖ عَلٰی مَنْ لَّا زَادَ لَہٗ۔ فَذَکَرَ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ مَا ذَکَرَہٗ حَتّٰی رَاَیْنَا اَنَّہٗ لَا حَقَّ لِاَحَدٍ مِّنَّا فِیْ فَضْلٍ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ہم ایک سفر میں تھے کہ ایک شخص سواری پر آیا۔ وہ دائیں بائیں نظریں دوڑانے لگا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس کے پاس زائد سواری ہو وہ اسے دے جس کے پاس سواری نہیں۔ اور جس کے پاس زائد سامان ہو، وہ اس کے حوالہ کرے جس کے پاس زادِ راہ نہیں۔ آپ نے مال کی دیگر اقسام بھی بیان فرمائیں یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ زائد مال میں ہمارا کوئی حق نہیں۔

۹۔ آغازِ سفر کی دعا

سفر کو روانہ ہوتے وقت جب سواری پر سوار ہو جائیں اور سواری چل پڑے تو یہ دعا پڑھیں۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر پر جانے کے لیے سواری پر جب تشریف فرما ہوتے تو تین بار اللہ اکبر کہہ کر یہ دعا پڑھتے اس لیے دعا کا پڑھنا سنت ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیئے کہ یہ دعا یاد کریں اور جب بھی سفر کریں، تو یہ دعا پڑھیں:۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَ مَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَ اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ فِیْ سَفَرِنَا ھٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیْنَا سَفَرَنَا ھٰذَا وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَہٗ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَ الْخَلِیْفَۃُ فِی الْاَھْلِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْثَآءِ السَّفَرِ وَکَاٰبَۃِ الْمَنْظَرِ وَسُوْٓءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَالْاَھْلِ وَالْوَلَدِ وَ الْحَوْرِ بَعْدَ الْکَوْرِ وَدَعْوَۃِ الْمَظْلُوْمِ۔

پاک و برتر ہے وہ خدا جس نے اس کو ہمارے بس میں کر دیا۔ حالانکہ ہم اس کو قابو میں کرنے والے نہ تھے یقیناً ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ جانے والے ہیں۔ خدایا ہم تجھ سے اپنے اس سفر میں نیکی اور تقوٰی کی توفیق چاہتے ہیں اور ایسے کاموں کی توفیق جو تیری خوشنودی کے ہوں۔ خدایا ہم پر یہ سفر آسان فرما دے اور اس کا فاصلہ ہمارے لیے مختصر کر دے خدایا تو ہی اس سفر میں رفیق ہے اور تو ہی گھر والوں میں خلیفہ اور نگران ہے۔ خدایا میں تیری پناہ چاہتا ہوں، سفر کی مشقتوں سے ناگوار منظر سے، اور اپنے مال میں اور اپنے متعلقین اور اپنی اولاد میں بری واپسی سے۔ اور اچھائی کے بعد برائی سے اور مظلوم کی بد دعا سے۔ (مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی)

۱۰۔ سفر سے واپسی کی دُعا

سفر سے واپسی پر یہ دعا پڑھنا مسنون ہے اس کے متعلق حضورؐ کی حدیث یہ ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اِذَا کُنَّا بِظَھْرِ الْمَدِیْنَۃِ قَالَ اٰئِبُوْنَ تَآئِبُوْنَ، عَابِدُوْنَ، لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ (سفر سے) واپس آئے۔ جب ہم مدینہ طیبہ کے سامنے پہنچے تو آپ نے فرمایا ہم لوٹنے والے ہیں توبہ کرنے والے۔ عبادت کرنے والے۔ اور اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں۔

فَلَمْ یَزَلْ یَقُوْلُ ذٰلِكَ حَتّٰی قَدِمْنَا الْمَدِیْنَةَ۔

آپ مسلسل یہ کلمات دہراتے رہے یہاں تک کہ ہم مدینہ طیبہ میں پہنچ گئے۔ (مسلم)

۱۱۔ اونچے اور نیچے مقام کی دُعا

سفر کے دوران جب اونچی جگہ آئے تو اللہ اکبر کہنا چاہیئے اور جب کوئی نیچا مقام آئے تو سبحان اللہ کہنا چاہیئے۔ کیونکہ پہاڑی علاقے میں خواہ کسی جانور پر سفر کر رہے ہوں یا بس یا گاڑی پر، تو نشیب و فراز میں سے سواری گزرے گی اس لیے اس مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر عمل کرنا چاہیئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کا لشکر جب بلندی پر چڑھتا تو اللہ اکبر کہتا اور جب اترتا تو سبحان اللہ کہتا۔ (ابوداؤد)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب حج یا عمرہ سے لوٹتے وقت بلند جگہ پر چڑھتے تو تین بار اللہ اکبر کہتے اور اس کے بعد یہ دعا پڑھتے:۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ۔ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اٰیِبُوْنَ تَآئِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی بادشاہی ہے اور وہی لائق ستائش اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ہم لوٹنے والے ہیں، توبہ کرنے والے۔ عبادت کرنے والے، سجدہ کرنے والے، اور اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں۔ (بخاری شریف)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ہم ایک سفر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ جب ہم کسی وادی کے اوپر چڑھتے تو نہایت بلند آواز سے لا الٰہ الا اللہ، اور اللہ اکبر کہتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! اپنے نفسوں سے نرمی برتو۔ تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکارتے۔ وہ تمہارے ساتھ ہے۔ بے شک

وہ سننے والا اور قریب ہے۔

۱۲۔ منزل پر پہنچتے وقت کی دعا

سفر کے دوران جب کسی مقام پر ٹھہراؤ کیا جائے یا کسی مسافر خانہ میں جائیں تو اس وقت اس دعا کو پڑھنا چاہیئے۔ اس دعا کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے حفاظت کرے گا۔

حضرت خولہ بنت حکیم فرماتی ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ جو شخص کسی منزل پہ اترے اور یہ کلمات پڑھے تو وہ اس منزل سے کوچ کرنے تک ہر چیز کے نقصان سے محفوظ رہے گا۔ (مسلم)

اَعُوْذُ بِكَلِمٰتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ۔

میں اللہ تعالیٰ کے کلمات تامہ کے ساتھ ہر مخلوق کی شر سے پناہ چاہتا ہوں۔

۱۳۔ خوف کی دعا

سفر میں اگر یکدم کوئی خوف طاری ہو جائے تو اس وقت اس دعا کو پڑھنا چاہیئے انشاء اللہ خوف ختم ہو جائے گا۔

ایسے ہی اگر پیدل یا کسی سواری پر جنگل میں سفر جاری ہو اور اس وقت خوف طاری ہو جائے تو اس دعا کا پڑھنا بہت مفید اور مسنون ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی قوم سے خوف کے وقت یہ دعا مانگتے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ۔

یا اللہ! ہم تجھے ان کے مقابلہ میں کرتے ہیں اور ان کے شر سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔

(ابوداؤد)

۱۴۔ رات کی دعا

سفر کے دوران جب رات چھا جائے تو یہ دعا پڑھنا سنت ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں تشریف لے جاتے اور رات چھا جاتی تو یہ پڑھتے:۔

يَا اَرْضُ رَبِّيْ وَرَبُّكِ اللّٰهُ ۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا فِيْكِ وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِيْكِ وَشَرِّ مَا يَدِبُّ عَلَيْكِ ۔ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ اَسَدٍ وَّ اَسْوَدٍ وَمِنَ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ وَمِنْ سَاكِنِ الْبَلَدِ وَمِنْ وَّالِدٍ وَّمَا وَلَدَ۔

اے زمین! میرا اور تیرا رب اللہ ہے - میں تیری شر سے نیز جو کچھ تجھ میں ہے اور جو کچھ تجھ میں پیدا کیا گیا اور جو چیزیں تجھ پر چلتی ہیں (سب) کی شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں - اور میں تیرے سبب شیر، سانپ بچھو، شہر میں رہنے والوں، ابلیس اور اس کی اولاد سے پناہ چاہتا ہوں۔

(ابوداؤد)

۱۵۔ سفر سے جلدی واپس آنا

سفر کی ضرورت اور مقصد پورا ہونے پر گھر کو جلدی واپس آنا مستحب ہے کیونکہ بلا ضرورت آوارہ گردی سے کیا حاصل؟ کیونکہ سفر میں بہر حال تکلیف اور بے اطمینانی ہوتی ہے۔ اس لیے اس سے جلد چھٹکارا حاصل کرنا ہی صحت کے لیے بہتر ہے اور واپسی پر گھر والوں کے لیے کچھ نہ کچھ لے کر آنا چاہیئے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب کوئی سفر سے آئے تو گھر والوں کے لیے کچھ نہ کچھ چیز ضرور لائے اگر کچھ نہ کر سکے تو جھولی میں پتھر ہی ڈال لے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلسَّفَرُ قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ يَمْنَعُ اَحَدَكُمْ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ وَنَوْمَهٗ فَاِذَا قَضٰى اَحَدُكُمْ نَهْمَتَهٗ مِنْ سَفَرِهٖ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے۔ تمہیں کھانے پینے اور نیند سے باز رکھتا ہے۔ پس جب تم میں سے کوئی اپنے مقاصد سفر کو پورا کر لے، تو گھر کی طرف جلد واپس آجائے۔

فَلْيُعَجِّلْ إِلَى أَهْلِهِ۔ (بخاری شریف)

۱۶۔ سفر سے واپسی کا ممنوع وقت

سفر سے واپسی کی اطلاع دینا بہتر ہے اور کوشش کریں کہ سفر سے واپسی پر ایسے وقت پر نہ آئیں جس سے گھر والوں کو تکلیف ہو۔ خاص طور پر رات کو دیر سے سفر سے واپس آنا اہل خانہ کے لیے بہت ہی تکلیف دہ ہوتا ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو سفر سے واپس آنے سے منع فرمایا ہے اگر مجبوری ہو جائے سواری سے دیر ہو جائے تو اس صورت میں بہر حال آنا ہی ہے۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا طَالَ أَحَدُكُمُ الْغَيْبَةَ فَلَا يَطْرُقَنَّ أَهْلَهُ لَيْلًا۔ وَفِي رِوَايَةٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَطْرُقَ الرَّجُلُ أَهْلَهُ لَيْلًا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی زیادہ دیر گھر سے باہر رہے، تو رات کے وقت گھر واپس نہ لوٹے۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ کوئی شخص (سفر سے) رات کے وقت گھر واپس آئے۔ (مسلم شریف)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو گھر واپس نہیں لوٹتے تھے۔ بلکہ صبح یا شام کے وقت تشریف لاتے (بخاری)

۱۷۔ واپسی پر نوافل پڑھنا سنت ہے

سفر سے واپس وطن پہنچنے پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ جس کی توفیق اور مدد سے مسافر اپنے اہل خانہ میں دوبارہ واپس آئے۔ شکر کی عملی صورت سجدہ ریزی ہے اس لیے سفر سے واپس آنے پر قریبی مسجد میں جانا چاہیئے۔ اور وہاں دو رکعت نفل شکرانہ ادا کرنا چاہیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود بھی

ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ جب سفر سے واپس آتے تو مسجد میں دو رکعت نفل ادا کرتے۔

عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَاَ بِالْمَسْجِدِ فَرَكَعَ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو اولاً مسجد میں جاتے اور دو رکعت نفل ادا فرماتے۔

(بخاری شریف)

۱۸۔ سفر تجارت میں مسنون عمل

تجارت کی غرض سے جب سفر اختیار کریں تو اس میں برکت کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بتایا ہوا عمل اختیار کریں اس سے سفر خوشگوار رہے گا اور نفع بھی خوب ہوگا۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ مجھے فرمایا کہ اے جبیرؓ! کیا تم چاہتے ہو کہ جب تم سفر میں جاؤ تو صورت و ہیئت میں بہتر اور توشۂ سفر میں بڑھ کر رہو یعنی سفر میں خوشحالی اور فارغ البالی نصیب ہو؟ حضرت جبیرؓ کہتے ہیں۔ میں نے عرض کی جی ہاں! ضرور یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ آپؐ نے فرمایا یہ پانچ سورتیں پڑھ لیا کرو۔ سورت کافرون، سورت نصر، سورت اخلاص، سورت فلق، سورۃ الناس۔ ہر سورۃ کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کرو اور اسی پر ختم کرو (اس طرح ان پانچ سورتوں کے ساتھ بسم اللہ شریف چھ بار پڑھی جائے گی)

حضرت جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں کافی مالدار اور دولت مند تھا مگر جب سفر میں جاتا تو سب سے زیادہ بدحال اور تنگ دست ہو جایا کرتا تھا۔ جب سے مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سورتیں پڑھنے کے لیے بتائیں اور میں نے ان کو پڑھنا شروع کیا تو میں پورے سفر میں واپسی تک اپنے ساتھیوں میں سب سے زیادہ خوشحال، اور

توشۂ سفر میں فارغ البال رہنے لگا۔

---

(۲۲)

جُوتا پہننے کے آداب

جُوتا پہننا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ چونکہ آپ نے خود جُوتے استعمال کیے ہیں اور اپنے صحابہ کرامؓ کو جوتے پہننے کی تلقین فرمائی اور آداب بھی بتائے جوتا دراصل انسانی جسم کے ایک حصے یعنی پاؤں کو ڈھانپنے کا اور کانٹا وغیرہ چبھنے سے بچنے کا ذریعہ ہے۔ تاکہ پاؤں سردی گرمی اور باہر کی چیزوں کے بُرے اثرات سے محفوظ رہیں۔ جوتا پہننے کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی انسان کی اپنی تاریخ پرانی ہے۔ جوتا انسان کی بنیادی ضروریات میں سے ہے۔ یہ اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ لباس پہننا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ زینت اور زیبائش میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔ اچھے اور صاف ستھرے لباس کے ساتھ اگر جوتا نہ پہنا ہو تو لباس ہی نامکمل معلوم ہوگا۔ اسلام نے ہمیں جوتے استعمال کرنے کا بھی طریقہ سکھلایا ہے کہ اس طریقے کے مطابق جوتے پہنیں اور اتاریں گے تو ہمارا یہ فعل بھی باعثِ ثواب بن جائے گا۔ کیونکہ اس میں حضورؐ کی اتباع آئے گی اور جس فعل میں حضورؐ کی اتباع ہوگی وہی نیکی ہے اور باعثِ ثواب ہے۔

جوتے پہننے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ جوتوں کو پہننے سے پہلے جھاڑ پونچھ لیں۔ اور اگر جوتا بند قسم کا ہو تو اسے الٹا کر کے دیکھیں کہ اس میں کوئی موذی (تکلیف دینے والا) جانور نہ ہو۔ اس کے بعد بیٹھ کر پہلے دایاں جوتا پہنیں اور پھر بایاں ملائیں۔

جب اتاریں تو پہلے بایاں اتاریں اور پھر آخر میں دایاں جوتا اتاریں۔ اگر جوتا تسمے والا ہو تو تسمہ باندھ لینا چاہیئے۔ تسمے کو کھلا رہنے دینا اچھا نہیں۔ جوتا استعمال کرنے کے اسلامی اصول و آداب مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ جوتا پہننے کا حکم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ جوتا پہنا جائے۔ لہذا جُوتا ضرورت کے مطابق پہننا بہت بہتر ہے۔ مرد اور عورت کے پیر میں بلحاظ ساخت تھوڑا سا فرق ہے۔ مرد کے پیر عورت کے پیر کی نسبت مضبوط اور رفوی ہوتے ہیں اس لیے مرد اور عورت کے جوتوں میں بھی پہچان کے لیے قدرے فرق ہے۔ مرد کا جوتا مضبوط ہوتا ہے اور عورت کا جوتا قدرے نرم و نازک ہوتا ہے تا کہ پہننے میں تکلیف نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرد اور عورت کے جوتے میں بناوٹ کے لحاظ سے اور ڈیزائن کے لحاظ سے فرق ہے لہذا مرد کو عورتوں جیسا جوتا نہیں پہننا چاہیے اور ایسے ہی کسی عورت کو مردوں جیسا جوتا پہننا نہیں چاہیئے

ایسا جوتا پہننا بھی منع ہے جس سے غرور اور تکبر پیدا ہوتا ہو۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةٍ غَزَاهَا يَقُوْلُ اسْتَكْثِرُوْا مِنَ النِّعَالِ فَاِنَّ الرَّجُلَ لَا يَزَالُ رَاكِبًا مَا انْتَعَلَ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک غزوہ کے دوران فرماتے ہوئے سنا۔ جوتے زیادہ پہنا کرو۔ کیونکہ آدمی سوار کی طرح ہوتا ہے جب تک جوتے پہنے رہے۔ (مسلم شریف)

۲۔ جُوتا پہننے اور اتارنے کا سنّت طریقہ

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ جوتا پہننے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلے دایاں جوتا پہنیں اور پھر بایاں اور جب اتاریں تو اس کا اُلٹ

کریں یعنی پہلے بایاں جوتا اتاریں اور پھر دایاں جوتا اتاریں۔ عملی طور پر حضور کے اس طریقے میں حکمت اور آسانی ہے۔ جوتا خود ڈالیں اور خود ہی اتاریں۔ اگر کوئی مجبوری ہو تو پھر دوسرے سے ڈلوا سکتے ہیں۔ اگر بچہ جوتا نہ پہن سکتا ہو تو کوئی بڑا ڈال دے۔ بعض مغرور اور نواب طبع لوگ خود جوتا پہننے اور اتارنے کو اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اور نوکروں سے جوتا ڈلواتے ہیں ایسا کرتے ہیں دوسرے انسان کا مقام گرتا ہے اس لیے اسلام میں ایسا کرنا منع ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا انْتَعَلَ اَحَدُکُمْ فَلْیَبْدَاْ بِالْیُمْنٰی وَاِذَا نَزَعَ فَلْیَبْدَاْ بِالشِّمَالِ لِتَکُنِ الْیُمْنٰی اَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ وَاٰخِرُهُمَا تُنْزَعُ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی جوتے پہنے تو دائیں جانب سے شروع کرے اور جب اتارے تو بائیں طرف سے ابتدا کرے یعنی پہنتے وقت داہنا پہلے اور اتارتے وقت آخر میں رہے۔ (بخاری شریف)

۳۔ کھڑے ہو کر جوتا پہننا منع ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر جوتا پہننے سے منع فرمایا ہے۔ علماء کا کہنا ہے کہ یہ حکم ان جوتوں کے لیے ہے جن کو کھڑے ہو کر پہننے میں دقت ہوتی ہے جن میں تسمے باندھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جیسے بوٹ وغیرہ، البتہ وہ جوتا جو بکدم پاؤں میں ڈال لیا جاتا ہے جیسے چپل وغیرہ، ایسے جوتے کو اگر کھڑے ہو کر بھی پاؤں میں ڈال لیا جائے تو اس میں حرج نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ اس حکم میں سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے کھڑا ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ آدمی کھڑا ہو کر

يَنْتَعِلَ الرَّجُلُ قَائِمًا۔ جوتے پہنے ۔ (ابوداؤد)

۴۔ ایک جوتا پہن کر چلنے کی ممانعت

ادب یہ ہے کہ دونوں جوتے پہن کر چلیں یا دونوں جوتے اتار دیں۔

ایک جوتا پہن لینا اور ایک جوتا اتار دینا ادب کے خلاف ہے اس لیے حضور نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک جوتے میں نہ چلو یا دونوں اتار دو یا دونوں پہنو۔

(بخاری شریف)

یہی بات ایک اور حدیث میں یوں بیان ہوئی ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا انْقَطَعَ شِسْعُ نَعْلِهٖ فَلَا يَمْشِ فِيْ خُفٍّ وَّاحِدَةٍ حَتّٰى يُصْلِحَ شِسْعَهٗ وَلَا يَمْشِيْ فِيْ خُفٍّ وَّاحِدٍ وَّلَا يَأْكُلْ بِشِمَالِهٖ وَلَا يَحْتَبِيْ بِالثَّوْبِ الْوَاحِدِ وَلَا يَلْتَحِفُ الصَّمَّاءَ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کسی کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو ایک جوتا پہن کر نہ چلے۔ جب تک کہ دوسرے جوتے کا تسمہ درست نہ ہو جائے۔ اور ایک موزہ پہن کر نہ چلے اور بائیں ہاتھ سے نہ کھائے اور ایک ہی کپڑے میں پوٹ نہ بن جائے اور کپڑا اس طرح نہ لپیٹے کہ شرمگاہ کھلی رہے۔

(مسلم)

۵۔ موزے پہننے کا جواز

موزے جراب کی مانند ہیں اور پتلے چمڑے کے بنائے جاتے تھے۔ ایک زمانہ تھا کہ یہ استعمال کیے جاتے تھے۔ جب سے اس کا نعم البدل جرابیں بن گئیں۔ اس کا استعمال نہ ہونے کے برابر ہو گیا ہے۔ ان پر وضو کے دوران مسح کر لینا جائز ہے چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا۔

وَعَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّجَاشِيَّ اَهْدٰى اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُفَّيْنِ اَسْوَدَيْنِ سَاذَجَيْنِ فَلَبِسَهُمَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا

ابن بریدہؓ نے اپنے والد ماجد سے روایت کی ہے کہ حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دو سیاہ موزے تحفے کے طور پر بھیجے تو آپ نے وہ پہن لیے۔ پھر آپ نے وضو فرمایا اور دونوں کے اوپر مسح کیا۔ (ترمذی)

۶۔ جوتے اتار کر حفاظت سے رکھنا سنت ہے

ضرورت کے مطابق جب جوتے اتاریں تو ان کی حفاظت کریں۔ مسجد میں یا کسی محفل میں جائیں تو جوتے اتار لیں۔ اگر مسجد کے باہر یا اندر کوئی جگہ جوتے رکھنے کے لیے بنی ہو تو ان کی حفاظت کریں اور وہاں رکھیں۔ اگر مناسب حفاظت کی جگہ نہ ملے تو پھر جوتے کو اپنے پاس پہلو میں رکھ لیں تاکہ بحفاظت رہیں بعض مساجد میں جوتوں کی حفاظت کے لیے اجرت لیتے ہیں اگر آپ کا دل چاہے تو وہاں رکھ لیں اور واپسی پر اجرت دے کر جوتا واپس لے لیں۔

خانہ کعبہ میں جوتوں کی حفاظت کا مسئلہ ذرا پریشان کن ہے کیونکہ مسجد حرام کے بہت سے دروازے ہیں اگر آپ کسی دروازے کے باہر جوتا اتار کر رکھیں تو واپسی پر ہو سکتا ہے کہ اس دروازے سے نہ نکلیں۔ اس طرح دروازہ بھول جانے سے جوتا گم ہو جاتا ہے اگر جوتا اندر لے جائیں اور کہیں رکھ دیں تو حرم کی صفائی کے موقع پر جوتوں کو باہر پھینک دیا جاتا ہے اس طرح اکثر جوتا گم ہو جاتا ہے تو اس صورت میں وہ جوتے جو حرم کے باہر اٹھا کر پھینکے ہوں ان میں سے کوئی جوتا لے کر پہن لینے میں کوئی حرج اور گناہ نہیں۔ البتہ اگر آپ نے قصداً کسی کا جوتا اندر یا باہر سے اٹھایا تو پھر چوری کے ضمن میں گنہگار ہوں گے۔ مسجد نبوی میں بھی حج کے موقعہ پر ایسی ہی صورت حال ہوتی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ إِذَا جَلَسَ الرَّجُلُ أَنْ يَخْلَعَ نَعْلَيْهِ فَيَضَعَهُمَا بِجَنْبِهِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ سنت یہ ہے کہ جب آدمی بیٹھے تو اپنے جوتے اتار لے اور انھیں اپنے پہلو میں رکھ لے۔ (ابوداؤد)

بزاز کی ایک روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جب بیٹھو تو جوتے اتار لو تمھارے قدم آرام پائیں گے۔

استعمالی جوتے کو بائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور برابر والی انگلی سے اٹھانا چاہیئے اگر کسی کا جوتا اُلٹا پڑا ہو تو سیدھا کر دیں ورنہ تنگدستی کا اندیشہ ہے کیونکہ بزرگوں کا کہنا ہے کہ اُلٹے جوتے تنگ دستی کی علامت ہیں۔

۷۔ ننگے پاؤں چلنا پھرنا

ننگے پاؤں چلنا پھرنا ناجائز تو نہیں مگر بہتر تو یہی ہے کہ جوتا پہنا جائے۔ بعض حضرات ازراہِ ادب مکہ شریف اور مدینہ طیبہ میں ننگے پاؤں پھرتے ہیں چونکہ وہاں گرم فضا ہونے کی وجہ سے زمین خاصی گرم ہوتی ہے اور اس زمین پر ننگے پاؤں زخمی ہو جاتے ہیں۔ اور چھالے پڑ جاتے ہیں جس سے خاصی تکلیف اٹھانا پڑتی ہے۔ اگر محبت کی بنا پر ایسا کرنا سعادت مندی ہے تو پھر یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے میں سعادت ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِفُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ مَالِي أَرَاكَ شَعِثًا قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْهَانَا عَنْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْإِرْفَاهِ

عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ایک آدمی نے فضالہ بن عبید سے کہا کیا ہے کہ میں تم کو پراگندہ بال دیکھ رہا ہوں۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو بہت زیادہ عیش و عشرت کی باتوں سے منع کیا ہے۔ کہا کیا ہے کہ میں تیرے پاؤں میں

قَالَ مَابِيْ لَا اَرٰى عَلَيْكَ حِذَاءً قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُنَا اَنْ نَحْتَفِيَ اَحْيَانًا۔

جوتا نہیں دیکھ رہا، کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم فرمایا کرتے تھے کہ کبھی کبھی ہم ننگے پاؤں چلیں۔

(ابوداؤد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی عاجزی کے طور پر ننگے پاؤں رہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور بعض بزرگوں کا ننگے پاؤں رہنا بھی ثابت ہے۔ حضرت بشر حافی اکثر ننگے پاؤں رہتے تھے۔ مقدس جگہ پر ننگے پاؤں جانے میں حرج نہیں بشرطیکہ زیادہ تکلیف کا باعث نہ ہو۔ اس کا ثبوت حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہ واقعہ ہے جب وہ مدین سے حضرت سیدنا شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اجازت لے کر اپنی والدۂ ماجدہ سے ملنے کے لیے جانبِ مصر روانہ ہوئے آپؑ کے اہل بیت بھی ہمراہ تھے شام کے بادشاہوں کے اندیشہ کے پیشِ نظر سڑک کو چھوڑ کر آپؑ نے جنگل کا راستہ اختیار فرمایا۔ آپ کی زوجہ محترمہؓ حاملہ تھیں۔ چلتے چلتے جب کوہِ طور کی غربی جانب پہنچے۔ یہاں رات کے وقت بی بی صاحبہ کو دردِ زہ شروع ہوا۔ سخت سردیوں کی تاریک رات تھی۔ خوب برفباری بھی ہو رہی تھی۔ آپ کو دور آگ نظر آئی۔ اس کی طرف آپؑ بڑھے تاکہ کوئی چنگاری وغیرہ لائیں۔ وہاں ایک درخت سرسبز و شاداب دیکھا۔ جو اوپر سے نیچے تک نہایت ہی روشن تھا۔ جتنا اس کے قریب جاتے وہ دور ہو جاتا۔ آپ جب ٹھہر جاتے وہ قریب ہو جاتا۔ یہاں تک کہ جب وادی طوٰی میں پہنچے، تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

اِنِّيْ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى۔

بے شک میں تیرا رب ہوں۔ تو تو اپنے جوتے اتار ڈال۔ بے شک تو پاک جنگل طوٰی میں ہے۔

پ

۸۔ کسی کا جوتا اٹھانا یا استعمال کرنا درست نہیں

مسجد میں اگر آپ کا جوتا کوئی اٹھا کر لے جائے اور اسی طرح کے اور جوتے وہاں رکھے ہوئے ہیں۔ گمان بھی یہی غالب ہے کہ کوئی بھول کر تبدیل کر کے لے گیا ہے۔ پھر بھی آپ دوسرے کے جوتے ہرگز نہ اٹھائیں۔ گناہ ہے۔ ایسے ہی اکثر اوقات مسجد کے باہر ہی دروازے پر لوگوں کے جوتے رکھے ہوتے ہیں۔ اور ہر کوئی بلا تکلف وہ جوتے بغیر کسی کی اجازت کے پہن کر بیت الخلاء وغیرہ میں چلا جاتا ہے۔ ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ تھوڑی دیر کے لیے کسی کے جوتے پہن کر گئے ہوں اور اصل مالک بھی اسی وقت باہر جانا چاہے تو ظاہر ہے کہ اپنا جوتا نہ پا کر اسے صدمہ ہوگا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ سمجھ کر کہ "میرے جوتے چوری ہو گئے۔ وہ ننگے پاؤں ہی چلا جائے۔ آپ واپس آکر وہ جوتے دوبارہ رکھ بھی دیں لیکن اصل مالک تو بیچارہ جوتے ضائع کر چکا۔ لہٰذا اس طرح کرنا گناہ کے زمرے میں آجائے گا۔

۹۔ حضورؐ کی نعلین مبارک

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس قسم کے جوتے پہنتے تھے ان کے متعلق احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَلْبَسُ النِّعَالَ الَّتِیْ لَیْسَ فِیْهَا شَعْرٌ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے نعلین مبارک پہنتے دیکھا جن میں بال نہیں تھے۔

(بخاری)

۲۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّ نَعْلَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ لَهَا قِبَالَانِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین مبارک کے دو تسمے ہوتے تھے

(بخاری)

۳۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ لِنَعْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَالَانِ مُثَنًّى شِرَاكُهُمَا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر نعل مبارک کے دو تسمے ہوتے اور ہر تسمہ دُہرا ہوتا۔
(ترمذی)

ان احادیث سے واضح ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بالکل سادہ قسم کا جُوتا استعمال کرتے تھے جو زیادہ بیش قیمت نہ ہوتا۔ لہٰذا ہمیں حضور کی اتباع میں سادہ جوتا استعمال کرنا چاہیئے۔

---

(۲۳)

سُنّتِ نکاح

نکاح بنیادی ضروریات میں سے ایک اہم بنیادی ضرورت ہے جس طرح کھائے پیئے بغیر کوئی چارہ نہیں ایسے ہی شادی کیے بغیر کچھ چارہ نہیں۔ نکاح کا لفظی مطلب جنسی ملاپ ہے مگر اصطلاحاً نکاح سے مراد وہ خاص عقد یعنی معاہدہ ہے جو مرد اور عورت کے درمیان ہوتا ہے۔ جس سے دونوں کے درمیان زوجیت کا تعلق جائز ہو جاتا ہے۔

نکاح صرف مرد اور عورت کا سماجی بندھن نہیں یا طبعی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے صرف ذاتی معاملہ نہیں بلکہ یہ معاشرہ کے وجود اور بقا کے لیے ایک بنیادی ستون ہے اس لیے اسلام میں اس کی بے پناہ اہمیت اور فضیلت ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام

کے وقت سے لے کر شریعت محمدیؐ تک کوئی شریعت ایسی نہیں گزری جو نکاح سے خالی ہو۔ اس کی اہمیت کو قرآنِ پاک میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں بڑی وضاحت سے پیش کیا ہے۔

۱۔ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۭ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ۭ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ۭ	اور (مومنو) مشرک عورتوں سے جب تک ایمان نہ لائیں نکاح نہ کرنا۔ کیونکہ مشرک عورت خواہ تم کو کیسی ہی بھلی لگے اس سے مومن لونڈی بہتر ہے۔ اور (اسی طرح) مشرک مرد جب تک ایمان نہ لائیں مومن عورتوں کو ان کی زوجیت میں نہ دینا۔ کیونکہ مشرک (مرد) سے خواہ وہ تم کو کیسا ہی بھلا لگے مومن غلام بہتر ہے۔ (پ۲، البقرہ، ۲۲۱)

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم کو اس بات کا خوف ہو کہ یتیم لڑکیوں سے انصاف نہ کر سکو گے تو ان کے سوا جو عورتیں تمھیں پسند ہوں دو دو یا تین تین یا چار چار، ان سے نکاح کر لو اور اگر اس بات کا ڈر ہو کہ تم انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک عورت ہی کافی ہے۔ (نساء: ۳)

۲۔ وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَاۗؤُكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۭ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ۔	اور جن عورتوں سے تمھارے باپ نے نکاح کیا ہو ان سے نکاح نہ کرنا مگر (جاہلیت میں) جو ہو چکا (سو ہو چکا) یہ نہایت بے حیائی اور (خدا کی) ناخوشی کی بات تھی اور بہت برا دستور تھا۔ (پ۴، النساء: ۲۲)

مزید ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ آج تمھارے لیے سب پاکیزہ چیزیں حلال کر دی ہیں۔ اہلِ کتاب کا کھانا تمھارے لیے حلال ہے اور تمھارا کھانا ان کے لیے حلال ہے اور پاک دامن مؤمن عورتیں اور اہلِ کتاب کی پاک دامن عورتیں بھی تمھارے لیے حلال

میں (سورۃ المائدہ : ۵)

(۳) وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ۭ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَاۗءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۔

اور اپنی قوم کی بیوہ عورتوں کے نکاح کر دیا کرو اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں کے بھی جو نیک ہوں نکاح کر دیا کرو) اگر وہ مفلس ہوں گے تو خدا ان کو اپنے فضل سے خوشحال کر دے گا۔ اور خدا (بہت) وسعت والا (اور سب کچھ) جاننے والا ہے۔

(پ۱۸۔ النور : ۳۲)

-۴-

سورہ رعد میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ سے پہلے بہت سے رسولوں کو بھیجا اور ان کو ان کی بیویاں دیں اور انہیں اولاد بھی دی۔

ان تمام آیات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مسلم معاشرے کے لیے نکاح ہر لحاظ سے بڑا اہم اور ضروری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اہمیت یوں بیان فرمائی ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثَةٌ حَقٌّ عَلَی اللّٰهِ عَوْنُهُمُ الْمُكَاتَبُ الَّذِیْ یُرِیْدُ الْاَدَاءَ وَالنَّاكِحُ الَّذِیْ یُرِیْدُ الْعَفَافَ وَالْمُجَاهِدُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں کی مدد کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔ مکاتب[۱] جو کتابت ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ نکاح[۲] کا خواہش مند جو عفت کو بچانا چاہتا ہے اور[۳] اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا۔ (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

ایک اور حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی بندے نے نکاح کر لیا تو نصف دین اس کے لیے مکمل ہو گیا اور باقی نصف دین کے لیے اللہ کا تقویٰ اختیار کرے۔ (بیہقی شعب الایمان)

نکاح کے سلسلے میں اسلام نے چند اصول مقرر فرمائے ہیں جن پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود عمل کیا اور دوسروں کو عمل پیرا ہونے کی تاکید فرمائی۔ احادیث کے مطابق یہ آداب اور سنتیں حسب ذیل ہیں۔

۱۔ صاحب استطاعت کے لیے نکاح کرنا سنت ہے

جوان ہو کر صاحب استطاعت ہونے کی صورت میں نکاح کرنا سنت ہے۔ صاحب استطاعت کا مطلب ہے کہ حقوق زوجیت ادا کرنے پر قادر ہو۔ بیوی کے اخراجات برداشت کرنے کے قابل ہو۔ مہر کی رقم ادا کرنے کی استطاعت رکھتا ہو۔ نکاح کے بعد جو اولاد ہو اس کی کفالت کر سکتا ہو۔ اگر زنا میں مبتلا ہونے کا ڈر ہو تو اس صورت میں زنا سے بچنے کے لیے نکاح کرنا فرض ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے نوجوانوں کی جماعت! جو تم میں سے عورت رکھنے کی طاقت رکھتا ہے تو اسے نکاح کرنا چاہیئے کیونکہ یہ نظر کو جھکاتا اور شرمگاہ کو محفوظ رکھتا ہے اور جو اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ روزے رکھے کیونکہ اس سے شادی کی خواہش ختم ہو جائے گی۔ (بخاری شریف)

جو شخص مالی حیثیت سے اس قابل نہ ہو کہ وہ بیوی کا نان نفقہ ادا نہ کر سکتا ہو تو اسے پہلے خود میں نان نفقہ ادا کرنے کی اہلیت پیدا کرنی چاہیئے کیونکہ اہلیت کے بغیر دوسرے فریق کو پریشانی میں ڈالنا ہوگا جو اسلامی رواداری کے خلاف ہے۔ اس لیے نکاح کرنے والے کا صاحب استطاعت ہونا ضروری ہے۔

ایک اور حدیث میں علقمہ کا بیان ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ منیٰ کے مقام پر ان کی ملاقات حضرت عثمانؓ سے ہوئی۔ اور انھوں نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن! مجھے آپ سے ایک کام ہے۔ چنانچہ دونوں حضرات علیحدگی میں چلے گئے۔ تو حضرت عثمانؓ نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن! کیا آپ کی شادی میں ایک کنواری لڑکی سے نہ کر دوں کہ گذشتہ زندگی بھی تازہ ہو جائے۔ جب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے دیکھا کہ انھیں اس بات کے سوا مجھ سے کوئی اور کام نہیں تو میری جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ اے علقمہ! پس میں ان کی خدمت میں حاضر ہو گیا تو وہ کہہ رہے تھے جو کچھ آپ نے کہا اس سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے متعلق فرمایا ہے کہ اے نوجوانو! جو تم میں سے عورت کے حقوق ادا کرنے کی طاقت رکھتا ہے تو اسے ضرور نکاح کرنا چاہیئے اور جو طاقت نہ رکھے تو اس کے لیے روزے ہیں کیونکہ یہ جنسی خواہش کو کم کرتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں نکاح کی یوں ترغیب دی ہے کہ نکاح کرو کیونکہ نکاح کرنا میری سنت ہے اور جو اس سنت سے منہ پھیرے وہ مجھ سے نہیں۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رض يَقُوْلُ جَاءَ ثَلٰثَةُ رَهْطٍ اِلٰى بُيُوْتِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْاَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اُخْبِرُوْا كَاَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا فَقَالُوْا وَاَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین صحابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے حجروں کے نزدیک آئے تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے بارے میں دریافت کریں۔ جب انھیں مطلع کیا گیا تو گویا اسے کم سمجھتے ہوئے کہنے لگے کہ بھلا ہم کس کھیت کی مولی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت میں لگے جبکہ ان کی تو ہر اگلی پچھلی لغزش (اگر اس کا کوئی وجود ہوتی) معاف فرما دی

مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ۔ قَالَ اَحَدُهُمْ اَمَّا اَنَا فَاِنِّیْ اُصَلِّی اللَّیْلَ اَبَدًا وَقَالَ اٰخَرُ اَنَا اَصُوْمُ الدَّهْرَ وَلَا اُفْطِرُ وَقَالَ اٰخَرُ اَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَآءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ اَبَدًا فَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَنْتُمُ الَّذِیْنَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا۔ اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَاَتْقَاكُمْ لَهٗ لٰكِنِّیْ اَصُوْمُ وَاُفْطِرُ وَاُصَلِّیْ وَاَرْقُدُ وَاَتَزَوَّجُ النِّسَآءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ۔

گئی ہے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ میں اب ہمیشہ ساری رات نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں عمر بھر روزے رکھتا رہوں گا۔ اور کسی ایک روز کا روزہ بھی نہیں چھوڑوں گا۔ تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے ہمیشہ دور رہوں گا۔ اور کبھی شادی نہیں کروں گا۔ اسی دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ پس آپؐ نے فرمایا کہ تم ہی وہ لوگ ہو جنھوں نے ایسا کہا ہے۔ حالانکہ خدا کی قسم! میں تمھاری نسبت خدا سے زیادہ ڈرتا ہوں اور اس سے ڈر کر گناہوں سے زیادہ بچنے والا ہوں اس کے باوجود میں روزے رکھتا ہوں۔ اور چھوڑتا بھی ہوں۔ نماز راتوں کو پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ نیز عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں پس جو میری اس سنت سے منہ پھیرے وہ مجھ میں سے نہیں۔ (بخاری شریف)

۲۔ نیک عورت سے نکاح کرنا سنت ہے

شادی کے سلسلے میں پہلی بات یہ سنت ہے کہ نکاح نیک اور عابد عورت سے کیا جائے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک عورت کو بیوی بنانے کی ترغیب دی ہے۔ نیک عورت وہ ہے جو اللہ سے ڈرنے والی ہو۔ خاوند کو خوش رکھنے والی ہو۔ اچھے نسب سے تعلق رکھنے والی ہو۔ حسین و جمیل ہو۔ بندے کے مال کی حفاظت کرنے والی ہو۔ شیریں زبان اور خوش کلام ہو یعنی ہر لحاظ سے سیرت اور

صورت میں بہتر ہو ایسی عورت سے شادی کرنا سنت ہے۔ جن عورتوں سے نکاح کرنا مسنون ہے ان کے متعلق چند احادیث مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تُنْكَحُ الْمَرْاَةُ لِاَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِیْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّیْنِ تَرِبَتْ یَدَاكَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عورتوں کے ساتھ چار وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے۔ اس کے مال، اس کے حسب ونسب، اس کے حسن وجمال اور اس کے دین کے باعث۔ تیرے ہاتھ خاک آلودہ ہوں تو دین والی کو ترجیح دے۔ (بخاری شریف)

۲۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الدُّنْیَا كُلُّهَا مَتَاعٌ وَخَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا الْمَرْاَةُ الصَّالِحَةُ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ساری دنیا ہی دولت ہے اور دنیا کی بہترین دولت نیک بیوی ہے۔ (مسلم شریف)

۳۔ عَنْ مَعْقِلِ بْنِ یَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ فَاِنِّیْ مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْاُمَمَ۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محبت کرنے والی عورت سے نکاح کیا کرو تاکہ میں تمہاری کثرت کے باعث دوسری امتوں پر فخر کروں۔ (ابوداؤد، نسائی)

۴۔ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَالِمِ ابْنِ عُتْبَةَ بْنِ عُوَیْمِ بْنِ سَاعِدَةَ الْاَنْصَارِیِّ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَیْكُمْ بِالْاَبْكَارِ فَاِنَّهُنَّ

عبدالرحمن بن سالم بن عتبہ بن عویم بن ساعدہ انصاری کے والد ماجد نے ان کے جد امجد سے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کنواری لڑکیوں سے نکاح کیا کرو کیونکہ وہ منہ کی میٹھی، زیادہ بچے جننے والی اور تھوڑی چیز پہ راضی ہو جانے والی ہوتی

أَعْذَبُ أَفْوَاهًا وَأَنْتَقُ أَرْحَامًا وَأَرْضَى بِالْيَسِيرِ۔

ہیں۔

(ابن ماجہ)

۵۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَرَادَ أَنْ يَلْقَى اللّٰهَ طَاهِرًا مُطَهَّرًا فَلْيَتَزَوَّجِ الْحَرَائِرَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ سے پاک صاف حالت میں ملنا چاہے، اسے چاہیئے کہ آزاد کنواری عورتوں سے نکاح کرے۔

(ابن ماجہ)

۶۔ وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ يَقُولُ مَا اسْتَفَادَ الْمُؤْمِنُ بَعْدَ تَقْوَى اللّٰهِ خَيْرًا لَهُ مِنْ زَوْجَةٍ صَالِحَةٍ إِنْ أَمَرَهَا أَطَاعَتْهُ وَإِنْ نَظَرَ إِلَيْهَا سَرَّتْهُ وَإِنْ أَقْسَمَ عَلَيْهَا أَبَرَّتْهُ وَإِنْ غَابَ عَنْهَا نَصَحَتْهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهِ۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے۔ مومن نے اللہ کے تقویٰ کے بعد نیک بیوی سے بہتر کوئی بھلائی حاصل نہیں کی اگر اسے حکم دے تو اطاعت کرتی ہے اس کی طرف دیکھے تو خوش کرتی ہے۔ اگر اس پر قسم ڈالے تو پورا کر دیتی ہے اور اگر وہ غائب ہو تو جان و مال میں اس کی خیر خواہی کرتی ہے۔

(ابن ماجہ)

۳۔ بالغ ہونے پر فوراً نکاح کرنا سنت ہے

لڑکے یا لڑکی کے بالغ ہونے پر جلد نکاح کر دینا سنت ہے تاکہ بالغ بچہ یا بچی کسی برائی یا بدکاری میں ملوث نہ ہو۔ خاص کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ جب لڑکی بالغ ہو جائے تو اس کی فوراً شادی کر دینی چاہیئے۔

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَاَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي التَّوْرٰىةِ مَكْتُوْبٌ مَنْ بَلَغَتِ ابْنَتُهُ اثْنَتَىْ عَشْرَةَ سَنَةً وَّلَمْ يُزَوِّجْهَا فَاَصَابَتْ اِثْمًا فَاِثْمُ ذٰلِكَ عَلَيْهِ ۔

حضرت عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا توریت میں لکھا ہوا ہے کہ جس کی بیٹی بارہ سال کی ہوگئی اور وہ اس کا نکاح نہ کرے اگر وہ گناہ میں مبتلا ہوئی تو گناہ باپ کا ہوگا

(بیہقی شعب الایمان)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب لڑکی بارہ سال کی ہو جائے تو وہ بالغ ہو جاتی ہے مگر بعض ٹھنڈے علاقے ایسے بھی ہیں جہاں لڑکی بارہ سال کی بالغ نہیں ہوتی۔ بہر کیف اس کا مطلب یہ ہے کہ جب بھی لڑکی سن بلوغت کو پہنچ جائے تو اس کے والدین کو اس کی شادی کرنے میں جلدی کرنی چاہیئے۔ ایسے ہی لڑکے کے بالغ ہونے پر بھی لڑکے کی شادی کر دینا مستحب ہے۔

وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وُّلِدَ لَهٗ وَلَدٌ فَلْيُحْسِنِ اسْمَهٗ وَاَدَبَهٗ فَاِذَا بَلَغَ فَلْيُزَوِّجْهُ فَاِنْ بَلَغَ وَلَمْ يُزَوِّجْهُ فَاَصَابَ اِثْمًا فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلٰٓى اَبِيْهِ ۔

حضرت ابو سعید اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے گھر لڑکا پیدا ہو تو اس کا اچھا نام رکھے اور اسے ادب سکھائے۔ جب بالغ ہو جائے تو اس کا نکاح کرے۔ اگر بالغ ہونے پر اس کا نکاح نہ کرے اور اس نے گناہ کیا تو اس کا گناہ اس کے باپ پر ہوگا۔ (بیہقی شعب الایمان)

اگر لڑکے کے بالغ ہونے پر اس کی شادی نہ کی جائے تو اس کا گناہ والدین پر ہوتا ہے مگر اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ لڑکا اپنی بیوی کا خرچہ برداشت کرنے

کے قابل ہو تو اس کا مقصد یہ ہوا کہ پہلے والدین اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دیں۔ اور انھیں اس قابل بنا دیں کہ وہ نکاح کی ذمہ داریاں اٹھانے کے قابل ہو جائیں تو پھر فوراً ان کی شادی کا بندوبست کر دینا چاہیئے۔ مگر دیکھنے میں آیا ہے کہ بہت سے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے روگردانی کرتے ہیں۔ لڑکے اور لڑکیاں بوڑھے ہو جاتے ہیں اور والدین ان کی شادی کی طرف توجہ نہیں دیتے لہذا اولاد کو خود بھی اپنی اصلاح آپ کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ بالا فرمان پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

۴۔ نکاح کا پیغام بھیجنا سنت ہے

رشتہ کی تلاش میں لڑکے والوں کی طرف سے لڑکی والوں کو شادی کرنے کا پیغام دینا سنت ہے۔ پیغام پر دونوں فریقوں کو تسلی کرنی چاہیئے یعنی ایک دوسرے کے خاندانی حالات اور نام ونسب دیکھیں۔ لڑکی والوں کو چاہیئے کہ رشتہ کی ہاں کرنے سے پہلے لڑکے کی استطاعت کا جائزہ لیں اس کے کردار کی چھان بین کریں۔ ایسے لڑکے والوں کو چاہیئے کہ وہ بھی لڑکی کی سیرت اور سلیقہ شعاری کا پوری طرح جائزہ لیں اور پھر نکاح کے پیغام کو پکا کریں، یعنی منگنی وغیرہ کریں یعنی نکاح کے پیغام کی ہاں کریں۔

عَنْ اَبُوْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَطَبَ اِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِيْنَهٗ وَخُلُقَهٗ فَزَوِّجُوْهُ اِنْ لَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تمھیں کوئی نکاح کا پیغام دے جس کے دین اور اخلاق سے تم خوش ہو تو اس سے نکاح کر لو۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں فتنہ برپا ہو گا اور لمبا چوڑا فساد ہو گا۔

فَسَادٌ عَرِيضٌ ۔ (ترمذی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو ان کی بیٹی حضرت حفصہؓ سے نکاح کے لیے جس طرح پیغام بھیجا اس کا واقعہ یوں ہے :۔

عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يُحَدِّثُ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ حِيْنَ تَاَيَّمَتْ حَفْصَةُ بِنْتُ عُمَرَ مِنْ خُنَيْسِ ابْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتُوُفِّيَ بِالْمَدِيْنَةِ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اَتَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَفْصَةَ فَقَالَ سَاَنْظُرُ فِيْ اَمْرِيْ فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ ثُمَّ لَقِيَنِيْ فَقَالَ قَدْ بَدَا لِيْ اَنْ لَا اَتَزَوَّجَ يَوْمِيْ هٰذَا قَالَ عُمَرُ فَلَقِيْتُ اَبَا بَكْرِ الصِّدِّيْقَ فَقُلْتُ اِنْ شِئْتَ زَوَّجْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ فَصَمَتَ اَبُوْ بَكْرٍ فَلَمْ يَرْجِعْ اِلَيَّ شَيْئًا وَكُنْتُ اَوْجَدَ عَلَيْهِ مِنِّيْ عَلٰى عُثْمَانَ فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عمرؓ بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت حفصہ بنت عمرؓ بیوہ ہوگئیں یعنی ان کے خاوند حضرت خنیسؓ بن حذاقہ سہمی کا مدینہ منورہ میں انتقال ہوگیا جو رسول اللہؐ کے اصحاب سے تھے۔ پس حضرت عمرؓ بن خطاب فرماتے ہیں کہ میں عثمانؓ بن عفان کے پاس گیا اور ان سے حفصہؓ کے لیے کہا۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں اپنے معاملے میں غور کروں گا میں چند روز انتظار کرتا رہا۔ پھر ایک روز ان سے میری ملاقات ہوئی تو کہنے لگے کہ مجھ پر ابھی یہی واضح ہوا ہے کہ فی الحال نکاح نہ کروں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ پھر میری ملاقات حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ہوئی۔ میں نے ان سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں حفصہؓ کا آپ کے ساتھ نکاح کر دوں؟ حضرت ابوبکرؓ خاموش رہے اور انھوں نے مجھے کسی قسم کا کوئی جواب نہ دیا۔ مجھے اس طرز عمل کے باعث ان پر حضرت عثمانؓ سے بھی

ثُمَّ خَطَبَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَنْكَحْتُهَا اِيَّاهُ فَلَقِيَنِيْ اَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ لَعَلَّكَ وَجَدْتَ عَلَيَّ حِيْنَ عَرَضْتَ عَلَيَّ حَفْصَةَ فَلَمْ اَرْجِعْ اِلَيْكَ شَيْئًا قَالَ عُمَرُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ فَاِنَّهٗ لَمْ يَمْنَعْنِيْ اَنْ اَرْجِعَ اِلَيْكَ فِيْمَا عَرَضْتَ عَلَيَّ اِلَّا اَنِّيْ كُنْتُ عَلِمْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ ذَكَرَهَا فَلَمْ اَكُنْ لِاُفْشِيَ سِرَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ تَرَكَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبِلْتُهَا۔

زیادہ غصہ آیا۔ پس چند ہی روز گزرے ہونگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام بھیجا پس میں نے اسے آپ کے نکاح میں دے دیا۔ پھر میری ملاقات حضرت ابوبکرؓ سے ہوئی تو وہ کہنے لگے کہ شاید آپ کو مجھ پر غصہ آیا ہو جب آپ نے مجھ سے حفصہؓ کی بات کی اور میں نے آپ کو کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ چنانچہ حقیقت یہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود چاہتے تھے اور اس امر کا آپ نے ذکر فرمایا تھا لیکن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو افشا کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اگر بالفرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ خیال ترک فرما دیتے تو میں قبول کر لیتا۔

(بخاری شریف)

۵۔ شوال میں نکاح کرنا سنت ہے

اسلام سے پہلے عربوں میں یہ رواج عام تھا کہ وہ شوال میں نکاح نہ کرتے کیونکہ وہ شوال میں دلھن کو گھر لانے کو برا تصور کیا کرتے تھے۔ قرآن کے اس خیال کی تردید کی گئی۔ کہ شوال میں نکاح کرنا جائز اور درست ہے بلکہ سنت ہے اور اس کی دلیل حضرت عائشہ رض کی روایت کردہ یہ حدیث ہے جس میں انھوں نے یہ بات بیان فرمائی کہ اگر شوال میں شادی بیاہ کرنا برا یا منحوس ہوتا تو پھر آخر میری شادی بھی شوال میں ہوئی اور مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت نصیب ہوئی اس سے بڑھ کر اور خوش قسمتی کیا

ہوگی۔ مطلب یہ ہوا کہ جو کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شوال کے ماہ میں کیا وہ ہر لحاظ سے جائز اور سنت ہے۔

وَعَنْهَا قَالَتْ تَزَوَّجَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَوَّالٍ وَ بَنٰى بِيْ فِيْ شَوَّالٍ فَاَيُّ نِسَاۤءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اَحْظٰى عِنْدَهٗ مِنِّيْ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوال کے مہینے میں مجھے اپنے نکاح میں لیا اور شوال کے مہینے میں ہی میرے ساتھ زفاف فرمایا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کونسی زوجہ مطہرہ حضورؐ کو مجھ سے زیادہ محبوب ہے۔ (مسلم)

۶۔ اجازتِ نکاح سُنّت ہے

عورت کے لیے شادی کا مسئلہ بڑا اہم ہے اس میں اس کی مرضی اور رائے کا شامل ہونا ضروری ہے کیونکہ عورت کی مرضی کے خلاف شادی پوری زندگی تلخ ہو جاتی ہے اس لیے شریعت نے ہر بالغ مسلمان کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت یہ حق دیا ہے کہ اس موقعہ پر وہ اپنی مرضی اور خواہش کا پورا پورا اظہار کرے۔ خاص طور پر عورتوں کے بارہ میں ان کے ماں باپ ولی اور سرپرست پر زیادہ زور دیا ہے کہ اس معاملہ میں ذاتی پسند و ناپسند کو ترجیح نہ دیں بلکہ عورت کو سوچنے کا بھی موقعہ دیں۔ اور اس کے دلی ارادے کا احترام کریں۔ اگر وہ کہیں شادی نہ کرنا چاہے تو وہاں اس کی شادی نہ کریں۔ لہذا اسلام نے اس امر کی پابندی لگائی ہے کہ عورت کی شادی سے پہلے اس سے اجازت لی جائے۔ اگر وہ شرم و حیا کی وجہ سے اپنی اجازت و مرضی کا زبان سے اظہار نہ کرے تو پھر اس کی خاموشی ہی کو اس کی اجازت تصور کیا جائے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بیوہ کا

تُنْكَحُ الْاَيِّمُ حَتّٰى تُسْتَاْمَرَ وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتّٰى تُسْتَاْذَنَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ اِذْنُهَا قَالَ اَنْ تَسْكُتَ۔

نکاح نہ کیا جائے جب تک کہ اس سے اجازت نہ لی جائے اور نہ کسی کنواری کا نکاح کیا جائے یہاں تک کہ اس سے اجازت لی جائے۔ لوگ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ! اس کا اذن کیسے؟ فرمایا کہ وہ خاموش ہو جائے (متفق علیہ)

یتیم بچی کو خاص کر یہ حق دیا گیا ہے کہ نکاح سے پہلے اس سے اجازت لی جائے۔ اگر وہ خاموشی اختیار کرے تو سمجھ لیں کہ اس کی اجازت ہے اگر وہ انکار کر دے تو پھر اس پر جبر نہیں کرنا چاہیئے۔ اس کی تائید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے ہوتی ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْيَتِيْمَةُ تُسْتَاْمَرُ فِيْ نَفْسِهَا فَاِنْ صَمَتَتْ فَهُوَ اِذْنُهَا وَاِنْ اَبَتْ فَلَا جَوَازَ عَلَيْهَا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یتیم لڑکی سے اس کی ذاتی مرضی دریافت کی جائے اگر وہ خاموش رہے تو یہ اس کی اجازت ہے اگر وہ انکار کرے تو اس پر جبر کرنا جائز نہیں۔ (ترمذی، نسائی)

جس عورت کا نکاح اس کی رضامندی کے خلاف ایسے مرد سے کر دیا جائے، جسے وہ ناپسند کرتی ہو تو پھر عورت کو اختیار حاصل ہے خواہ اس پر راضی رہے یا اپنے علیحدگی کے اختیار کو بروئے کار لے آئے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ جَارِيَةً بِكْرًا اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ اَنَّ اَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ كَارِهَةٌ فَخَيَّرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ایک کنواری لڑکی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر ذکر کیا کہ اس کے والد ماجد نے اس کا نکاح کر دیا جس کو وہ ناپسند کرتی ہے۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو

وَسَکَتَ ۔ اختیار دیا ۔ (ابوداؤد)

۷۔ نکاح میں ولی سے اجازت لینا سُنّت ہے

جس طرح نکاح سے پہلے اس عورت کی رضامندی اور اجازت ضروری ہے جس کا نکاح ہو ۔ ایسے ہی اس ولی سے بھی نکاح کی اجازت لینا ضروری ہے جس کی کفالت میں لڑکی ہوتی ہے ۔ عورت کا سب سے پہلا ولی اس کا باپ ہے پھر اس کے بعد اس کا حقیقی بھائی، پھر چچا اور دادا وغیرہ ہوتا ہے ولی کا عاقل اور بالغ ہونا بھی ضروری ہے ۔ بالغ عورت کا نکاح اس کے ولی کی اجازت کے بغیر نہیں ہوسکتا اس لیے نکاح سے پہلے ولی سے اجازت لینا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے ۔

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَيُّمَا امْرَاَةٍ نَكَحَتْ نَفْسَهَا بِغَيْرِ اِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ فَاِنْ دَخَلَ بِهَا فَلَهَا الْمَهْرُ بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا فَاِنِ اشْتَجَرُوْا فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَّا وَلِيَّ لَهٗ ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو اس کا نکاح باطل ہے اس کا نکاح باطل ہے اس کا نکاح باطل ہے اگر مرد نے اس سے صحبت کرلی تو عورت کو اتنا مہر ملے گا کہ جتنا اس کی شرمگاہ سے فائدہ اٹھایا ہے ۔ اگر لوگ اختلاف کریں تو جس کا کوئی ولی نہ ہو تو اس کا ولی سلطان ہے ۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد)

اس حدیث سے ایک مسئلے کی وضاحت ہوتی ہے کہ جس عورت کا کوئی ولی نہ ہو اس کا ولی حکومت کا سربراہ ہوگا ۔

۸۔ سُنّتِ گواہی نکاح گواہوں کے روبرو کرنا ضروری ہے۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کی ترغیب دی ہے اس لیے ایجاب و قبول کے وقت گواہوں کا ہونا سنت ہے بلکہ یہ نکاح کی ضروری شرائط میں سے ہے لہذا گواہوں کا عاقل بالغ ہونا ضروری ہے۔ گواہی دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی ہوتی ہے۔ چونکہ نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہوتا ہے اس لیے گواہی دینے والے کو بھی ثواب ہوتا ہے۔ گواہی کے بغیر نکاح کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مذمت فرمائی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْبَغَایَا الَّتِیْ یُنْکِحْنَ اَنْفُسَهُنَّ بِغَیْرِ بَیِّنَةٍ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بدکار عورتیں وہ ہیں جو اپنا نکاح بغیر گواہوں کے کریں (ترمذی شریف)

اصل گواہ تو وہی ہوتے ہیں جن کو مجلس نکاح میں گواہی کے لیے منتخب کیا جاتا ہے مگر اس کے علاوہ وہ تمام حاضرین بھی گواہ ہی ہوتے ہیں جو نکاح کا ایجاب و قبول سنتے ہیں۔ جب مسلمان مرد کا نکاح مسلمان عورت کے ساتھ ہو تو گواہوں کا مسلمان ہونا ضروری ہے لہذا مسلمان مرد اور عورت کا نکاح غیر مسلموں کی شہادت سے نہیں ہو سکتا البتہ نکاح اگر کسی کتابیہ سے ہو تو اس نکاح میں اہل کتاب کو گواہ بنایا جا سکتا ہے۔

۹۔ مہر مقرر کرنا سُنّت ہے مہر اس معاوضے کو کہا جاتا ہے جو نکاح کے موقعہ پر شوہر کی طرف سے عورت کے لیے حقوقِ زوجیت کی بنا پر مقرر کیا جاتا ہے۔ مہر نکاح کی ضروری شرائط میں سے ہے یعنی اگر کوئی شخص نکاح کے وقت یہ نیت کر لے کہ مہر نہیں دیا جائے گا، تو

تو اس کا نکاح صحیح ہی نہ ہوگا کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ جن عورتوں سے تم نکاح کرو ان کے مقرر شدہ مہر ان کو ادا کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی تمام ازواجِ مطہرات کا مہر مقرر ہوا۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں مہر مقرر کرنا سنت ہے۔ شریعت اسلامیہ نے مہر کی کسی خاص مقدار کو معین کر کے واجب قرار نہیں دیا۔ اور نہ اس کی زیادہ سے زیادہ حد مقرر کی گئی ہے بلکہ اسے خاوند کی حیثیت اور استطاعت پر موقوف رکھا ہے یعنی جو شخص جس قدر مہر دینے کی استطاعت رکھتا ہو اسی قدر مقرر کرے البتہ شریعت میں کم از کم مقدار مقرر کی گئی ہے تاکہ اس سے کم مقرر نہ کیا جائے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَۃَ کَمْ کَانَ صَدَاقُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ کَانَ صَدَاقُہٗ لِاَزْوَاجِہٖ ثِنْتَیْ عَشَرَۃَ اُوْقِیَۃً وَّنَشٌّ قَالَتْ اَتَدْرِیْ مَا النَّشُّ قُلْتُ لَا قَالَتْ نِصْفُ اُوْقِیَۃٍ فَتِلْکَ خَمْسُ مِائَۃِ دِرْھَمٍ۔

حضرت ابو سلمہؓ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کتنا مہر دیا کرتے تھے۔ فرمایا کہ آپ کا اپنی ازواج مطہرات کے لیے مہر بارہ اوقیہ اور نش ہوتا تھا۔ فرمایا کیا آپ جانتے ہیں کہ نش کیا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا کہ نصف اوقیہ۔ پس یہ پانچ سو درہم ہو گئے۔ (مسلم شریف)

۱۰۱۔ اعلانِ نکاح سنّت ہے

نکاح کا اعلان کرنا سنت ہے یہی وجہ ہے کہ نکاح کو ظاہر کر کے کرنا چاہیئے۔ لہٰذا چھپ کر نکاح کرنا جائز نہیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نکاح کا اعلان کرو اگرچہ دف ہی کیوں نہ بجانا پڑے۔ کیونکہ آپ کے زمانہ میں شادی کے موقعہ پر دف بجایا جاتا تھا اس لیے آپ نے اسے اعلان کا ایک ذریعہ قرار دیا۔ آجکل چونکہ

دف کا رواج نہیں رہا ہے اس لیے نکاح کے اعلان سے مراد یہ ہے کہ لوگوں میں بیٹھ کر نکاح پڑھا جائے جو اعلان کرنے کے مترادف ہوگا تاکہ نکاح کا دوسرں کو پتہ چل جائے اس لیے چوری چھپے نکاح کرنا درست نہیں۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَاطِبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصْلُ مَا بَيْنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ الدُّفُّ وَالصَّوْتُ فِي النِّكَاحِ۔

حضرت محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حلال نکاح اور حرام کی تمیز دف اور آواز سے ہوتی ہے۔

(النسائی شریف)

عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ قَالَتْ جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ حِيْنَ بُنِيَ عَلَيَّ فَجَلَسَ عَلٰى فِرَاشِيْ كَمَجْلِسِكَ مِنِّيْ فَجَعَلَتْ جُوَيْرِيَاتٌ لَنَا يَضْرِبْنَ بِالدُّفِّ وَيَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ اٰبَائِيْ يَوْمَ بَدْرٍ اِذْ قَالَتْ اِحْدٰهُنَّ وَفِيْنَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ فَقَالَ دَعِيْ هٰذِهٖ وَقُوْلِيْ بِالَّذِيْ كُنْتِ تَقُوْلِيْنَ۔

حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب میری رخصتی ہوگئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور میرے بستر پر جلوہ افروز ہوئے جیسے تم میرے پاس بیٹھو ہو۔ ہماری بچیاں دف بجا کر اپنے آباؤ اجداد کے مرثیے بیان کرنے لگیں جو غزوہ بدر میں شہید ہوئے تھے جب ان میں سے ایک نے کہا کہ ہم میں ایسا نبی جلوہ افروز ہے جو کل کی بات جانتا ہے تو آپ نے فرمایا اسے چھوڑ دو اور وہی بات کہو جو تم کہہ رہی تھیں۔

(بخاری)

۱۱۔ مسجد میں نکاح کرنا سنت ہے

مسجد مقام خیر ہے۔ چونکہ مسجد کو اللہ کا گھر کہا جاتا ہے اس لیے جو کام بھی

مسجد میں کیا جائے اس میں خیر و برکت شاملِ حال ہو جاتی ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں نکاح کرنے کی تاکید کی ہے کہ جب نکاح کا وقت ہو تو مسجد میں بیٹھ کر نکاح کیا جائے۔ مسجد میں نکاح کرنے میں حکمت یہ ہے کہ نکاح کا زینہ نیک مقام پر سرانجام پائے اور میاں بیوی کا بندھن راہ راست پر قائم رہے اور وہ دونوں اللہ کی عبادت اور اطاعت میں پابند رہیں۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ جس شخص کا نکاح مسجد میں ہوگا وہ نفاق سے محفوظ رہے گا اور میاں بیوی میں اتفاق رہے گا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْلِنُوْا هٰذَا النِّكَاحَ وَاجْعَلُوْهُ فِي الْمَسَاجِدِ وَاضْرِبُوْا عَلَيْهِ بِالدُّفُوْفِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نکاح کا اعلان کیا کرو اور یہ تمام مسجدوں میں کیا کرو اور اس موقع پر دف بجایا کرو۔

(ترمذی)

۱۲۔ نکاح کے وقت خطبہ پڑھنا سنت ہے

نکاح کے وقت شادی کی مجلس میں سب کے سامنے یہ خطبہ پڑھیں کیونکہ نکاح کے وقت خطبہ پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اس کے بعد منکوحہ سے اجازت حاصل کر کے دولہا کے سامنے اس سے مخاطب ہو کر یوں کہیں کہ فلاں عورت، فلاں کی بیٹی تمھاری زوجیت میں بعوض اتنے مہر کے دے دیا۔ تم نے قبول کیا؟ دولہا اس کے جواب میں کہے کہ ہاں! میں نے اتنے مہر میں اپنی زوجیت میں قبول کر لیا۔ اس کے بعد دولہا دلھن کے لیے اچھی زندگی گزارنے کی دعا مانگیں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز اور حاجت

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّشَهُّدَ فِي الصَّلٰوةِ وَالتَّشَهُّدَ فِي الْحَاجَةِ - قَالَ التَّشَهُّدُ فِي الصَّلٰوةِ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبٰتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ - وَالتَّشَهُّدُ فِي الْحَاجَةِ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَيَقْرَاُ ثَلٰثَ اٰيَاتٍ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْـتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ يٰاَيُّهَا النَّاسُ

کے لیے تشہد سکھایا۔ فرمایا کہ نماز کا تشہد یہ ہے "تمام زبانی، بدنی اور مالی عبادتیں اللہ کے لیے ہیں اے نبیؐ! آپ پر سلام ہو، اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں۔ ہم پر اللہ کا سلام ہو اور اللہ کے نیک بندوں پر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ مصطفیٰ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں" حاجت کا تشہد یہ ہے: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ ہم اس سے مدد چاہتے ہیں اور بخشش طلب کرتے ہیں اور اپنے نفسوں کی برائی سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں جس کو اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس کو وہ گمراہی میں پڑا رہنے دے اسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفیٰؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اور یہ تین آیتیں پڑھے: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہرگز نہ مرنا مگر مسلمانی کی حالت میں (۳: ۱۰۲) اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا اور ان

اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ۙ یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا۔

دونوں سے بہت مرد و عورت پھیلا دیے۔ اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو۔ اور رشتوں کا لحاظ رکھو بے شک اللہ تمھیں ہر وقت دیکھ رہا ہے (۴:۱) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کرو۔ تمھارے اعمال تمھارے لیے سنوار دے گا اور تمھارے گناہ بخش دے گا۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی (۳۳: ۷۰، ۷۱)

(احمد بن جزم)

(ابوداؤد، نسائی)

(ابن ماجہ)

(دارمی)

۱۳۔ نکاح کے آخر میں دلھا دلھن کے لیے دعا کرنا سنت ہے

نکاح ہو جانے کے آخر میں دلھن اور دیگر حضرات کو ان کی زوجیت میں اتفاق اور برکت کی دعا کرنی چاہیے

اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یہ ہے:۔

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ تَزَوَّجَ عَقِیْلُ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ اِمْرَاَةً مِّنْ بَنِیْ جُشَمٍ فَقِیْلَ لَهٗ بِالرِّفَاءِ وَالْبَنِیْنَ قَالَ قُوْلُوْا كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عقیل بن ابی طالب نے کسی سے نکاح کیا، تو انھیں لوگوں نے بالرفاء والبنین کہہ کر دعا دی حضرت عقیل فرمانے لگے کہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا تم بھی اسی طرح کہو اور حضور صلی

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَارَكَ اللّٰہُ لِکُمْ وَبَارَكَ لَکُمْ۔ اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا تھا بارك اللہ الخ (اللہ تعالیٰ تمہاری ہر چیز میں برکت دے اور تمہیں برکت والا کرے۔)

دعا کے بعد چھوہارے تقسیم کرنا بھی سنت ہے اس لیے چھوہارے تقسیم کریں۔

---

(۲۴)

دعوتِ ولیمہ

ولیمہ کھانے پینے کی ایک دعوت ہے جو نکاح کے موقعہ پر میاں بیوی کے ازدواجی اجتماع اور ملاقات کے بعد لڑکے والوں کی طرف سے کی جاتی ہے۔ ولیمہ التیام سے مشتق ہے جس کے معنی اجتماع کے ہیں اس لیے زوجین کے اجتماع کی تقریب میں جو کھانا کھلایا جاتا ہے وہ ولیمہ کہلاتا ہے۔

دعوت ولیمہ کا سنت طریقہ یہ ہے کہ نکاح کے بعد پہلی رات جب خاوند اپنی بیوی کے پاس گزارے تو دوسرے روز ولیمہ کرے۔ کھانا سادہ طریقے سے پکائے اور صاف ستھری جگہ پر کھلانے کا اہتمام کرے اپنے عزیزوں رشتہ داروں کو دعوت پر بلا کر حسب توفیق ان کی خدمت کرے۔ دعوت پر بلانے میں امیر و غریب کا امتیاز نہ کرے بلکہ کوشش کرے کہ امیر غریب سبھی شامل ہوں۔ اللہ کے نیک بندوں کو دعوت میں بلانا باعثِ سعادت ہوتا ہے۔ اس لیے اللہ کے محبوب بندوں کو بلانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ کھانا بٹھلا کر کھلانے کا اہتمام کرنا چاہیئے کیونکہ کھڑے ہو کر کھانا خلافِ شرع ہے۔ دائیں طرف سے کھانا تقسیم کرنے کا آغاز کرے کیونکہ دائیں طرف سے

کسی چیز کا تقسیم کرنا سنت ہے اور کھانا کھاتے وقت ان تمام آداب کو مدنظر رکھے جن کا کھانے کے وقت کرنا سنت ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات سے نکاح کے موقعہ پر دعوتِ ولیمہ کا اہتمام فرمایا جس کے متعلق مختلف روایات حسبِ ذیل ہیں:۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اَوْلَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ بَنٰی بِزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ فَاَشْبَعَ النَّاسَ خُبْزًا وَّ لَحْمًا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے زفاف فرمایا تو لوگوں کو روٹی اور گوشت سے شکم سیر کیا۔ (بخاری)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے جب نکاح کیا تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت ہی سادہ انداز میں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم اور عزیزوں کی دعوتِ ولیمہ کی اور لوگوں کو بکری کا گوشت اور روٹی کھلائی ، ایک اور حدیث میں اس دعوت کا یوں ذکر ہوا ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ مَا اَوْلَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْ نِّسَآئِهٖ مَا اَوْلَمَ عَلٰی زَيْنَبَ اَوْلَمَ بِشَاةٍ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی زوجہ مطہرہ کا ایسا ولیمہ نہیں کیا جیسا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا کیا ان کا ولیمہ ایک بکری سے کیا۔ (مسلم شریف)

بعض ازواج مطہرات کے ولیمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بھی کھلائے۔

عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ قَالَتْ اَوْلَمَ النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی بَعْضِ نِسَآئِهٖ بِمُدَّيْنِ مِنْ شَعِيْرٍ۔

حضرت صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض ازواجِ مطہرات کا ولیمہ دو مُد جو کے ساتھ کیا تھا۔ (بخاری شریف)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ سے جب نکاح کیا تو اس وقت بھی آپؐ نے دعوتِ ولیمہ کی۔ حضرت صفیہؓ خیبر کی ایک بستی سے جہاد میں قید ہو کر آئیں اور ایک صحابی کے حصہ میں آئیں۔ آپؐ نے اس صحابی کو معاوضہ دے کر اسے آزاد کر دیا اور پھر اس کی دلجوئی کے لیے اس سے شادی کر لی اور شادی کے موقعہ پر حیس سے دعوتِ ولیمہ کی۔ حیس ایک کھانے کا نام ہے جو حلوے کی مانند ہوتا ہے۔ جو کھجور، گھی اور پنیر سے بنایا جاتا ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْتَقَ صَفِيَّةَ وَتَزَوَّجَهَا وَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا وَاَوْلَمَ عَلَيْهَا بِحَيْسٍ۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ کو آزاد کر کے ان کے ساتھ نکاح کر لیا اور آزادی ان کا مہر قرار پایا آپ نے حیس کے ساتھ ان کا ولیمہ کیا۔
(بخاری شریف)

ابن ماجہ کی ایک روایت میں حضرت انسؓ بن مالک کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ کا ولیمہ ستو، کھجوروں سے کیا۔

احادیث کے مطابق دعوت ولیمہ کی سنتیں اور آداب مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ ولیمہ حیثیت کے مطابق کیا جائے

ولیمہ کی دعوت کا اہتمام اپنی حیثیت کے مطابق کرنا چاہیئے اپنی چادر سے زیادہ پاؤں پھیلانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ زیادہ تکلفات میں پڑنے سے پریشانی زیادہ لاحق ہوگی۔ اس لیے سادہ ولیمے کو ترجیح دی جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی تاکید فرمائی ہے کہ اپنی حیثیت کے مطابق دعوت ولیمہ کیا جائے مگر یاد رہے کہ ولیمہ میں اسراف سے کام نہ لیا جائے۔ جو شخص اس اصول کے خلاف چلنے کی کوشش کرتا ہے وہ ہمیشہ پریشان اور تباہ ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات

کی ترغیب یوں دی ہے:۔

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی عَلٰی عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ اَثَرَ صُفْرَۃٍ فَقَالَ مَا ھٰذَا قَالَ اِنِّیْ تَزَوَّجْتُ امْرَاَۃً عَلٰی وَزْنِ نَوَاۃٍ مِّنْ ذَھَبٍ قَالَ بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاۃٍ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے اوپر زردی کا نشان دیکھا تو فرمایا یہ کیا ہے؟ عرض گزار ہوئے کہ میں نے ایک عورت سے گٹھلی کے برابر سونے پر نکاح کر لیا ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ برکت دے۔ ولیمہ بھی کرلو خواہ ایک بکری سے ہو (بخاری)

حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تکلف نہ کروں اور ما حضر سے گریز نہ کیا کروں" اور صحابہ کرام رضہ کا معمول تھا کہ روٹی کے ٹکڑے اور خشک کھجوریں ایک دوسرے کے آگے رکھ دیتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اس شخص سے بڑھ کر گناہگار کون ہو سکتا ہے جو اس (کھانے کی چیز) کو حقیر سمجھتا ہے جو وقت پر حاضر و موجود ہو اور اسے دوسروں کے سامنے نہیں لاتا۔ یا پھر اس شخص سے جو دوسروں کے ماحضر کو حقیر تصور کرتا ہے (یعنی جو کچھ بلا تکلف اس کے سامنے رکھا جائے اسے حقارت سے دیکھتا ہے۔)

۲۔ دعوت ولیمہ قبول کرنا سنت ہے

ولیمہ کی دعوت قبول کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے بعض صاحب حیثیت لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ اگر انھیں دعوت دی جائے تو وہ اپنے تفاخر کی بنا پر قبول نہیں کرتے اور کسی نہ کسی بہانے سے ٹال دیتے ہیں۔ ایسا کرنا اچھی عادت نہیں بلکہ فخر اور غرور اخلاقی تقاضے کے خلاف ہے۔ بعض فقہاء کا کہنا ہے کہ شادی کے موقعہ پر ولیمہ کی دعوت قبول کرنا واجب ہے اگر کوئی شخص بلا عذر دعوت قبول نہ کرے، تو وہ

گنہگار ہوگا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس شخص نے دعوت قبول نہ کی اس نے خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ بعض لوگ دعوت ولیمہ کو اس بنا پر رد کر دیتے ہیں کہ مدعو کرنے والے کا گھر بہت دور ہے بلکہ جہاں تک ممکن ہو دور والے کی دعوت بھی قبول کرے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیدی کو چھڑایا کرو۔ دعوت کرنے والے کی دعوت قبول کیا کرو اور بیمار کی بیمار پرسی کیا کرو۔ (بخاری شریف)

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دُعِيَ اَحَدُكُمْ اِلَى الْوَلِيْمَةِ فَلْيَاْتِهَا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کسی کو دعوت ولیمہ دی جائے تو اس میں حاضر ہو جائے۔ (بخاری شریف)

حضرت امام غزالی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ دعوت قبول کرنا محض پیٹ بھرنے کی غرض سے نہیں ہونا چاہیئے یہ تو حیوانوں کا سا فعل ہے بلکہ قبولیتِ دعوت کے وقت یہ نیت ہونی چاہیئے کہ دعوت قبول کرنے سے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کر رہا ہوں تو اس نیت کا بہت اجر ہے۔

۲۔ دعوت قبول کرنے کا اصول

ایک ہی وقت پر اگر دو حضرات کی طرف سے ولیمہ کی دعوت ہو تو اس میں اس دعوت کو قبول کریں جس کی قربت کا تعلق زیادہ ہو۔ اگر دونوں کے ساتھ ایک جیسے تعلقات ہیں یا ایک ہی محلے میں رہتے ہوں تو اس صورت میں اس شخص کی دعوت قبول کرنے کو ترجیح دی جائے جس کا دروازہ آپ کے قریب ہو اور اگر ہمسایوں کے علاوہ کہیں دور سے دو آدمی بیک وقت مدعو کریں تو اس صورت میں اس شخص کی دعوت کو ترجیح دی جائے

جس سے زیادہ قریبی جان پہچان ہو اور جو زیادہ صالح اور پرہیزگار ہو یا حقوق کے اعتبار سے دوسرے سے زیادہ قریب ہو۔ اس اصول کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی یہ ہے:۔

وَعَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اجْتَمَعَ الدَّاعِیَانِ فَاَجِبْ اَقْرَبَہُمَا بَابًا وَاِنْ سَبَقَ اَحَدُہُمَا فَاَجِبِ الَّذِیْ سَبَقَ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب دو دعوت کرنے والے جمع ہو جائیں تو اس کی قبول کرو جس کا دروازہ زیادہ نزدیک ہے اور اگر ایک پہلے آئے تو اس کی قبول کرو جو پہلے آیا۔

(ابوداؤد)

۴۔ زیادہ دنوں تک دعوتِ ولیمہ کا طریقہ

ایک دن سے زیادہ دنوں تک دعوتِ ولیمہ کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں مگر اس میں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ زیادہ دنوں کا اہتمام کرنے میں کہیں ریاکاری شامل نہ ہو جائے کیونکہ دکھاوے سے دعوت کا مقصد فوت ہو جائے گا اس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسبِ ذیل طریقہ بیان فرمایا ہے:۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَعَامُ اَوَّلِ یَوْمٍ حَقٌّ وَطَعَامُ یَوْمِ الثَّانِیْ سُنَّۃٌ وَطَعَامُ یَوْمِ الثَّالِثِ سُمْعَۃٌ وَمَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰہُ بِہٖ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پہلے دن کا کھانا حق ہے دوسرے دن کا کھانا سنت اور تیسرے دن کا کھانا دکھاوا ہے جو دکھاوا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کا دکھاوا کر دے گا

(ترمذی)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ ایک سے زیادہ دنوں تک دعوتِ ولیمہ کرنے کا مقصد یہ ہوا کہ شادی میں پہلے دن لوگوں کو بلانا اور لوگوں کا اس دعوت کو قبول کر لینا سنت مؤکدہ ہے اور دوسرے دن لوگوں کو مدعو کرنا مسنون و مستحب ہے۔ دو دن کے بعد جب تیسرے دن بھی میزبان دعوت دے تو سمجھنا چاہیئے کہ اب اس کی دعوت میں نام و نمود کا عنصر پیدا ہو گیا ہے۔ یعنی اس نے تیسرے دن لوگوں کو اس لیے بلایا کہ لوگ اس کی تعریف کریں اور وہ لوگوں میں شہرت پائے تو ایسے شخص کے بارے میں یہ تنبیہ فرمائی گئی ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں اعلان کرے گا کہ دیکھو اس شخص نے محض دکھاوے کے لیے لوگوں کو کھانا کھلایا تھا اس طرح اس کی تذلیل ہوگی۔ لہٰذا ایسے کرنے سے بچنا چاہیئے۔

۵۔ دعوتِ ولیمہ میں بغیر بلائے جانا منع ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر بلائے دعوت میں شامل ہونے سے منع فرمایا ہے اور ایسا کرنا خلافِ سنت ہے۔ بعض لالچی طمع پرست لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ دعوتوں میں بغیر بلائے شامل ہونے کی عادت بنا لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی عادت قابلِ مذمت ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دُعِيَ فَلَمْ يُجِبْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَمَنْ دَخَلَ عَلٰى غَيْرِ دَعْوَةٍ دَخَلَ سَارِقًا وَّخَرَجَ مُغِيْرًا

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی دعوت کی جائے اور وہ قبول نہ کرے تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اور جو بغیر دعوت کے اندر گیا وہ چور کی شکل میں داخل ہوا اور ڈاکو کی صورت میں باہر نکلا۔ (ابوداؤد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر بلائے دعوت میں شامل ہونے والے کو چور سے

تشبیہ دی ہے کیونکہ جس طرح چور چھپ کر کسی کے گھر میں داخل ہو جاتا ہے اسی طرح بِن بلایا مہمان بھی صاحبِ خانہ کی اجازت کے بغیر دعوت میں چور کی مانند چپکے سے آجاتا ہے جس طرح چور بلا اجازت کسی مکان میں داخل ہونے سے گنہگار ہوتا ہے اسی طرح بن بلایا مہمان بھی اپنے غیر اخلاقی فعل کی وجہ سے گنہگار ہوتا ہے۔

۶۔ دعوتِ ولیمہ میں بچوں اور عورتوں کو ساتھ لے جانا

دعوتِ ولیمہ میں بچوں اور عورتوں کو ساتھ لے جانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا ہے اس لیے دعوت دیتے وقت اس بات کا خیال رکھیں، کہ زیادہ زینت والے حضرات کے اہل وعیال کو بھی دعوتِ ولیمہ میں مدعو کریں۔

عَنْ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ اَبْصَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَاءً وَّصِبْيَانًا مُّقْبِلِيْنَ مِنْ عُرْسٍ فَقَامَ مُمْتَنًّا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اَنْتُمْ مِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيَّ۔

عبدالعزیز بن صہیب نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ عورتوں اور بچوں کو دعوتِ ولیمہ سے واپس آتے ہوئے دیکھا تو آپ جوشِ مسرت میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا خدا گواہ ہے کہ تم مجھے لوگوں میں سب سے پیارے ہو۔

(بخاری شریف)

۷۔ غریبوں اور مالداروں کو دعوت میں بلانے کی تاکید

دعوتِ ولیمہ میں صرف مالداروں کو بلانا درست نہیں۔ کیونکہ صرف امیر لوگوں کو بلانے سے غریبوں مسکینوں اور فقیروں کا حق مارا جائے گا اس لیے ولیمہ میں اپنے عزیز و اقارب اور یار دوستوں کے علاوہ غریبوں کو بھی بلایا جائے اس سے اللہ کا حق ادا ہوتا ہے کیونکہ غریبوں اور حقداروں کو جو کچھ بھی کھلایا پلایا جاتا ہے گویا وہ اللہ کی طرف منسوب ہوتا ہے اور ایسی دعوت جس میں سے اللہ کا حق

نہ نکالا جائے گا وہ بُری دعوت تصور کی جائے گی۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِیْمَةِ یُدْعٰی لَهَا الْاَغْنِیَاۗءُ وَیُتْرَكُ الْفُقَرَاۗءُ وَمَنْ تَرَكَ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَی اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سب کھانا سے بُرا وہ ولیمہ کا کھانا ہے جس میں مالدار بلائے جائیں اور غریبوں کو چھوڑ دیا جائے جس نے دعوت قبول نہ کی اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ (مسلم شریف)

اسلام سے پہلے عربوں میں یہ عادت عام تھی کہ وہ اپنے ولیمہ میں صرف مالداروں کو بلایا کرتے تھے۔ غرباء کو بالکل نہ پوچھتے بلکہ انھیں حقارت اور ذلت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ولیمے کو بُرا قرار دے دیا کہ جس میں صرف امیر ہوں۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ لوگ جہاں امیروں کو بلاتے ہیں وہاں غریبوں کو بھی بلائیں تاکہ آپس میں پیار کا جذبہ زیادہ ہو۔

ایک مرتبہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ درویشوں کی ایک جماعت کے پاس سے گزر رہے تھے تو دیکھا کہ وہ لوگ روٹی کے ٹکڑے آگے رکھے ہوئے ہیں اور مزے سے کھا رہے ہیں اور کہنے لگے کہ اے فرزند رسول! ہمارے ساتھ موافقت کرو۔ آپ فوراً سواری کے جانور سے نیچے اتر آئے اور ان کے ساتھ کھانے میں مشغول ہو گئے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ متکبروں کو دوست نہیں رکھتا اور کھانے سے فارغ ہو کر کہا اب تم کل کے لیے میری دعوت قبول کرو۔ (انھوں نے بخوشی قبول کر لی تو) اگلے دن ان لوگوں کے لیے عمدہ عمدہ کھانے پکوائے اور ان کے ساتھ مل کر بیٹھے اور سب نے کھانے کھائے۔

۸۔ ولیمہ میں اظہارِ فخر کی مذمت

اظہارِ فخر اور محض نام و نمود کے لیے بڑے زور شور سے دعوتِ ولیمہ کرنا اچھا نہیں۔

کیونکہ ایسا کرنا خلافِ سنت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبر اور فخر کے کھانے کی مذمت فرمائی ہے۔

وَعَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ طَعَامِ الْمُتَبَارِيَيْنِ أَنْ يُؤْكَلَ۔

عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فخریہ کھلانے والوں کا کھانا کھانے سے منع فرمایا ہے۔ (ابوداؤد)

اس حدیث میں متباریین کا لفظ استعمال ہوا ہے جو ان دو شخصوں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو زیادہ کھانا پکانے اور کھلانے میں مقابلہ کریں اور ان دونوں میں اس بات کی رسہ کشی ہوتی ہے کہ اپنی بڑائی اور برتری کو ظاہر کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ کھانا پکایا جاتا ہے اور کھلایا جاتا ہے اور دوسرا کم تر رہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کے بارے میں حکم دیا ہے کہ ایسے لوگوں کی دعوت قبول نہ کی جائے پہلے زمانے کے بعض بزرگانِ دین کے بارے میں سنا ہے کہ اگر انھیں کسی شخص کی دعوت کے بارے میں شبہ ہو جاتا کہ اس کی دعوت صرف اظہار فخر اور نمود کا ذریعہ ہے تو وہ اس کی دعوت میں نہ جاتے۔

۹۔ سات باتوں پر عمل کی تاکید

سات باتوں پر عمل کرنا عین مسلمانی ہے۔ ان باتوں میں سے ایک بات دعوتِ ولیمہ بھی ہے

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ أَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ أَمَرَنَا بِعِيَادَةِ الْمَرِيضِ وَاتِّبَاعِ الْجَنَازَةِ وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا اور سات چیزوں سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ نے ہمیں بیمار کی عیادت کرنے، جنازے کے پیچھے جانے، چھینکنے والے کو جواب

وَاِبْرَارِ الْقَسَمِ وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ وَاِفْشَاءِ السَّلَامِ وَاِجَابَةِ الدَّاعِیْ وَنَهَانَا عَنْ خَوَاتِیْمِ الذَّهَبِ وَعَنْ اٰنِیَةِ الْفِضَّةِ وَعَنِ الْمَیَاثِرِ وَالْقَسِیَّةِ وَالْاِسْتَبْرَقِ وَالدِّیْبَاجِ

دینے۔ قسمیں پوری کرنے، مظلوم کی مدد کرنے، سلام کو پھیلانے اور دعوت کرنے والے کی دعوت کو قبول کرنے کا حکم فرمایا اور سونے کی انگوٹھی چاندی کے برتنوں، ریشمی گدوں، ریشمی جھول ریشمی کپڑوں، استبرق اور دیباج کے کپڑوں سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری شریف)

---

(۲۵)

عقیقہ

نوزائیدہ بچے کی طرف سے خدا کے حضور شکرانے کے طور پر جو جانور ذبح کیا جاتا ہے اسے عقیقہ کہا جاتا ہے۔ شرعی لحاظ سے اکثر ائمہ کے نزدیک عقیقہ کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے مگر امام ابو حنیفہؒ نے اسے مستحب قرار دیا ہے جو سنت سے ثابت ہے۔ عقیقہ، عقٌ سے مشتق ہے جس کا لغوی مطلب چیرنا پھاڑنا ہے مگر اصطلاحاً عقیقہ اس جانور کو کہا جاتا ہے جو نوزائیدہ بچے کے سر کے بالوں کو مونڈنے کے وقت ذبح کیا جاتا ہے۔ عقیقہ میں لڑکے کی جانب سے دو جانور اور لڑکی کی طرف سے ایک جانور ذبح کرنا سنت ہے۔ عقیقہ کے مفصل احکام مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ عقیقہ کرنے کا حکم اسلام میں بچے یا بچی کی پیدائش پر یہ طریقہ رائج ہے کہ پیدائش سے ساتویں روز بچے کے سر کے بال اتار دیئے جائیں اور اس وقت جانور ذبح کرکے اس کا گوشت تقسیم کر دیا جائے۔ عقیقے کے متعلق

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ ہے:۔

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ غُلَامٍ رَهِيْنٌ بِعَقِيْقَتِهٖ يُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ سَابِعِهٖ وَيُحْلَقُ رَأْسُهٗ وَيُسَمّٰى۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہر پیدا ہونے والا بچہ اپنے عقیقے میں گروی ہے اس کی طرف سے ساتویں روز قربانی کی جائے اس کا سر منڈایا جائے اور اس کا نام رکھا جائے (سنن نسائی)

گروی سے مراد بچے کے ذمے واجب الادا فریضہ ہے جس کے ادا کرنے سے اس کے ذمے سے فرض ساقط ہو جائے گا۔

حضرت امام احمد کا قول ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس بچے کا عقیقہ نہیں ہوتا اور کم سنی میں مر جاتا ہے تو اس کو اپنے والدین کی شفاعت سے روک دیا جاتا ہے جب تک کہ اس کے والدین اس کا عقیقہ نہ کر دیں۔ وہ ان کے حق میں شفاعت کرنے کا اہل نہیں ہوگا۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ جب تک والدین بچے کا عقیقہ نہیں کرتے اس کو سلامتی اور بہتر نشوونما سے باز رکھا جاتا ہے اور پھر اس کے جو برے نتائج پیدا ہوتے ہیں وہ دراصل والدین کے مواخذہ کا سبب بنتے ہیں کہ انھوں نے عقیقہ نہیں کیا تھا۔

۲۔ عقیقے کا مقصد

عقیقے کا مقصد یہ ہے کہ عقیقے سے بچے کی اذیت دور ہو جائے یعنی جب تک بچے کے سر کے بال اتارے نہیں جاتے جو اس کی ماں کے پیٹ کے اندر پیدا ہوئے تھے، بچہ اذیت اور گندگی میں مبتلا رہتا ہے اور جب اس کے سر کے بال صاف کر دیے جاتے ہیں تو اس کی

تکلیف اور اذیت دور ہو جاتی ہے اس اذیت اور تکلیف کی نشاندہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے ہوتی ہے۔

عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرِ الضَّبِّيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَعَ الْغُلَامِ عَقِيْقَةٌ فَاَهْرِيْقُوْا عَنْهُ دَمًا وَّاَمِيْطُوْا عَنْهُ الْاَذٰى۔

حضرت سلمان بن عامر الضبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا، لڑکے کے ساتھ عقیقہ ہے۔ پس اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس کی تکلیف کو دور کرو۔ (بخاری شریف)

۲۔ عقیقہ کے جانوروں کی تعداد

عقیقہ کے جانوروں کی تعداد لڑکے کی جانب سے دو اور لڑکی کی طرف سے ایک ہے۔

عَنْ اُمِّ كُرْزٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافَاتَانِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ۔

حضرت ام کرز رضی اللہ عنہا راویہ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لڑکے کے عقیقے کے لیے دو بکریاں ہیں جو ایک جیسی ہوں اور لڑکی کے لیے ایک بکری۔ (سنن نسائی)

ایک اور حدیث میں حضرت ام کرز سے مروی ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حدیبیہ میں ہدی کے گوشت کے بارے میں پوچھنے کے لیے حاضر ہوئی میں نے آپؐ کو ارشاد فرماتے سنا کہ لڑکے کے عقیقہ کی دو بکریاں ہیں اور لڑکی کے لیے ایک بکری خواہ وہ نر ہو یا مادہ۔ (سنن نسائی)

عقیقے میں بکری کا ہونا ضروری نہیں بلکہ بکرا، چھترا، دنبہ، اونٹ، گائے بیل اور بھینس وغیرہ بھی کی جا سکتی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اونٹ گائے کا عقیقہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ لڑکے کے لیے نر جانور اور

لڑکی کے لیے مادہ جانور کا ذبح کرنا زیادہ مناسب ہے۔ اس کے برعکس اگر لڑکے کے عقیقہ میں بکریاں اور لڑکی کے عقیقہ میں ایک بکرا ذبح کیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ لڑکے کے عقیقے میں ایک جانور ذبح کیا تو اس سے بھی سنت ادا ہو جائے گی مگر دو کا کرنا مسنون اور بہتر ہے۔

۴۔ عقیقہ کا دن عقیقہ کا دن ساتواں دن ہے۔ یعنی جب بچہ پیدا ہو تو اس کی پیدائش کے ساتویں روز جانور ذبح کیا جائے اور اس کے سر کے بال اتارے جائیں اور اس کے سر پر زعفران لگایا جائے اور ساتویں دن اس کا نام رکھا جائے۔ بالوں کے وزن کے برابر سونا اور چاندی تول کر خیرات کرنا بھی مسنون ہے۔

عَنْ بُرَیْدَۃَ قَالَ کُنَّا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ اِذَا وُلِدَ لِاَحَدِنَا غُلَامٌ ذَبَحَ شَاۃً وَّلَطَخَ رَاْسَہٗ بِدَمِھَا فَلَمَّا جَاءَ الْاِسْلَامُ کُنَّا نَذْبَحُ الشَّاۃَ یَوْمَ السَّابِعِ وَ نَحْلِقُ رَاْسَہٗ وَ نَلْطَخُہٗ بِزَعْفَرَانٍ۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دورِ جاہلیت میں جب کسی کے گھر لڑکا پیدا ہوتا تو بکری ذبح کر کے اس کا خون بچے کے سر پر لگاتا۔ جب دورِ اسلام آیا تو ہم ساتویں روز بکری ذبح کرتے ہیں۔ اور اس کا سر مونڈتے ہیں اور اس پر زعفران لگاتے ہیں۔

(ابوداؤد)

اگر ساتویں دن عقیقہ نہ کر سکیں تو جب چاہیں کر سکتے ہیں سنت ادا ہو جائے گی۔ بعض نے یہ کہا کہ ساتویں یا چودھویں یا اکیسویں دن یعنی سات دن کا لحاظ رکھا جائے۔ یہ بہتر ہے اور یاد نہ رہے تو یہ کرے کہ جس دن بچہ پیدا ہوا اس دن کو یاد رکھیں اس سے ایک دن پہلے والا دن جب آئے وہ ساتواں دن ہوگا۔ مثلاً جمعہ کو پیدا ہوا تو جمعرات ساتواں دن ہے اور سنیچر کو پیدا ہوا تو ساتواں دن جمعہ ہوگا۔ پہلی صورت میں جمعرات کو اور دوسری صورت میں جس جمعہ کو عقیقہ کرے گا اس میں ساتویں دن کا حساب ضرور آئیگا

اس کے علاوہ بچپن میں اگر کسی کا عقیقہ نہ ہوا ہو تو وہ جوانی میں یا جب چاہے، اپنا عقیقہ کر سکتا ہے۔

۵۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حُسنِ عمل

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسین رضؓ اور امام حسن رضؓ کی پیدائش کے بعد ان کے عقیقے کیے اور دوسروں کو عقیقہ کرنے کی ترغیب فرمائی۔ حضورؐ صلی کے اس حُسنِ عمل سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اولاد کا عقیقہ کرنا سنت ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ عَقَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بِكَبْشَيْنِ كَبْشَيْنِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسنؓ اور حسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ دو دو مینڈھوں سے کیا۔ (سنن نسائی)

۶۔ عقیقے کے گوشت کا استعمال

عقیقہ میں ویسا جانور ذبح کیا جائے جس کا قربانی میں ذبح کرنا جائز ہے۔ عقیقہ کا گوشت عزیز و اقارب، دوست احباب وغیرہ میں کچا تقسیم کر دیا جائے یا پکا کر کھلایا جائے۔ ہر طرح جائز اور درست ہے۔ ضرورت کے مطابق اپنے گھر میں بھی گوشت استعمال میں لا سکتا ہے۔

عقیقہ کا گوشت بناتے ہوئے یہ احتیاط کی جائے کہ اس کی ہڈی نہ توڑی جائے بلکہ ہڈیوں سے گوشت اتار لیا جائے۔ یہ بچہ کی سلامتی کی نیک فال ہے۔ البتہ جس ہڈی کا توڑنا ضروری ہو اس میں حرج بھی نہیں۔ گوشت کو جس طرح چاہیں پکا سکتے ہیں مگر میٹھا پکایا جائے تو بچہ کے اخلاق اچھے ہونے کا شگون ہوگا۔

(۲۶)

احکامِ ختنہ

مرد کے خاص اور پوشیدہ حصے پر ایک زائد کھال ہوتی ہے جسے ہٹانے کا نام ختنہ ہے۔ اس زائد کھال میں چونکہ میل کچیل اکٹھا ہو جاتا ہے اور اس کے رہنے سے پیشاب کے قطروں سے پوری طرح طہارت بھی نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ عورت سے ملاپ میں سرور حاصل نہیں ہوتا۔ ان وجوہات کی بنا پر اسلام میں ختنہ کو رائج کیا گیا ہے۔ اس کا آغاز ملتِ ابراہیم علیہ السلام سے ہوا اور اسلام میں بھی اسے ویسے ہی اپنا لیا گیا جیسے کہ اس کا رواج تھا اور اسے مسلمانی کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ یہ دراصل مسلم اور غیر مسلم میں امتیاز بھی ہے یہ شعارِ اسلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معروف سنت ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنا ختنہ کیا اس وقت ان کی عمر ۸۰ سال تھی۔ (بخاری شریف)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہماری پانچ سنتیں دائمی ہیں:۔ ۱۔ ختنہ کرنا ۲۔ ناف کے نیچے کے بالوں کی صفائی کرنا ۳۔ مونچھیں پست کرنا ۴۔ ناخن کاٹنا ۵۔ اور بغلوں کے بال اکھاڑنا۔ (مسلم شریف)

حضرت ام عطیہ انصاری رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت مدینہ منورہ میں ختنے کیا کرتی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھال زیادہ نہ کاٹا کرو۔ کیونکہ

یہ عورت کے لیے زیادہ باعثِ لذت ہے اور مرد کو پسند ہے۔ (ابوداؤد شریف)

ختنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ بچہ جب قابل برداشت ہو جائے تو ختنہ کرنے والے کو بلائیں جو آسان طریقے سے جس سے بچے کو تکلیف کم ہو، عضو کی کھال کا اوپر کا حصہ کاٹ دے۔ زخم اچھا ہونے پر بچے کو غسل کرائیں اس کے متعلق مکمل مسائل مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ ختنہ ہر صورت میں سات سال تک کروا دینا چاہیئے اس سے زائد تاخیر کرنا اچھا نہیں۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ ولادت کے ساتویں دن سے لے کر چالیس یوم تک ختنہ کروا دینا بہت بہتر ہے۔ جوں جوں بچے کی عمر زیادہ ہو گی اس کو زخم اچھا ہونے میں تکلیف ہو گی۔

۲۔ ختنے میں اگر پوری کھال نہ کٹی ہو تو اس صورت میں اگر نصف سے زائد کٹی ہو تو ختنہ درست ہے۔ باقی کو کاٹنا ضروری نہیں اور اگر نصف یا نصف سے زائد باقی رہ گئی ہو تو ختنہ دوبارہ کروانا چاہیئے۔

۳۔ پیدائشی طور پر اگر بچہ ختنہ شدہ ہو تو اس کے ختنے کی ضرورت نہیں۔

۴۔ جب کوئی شخص مسلمان ہو جائے اور وہ ختنہ شدہ نہ ہو تو اسے جلد اپنا ختنہ کروانا چاہیئے۔ اگر وہ بوڑھا اور کمزور ہو کہ اس میں ختنہ کروانے کی طاقت نہ ہو تو پھر اسے ویسے ہی رہنے دیں۔

۵۔ ختنے کے بعد اگر عضوِ خاص کی کھال دوبارہ خود بخود بڑھ جائے جس سے پھر ختنہ کی ضرورت محسوس ہونے لگے تو دوبارہ ختنہ کروانا چاہیئے۔

۶۔ ختنہ کروانا باپ کا کام ہے اگر وہ نہ ہو تو جس کی کفالت میں بچہ زیرِ پرورش ہے۔ اس کا ذمہ ہے کہ وہ بچے کا ختنہ کروائے۔

۷۔ ختنہ کے موقعہ پر ناچ گانے وغیرہ کی محفل منعقد کرنا خلاف شرع ہے کیونکہ

جو کام عام حالات میں حرام ہے وہ خاص حالات میں بھی حرام ہے۔

۸۔ ختنہ کے موقعہ پر عزیز رشتہ داروں اور یار دوستوں کو کھانا کھلانے میں کچھ حرج نہیں۔

---

(۲۷)

اسلامی نام

نام انسانی شخصیت کا آئینہ ہے لہذا اس کا بہتر ہونا ضروری ہے۔ اسلام نے جہاں تہذیب و اخلاق کے لیے اچھی راہ اختیار کی۔ وہاں اسلام نے اس امر پر بھی زور دیا کہ اپنا نام بھی ایسا رکھو جس میں اسلام کے عقائد اور اصولوں کی خلاف ورزی نہ ہو بلکہ ایسا نام ہو جس سے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی راہ نکلتی ہو۔ لہذا ہر وہ نام جس سے کوئی برا پہلو نکلتا ہے اسلام نے اسے ناجائز قرار دیا اور اسے رکھنے سے منع فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اچھائی کو پسند فرماتا ہے اس لیے وہ چاہتا ہے کہ اس کی مخلوق بھی ہر کام میں اچھائی کے اظہار کو مدنظر رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے اچھے نام کا تصور اپنے ناموں ہی سے دیا ہے کہ مجھے اچھے ناموں سے پکارو۔

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ۭ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ؀

اور خدا کے سب نام اچھے ہی ہیں تو اس کو اس کے ناموں سے پکارا کرو اور جو لوگ اس کے ناموں میں کجی اختیار کرتے ہیں ان کو چھوڑ دو۔ وہ جو کچھ کر رہے ہیں۔ عنقریب اس کی سزا پائیں گے۔

(پ ۹۔ اعراف : ۱۸۰)

اسلام سے قبل لوگوں نے جو اللہ تعالیٰ کے ناموں کے انتخاب کے بارے میں غلط سوچ کا رویہ اختیار کر رکھا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی اصلاح فرمائی کہ سب سے پہلے میرے نام کے انتخاب میں سیدھی راہ اختیار کرو۔ میری ذات کے ساتھ غلط نام منسوب نہ کرو بلکہ اچھے ناموں سے پکارو، اچھے ناموں سے مراد اللہ تعالیٰ کے وہ نام ہیں جن سے اللہ کی عظمت، برتری، تقدس اور پاکیزگی کا اظہار ہوتا ہے ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:۔

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۞	کہہ دو کہ تم (خدا کو) اللہ کے (نام سے) پکارو، یا رحمٰن (کے نام سے) جس نام سے پکارو اس کے سب نام اچھے ہیں اور نماز نہ بلند آواز سے پڑھو اور نہ آہستہ بلکہ اس کے بیچ کا طریقہ اختیار کرو

(پ۱۵، بنی اسرائیل: ۱۱۰)

معلوم ہوا کہ نام کی اچھائی کا درس جو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے وہ خود اپنے ناموں ہی سے دیا ہے اور اس سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ زندگی کے ہر شعبے میں ایسے نام اختیار کیے جائیں جو اچھے خیالات کی ترجمانی کرتے ہوں۔ نام دراصل جو ہم رکھتے ہیں اس تصور اور سوچ پر مبنی ہوتا ہے جو ہمارے ذہن کے اندر کسی کے بارے میں ہوتا ہے اس لیے اپنے ذہن کی صحیح سوچ کے اظہار کے لیے اچھا نام ہی رکھنا بہتر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو حضرات اسلام میں آئے آپؐ نے بہت سے نام ویسے ہی رہنے دیے البتہ ایسے ناموں کو گاہے بگاہے تبدیل کر دیا جن سے کفر و شرک کا اظہار ہوتا تھا، یا بتوں کے نام پر جو نام رکھے جاتے تھے انھیں ممنوع قرار دیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں کے شروع میں لفظ "عبد" بڑھا کر نام رکھنے کو بہت ہی بہتر قرار دیا۔ اس کے علاوہ عربوں میں کنیت کے ساتھ نام رکھنے کا عام رواج تھا جیسے

ابوعبیدہ، ابوطلحہ، ابوالدرداء وغیرہ، اسے ویسے ہی برقرار رہنے دیا مگر اس میں غلط کنیت اختیار کرنے کی ممانعت کر دی گئی۔ ایسے ہی عرب کئی خاندانوں اور قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے اور ہر ایک قبیلے والا اس بات کو پسند کرتا تھا کہ اس کے خاندان و قبیلہ کے ناموں میں کوئی ایسی علامت برقرار رہے جو دوسرے قبیلے سے امتیاز رکھتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی منع نہ فرمایا جیسے قریشی ہاشمی وغیرہ۔ یہ سلسلہ خاندان کے کسی بڑے آدمی کے نام سے شروع ہوتا تھا لہٰذا برا نہ تھا اس لیے اسے ویسے ہی برقرار رہنے دیا۔

نام کا اخلاق وعادات پر گہرا اثر پڑتا ہے اس لیے بچوں کا نام رکھتے وقت غور سوچ بچار کے بعد اچھا نام رکھیں۔ عموماً برے ناموں کے اثرات سے بچوں کی عادتیں بگڑ جاتی ہیں اس لیے نام رکھتے وقت ہمیشہ اچھے نام کو منتخب کریں۔ نام رکھنے کے اسلامی آداب وتصورات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ اچھا نام رکھنا سنت ہے

نام رکھنے کے آداب میں سے پہلا ادب اچھا نام رکھنا ہے۔ وہ نام جن سے اچھائی اور بھلائی کا اظہار ہوتا ہے وہ اچھے کہلاتے ہیں اور وہ چیزیں جو برائی کا مظہر ہیں اگر ان کے ناموں پر نام رکھیں گے تو وہ برے نام کہلائیں گے اس لیے اسلام میں نام رکھتے وقت اس بات کو مدنظر رکھا جائے کہ نام ایسا رکھیں جو اچھائی کا مظہر ہو۔ کیونکہ نام کے اوصاف کا اثر عموماً شخصیت پر پڑتا ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیاری امت کو بہ تاکید فرمائی ہے کہ جب نام رکھو تو اچھے نام رکھو۔

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تُدْعَوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِاَسْمَاءِ

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم قیامت کے روز اپنے اپنے باپ کے نام سے پکارے جاؤ گے

اٰبَآئِکُمْ فَاَحْسِنُوْا اَسْمَآئَکُمْ — لہذا اپنے اچھے نام رکھا کرو۔ (ابوداؤد)

۲۔ عبداللہ اور عبدالرحمٰن پسندیدہ نام ہیں

عبداللہ اور عبدالرحمٰن اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں۔ کیونکہ ان ناموں میں اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت کا اظہار ہوتا ہے اس لیے یہ نام بہت اچھے ہیں۔ عبد کے معنی بندہ کے ہیں اور جو صحیح معنوں میں اللہ کا بندہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کو لازماً محبوب اور پسند ہوگا۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں کے ساتھ عبد کا اضافہ کریں گے تو وہ نام بھی بہتر اور درست ہوگا۔ جیسے عبدالرحیم، عبدالسلام، عبدالقدوس، عبدالعزیز عبدالخالق، عبدالوہاب، عبداللطیف، عبدالعلیم، عبدالباسط وغیرہ۔ یہ سب نام اچھے ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَبَّ اَسْمَآئِکُمْ اِلَی اللّٰہِ عَبْدُ اللّٰہِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمھارے ناموں میں سے اللہ تعالیٰ کو عبداللہ اور عبدالرحمٰن سب سے زیادہ پسند ہیں۔ (مسلم شریف)

۳۔ حضورؐ کے نام پر نام رکھنا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر نام رکھنا بھی سنت ہے لہذا بچوں کا نام رکھتے وقت محمد یا احمد رکھ سکتے ہیں اگر یہ کسی اور نام کے ساتھ ملا کر رکھیں تو پھر خیال رکھنا چاہیئے کہ دوسرے الفاظ کے ساتھ ملنے سے معنی درست رہنے چاہئیں۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمُّوْا بِاِسْمِیْ وَلَا تَکْتَنُوْا بِکُنْیَتِیْ فَاِنِّیْ اِنَّمَا جُعِلْتُ قَاسِمًا اُقْسِمُ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے نام پر نام رکھ لو۔ لیکن میری کنیت پر کنیت نہ رکھا کرو۔ کیونکہ مجھے قاسم بنایا گیا ہے کہ تم میں تقسیم

بنی محمد میں کرتا ہوں۔ (بخاری شریف)

ایک اور حدیث میں حضرت امامہؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے گھر لڑکا پیدا ہوا اور وہ میری محبت کی وجہ سے تبرکاً اس کا نام محمد رکھے تو وہ یعنی نام رکھنے والا اور اس کا لڑکا دونوں جنت میں جائیں گے۔ (ابن عساکر)

ایک اور حدیث میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز دو شخص اللہ کے حضور کھڑے کیے جائیں گے۔ حکم ہوگا کہ انھیں جنت میں لے جاؤ۔ وہ عرض کریں گے کہ یا الٰہی ہم کس عمل کی بنا پر جنت کے قابل ہوئے، ہم سے تو جنت میں جانے والا کوئی کام ہی نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کہے گا کہ جس کا نام احمد یا محمد ہو وہ دوزخ میں نہیں جا سکتا اس لیے انھیں جنت میں لے جاؤ (ابن کثیر)

حضرت نبیط بن شریطؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! جس کا نام تمھارے نام پر ہوگا اسے دوزخ کا عذاب نہ ہوگا (ابو نعیم حلیۃ الاولیاء)

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس لڑکے کا نام محمد رکھو تو اسے نہ مارو نہ محروم کرو (مسند بزار)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے تین بیٹے ہوں اور وہ ان میں سے کسی کا نام محمد نہ رکھے ضرور جاہل ہے (طبرانی کبیر)

۴۔ پیغمبروں کے نام پہ نام رکھنا درست ہے

تمام پیغمبر اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے اپنے دور میں نبوت سے سرفراز کیا ان کے نام ہر لحاظ سے

باعزت اور بابرکت ہیں اس لیے ان کے نام کی مناسبت کی وجہ سے اپنے کسی بچے کا نام انبیاء کے ناموں میں سے رکھ لینا جائز اور درست ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے کی اجازت دی ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ وَهْبٍ الْجُشَمِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَسَمَّوْا بِاَسْمَاءِ الْاَنْبِیَاءِ وَاَحَبُّ الْاَسْمَاءِ اِلَی اللّٰهِ عَبْدُ اللّٰهِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَاَصْدَقُهَا حَارِثٌ وَّهَمَّامٌ وَّاَقْبَحُهَا حَرْبٌ وَّمُرَّةُ۔

حضرت ابو وہب جشمی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انبیائے کرام کے ناموں پر نام رکھا کرو اور اللہ تعالیٰ کو عبداللہ اور عبدالرحمٰن نام بہت پسند ہیں اور بہت سچے نام حارث اور ہمام ہیں۔ جبکہ بہت برے نام حرب اور مُرّہ ہیں۔

(ابوداؤد)

مشہور پیغمبروں کے نام حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ حضرت اسماعیلؑ، حضرت اسحٰقؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت یونسؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت زکریاؑ، حضرت یحییٰؑ، حضرت ہارونؑ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان ناموں میں جو نام بھی رکھیں اس کے ساتھ محمد کا اضافہ کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔

مندرجہ بالا حدیث کی رُو سے حارث اور ہمام نام رکھنا بھی بہتر ہے۔ حارث کا مطلب ہے کسب کرنے والا۔ جبکہ ہمام کا مطلب کمائی کا ارادہ کرنے والے کا ہے۔ اس لیے ان دونوں ناموں کو پسند کیا گیا ہے۔ حرب کے معنی لڑائی اور مُرّہ کے معنی تلخی کے ہیں اس لیے ان ناموں کو نہ رکھیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

۵۔ سب سے بُرا نام

شہنشاہ اللہ کے نزدیک سب سے برا نام ہے کیونکہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی شہنشاہ نہیں اس لیے حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے شہنشاہ نام رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخْنَی الْاَسْمَآءِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ عِنْدَ اللّٰہِ رَجُلٌ یُسَمّٰی مَلِکَ الْاَمْلَاکِ وَفِیْ رِوَایَۃِ مُسْلِمٍ قَالَ اَغْیَظُ رَجُلٍ عَلَی اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَاَخْبَثُہٗ رَجُلٌ کَانَ یُسَمّٰی مَلِکَ الْاَمْلَاکِ لَا مَلِکَ اِلَّا اللّٰہُ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس شخص کا نام سب سے بُرا ہوگا۔ جس کا نام شہنشاہ رکھا گیا ہو۔ (بخاری) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ فرمایا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے غضب ناک اور سب سے خبیث وہ شخص ہوگا جس کا نام شہنشاہ رکھا گیا ہو کیونکہ نہیں ہے بادشاہ مگر اللہ۔

۶۔ ممنوع نام

ایسا نام جس کے معنی انسانی خصوصیات سے مطابقت نہ رکھتے ہوں اسے رکھنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے یہ نام رباح، افلح، یسار اور نافع ہیں۔

وَعَنْ سَمُرَۃَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُسَمِّیَنَّ غُلَامَکَ یَسَارًا وَّلَا رَبَاحًا وَلَا نَجِیْحًا وَلَا اَفْلَحَ فَاِنَّکَ تَقُوْلُ اَثَمَّ ھُوَ؟ فَلَا یَکُوْنُ فَیَقُوْلُ لَا۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے لڑکے کا یسار، رباح، نجیح اور افلح نام نہ رکھا کرو۔ کیونکہ تم پوچھو گے کہ فلاں ہے؟ وہ نہ ہوا تو جواب دینے والا کہے گا کہ نہیں ہے۔ (مسلم)

رباح کا مطلب فائدہ ہے۔ افلح کا مطلب کامیابی ہے۔ یسار کا مطلب فراخی اور تونگری ہے اور نافع کے معنی نفع دینے والے کے ہیں۔ نجیح کے معنی فتح مندی کے

ہیں۔ ان تمام الفاظ کے معنی اچھے ہیں مگر جب کسی کا نام رکھا جائے گا اور کبھی دریافت کیا جائے گا کہ فلاں گھر میں ہے تو اگر وہ گھر میں نہ ہوا تو اس کا جواب نہ میں ہو گا بظاہر تو جواب بندے کے نہ ہونے کا ہو گا مگر وہاں الفاظ کے اصلی معنی مراد لیے جائیں گے۔ یعنی گھر میں فراخی نہیں، نفع نہیں، کامیابی نہیں، تو اس طرح اچھا خیالات مرتب نہ ہوں گے۔ جس وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ناموں کا رکھنا ممنوع قرار دیا۔

کچھ محدثین کا کہنا ہے کہ بعد کی ایک حدیث کے مطابق مندرجہ بالا نام رکھنے کی ممانعت کا نفاذ نہیں ہوا۔ جو حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا تھا کہ یعلی، برکت، افلح، یسار، نافع اور اس طرح کے نام رکھنے سے منع فرما دیں لیکن پھر میں نے دیکھا کہ اس ارادے کے بعد آپؐ نے سکوت فرمایا یہاں تک کہ آپ دنیا سے تشریف لے گئے اور ان ناموں کے رکھنے سے منع نہ فرمایا (مسلم)

بظاہر یہ حدیث پہلی حدیث سے متضاد ہے اور اس کے پیش نظر محدثین نے یہ کہا ہے کہ مندرجہ بالا ناموں کا رکھنا مکروہ تنزیہی ہے نہ کہ مکروہ تحریمی۔

۷۔ مُنذِر نام رکھنا سُنّت ہے

مندر، انذار سے بنا ہے جس کا مطلب تبلیغ اور عذاب خداوندی سے ڈرنے والے کے ہیں کیونکہ ایک بچے کا نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مُنذر رکھا تھا اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رکھے ہوئے نام کی نسبت کی وجہ سے منذر نام رکھنا سُنّت ہے۔

وَعَنْ سَہْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ	حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
اُتِیَ بِالْمُنْذِرِ بْنِ اَبِیْ اُسَیْدٍ	کہ مُنذِر بن ابی اسید کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	کی بارگاہ میں پیش کیا گیا جبکہ وہ پیدا ہوئے۔
حِیْنَ وُلِدَ فَوَضَعَہٗ عَلٰی	آپؐ نے اسے اپنی ران پر بٹھالیا اور فرمایا
فَخِذِہٖ فَقَالَ مَا اسْمُہٗ قَالَ	کہ اس کا نام کیا ہے، عرض کی کہ فلاں۔ فرمایا

فُلَانٌ قَالَ لَا لٰکِنِ اسْمُہٗ الْمُنْذِرُ۔ — بلکہ اس کا نام مُنذِر ہے۔

۸۔ میرا بندہ یا بندی کہنا خلافِ سُنت ہے

اسلام میں کسی کو میرا بندہ یا بندی کہہ کر پکارنا جائز نہیں

اسلام سے پہلے اہل عرب میں یہ رواج تھا کہ وہ اپنے غلام کو یا عبدی کہہ کر بلاتے یہ الفاظ اسلامی نقطہ نظر کے خلاف ہیں۔ کیونکہ اسلامی عقیدے کے مطابق انسان صرف اللہ تعالیٰ ہی کا عبد ہے اس لیے دوسرے انسانوں کا بندہ نہیں ہو سکتا۔ عبد عبادت کرنے والے کو کہا جاتا ہے اور عبادت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہو سکتی ہے کسی انسان کی نہیں۔ اس اعتبار سے اگر کوئی انسان کسی دوسرے انسان کو اپنا عبد یعنی بندہ کہتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اللہ کا بندہ نہیں بلکہ اس انسان کا بندہ ہے، اور اس طرح وہ شرک کا مرتکب ہوگا لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وجہ جواز کی بنا پر کسی کو میرا بندہ یا بندی کہہ کر پکارنے سے منع فرمایا

جس طرح مالک کے لیے ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اپنے غلام یا نوکر کو غیر موزوں الفاظ سے نہ پکارے۔ اسی طرح غلام یا نوکر کو آگاہ کیا گیا ہے کہ وہ اپنے مالک کو غیر موزوں الفاظ کے ساتھ مخاطب نہ کریں اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے کہ کوئی غلام یا نوکر اپنے آقا کو 'رَبِّی' نہ کہے اگرچہ رب کے معنی تربیت اور پرورش کرنے والے کے ہیں اور ظاہری طور پر مفہوم کے اعتبار سے ایک آقا کو اپنے غلام یا لونڈی کا تربیت کرنے والا کہا جا سکتا ہے لیکن ربوبیت کا اطلاق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی ہے لہٰذا کسی انسان کو رب کہنا شرک کے زمرے میں آ جائے گا اس لیے کوئی شخص اپنے سے کسی بھی بڑے شخص کو رب کہہ کر نہیں پکار سکتا۔ کیونکہ ایسا کرنا خلافِ شریعت ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَقُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ عَبْدِیْ وَ اَمَتِیْ کُلُّکُمْ عَبِیْدُ اللّٰہِ وَکُلُّ نِسَاءِکُمْ اِمَاءُ اللّٰہِ وَلٰکِنْ لِّیَقُلْ غُلَامِیْ وَجَارِیَتِیْ وَ فَتَایَ وَلَا یَقُلِ الْعَبْدُ رَبِّیْ وَلٰکِنْ لِّیَقُلْ سَیِّدِیْ وَ فِیْ رِوَایَۃٍ لِّیَقُلْ سَیِّدِیْ وَمَوْلَایَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَا یَقُلِ الْعَبْدُ لِسَیِّدِہٖ مَوْلَایَ فَاِنَّ مَوْلَاکُمُ اللّٰہُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی میرا بندہ اور میری بندی نہ کہے کیونکہ تم سب اللہ کے بندے ہو اور تمھاری سب عورتیں اللہ کی بندیاں ہیں بلکہ کہا کرو کہ میرا غلام اور میری لونڈی یا خادمہ۔ غلام اپنے آقا کو میرا رب نہ کہے بلکہ میرا آقا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ میرا آقا اور میرا مولیٰ کہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ غلام اپنے آقا کو میرا مولیٰ نہ کہے کیونکہ تمھارا مولیٰ تو اللہ تعالیٰ ہے۔

(مسلم شریف)

۹۔ اجدع نام رکھنا خلافِ سُنّت ہے

اجدع ایک شیطانی نام ہے اس لفظ کا اطلاق دراصل اس شخص پر ہوتا ہے جس کے کان، ناک ہونٹ اور ہاتھ کٹے ہوئے ہوں۔ کنایتہً اس لفظ کا اطلاق اس شخص پر ہوگا جس کے کام اسلام کے خلاف ہوں گے اور وہ ہر برائی کو شیطان کی طرح فروغ دینے میں پیش پیش ہوگا۔ اس کی بات بے وزن ہوگی یعنی اس کی بات کے ہاتھ پیر نہ ہوں گے۔ اس بنا پر شیطان وصف انسان کے لیے اجدع کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجدع کا نام رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

وَعَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ لَقِیْتُ

مسروق کا بیان ہے کہ میری حضرت عمرؓ سے ملاقات

عُمَرَ فَقَالَ مَنْ اَنْتَ قُلْتُ مَسْرُوْقُ بْنُ الْاَجْدَعِ قَالَ عُمَرُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الْاَجْدَعُ شَیْطَانٌ۔

ہوئے تو فرمایا تم کون ہو؟ میں عرض گزار ہوا کہ مسروق بن اجدع۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اجدع شیطان ہے۔

(ابوداؤد، ابن ماجہ)

۱۰ نفس کی تعریف والا نام نہ رکھو

ایسا نام جس سے نفس کی تعریف ظاہر ہو، رکھنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کیونکہ اس وجہ سے نفس میں بڑائی پیدا ہو جاتی ہے جو نیک اعمال اور عبادت میں رکاوٹ کا باعث بنتی ہے۔

وَعَنْ زَیْنَبَ بِنْتِ اَبِیْ سَلَمَةَ قَالَتْ سُمِّیْتُ بَرَّةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُزَکُّوْا اَنْفُسَکُمْ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَهْلِ الْبِرِّ مِنْکُمْ سَمُّوْهَا زَیْنَبَ۔

حضرت زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میرا نام برہ رکھا گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی جانوں کو پاک نہ کہو۔ تم میں سے پاکی والوں کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اس کا نام زینب رکھو۔

(مسلم شریف)

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے برہ نام تبدیل کر دیا کیونکہ برہ کا مطلب پاکیزہ ہے۔ اگر ہم کسی شخص کو نام کے لحاظ سے پاکیزہ کر دیں گے تو پھر اس میں نیک اعمال کرنے کی لگن کم ہو جائے گی۔ کیونکہ وہ خیال کرے گا کہ میں تو پیدائشی طور پر پاکیزہ ہوں اس لیے مجھے مزید پاکیزگی حاصل کرنے کی کیا ضرورت ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دراصل کسی شخص کی اصلی پاکیزگی کو تو اللہ ہی جانتا ہے اس لیے برہ نام رکھ کر ہم کیسے کسی کے پاکیزہ ہونے کی مہر ثبت کر دیں۔

اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے برہ نام کو تبدیل کر کے زینب نام رکھ دیا۔
ایسے ہی ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے ایک عورت کا نام برہ تبدیل کر کے جویریہ رکھا تھا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَتْ جُوَيْرِيَةُ اسْمُهَا بَرَّةَ فَحَوَّلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْمَهَا جُوَيْرِيَةَ فَكَانَ يَكْرَهُ أَنْ يُقَالَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِ بَرَّةَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، کہ حضرت جویریہ کا نام برہ تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تبدیل کر کے جویریہ رکھ دیا تھا۔ کیونکہ آپ یہ کہنا ناپسند فرماتے تھے کہ میں برہ کے پاس سے نکل آیا۔ (مسلم)

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ خَبُثَتْ نَفْسِي وَلٰكِنْ لِيَقُلْ لَقِسَتْ نَفْسِي۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں کوئی یہ نہ کہے کہ میرا نفس خبیث ہو گیا۔ بلکہ کہے کہ میرا نفس ناپاک ہو گیا۔

۱۱۔ بُرے نام کو اچھے نام سے تبدیل کرنا سنت ہے

بعض نادان لوگ اپنے بچوں کا نام ایسا رکھ دیتے ہیں جس کا مطلب بُرا ہوتا ہے۔ حضور نبی اللہ علیہ وسلم ایسے نام کو تبدیل کر دیا کرتے تھے۔ لہٰذا کسی بھی بُرے نام کو اچھے نام سے بدل دینا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ بِنْتًا كَانَتْ لِعُمَرَ يُقَالُ لَهَا عَاصِيَةُ فَسَمَّاهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کی ایک صاحبزادی کا نام عاصیہ تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمِيْلَةَ۔ جمیلہ رکھ دیا۔ (مسلم شریف)

اسلام سے پہلے عرب میں یہ رواج تھا کہ وہ اپنے بچوں کے نام عاصی یا عاصیہ وغیرہ رکھ دیتے تھے اس کے لفظی معنی نافرمان، سرکش، متکبر اور خدا کے دین کے مخالف کے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ناموں کو ناپسند فرمایا اور جس کسی کا نام عاصی یا عاصیہ تھا اُسے بدل دیا۔ مندرجہ بالا حدیث میں یہی بات بیان ہوئی ہے کہ حضرت عمرؓ کی بیٹی کا نام عاصیہ تھا۔ حضورؐ کو جب معلوم ہوا کہ آپؐ نے اس کا نام نیا جمیلہ رکھ دیا۔ لہٰذا آج بھی اگر کسی کا نام خلاف اسلام ہو تو اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق تبدیل کر دینا چاہیئے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُغَيِّرُ الْاِسْمَ الْقَبِيْحَ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بُرے نام کو بدل دیا کرتے تھے۔ (ترمذی)

بشیر ابن میمون نے کہا کہ میرے چچا اسامہ بن اخدری سے روایت ہے کہ ایک شخص کا نام اصرم تھا جس کے معنی کاٹنے اور کترنے والا ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے مخاطب ہو کر دریافت کیا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرا نام اصرم ہے۔ یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں نہیں تم زرعہ ہو۔ یعنی کھیتی لگانے والا۔ (ابوداؤد جلد سوم)

مقصد یہ نکلا کہ بُرے نام کو بہر کیف بدل دینا چاہیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عاصی، عفلان، شیطان، شہاب، غراب اور دیگر ایسے کئی ناموں کو تبدیل کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔

۱۲۔ ابو الحکم کنیت کی ناپسندیدگی

کنیت اپنے کسی وصف کی نسبت سے مقرر کی جاتی ہے یا اپنی اولاد کی نسبت سے

رکھی جاتی ہے مگر ایسی کنیت جس میں کوئی ایسا وصف ہو جس کا تعلق اللہ کی ذات یا صفات سے ہو تو اسے اختیار کرنا درست نہیں۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالحکم کنیت اختیار کرنے سے منع فرمایا۔ کیونکہ اصل حکم تو اللہ تعالیٰ ہی کا ہے ہر حکم اور فیصلہ کی ابتدا و انتہا اسی کے قبضہ و اختیار میں ہے اس لیے ابوالحکم کنیت رکھ کر اللہ تعالیٰ کے اس وصف میں شریک ہونے کا گمان پیدا ہوتا ہے لہٰذا حضورؐ نے ابوالحکم کنیت کو تبدیل کر دیا۔

عَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ لَمَّا وَفَدَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ قَوْمِهِ سَمِعَهُمْ يَكْنُوْنَهُ بِأَبِي الْحَكَمِ فَدَعَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَكَمُ وَإِلَيْهِ الْحُكْمُ فَلِمَ تُكْنَى أَبَا الْحَكَمِ قَالَ إِنَّ قَوْمِي إِذَا اخْتَلَفُوْا فِي شَيْءٍ أَتَوْنِي فَحَكَمْتُ بَيْنَهُمْ فَرَضِيَ كِلَا الْفَرِيْقَيْنِ بِحُكْمِي فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَحْسَنَ هٰذَا فَمَا لَكَ مِنَ الْوَلَدِ قَالَ لِي شُرَيْحٌ وَمُسْلِمٌ وَعَبْدُ اللّٰهِ قَالَ فَمَنْ

شریح بن ہانی نے اپنے والد ماجد سے روایت کی ہے کہ وہ اپنی قوم کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے سُنا کہ لوگ ابوالحکم کنیت سے پکارتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بلایا اور فرمایا۔ بیشک حکم تو اللہ تعالیٰ کا ہے اور حکم بھی اسی کی طرف سے ہے لہٰذا تمھاری کنیت ابوالحکم کس وجہ سے ہے۔ عرض گزار ہوئے کہ میری قوم میں جب کسی بات پر اختلاف ہوتا ہے تو میرے پاس آجاتے ہیں اور میں ان کا فیصلہ کر دیتا ہوں۔ تو میرے فیصلے پر دونوں فریق خوش ہو جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ تمھارے لڑکے کتنے ہیں؟ عرض کی کہ شریح، مسلم اور عبداللہ ہیں فرمایا کہ ان میں بڑا کون ہے؟ عرض گزار ہوئے

اَكْبَرُهُمْ قُلْتُ شُرَيْحٌ قَالَ فَاَنْتَ اَبُوْ شُرَيْحٍ۔

کہ شریح، فرمایا تو تم ابو شریح ہو۔

(ابوداؤد، نسائی)

---

(۲۸)

آدابِ خوشی

خوشی ایک فطری جذبہ ہے جو ہر انسان میں کم و بیش موجود ہے۔ جب کوئی کام اسکی امید یا توقع کے مطابق ہوتا ہے تو اس پر وہ اپنے فطری جذبے کے تحت اچھے تاثرات محسوس کرتا ہے جسے مسرت یا خوشی کہا جاتا ہے۔ بعض چیزوں کے حاصل ہونے پر انسان کو خواہ مخواہ خوشی حاصل ہوتی ہے مثلاً مال و دولت، علم و فضل ملازمت عہدہ، کسی امتحان میں کامیابی وغیرہ۔ ایسے ہی چند تہوار ایسے ہیں کہ جن پر انسان خوشی محسوس کرتا ہے۔ مثلاً شادی، عید اور دیگر اسلامی تہوار وغیرہ۔ اسی طرح طویل سفر کے بعد اپنے وطن واپس آنے پر اور عزیز و اقارب کو ملنے پر مسرت حاصل ہوتی ہے۔ غرضیکہ ہر انسان کی زندگی میں سینکڑوں مواقع ایسے آتے ہیں کہ جن پر از خود مسرت کا اظہار ہوتا ہے لیکن بعض حضرات اس مسرت میں حد سے بڑھ جاتے ہیں جو دوسروں کے لیے باعث تکلیف اور دل آزاری کا سبب بنتا ہے اور جسے مسرت حاصل ہوتی ہے وہ غرور و تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اتائے نفس بڑھ جاتی ہے ان تمام باتوں کو اعتدال میں رکھنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسرت کے آداب مقرر فرمائے ہیں جن کے مطابق خوشی کا اظہار عین نیکی اور ثواب ہے۔ شریعت کے مطابق آدابِ مسرت مندرجہ ذیل ہیں :-

۱۔ خوشی حاصل ہونے پر اللہ کا شکر کرنا

اظہار مسرت کا سنت طریقہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ہے کیونکہ خوشی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم ہی سے حاصل ہوتی ہے اس لیے ہر مسلمان کو چاہیئے کہ جب کوئی خوشی کا مقام آئے تو سب سے پہلے دل میں اللہ کا شکر ادا کرے اور اس کے ساتھ اپنے عمل سے بھی اللہ کا شکر ادا کرے اور خوشی میں عمل کا شکر یہ ہے کہ اظہار مسرت کے لیے اتباعِ شریعت کی جائے۔ اگر کوئی بڑی خوشی حاصل ہو تو سجدۂ شکر بجالانا چاہیئے تاکہ مسرت کی انتہا میں دنیوی فخر و غرور کی بجائے نیازمندی کا اظہار ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ کار تھا کہ جب کوئی مسرت آمیز واقعہ پیش آتا تو آپ سجدۂ شکر بجا لاتے۔ عاجزی اور نیازمندی کے جذبات کا اظہار فرماتے لہٰذا ہمیں چاہیئے کہ ایسے موقعہ پر اپنے عمل سے خدا کے فضل و کرم اور عظمت و جلال کا اور زیادہ اظہار کریں۔

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ نُرِيْدُ الْمَدِيْنَةَ فَلَمَّا كُنَّا قَرِيْبًا مِّنْ عَزْوَزَاءَ نَزَلَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَدَعَا اللّٰهَ سَاعَةً ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا فَمَكَثَ طَوِيْلًا ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ سَاعَةً ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا فَمَكَثَ طَوِيْلًا ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ سَاعَةً ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے اور جب مقام عزوزاء پہنچے تو وہاں قیام کیا پھر سرکار نے دستِ مبارک اٹھا کر دعا فرمائی۔ اور سجدہ کیا۔ یہ سجدے طویل تھے۔ سجدہ سے اٹھ کر دعا فرمائی پھر سجدہ میں چلے گئے۔ سجدہ سے اٹھ کر پھر دعا فرمائی اور پھر سجدہ میں چلے گئے۔ پھر دعا فرمائی اور طویل سجدہ کیا۔ آخری سجدہ سے اٹھ کر فرمایا میں نے اپنے رب سے امت کی شفاعت کی تو میرے رب نے تہائی امت کی مغفرت کی

قَالَ اِنِّیْ سَاَلْتُ رَبِّیْ وَشَفَعْتُ لِاُمَّتِیْ فَاَعْطَانِیْ ثُلُثَ اُمَّتِیْ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّیْ شُکْرًا ثُمَّ رَفَعْتُ رَاْسِیْ فَسَاَلْتُ رَبِّیْ لِاُمَّتِیْ فَاَعْطَانِیْ ثُلُثَ اُمَّتِیْ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّیْ شُکْرًا ثُمَّ رَفَعْتُ رَاْسِیْ فَسَاَلْتُ رَبِّیْ لِاُمَّتِیْ فَاَعْطَانِی الثُّلُثَ الْاٰخِرَ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّیْ۔	میں نے رب کریم کی بارگاہ میں سجدۂ شکر کیا اور امت کے لیے پھر دعا کی، تو ربِ کریم نے اس کی تعداد دو تہائی کردی میں نے پھر سجدۂ شکر کرکے دعا کی، تو رب کریم نے بقیہ تہائی امت کی بھی مغفرت فرمادی۔ میں نے رب کریم کی بارگاہ میں پھر طویل سجدہ کیا۔ (ابوداؤد)

میں کہتا ہوں کہ خوشی حاصل ہونے پر زبان کا شکریہ ہے کہ زبان سے اچھے الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اعتراف کرے۔ جسم سے شکر کا اظہار اس طرح ہے کہ انسان خوشی عطا کرنے والے کا وفادار بن جائے۔ اور دل کا شکر اس طرح ہے کہ خوشی کے اسباب پیدا کرنے والے کے احسان کو ہر لمحہ اپنی آنکھوں کے سامنے رکھا جائے۔

۲۔ اسلامی تہواروں پر خوشی منانا سنت ہے

شرعی حدود میں رہتے ہوئے اسلامی تہواروں پر اظہار مسرت جائز ہے۔ عید الفطر اور عید الضحیٰ دو بڑے اہم اسلامی تہوار ہیں، انھیں عیدین کہا جاتا ہے۔ یہ دونوں دن مسلمانوں کے لیے خوشی کے ہیں۔ یہ دن ہر سال لوٹ لوٹ کر آتے رہتے ہیں اس لیے انھیں عید کہا جاتا ہے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَۃَ	حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور ان کے دو دن

وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُوْنَ فِيْهِمَا فَقَالَ مَا هٰذَانِ الْيَوْمَانِ قَالُوْا كُنَّا نَلْعَبُ فِيْهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَبْدَلَكُمُ اللّٰهُ بِهِمَا خَيْرًا مِّنْهُمَا يَوْمَ الْاَضْحٰى وَيَوْمَ الْفِطْرِ۔

تھے جن میں وہ کھیلتے تھے۔ آپ نے فرمایا یہ دو دن کیسے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ جاہلیت کے زمانہ میں ہم ان دو دنوں میں کھیلا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے بدلہ میں تمھیں دو دن بہتر عطا فرمائے ہیں۔ عیدِ قربان کا اور عیدِ فطر کا۔ (ابوداؤد)

اسلام میں ان دو تہواروں کا تعین دو عظیم الشان واقعوں کی طرف منسوب ہے عید الفطر اسلام کی آمد اور قرآن پاک کے نزول کی یاد میں خوشی کا دن ہے۔ جبکہ عید الضحیٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کی نسبت کے اظہار کے لیے ہے عید الفطر شوال کی پہلی تاریخ کو ہوتی ہے۔ مسلمانوں کے لیے یہ مسرت کا دن ہے مگر دراصل یہ اس خوشی کا اظہار ہے جو انسان اطاعتِ خداوندی میں پورا اترنے کے بعد محسوس کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ماہِ صیام کے روزے فرض فرمائے ہیں جو قدرے مشقت طلب کام ہے۔ پھر روزہ رکھنے کے ساتھ ساتھ بندہ فرضی نمازیں پڑھتا ہے۔ رات کو تراویح کی صورت میں قیام اللیل کرتا ہے۔ صدقہ خیرات کی کوشش کرتا ہے یعنی بندہ ہر طرح سے اپنے رب کی رضا کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اس طرح جب انسان پورا ماہ روزے رکھ لیتا ہے تو اللہ اس سے خوش ہوتا ہے اور اس خوشی کا اظہار عید الفطر کی صورت میں ہے۔

ان دونوں دنوں میں اظہارِ مسرت کے لیے عمدہ لباس پہننا اور خوشبو لگانا سنت ہے۔ تفریحِ طبع کے لیے ایسے کھیل سے لطف اندوز ہونے کی اجازت ہے اسلام کے خلاف نہ ہو۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَ هَا جَارِيَتَانِ فِيْ اَيَّامِ مِنًى تُدَفِّفَانِ وَتَضْرِبَانِ وَفِيْ رِوَايَةٍ تُغَنِّيَانِ بِمَا تَقَاوَلَتِ الْاَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَغَشٍّ بِثَوْبِهٖ فَانْتَهَرَهُمَا اَبُوْ بَكْرٍ فَكَشَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَجْهِهٖ فَقَالَ دَعْهُمَا يَا اَبَا بَكْرٍ فَاِنَّهَا اَيَّامُ عِيْدٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ اِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدًا وَهٰذَا عِيْدُنَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میرے والد جناب ابوبکر میرے پاس ایام تشریق میں تشریف لائے تو میرے پاس دو باندیاں دف بجا رہی تھیں اور ایک روایت کے مطابق جنگ بعاث میں جو انصار نے اشعار پڑھے تھے وہ گا رہی تھیں۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چادر اوڑھے ہوئے آرام فرما رہے تھے۔ جناب ابوبکرؓ نے ان باندیوں کو ڈانٹا تو سرکارؐ نے چادر سے منہ کھول کر فرمایا اے ابوبکر ان سے کچھ نہ کہو کیونکہ یہ عید کے دن ہیں اور ایک روایت کے مطابق سرکارؐ نے فرمایا۔ ہر قوم کا تہوار ہوتا ہے اور یہ ہماری عید ہے (مسلم شریف)

اسلام میں لہو ولعب کی بالکل گنجائش نہیں اور نہ ہی لہو ولعب خوشی کا ذریعہ ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لہو ولعب کو سراسر گناہ قرار دیا ہے۔ اس لیے عام حالات میں یا عید کے دن لہو ولعب میں بالکل نہ پڑیں۔ کیونکہ بعض نادان لوگ لہو ولعب کو خوشی سمجھتے ہیں بلکہ یاد رکھو کہ گناہ میں ملوث کرنے والی خوشی درحقیقت خوشی نہیں ہوتی بلکہ اس میں وہ غم چھپا ہوتا ہے جس کا انسان ازالہ نہیں کر سکتا۔

۳۔ شادی پر اظہارِ خوشی

اجتماعی طور پر اظہار مسرت کا عام موقعہ شادی ہے اس موقعہ پر اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو بلانا سنت ہے اس موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دف بجانے کی بھی اجازت دی ہے، اس سے خوشی کے جذبات کی تسکین اور نکاح کا اعلان ہوتا ہے۔

عَنْ خَالِدُ بْنُ ذَكْوَانَ قَالَ قَالَتِ الرُّبَيِّعُ بِنْتُ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ حِيْنَ بُنِيَ عَلَيَّ فَجَلَسَ عَلٰى فِرَاشِيْ كَمَجْلِسِكَ مِنِّيْ فَجَعَلَتْ جُوَيْرِيَاتٌ لَنَا يَضْرِبْنَ بِالدُّفِّ وَيَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ اٰبَائِيْ يَوْمَ بَدْرٍ اِذْ قَالَتْ اِحْدَاهُنَّ وَفِيْنَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ فَقَالَ دَعِيْ هٰذِهٖ وَقُوْلِيْ بِالَّذِيْ كُنْتِ تَقُوْلِيْنَ۔

خالد بن ذکوان سے حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ جب میری رخصتی ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور اس طرح میرے بستر پر آکر جلوہ افروز ہوئے جیسے آپ بیٹھے ہیں۔ پس کچھ لڑکیاں دف بجا کر اپنے ان بزرگوں کے کارنامے بیان کر رہی تھیں جو غزوۂ بدر میں جام شہادت نوش فرما گئے تھے۔ جب ان میں سے ایک لڑکی نے کہا۔ اور ہم میں ایسے نبی بھی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں، تو حضور نے فرمایا۔ یہ بات چھوڑ دو اور وہی باتیں کہو جو تم کہہ رہی تھیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ ایک دفعہ قرظہ بن کعب اور ابو مسعود انصاری بیٹھے اشعار سن رہے تھے۔ اتنے میں عامر بن سعد ایک تابعی آگئے۔ انھوں نے یہ دیکھا، تو اعتراض کیا اور کہا کہ آپ تو بدری صحابی ہیں آپ شعر سن رہے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ تمھارا جی چاہے تو تم بھی بیٹھ کر سن لو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں شادی کے موقعہ پر اس کی رعایت دی ہے۔ (نسائی)

عَنْ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا زَفَّتِ امْرَاَةً اِلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عروہ بن زبیر نے اپنے باپ سے۔ انھوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ انھوں نے ایک عورت کا نکاح کسی انصاری مرد کے ساتھ کروا دیا۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

يَاعَائِشَةُ مَاكَانَ مَعَكُمْ لَهْوٌ فَإِنَّ الْأَنْصَارَ يُعْجِبُهُمُ اللَّهْوَ۔	فرمایا اے عائشہ رضؓ تمہارے پاس تو بچیوں کے بجانے کے لیے کوئی چیز نہیں جبکہ انصار سرود کو پسند کرتے ہیں۔

ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ شادی کے موقعہ پر عورتیں اگر دف بجالیں یا چند ایسے اشعار پڑھ لیں تو اس میں کچھ ہرج نہیں لیکن شادی کے موقعہ پر گانا بجانا قطعاً حرام ہے۔ ایسے ہی شادی کے موقعہ پر ناچ بھی حرام ہے۔ شادیوں میں دو قسم کے ناچ کرائے جاتے ہیں۔ ایک طائفوں کا ناچ جو مردوں کی محفل میں ہوتا ہے۔ دوسرا وہ ناچ جو جوان لڑکیاں خود کرتی ہیں۔ یہ دونوں قسم کے ناچ حرام و ناجائز ہیں طائفہ کے ناچ میں جو گناہ اور خرابیاں ہیں ان کو سب جانتے ہیں کہ ایک نامحرم عورت کو سب مرد بے پردہ دیکھتے ہیں یہ آنکھوں کا زنا ہے۔ ان کی شہوت انگیز آواز کو سنتے ہیں یہ کانوں کا زنا ہے۔ اس سے باتیں کرتے ہیں یہ زبان کا زنا ہے۔ بعض اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہیں یہ ہاتھوں کا زنا ہے۔ بعض اس کی طرف چل کر داد دیتے ہیں اور انعام کا روپیہ دیتے ہیں۔ یہ پاؤں کا زنا ہے۔ بعض بدکاری بھی کر لیتے ہیں۔ یہ اصل زنا ہے۔ یہ تمام باتیں خلافِ شریعت ہیں۔

آتش بازی خواہ شب برأت میں ہو یا شادی بیاہ میں ہر جگہ ہر حال میں حرام ہے اور اس میں کئی گناہ ہیں۔ یہ اپنے مال کو فضول برباد کرنا ہے۔ قرآن مجید میں فضول مال خرچ کرنے والے کو شیطان کا بھائی فرمایا گیا ہے اور ان لوگوں سے اللہ و رسول ؐ بیزار ہیں۔ پھر اس میں ہاتھ پاؤں کے جلنے کا اندیشہ یا مکان میں آگ لگ جانے کا خوف ہے اور بلاوجہ جان یا مال کو ہلاکت کے خطرے میں ڈالنا شریعت میں حرام ہے۔

اسی طرح شادی بیاہ میں دولہا کو مکان کے اندر بلانا اور عورتوں کے سامنے

آکر یا تاک جھانک کر اس کو دیکھنا، اس سے مذاق کرنا، اس کے ساتھ چوتی کھیلنا یہ سب رسمیں حرام اور ناجائز ہیں ان رسوم سے خوشی حاصل نہیں ہوتی بلکہ گناہ کے کام ہیں جن سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔ اصلی خوشی تو وہ ہے جس سے اللہ اور اس کا رسولؐ راضی ہو۔

۴۔ سفر سے واپسی پر اظہارِ مسرت

سفر سے واپس آنے کے بعد انسان کو اپنے وطن، گھر اور عزیز و اقارب میں بخیریت پہنچنے کی خوشی ہوتی ہے۔ گھر والوں کو بھی مسرت حاصل ہوتی ہے۔ خاص کر جب کوئی طویل سفر یا حج کے سفر سے واپس اپنے اہل وعیال میں آتا ہے تو بے حد خوشی ہوتی ہے۔ ایسے موقع پر خوشی کا اظہار عزیز و اقارب کی دعوت کی صورت میں کیا جا سکتا ہے۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے مدینہ طیبہ واپس آئے تو اونٹ ذبح کر کے لوگوں کی دعوت کا اہتمام کیا۔

سفر سے واپسی پر اظہار مسرت کا ایک طریقہ استقبال ہے یعنی آنے والے کا استقبال کیا جائے۔ اس طرح آنے والے کی دلجوئی ہوگی۔ اور وہ خوشی محسوس کرے گا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے تو لوگوں نے مدینہ سے باہر آکر ایک مقام پر آپ کا استقبال کیا جس میں بچے بھی شامل تھے۔ ایسے ہی ہجرت کے موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں داخل ہوئے تو اہل مدینہ نے آپ کا استقبال کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے پر خوشی کا اظہار کیا اور چھوٹی چھوٹی بچیوں نے دف بجایا اور اچھے اشعار پڑھے۔

۵۔ کسی کام کے ہونے پر اظہارِ مسرت

کسی شخص کا کوئی ایسا کام جو بڑا اہم ہو، اس کے ہونے پر انسان کو دلی مسرت ہوتی ہے۔ ایسے موقع پر اسے مبارکباد دینی چاہیئے۔ مثلاً امتحان میں کامیابی

یا عہدے میں ترقی وغیرہ کے موقعہ پر بھی خوشی کا اظہار کیا جائے۔

حضرت کعب بن مالکؓ کا بیان ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے میری توبہ قبول فرمالی اور مجھے خوشخبری ملی تو میں فوراً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا۔ میں نے جا کر سلام کیا۔ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے جگمگا رہا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی کوئی خوشی حاصل ہوتی تو آپ کا چہرہ اس طرح چمکتا کہ جیسے چاند کا کوئی ٹکڑا ہے اور ہم آپ کے چہرے کی رونق اور چمک سے سمجھ جاتے کہ آپ اس وقت انتہائی مسرور ہیں۔

حضرت کعب بن مالکؓ کی توبہ کے متعلق جب مسلمانوں کو معلوم ہوا تو لوگ جوق در جوق ان کے پاس مبارکباد دینے کے لیے پہنچنے لگے اور اظہارِ مسرت کرنے لگے۔ یہاں تک کہ حضرت طلحہؓ کی مبارکباد اور اظہارِ مسرت سے تو حضرت کعبؓ اتنے متاثر ہوئے کہ زندگی بھر یاد کرتے رہے۔ حضرت کعبؓ نے جب بڑھاپے کے زمانے میں اپنے بیٹے عبداللہ کو اپنی آزمائش اور توبہ کا واقعہ سنایا تو خصوصیت کے ساتھ حضرت طلحہؓ کے اظہارِ مسرت کا ذکر کیا اور فرمایا میں طلحہؓ کی مبارکباد اور جذبات مسرت کو کبھی نہیں بھول سکتا۔ (سیر الصحابہ)

۶۔ اظہارِ خوشی بذریعہ تحائف

خوشی و مسرت کے اظہار کا ایک ذریعہ عزیز و اقارب اور دوستوں کو تحائف بھیجنا ہے۔ بچے کی پیدائش پر یا ختنہ کی رسم پر دوسروں کو تحائف بھیجنا جائز ہے۔ اس سے آپس میں ہمدردی اور محبت میں اضافہ ہوتا ہے مگر اسلام نے خوشی کے اظہار میں اس بات پر بہت تاکید فرمائی ہے کہ اس میں اسراف نہ کیا جائے۔

---

(۲۹)

آدابِ تبسّم

خوشی کے اظہار کے لیے بہت زیادہ قہقہہ لگا کر ہنسنے کی بجائے صرف تبسم فرمانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے کیونکہ قہقہہ لگا کر ہنسنے کا موقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں بہت کم آیا ہے۔ بعض محدثین کا کہنا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت زیادہ ہنسنے کو پسند نہیں فرمایا۔ کیونکہ ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زیادہ ہنسا نہ کرو۔ کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عام طریقے سے ہنسنے یعنی تبسم فرمانے میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ زور زور سے قہقہے لگا کر شور کے ساتھ ہنسنا خلافِ سنت ہے۔

تبسم یا معمول کے مطابق اعتدال سے ہنسنا بھی بے موقعہ نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ خوشی کے موقعہ پر ہنسنا اچھا لگتا ہے اور غمی کے موقعہ پر تبسم بھی کسی کو اچھا نہیں لگتا۔ ایک بزرگ کا کہنا ہے کہ بات بات پر بے موقعہ ہنستے رہنا بے وقوفی کی دلیل ہے۔ اس کے برعکس ہمیشہ اپنے آپ کو تبسم کے ذریعے خوش رکھنا صحت مند رہنے کے لیے بہتر ہے۔ تبسم کے جو آداب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ سے ظاہر ہوتے ہیں وہ حسبِ ذیل ہیں :-

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مُسکرانا

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ حَارِثِ بْنِ جَزْءٍ قَالَ مَا رَأَیْتُ اَحَدًا اَکْثَرَ تَبَسُّمًا مِّنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ	حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تبسم ریزی کرتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(ترمذی شریف)

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انداز تبسم

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَجْمِعًا ضَاحِكًا حَتّٰى أَرٰى مِنْهُ لَهَوَاتِهِ إِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کھل کھلا کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ کے حلق کا کوا نظر آنے لگتا۔ بلکہ آپؐ تبسم فرمایا کرتے تھے۔ (بخاری شریف)

(۳) عادتِ تبسم

وَعَنْ جَرِيرٍ قَالَ مَا حَجَبَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ أَسْلَمْتُ وَلَا رَآنِي إِلَّا تَبَسَّمَ۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب سے میں مسلمان ہوا ہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی مجھ سے حجاب نہیں فرمایا اور میں نے نہیں دیکھا آپ کو مگر تبسم ریزی کرتے ہوئے۔ (مسلم شریف)

(۴) باتیں سننے پر تبسم فرمانا

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُوْمُ مِنْ مُصَلَّاهُ الَّذِيْ يُصَلِّيْ فِيْهِ الصُّبْحَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَإِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ قَامَ وَكَانُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ فَيَأْخُذُوْنَ فِيْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ فَيَضْحَكُوْنَ وَيَتَبَسَّمُ صَلَّى

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نماز پڑھنے کی جگہ سے کھڑے نہ ہوتے جس پر نماز فجر پڑھتے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جاتا۔ جب سورج طلوع ہو جاتا تو آپ کھڑے ہو جاتے۔ اور لوگ باتیں کرتے ہوئے دورِ جاہلیت کی باتوں کا ذکر کرکے ہنسنے لگتے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبسم ہی فرماتے۔

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (مسلم)

(۵) اصحابِ رسولؐ کا تبسم

عَنْ قَتَادَۃَ قَالَ سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ ھَلْ کَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَضْحَکُوْنَ قَالَ نَعَمْ وَالْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِھِمْ اَعْظَمُ مِنَ الْجَبَلِ وَقَالَ بِلَالُ ابْنُ سَعْدٍ اَدْرَکْتُھُمْ یَشْتَدُّوْنَ بَیْنَ الْاَغْرَاضِ وَیَضْحَکُ بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضٍ فَاِذَا کَانَ اللَّیْلُ کَانُوْا رُھْبَانًا۔

قتادہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہنسا کرتے تھے؟ فرمایا ہاں! اور ان کے دلوں میں ایمان پہاڑ سے بھی مضبوط تھا۔ وہ نشانات کے درمیان دوڑتے اور ایک دوسرے سے ہنستے۔ جب رات ہوتی تو وہ تارک الدنیا بن جاتے تھے۔

(شرح السنۃ)

---

(۳۰)

آدابِ طہارت

ایمان کے بعد طالبانِ حق و صداقت کا سب سے پہلا فرض عبادتِ الٰہی ہے اور عبادت کے لیے طہارت ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ دنیاوی آلائشوں سے پاکیزہ اور منزہ ہے لہذا وہ چاہتا ہے کہ جب اس کے بندے اس کی عبادت کریں تو وہ بھی پاک و صاف ہوں، ان کا ظاہر اور باطن پاکیزہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ نماز کی ادائیگی کے لیے ہر شخص پر طہارت فرض ہے۔

طہارت کا مطلب اپنے آپ کو نجاست اور کثافت سے پاک صاف رکھنا ہے حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حدث یا خبث سے پاک ہونا طہارت ہے۔ ان کے نزدیک حدث اس کیفیت کا نام ہے جو کسی حصۂ بدن یا تمام جسم پر طاری ہو۔ اور عملِ طہارت سے زائل ہو جائے اور اسی حدث کو نجاست کہا جاتا ہے۔

قرآن پاک میں مختلف مقامات پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو پاک صاف رہنے کی تاکید فرمائی ہے تاکہ انسان غلاظت سے پاکیزہ رہنے میں کوشاں رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اصحابِ صُفہ کی تعریف میں فرمایا:۔

فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ ۔

ان میں ایسے لوگ ہیں جو پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ (پ۱۱، توبہ: ۱۰۸)

جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل قبا سے فرمایا کہ تم لوگوں میں وہ کونسی بات ہے؛ انھوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہؐ! ہم پانی سے استنجا کرتے ہیں اور پاکیزگی کو قائم رکھتے ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ۔

بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔ البقرہ ۲۲۲

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی انھیں قربت حاصل ہو اور انھیں اللہ کی دوستی نصیب ہو تو انھیں چاہیئے کہ توبہ کرکے پاکیزگی کی راہ اختیار کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ طاہر اور قدوس ہے اس لیے پاک صاف رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِيُطَهِّرَكُمْ بِهِ وَيُذْهِبَ

یعنی وہ آسمان سے تم پر پانی اتارتا ہے کہ تمھیں اس سے پاک کرے اور شیطان کی پلیدی

عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ ۔ تم سے دور کر دے ۔

یہاں بھی وہی فرمانِ خداوندی ہے کہ اے انسان جب تیرے جسم سے گندہ مادہ جس کی تمہ پیدائش ہو خارج ہو تو تُو اس وقت تک اس کے حضور میں حاضر نہ ہو جب تک کہ تُو اپنے جسم کو خوب پاک صاف نہ کرے کیونکہ وہ طاہر ہے تُو طاہر نہیں۔ وہ قدوس ہے تُو قدوس نہیں اور جب انسان پاک صاف ہو جائے تو اس وقت نماز اور دوسرے دینی فرائض سرانجام دینے چاہئیں۔ ایسے ہی ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ۔ اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھ ۔ (النساء ۴۰، ۴۷)

اسلام ایسے ملک (یعنی عرب) میں ظاہر ہوا جہاں پانی نسبتاً بہت کم تھا۔ پھر بھی اس نے بعض حالات میں غسل کرنا فرض قرار دیا۔ میاں بیوی ملاپ کے بعد جب تک غسل نہ کرلیں، نماز نہیں پڑھ سکتے ۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ :۔

وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا۔ اگر تم جنب ہو تو خوب پاک ہو جاؤ۔

اولیائے کاملین نے بھی یہی راستہ اختیار کیا۔ پہلے شرعی طہارت کی راہ پر چلے اور اسی سے روح کو طہارت نصیب ہوئی کیونکہ ظاہری طہارت باطنی طہارت کی آئینہ دار ہے۔ اس لیے میرے دوست تو بھی پاکیزگی کی راہ اختیار کر۔ تاکہ تجھ پر اللہ تعالیٰ کی نگاہِ التفات ہو اور طہارت قائم کرنے کے لیے مندرجہ ذیل سنت طریقے اور آداب پر عمل کر، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو سکھائے ہیں ۔

۱۔ سو کر اُٹھنے کی سُنّت

سو کر اٹھنے کے بعد ہاتھ دھونا سنت ہے ۔ اور ہاتھ دھوئے بغیر پانی کے کسی برتن میں ہاتھ نہیں ڈالنا چاہیئے کیونکہ کیا معلوم سوتے میں ہاتھ پاک رہا ہے کہ نہیں لہذا سوتے جاگتے

اپنے جسم کے ہر عضو کی طہارت کا خیال رکھیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص سو کر اٹھے تو جب تک تین بار ہاتھ نہ دھولے اس کو پانی کے کسی برتن میں ہاتھ نہیں ڈالنا چاہیئے کیونکہ سونے میں کیا معلوم کہ اس کا ہاتھ کہاں کہاں پڑا ہے (مسلم شریف) سونے کے بعد ہاتھ کی طہارت اس لیے ضروری ہے کہ پہلے ہاتھ صاف ہوگا تو اسی سے طہارت ہو سکے گی۔

۲۔ باپردہ رفع حاجت کا انتظام

رفع حاجت یعنی پیشاب یا پاخانہ سے فارغ ہونے کے لیے باپردہ انتظام کا ہونا ضروری ہے۔ اس لیے رفع حاجت کسی چار دیواری کے اندر کریں تو بہت بہتر ہے گھر، مساجد، دفاتر اور دیگر مقامات پر اس مقصد کے لیے بیت الخلاء بنے ہوتے ہیں اس لیے رفع حاجت کے لیے انھیں استعمال میں لانا زیادہ اچھا ہے۔ اگر باہر کسی جگہ پر رفع حاجت کے لیے جائیں تو وہاں بھی آڑ وغیرہ تلاش کر لیں اس مقصد کے لیے کسی فصل یا کسی پودے یا کسی دیوار وغیرہ کی آڑ مل جائے تو زیادہ مناسب ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع حاجت کے لیے آڑ کی اوٹ میں جانے کی تاکید فرمائی ہے اس لیے باپردہ مقام پر رفع حاجت سے فارغ ہونا سنت ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اكْتَحَلَ فَلْيُوْتِرْ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ اَحْسَنَ وَمَنْ لَّا فَلَا حَرَجَ وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوْتِرْ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ اَحْسَنَ وَمَنْ لَّا فَلَا حَرَجَ وَمَنْ اَكَلَ فَمَا تَخَلَّلَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو سُرمہ لگائے اس کو چاہیئے کہ طاق سلائیاں لگائے اور جو ایسا کرے تو بہتر ہے اگر نہ کرے تو کوئی مضائقہ نہیں اور جو استنجے کے لیے جائے اس کو چاہیئے کہ طاق تعداد میں ڈھیلے استعمال کرے۔ اگر ایسا کیا تو بہتر ہے ورنہ کوئی مضائقہ نہیں اور جس نے

فَلْيَلْفِظْ وَمَا لَاكَ بِلِسَانِهٖ فَلْيَبْتَلِعْ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ اَحْسَنَ وَمَنْ لَّا فَلَا حَرَجَ وَمَنْ اَتَى الْغَائِطَ فَلْيَسْتَتِرْ فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ اِلَّا اَنْ يَجْمَعَ كَثِيْبًا مِنْ رَمْلٍ فَلْيَسْتَدْبِرْهُ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَلْعَبُ بِمَقَاعِدِ بَنِيْ اٰدَمَ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ اَحْسَنَ وَمَنْ لَّا فَلَا حَرَجَ ۔

کھانا کھانے کے بعد خلال سے کچھ دانتوں سے نکالا تو اس کو پھینک دے لیکن اگر اس نے زبان سے کچھ علیحدہ کیا ہے تو اس کو نگل لے اور جس نے ایسا کیا تو اچھا کیا اور اگر ایسا نہ کیا تو کوئی مضائقہ نہیں اور جو شخص قضائے حاجت کے لیے بیٹھے، اس کو چاہیئے کہ وہ جگہ پردہ دار ہو اور ایسی جگہ نہ ملے تو اس کو چاہیئے کہ ریت کا ایک چھوٹا ٹیلہ بنا کر اس کی طرف پشت کرے کیونکہ شیطان انسانوں کی شرمگاہوں سے کھیلتا ہے اور جس نے ایسا کیا تو اچھا کیا اور اگر نہ کیا تو کوئی مضائقہ نہیں۔

(ابوداؤد)

۳۔ جنگل میں رفع حاجت

جنگل میں رفع حاجت کرنے کا ادب یہ ہے کہ رفع حاجت کے لیے ایسی جگہ پر جائیں جہاں دوسرے نہ دیکھتے ہوں کیونکہ اسلام نے ستر کو ضروری قرار دیا ہے اس لیے جنگل میں بھی اپنے ستر کو دوسروں پر ظاہر نہ ہونے دیں۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ الْبَرَازَ انْطَلَقَ حَتّٰى لَا يَرَاهُ اَحَدٌ ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کا ارادہ فرماتے تو اتنی دور تشریف لے جاتے جہاں ان کو کوئی نہ دیکھتا تھا۔ (ابوداؤد)

۴۔ قبلہ کی طرف منہ کرنے کی ممانعت

قبلہ چونکہ ایک مقدس مقام ہے لہٰذا اس کی تعظیم واحترام کے

پیشِ نظر رفع حاجت کے وقت اس کی طرف منہ نہیں کرنا چاہیئے۔ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک رفع حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا جنگل میں تو حرام ہے لیکن آبادی میں نہیں کیونکہ بیچ میں دیوار حائل ہو جاتی ہے لیکن حضرت امام اعظمؒ کا یہ کہنا ہے کہ قبلہ کی طرف منہ اور پشت کرنے کی ممانعت کا حکم مطلقاً ہے۔ اس میں جنگل اور آبادی کی کوئی تمیز نہیں۔ اس لیے سنت طریقہ یہی ہے کہ رفع حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کریں۔

۵. قبلہ رخ پیٹھ کرنے کی بھی ممانعت

رفع حاجت کے وقت جس طرح قبلہ کی طرف منہ کرنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے ایسے ہی رفع حاجت کے وقت قبلہ کی طرف پشت کرنا بھی منع ہے۔ مدینہ شریف میں قبلہ جنوب کی جانب ہے اس لیے وہاں جنوب کی جانب رفع حاجت کے وقت رخ کریں اور نہ پیٹھ کریں اس لیے اپنے مکانوں میں جب بیت الخلاء بنائیں تو اس امر کا خاص طور پر خیال رکھیں کہ بیت الخلاء کے پاٹ کا منہ قبلہ کی طرف نہ رکھیں اور اس کے ساتھ ہی چھوٹے بچوں کو رفع حاجت کے وقت یہ تلقین فرمائیں کہ وہ قبلہ کی طرف نہ منہ کریں اور نہ پُشت۔

۶. شرمگاہ کو دائیں ہاتھ سے چھُونے کی ممانعت

دایاں ہاتھ اچھے کاموں کے لیے ہے کھانے پینے اور وضو کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اس لیے رفع حاجت اور استنجاء کے وقت اس سے اپنی شرمگاہ کو چھونا منع ہے بلکہ استنجاء اور ناک صاف کرنے کے لیے بائیں ہاتھ کو استعمال کرنا چاہیئے۔ دائیں ہاتھ سے چونکہ کھانا کھلایا جاتا ہے اور اسی ہاتھ سے ایسے اعضاء کو چھُوا جائے جس سے گندگی اور غلاظت لگتی ہو۔ یہ بات صفائی اور پاکیزگی کے اصولوں کے خلاف ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں ہاتھ سے شرمگاہ کو چھونے سے منع فرمایا ہے۔ اس بارے میں حضرت ابو قتادہ رضؓ سے مروی حدیث پاک یہ ہے :۔

وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا شَرِبَ اَحَدُکُمْ فَلَا یَتَنَفَّسْ فِی الْاِنَاءِ وَاِذَا اَتَی الْخَلَاءَ فَلَا یَمَسَّ ذَکَرَہٗ بِیَمِیْنِہٖ وَلَا یَتَمَسَّحْ بِیَمِیْنِہٖ۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی پانی پیئے تو برتن میں سانس نہ لے اسی طرح جب بیت الخلاء جائے تو شرمگاہ کو دا ہنے ہاتھ سے نہ چھوئے

(بخاری شریف)

۷۔ پیشاب بیٹھ کر کرنے کی تاکید

بیٹھ کر پیشاب کرنا سنت ہے۔ بیٹھ کر پیشاب نہ کرنے سے چھینٹے پڑتے ہیں جس سے کپڑے عموماً ناپاک ہوجاتے ہیں۔ ویسے بھی اخلاقی نقطۂ نظر سے کھڑے ہوکر پیشاب کرنا شائستگی کے خلاف ہے۔

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ مَنْ حَدَّثَکُمْ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَبُوْلُ قَائِمًا فَلَا تُصَدِّقُوْہُ مَا کَانَ یَبُوْلُ اِلَّا قَاعِدًا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ اگر تم سے کوئی یہ کہے کہ سرکار کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے تو اس کو سچا نہ جانو۔ آپ ہمیشہ بیٹھ کر ہی پیشاب کرتے تھے۔

(ترمذی شریف)

۸۔ سوراخ میں پیشاب کرنے کی ممانعت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوراخ میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ سوراخ میں کوئی نہ کوئی جانور ہوتا ہے جسے پیشاب کی وجہ سے تکلیف ہوگی۔ ہوسکتا ہے کہ وہ سوراخ سے باہر نکل آئے۔ خدانخواستہ اگر وہ موذی جانور ہو اور یکدم اچانک ڈس دے تو اس طرح ایسی تکلیف برداشت کرنا پڑے گی جس کا ازالہ بمشکل ہوگا۔ اس طرح انسانی حفاظت اور جانوروں کے حقوق کو مدنظر

رکھتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تاکید فرمائی ہے کہ سوراخ میں کبھی بھول کر بھی پیشاب نہ کریں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجَسَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ فِيْ جُحْرٍ۔

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوراخ میں پیشاب کرنے کی ممانعت فرمائی ہے (نسائی)

۹۔ نرم جگہ پر پیشاب کرنے کا حکم

نرم جگہ پر پیشاب کرنا سنت ہے کیونکہ نرم جگہ سے پیشاب کے چھینٹے نہیں اُڑتے جس سے کپڑے ناپاک نہیں ہوتے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نرم جگہ پر پیشاب کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ زمین کچی ہوتی تھی اب جبکہ شہروں میں نرم جگہ نہیں رہی بلکہ اس کی بجائے پختہ بیت الخلاء ہیں۔ جہاں پیشاب کرنے کی جگہ پختہ ہوتی ہے لہذا وہاں پیشاب اس طرح کریں کہ پیشاب کے چھینٹے نہ پڑیں۔

وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَاَرَادَ اَنْ يَّبُوْلَ فَاَتٰى دَمِثًا فِيْ اَصْلِ جِدَارٍ فَبَالَ ثُمَّ قَالَ اِذَا اَرَادَ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّبُوْلَ فَلْيَرْتَدْ لِبَوْلِهٖ۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اس وقت آپ کو پیشاب کی حاجت ہوئی، تو آپ نے دیوار کی آڑ میں نرم جگہ تلاش کرکے فراغت حاصل کی اس کے بعد فرمایا جب تم میں سے کسی کو پیشاب کی حاجت ہو تو اس کے لیے نرم جگہ تلاش کرے۔ (ابوداؤد)

۱۰۔ استنجے کے لیے لوٹے کا استعمال

پیشاب اور پاخانے کی طہارت کے لیے لوٹے کا استعمال سنت ہے۔ لوٹا ایک ایسا برتن ہے جس سے طہارت کرنے میں آسانی اور پاکیزگی رہتی ہے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے کہ لوٹے سے استنجاء کریں۔ لوٹے کو سفر میں اپنے ساتھ لے جانا بھی سنت ہے اور بیشتر صوفیاء کا معمول رہا ہے کہ وہ اپنے ساتھ لوٹا ضرور رکھتے۔ لوٹا استعمال کرتے ہوئے لوٹے کی پاکیزگی کا بھی خیال رکھیں اسے اس طرح استعمال کریں کہ اس پر پیشاب کے چھینٹے نہ لگیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْخَلَاءَ فَاَحْمِلُ اَنَا وَغُلَامٌ اِدَاوَةً مِّنْ مَّاءٍ وَّعَنَزَةً يَسْتَنْجِيْ بِالْمَاءِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قضاء حاجت کو جاتے تو میں اور ایک بچہ ساتھ میں پانی کا چھوٹا ڈول اور ایک کدال لیے ہوتے تھے۔ فراغت کے بعد آپ پانی سے استنجاء کرتے تھے۔ (بخاری)

۱۱۔ بیت الخلاء میں داخل ہونے کی دعا

پیشاب اور پاخانہ کرتے وقت اللہ سے پناہ حاصل کرنا سنت ہے۔ بیت الخلاء میں شیطان بڑے عجیب قسم کے وسوسے ڈالتا ہے اور طرح طرح کے گندے خیالات پیدا کرتا ہے لہٰذا ان سے بچنے کے لیے بیت الخلاء میں داخل ہو کر اللہ کی پناہ میں آنے کے لیے یہ دعا پڑھنا ضروری ہے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی تاکید فرمائی ہے کہ بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی یہی دعا پڑھا کرتے تھے۔ (مسلم شریف)

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ

اے اللہ! میں خبیث جنیوں اور جنات سے

الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ — پناہ مانگتا ہوں۔

۱۲۔ رفع حاجت سے فارغ ہونے کی دعا

بیت الخلاء سے فارغ ہونے کے بعد جب باہر آئیں تو یہ دعا پڑھنا سنت ہے۔ کیونکہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہی دعا پڑھا کرتے تھے۔ (ابن ماجہ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ۔ • حمد اس رب کریم کے لیے جس میں ہمیں اذیت سے محفوظ کرکے عافیت عطا فرمائی۔

۱۳۔ طاق ڈھیلوں سے استنجاء کرنا سنت ہے

استنجے میں پانی استعمال کرنے سے پیشاب کے قطروں کو مٹی کے ڈھیلوں سے خشک کرنا سنت ہے اور خصوصاً طاق ڈھیلے استعمال کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَلْیَسْتَنْثِرْ وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْیُوْتِرْ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وضو کرے اس کو چاہیئے کہ ناک صاف کرے اور جو کوئی بیت الخلاء جائے اس کو چاہیئے کہ طاق ڈھیلوں سے استنجاء کرے۔ (متفق علیہ)

۱۴۔ بائیں ہاتھ سے طہارت کریں

استنجاء کرتے وقت اپنے پوشیدہ مقام کو بائیں ہاتھ سے دھوئیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود کھانا کھانے اور کوئی پاک کام کرنے کے لیے دایاں استعمال فرماتے البتہ طہارت اور گھٹیا کام کے لیے بایاں ہاتھ استعمال فرماتے اگر کوئی معذوری یا مجبوری ہو تو پھر دایاں بھی استعمال کر سکتے ہیں مگر عذر ختم ہوتے کے ساتھ ہی اس کا

جواز ختم ہو جائے گا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ يَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيُمْنٰى لِطُهُوْرِهٖ وَطَعَامِهٖ وَ كَانَتْ يَدُهُ الْيُسْرٰى لِخَلَائِهٖ وَمَا كَانَ مِنْ أَذًى۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا اور پاک کاموں کو دا ہنے ہاتھ سے کرتے۔ البتہ طہارت اور گھٹیا کام بائیں ہاتھ سے کرتے تھے۔

(ابوداؤد)

۱۵۔ انگوٹھی اتارنے کی تاکید

پیشاب یا پاخانہ کرتے ہوئے بات کرنا۔ کلمہ کلام پڑھنا، انگوٹھی یا کوئی متبرک چیز اپنے ساتھ رکھنا منع ہے۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ نَزَعَ خَاتَمَهٗ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء تشریف لے جاتے تو اپنی انگوٹھی اتار دیا کرتے تھے۔ (ابوداؤد)

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے وقت انگوٹھی اتار دیا کرتے تھے کیونکہ اس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کندہ تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ بیت الخلاء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام، اللہ کا نام لکھا ہوا یا قرآن لے کر داخل نہیں ہونا چاہیئے۔

۱۶۔ اکٹھے رفع حاجت کرنے کی ممانعت

اسلام میں ایک دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھنا منع ہے اس لیے رفع حاجت کے وقت دو یا زائد مردوں کو اکٹھے پاخانہ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ عموماً دیکھا گیا ہے کہ دیہاتی عورتیں پاخانہ کے لیے مل کر اکٹھی کھیتوں میں بیٹھتی ہیں اور باتیں بھی کرتی ہیں ایسا کرنا درست نہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَخْرُجُ الرَّجُلَانِ یَضْرِبَانِ الْغَائِطَ کَاشِفَیْنِ عَنْ عَوْرَتِهِمَا یَتَحَدَّثَانِ فَاِنَّ اللّٰهَ یَمْقُتُ عَلٰی ذٰلِكَ۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو آدمی اس حالت میں قضائے حاجت کے لیے نہ نکلیں کہ ان کے ستر کھلے ہوں اور باتیں کرتے ہوں۔ بیشک اللہ تعالیٰ اس عمل سے ناراض ہوتا ہے (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ)

۱۷۔ راستے میں پاخانہ کرنے کی مذمت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے راستے میں پاخانہ کرنے سے منع کیا ہے کیونکہ اس سے دوسرے لوگوں کو تکلیف ہوگی اور کپڑے بھی ناپاک ہوں گے۔ نہر، ندی دریا، گھاٹ اور پارک کے کنارے پر بھی پاخانہ نہ کریں۔ مسجد میں یا مسجد کی چھت پر پاخانہ کرنا حرام ہے بلکہ ایسا کرنے والا بہت ہی گنہگار ہوگا۔ ایسے ہی قبرستان میں پاخانہ کرنا حرام ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اتَّقُوا اللَّاعِنَیْنِ قَالُوْا وَمَا اللَّاعِنَانِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ اَلَّذِیْ یَتَخَلّٰی فِیْ طَرِیْقِ النَّاسِ اَوْ فِیْ ظِلِّهِمْ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لعنت و نفرت کی دو باتوں سے بچو۔ لوگوں نے معلوم کیا یا رسول اللہ! وہ دو باتیں کونسی ہیں تو آپ نے فرمایا کہ راستہ اور سایہ دار درخت کے نیچے پیشاب اور پاخانہ کرنا۔ (مسلم)

۱۸۔ سایہ میں پاخانہ کرنے کی ممانعت

سایہ دار جگہ چونکہ لوگوں کے آرام کے لیے ہوتی ہے۔ لیسا اوقات سایہ میں ناری مخلوق بھی ڈیرہ جمائے ہوتی ہے لہذا سایہ دار جگہ پر پیشاب یا پاخانہ نہیں

کرنا چاہیئے. کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جن مقامات پر پیشاب یا پاخانہ کرنے سے منع فرمایا ہے ان میں سایہ دار جگہ بھی ہے۔

وَعَنْ مُعَاذٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّقُوا الْمَلَاعِنَ الثَّلَاثَةَ الْبَرَازَ فِي الْمَوَارِدِ وَقَارِعَةِ الطَّرِيْقِ وَالظِّلِّ۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین برکا باتوں سے بچو کیونکہ یہ لعنت کا سبب ہیں۔ دریا کے گھاٹ، راستہ میں، اور سایہ دار جگہ (جہاں لوگ بیٹھتے ہوں) پر پاخانہ کرنا۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

---

(۳۱)

سُنّتِ مِسواک

مسواک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب سنتوں میں سے ایک بہت ہی پیاری سنت ہے اور فقہ کے چاروں ائمہ کا اس سنت پر اتفاق ہے۔ احناف نے خاص طور پر وضو اور نماز کے وقت مسواک کرنا مسنون قرار دیا ہے۔ ایسے ہی نمازِ فجر اور نماز ظہر سے بھی پہلے مسواک کرنے کی بہت تاکید کی گئی ہے۔ مسواک میں بڑی خیر و برکت ہے۔ مسواک کرنے سے نہ صرف ثواب ہی ملتا ہے بلکہ اس سے جسمانی طور بھی بہت سے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ مسواک سے منہ کی بدبو دور رہتی ہے، بلغم کو دور کرتی ہے، نظر کو تیز رکھتی ہے۔ معدہ کو درست رکھتی ہے۔ عقل کو بڑھاتی ہے دل کو پاک کرتی ہے۔ دانت سفید اور چمکدار رہتے ہیں۔ مسوڑھوں میں قوت پیدا کرتی ہے اور دانت مضبوط ہو جاتے ہیں۔ یوں تو ہر حال میں مسواک کرنا بہتر ہے۔ مگر بعض حالتوں میں

اس کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔مثلاً وضو کرنے کے وقت، قرآن مجید پڑھنے کے لیے دانتوں پر بیب میل جمی ہو تو اسے صاف کرنے کے لیے، سوتے، چپ رہنے، بدبودار چیز کھانے کے وقت مسواک کرنا زیادہ بہتر ہے۔

۱۔ مسواک انبیاءؑ کی سُنّت ہے

مسواک کرنا انبیاء کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے یعنی جو باتیں پہلے انبیاء کرام کیا کرتے تھے ان میں سے ایک کام مسواک بھی ہے۔ اس لیے اسے انبیاء کی سنت کہا جاتا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرْبَعٌ مِّنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِیْنَ اَلْحَیَاءُ وَیُرْوٰی اَلْخِتَانُ وَالتَّعَطُّرُ وَالسِّوَاکُ وَالنِّکَاحُ۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار چیزیں رسولوں کی سنت ہیں۔ حیاء کرنا۔ اور روایت کیا گیا کہ ختنہ کرنا، خوشبو لگانا، مسواک کرنا نکاح کرنا۔ (ترمذی)

ایک اور حدیث میں یہی بات حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے یوں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ تین چیزیں رسولوں کی سنتوں میں سے ہیں۔ (۱) جلدی افطار کرنا (۲) سحری کھانے میں دیر کرنا (۳) مسواک کرنا (طبرانی)

۲۔ مسواک کرنے سے اللہ راضی ہوتا ہے

پاکیزگی میں رضائے الٰہی کا راز مضمر ہے اور مسواک پاکیزگی کا ایک ذریعہ ہے یعنی یہ اس منہ کو صاف اور پاک رکھتی ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ذکر کیا جاتا ہے۔

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسواک

اَلسِّوَاکُ مَطْهَرَةٌ لِّلْفَمِ وَ مَرْضَاةٌ لِّلرَّبِّ۔

منہ کی پاکیزگی اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا سبب ہے۔ (نسائی)

جامع صغیر کی ایک روایت میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے کپڑوں کو دھوؤ اور اپنے بالوں کی اصلاح کرو اور مسواک کر کے زینت اور پاکی حاصل کرو کیونکہ بنی اسرائیل ان چیزوں کا اہتمام نہیں کرتے اس لیے بنی اسرائیل کی عورتیں بدکاری کی طرف مائل ہو گئیں۔

۲۔ دس باتیں فطرت میں شامل ہیں

دس باتیں فطرت میں شامل ہیں ان میں سے ایک مسواک بھی ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ وَ إِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ وَالسِّوَاكُ وَ اسْتِنْشَاقُ الْمَاءِ وَقَصُّ الْاَظْفَارِ وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ وَنَتْفُ الْاِبِطِ وَحَلْقُ الْعَانَةِ وَ انْتِقَاصُ الْمَاءِ يَعْنِي الْاِسْتِنْجَاءَ قَالَ الرَّاوِيْ وَنَسِيْتُ الْعَاشِرَةَ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ الْمَضْمَضَةَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دس چیزیں فطرت میں شامل ہیں۔ لبوں کا کم کرنا۔ داڑھی کا بڑھانا مسواک کرنا۔ ناک میں پانی دینا ناخن ترشوانا جوڑوں کی جگہ دھونا۔ بغلوں کے بال صاف کرنا زیر ناف بال مونڈنا۔ پانی احتیاط سے استعمال کرنا۔ یعنی استنجاء کرنا۔

راوی کہتے ہیں کہ دسویں بات مجھے یاد نہیں رہی غالباً وہ کلی کرنا تھا۔

(مسلم)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ مسواک کو لازم کرلو اور اس سے غفلت نہ کرو۔ کیونکہ اس سے چوبیس قسم کے فائدے حاصل ہوتے ہیں ان میں سب سے زیادہ فائدہ یہ ہے کہ مسواک کرنے سے اللہ راضی ہوتا ہے۔ دولت میں برکت حاصل ہوتی ہے

منہ میں خوشبو آجاتی ہے مسوڑھے مضبوط ہو جاتے ہیں۔ اگر سر میں درد ہو تو اسے سکون ملتا ہے اگر دانت میں درد ہو تو وہ بھی دور ہو جاتا ہے چہرے کے نور اور دانتوں کی چمک کی وجہ سے فرشتے مصافحہ کرتے ہیں۔

۴۔ جمعہ کے دن مسواک کرنا سُنّت ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن جہاں طہارت، غسل اور اچھے کپڑے پہننے کی تاکید فرمائی۔ وہاں مسواک کرنے کی بھی ترغیب دی ہے کیونکہ اس سے نیکیوں میں اضافہ ہو جاتا ہے اور گناہوں کی معافی ہو جاتی ہے۔

وَعَنْ عُبَيْدِ بْنِ السَّبَّاقِ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جُمُعَةٍ مِنَ الْجُمَعِ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ اِنَّ هٰذَا يَوْمٌ جَعَلَهُ اللّٰهُ عِيْدًا فَاغْتَسِلُوْا وَمَنْ كَانَ عِنْدَهٗ طِيْبٌ فَلَا يَضُرُّهٗ اَنْ يَمَسَّ مِنْهُ وَعَلَيْكُمْ بِالسِّوَاكِ۔

حضرت عبید بن سباق مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی جمعہ کے خطبہ میں فرمایا اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے اس جمعہ کے دن کو عید مقرر کیا ہے اس دن غسل کرو اور اگر کسی کے پاس خوشبو ہو تو اس کے لگانے میں کوئی حرج نہیں لیکن تم پر مسواک کرنا لازم ہے۔

(مسند امام مالک)

ایک اور حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے جمعہ کے دن غسل کیا اور مسواک کی خوشبو لگائی، عمدہ کپڑے پہنے پھر مسجد میں آیا اور لوگوں کی گردنوں کو نہیں پھلانگا۔ بلکہ نماز پڑھی اور امام کے آنے کے بعد یعنی خطبہ میں خاموش رہا۔ تو اللہ اس کے تمام گناہوں کو جو اس سے پورے ہفتے میں ہوئے تھے، معاف فرما دیتا ہے۔

(شرح معانی الآثار)

۵۔ جاگنے پر مسواک کرنا سنّت ہے

سو کر اٹھنے کے بعد مسواک کرنا سنت ہے۔ کیونکہ سوتے وقت منہ میں بدبو پیدا ہوتی ہے اور اس سنت کی برکت سے منہ صاف ہو جاتا ہے اور بدبو زائل ہو جاتی ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سو کر اٹھنے کے بعد سب سے پہلے مسواک ہی کرتے۔

وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ لِلتَّهَجُّدِ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ

جناب حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز تہجد کے لیے کھڑے ہوتے تو پہلے اپنے منہ کو مسواک سے صاف کرتے تھے۔ (مسلم)

ایک اور حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی رات یا دن میں سو کر بیدار ہوتے تو وضو سے پہلے مسواک کرتے۔ (ابوداؤد)

ایک اور حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب وضو کا پانی اور مسواک رکھ دی جاتی تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت اٹھتے تو پہلے قضائے حاجت کرتے اور پھر مسواک کرتے۔ (ابوداؤد)

۶۔ مسواک کی تاکید

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رض کو مسواک کی بہت تاکید فرمائی ہے۔ حدیث پاک یہ ہے:۔

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثَرْتُ عَلَيْكُمْ فِي

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے تمہیں مسواک کی بہت زیادہ تاکید کی ہے

السِّوَاكُ (بخاری شریف)

اس حدیث پر عمل کرنے کا ایک عملی واقعہ حضرت ابوبکر شبلیؒ کا ہے اور وہ یوں ہے کہ ایک بار حضرت ابوبکر شبلیؒ کو وضو کرتے وقت مسواک کی ضرورت ہوئی تو آپ نے مسواک تلاش کی مگر نہ ملی۔ پھر آپ نے ایک دینار (سونے کی اشرفی) میں مسواک خرید کر استعمال فرمائی۔ بعض لوگوں نے حضرت شبلی علیہ الرحمۃ سے کہا۔ یہ تو آپ نے بہت زیادہ خرچ کر ڈالا، اتنی مہنگی بھی مسواک لی جاتی ہے۔ فرمایا یہ دنیا اور اس کی تمام چیزیں اللہ کے نزدیک مچھر کے پَر کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتیں قیامت کے روز کیا جواب دوں گا جبکہ اللہ تعالیٰ مجھ سے دریافت فرمائے گا کہ تُو نے میرے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت (مسواک) کو کیوں ترک کیا۔ جو مال و دولت میں نے تجھے دیا تھا جس کی حقیقت میرے نزدیک مچھر کے پر برابر بھی نہیں تھی اس کو اس سنت (مسواک) کے حاصل کرنے میں کیوں خرچ نہیں کیا۔ پھر انھوں نے فرمایا۔ میرے بھائی! میرا خیال تو یہ ہے کہ اگر تجھ سے کوئی مسواک بیچنے والا آدھا دینار بھی مسواک کی قیمت مانگے تو تُو ہرگز نہ دے گا، اور مسواک چھوڑ دے گا سنت سے اس قدر غفلت کے باوجود تو اپنے آپ کو "اولیاء اللہ" اور سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے "عاشقین" میں شمار کرتا ہے۔ خدا کی قسم! یہ ایک ایسا دعویٰ ہے۔ جس کی کوئی دلیل نہیں۔ (لواقع الانوار)

۷۔ مسواک نماز کے ثواب میں اضافے کا ذریعہ ہے

اگر کوئی شخص وضو سے پہلے مسواک کرے اور پھر اچھی طرح وضو کرے اور اس کے بعد نماز پڑھے تو اس طرح کرنے سے نماز کے ثواب میں اضافہ ہو جائے گا۔ دعَنْ عَائِشَةَ

قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی — حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَفْضُلُ الصَّلٰوۃُ الَّتِیْ یُسْتَاکُ لَھَا عَلَی الصَّلٰوۃِ الَّتِیْ لَا یُسْتَاکُ لَھَا سَبْعِیْنَ ضِعْفًا۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نماز کے لیے مسواک کی جاتی ہے وہ اس نماز سے ستر درجہ زیادہ افضل ہوتی ہے جس کے لیے مسواک نہ کی گئی ہو۔ (بیہقی)

اسی حدیث کے سلسلے میں مراقی الفلاح شرح نورالایضاع میں حضرت ابن عباسؓ اور حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ مسواک کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز کی فضیلت بغیر مسواک والی نماز پر ننانوے گنا یا چار سو گنا تک بڑھ جاتا ہے۔ علماء نے اس کی شرح یوں فرمائی ہے کہ اس قدر ثواب اور اجر میں اضافہ ہوتا اخلاص کے سبب ہوتا ہے۔

۸۔ مسواک کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اہم فرمان

مسواک کے چونکہ بہت سے فوائد ہیں ان کے پیش نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا اظہار فرمایا کہ اگر مسواک کرتے میں قوم کی دقت پیشِ نظر نہ ہوتی تو مسواک ہر نماز سے قبل لازم قرار دی جاتی۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُھُمْ بِتَاخِیْرِ الْعِشَاءِ وَ بِالسِّوَاکِ عِنْدَ کُلِّ صَلٰوۃٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر مجھے اپنی امت کی مشکل کا خیال نہ ہوتا تو میں ان کو نماز عشاء تاخیر سے ادا کرنے کا حکم دیتا۔ اور ہر نماز میں مسواک کرنے کو کہتا۔ (بخاری شریف)

حضرت حسان بن عطیہ کا قول ہے کہ مسواک نصف ایمان ہے اور وضو بھی نصف ایمان ہے۔ (ابن ابی شیبہ)

مسواک کی احادیث کے بارے میں ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مسواک کیا کرو

کیونکہ یہ قوتِ حافظہ میں اضافہ کرتی ہے اور بلغم دور کرتی ہے۔
ایسے ہی ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ رضہ نے کہا کہ مسواک انسانی فصاحت میں اضافے کا سبب بنتی ہے۔

۹۔ مسواک کی فضیلت کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کے متعلق ایک خواب دیکھا جس سے مسواک کی فضیلت اور اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرَانِیْ فِی الْمَنَامِ اَتَسَوَّكُ بِسِوَاكٍ فَجَاءَنِیْ رَجُلَانِ اَحَدُھُمَا اَكْبَرُ مِنَ الْاٰخِرِ فَنَاوَلْتُ السِّوَاكَ الْاَصْغَرَ مِنْھُمَا فَقِیْلَ لِیْ كَبِّرْ فَدَفَعْتُهٗ اِلَی الْاَكْبَرِ مِنْھُمَا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے خواب میں یہ دکھایا گیا کہ میں مسواک کروں، میرے پاس دو اشخاص آئے ان میں ایک بڑا تھا دوسرا چھوٹا۔ میں نے چھوٹے کو مسواک دینا چاہی تو اس وقت مجھ سے کہا گیا کہ میں بڑے کو مسواک دوں لہذا میں نے ان میں سے بڑے کو مسواک دے دی۔
(بخاری شریف)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہی بات یوں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کر رہے تھے۔ اور آپ کے پاس دو آدمی تھے جن میں سے ایک بڑا تھا۔ چنانچہ مسواک کی فضیلت میں آپ کی طرف وحی کی گئی کہ بڑے کو مقدم رکھو اور ان دونوں میں سے بڑے کو مسواک دے دو۔ (ابوداؤد)
ان احادیث سے مسواک کی اہمیت کا اظہار ہوتا ہے۔ اسی لیے تو مسواک بڑے کو دینے کا حکم دیا گیا کہ بڑا چھوٹے سے افضل تھا۔

۱۰۔ گھر میں داخل ہو کر مسواک کرنا سنت ہے

گھر میں جب دنیاوی کام کاج سے فارغ ہو کر آئیں تو اس وقت سب سے پہلے مسواک کرنی چاہیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں آنے پر سب سے پہلے مسواک ہی کیا کرتے تھے۔

وَعَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ يَبْدَأُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ قَالَتْ بِالسِّوَاكِ۔

حضرت شریح بن ہانی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے معلوم کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے کام کیا کرتے تھے آپؓ نے فرمایا کہ آپؐ سب سے پہلے مسواک کیا کرتے تھے۔ (مسلم شریف)

۱۱۔ مسواک سے صحت برقرار رہتی ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مسواک میں دس خصلتیں ہیں۔ دانتوں کی زردی دور کرتی ہے، آنکھوں کی بینائی کو تیز اور مسوڑھوں کو مضبوط بناتی ہے۔ منہ کو صاف کرتی ہے۔ ملائکہ خوش ہوتے ہیں، اللہ کی رضا، سنت کی اتباع، نماز کے ثواب میں اضافہ، جسم کی تندرستی، یہ سب امور حاصل ہوتے ہیں۔

۱۲۔ مسواک کے بعد اسے دھونا سُنّت ہے

مسواک کرنے کے بعد اسے دھونا سنت ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے دھو ڈالتے کیونکہ دھونے سے اس کی میل کچیل دور ہو جاتی ہے اور دوبارہ کرنے کے قابل ہو جاتی ہے اس لیے یاد رکھیے کہ جس مسواک کو دوبارہ استعمال کرنے کا ارادہ ہو اسے ہر حال میں پاک صاف رکھنا چاہیئے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاكُ فَيُعْطِيْنِي السِّوَاكَ لِاَغْسِلَهٗ فَاَبْدَاُ بِهٖ فَاَسْتَاكُ ثُمَّ اَغْسِلُهٗ وَاَدْفَعُهٗ اِلَيْهِ۔	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کرنے کے بعد مجھے دھونے کے لیے دیتے تو میں دھوکر اسی مسواک کو استعمال کرتی اور دھوکر سرکار کو واپس کر دیتی۔ (ابوداؤد)

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت عائشہ رض آپ سے مسواک لے کر دھونے سے پہلے اپنے منہ میں اس لیے پھیر لیتی تھیں کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب مبارک کی برکت حاصل ہو اور پھر اسے دھوکر صاف کر دیتیں۔ لعابِ دہن سے برکت حاصل کرنے کا ایک واقعہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ میرے لیے اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے ایک انعام یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال میرے گھر میں میری باری کے دن ہوا اور یہ بھی اللہ کا انعام ہے کہ آپ کے مبارک لعابِ دہن کو تھوک کے ساتھ آپ کی وفاتِ ظاہری سے پہلے اکٹھا کر دیا اور وہ اس طرح کہ میرے پاس عبدالرحمٰن بن ابی بکر رض آئے اور ان کے ہاتھ میں ایک مسواک تھی۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سہارا دے رہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ آپ ان کی مسواک کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ مجھے معلوم تھا کہ آپ مسواک پسند فرماتے ہیں۔ اس لیے میں نے دریافت کیا کہ آپ کے لیے مسواک لوں۔ آپ نے سرِاقدس کے اشارے سے فرمایا "ہاں"۔ چنانچہ میں نے عبدالرحمٰن رض سے مسواک لے کر آپ کو پیش کی۔ آپ نے استعمال کرنا چاہا لیکن مسواک سخت تھی۔ اس لیے میں نے عرض کیا کہ نرم کر دوں؟ آپ نے سرِمبارک کے اشارے سے فرمایا "ہاں"، چنانچہ میں نے دانتوں سے چبا کر نرم کر کے سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کر دی۔ آپ نے اس کو دانتوں پر پھیرنا شروع کیا۔ آپ کے سامنے ایک برتن رکھا تھا جس میں پانی تھا۔ آپ اپنے دونوں ہاتھ

پانی میں ڈالتے اور چہرۂ انور پہ پھیر لیتے اور فرماتے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ بیشک موت کے لیے سختیاں ہیں۔ پھر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا اے اللہ! مجھے رفیقِ اعلیٰ (انبیاء) میں شامل کر اور اس طرح کہتے رہے، یہاں تک کہ آپؐ کی روحِ مبارک قبض کرلی گئی اور آپؐ کے دونوں ہاتھ مبارک نیچے تشریف لائے۔ (مدارج النبوت)

۱۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کثرت سے مسواک کرنا

حضرت جبریل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مسواک کرنے کو کہا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کی اتنی کثرت کی کہ آپ نے فرمایا کہ میں مسواک اتنی کثرت سے کرتا ہوں کہ مجھے یہ ڈر ہے کہ مسواک کی زیادتی سے کہیں میرا منہ نہ چھل جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کے استعمال میں خصوصی دلچسپی لیتے تھے۔

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا جَآءَنِیْ جِبْرَئِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَطُّ اِلَّا اَمَرَنِیْ بِالسِّوَاكِ لَقَدْ خَشِیْتُ اَنْ اُحْفِیَ مُقَدَّمَ فِیَّ۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب بھی جبریلؑ میرے پاس آئے تو انھوں نے مجھے مسواک کرنے کو کہا اور مجھے یہ خیال ہونے لگا کہ کثرتِ مسواک سے منہ کا ظاہری حصہ نہ چھل جائے۔

۱۴۔ طریقہ مسواک اور مسائل

مسواک کرنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ مسواک دائیں ہاتھ میں لیں اور اس کی ابتدا منہ کے اندر دائیں طرف سے کریں۔ مسواک ہاتھ میں پکڑنے کا طریقہ یہ ہے کہ چھنگلیا مسواک کے نیچے اور بیچ کی تین انگلیاں مسواک کے اوپر اور انگوٹھا سرے پر ہو۔ دائیں طرف

کے دانتوں پر اوپر نیچے اور پھر بائیں طرف کے دانتوں پر اوپر نیچے مسواک کریں۔ کم ازکم تین مرتبہ مسواک پھیریں کیونکہ ایسا کرنا مستحب ہے اور ہر بار مسواک دھونا چاہیئے۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ مسواک کرتے وقت یہ نیت ہونی چاہیئے کہ مسواک کرکے ذکرِ الٰہی کی راہ صاف کر رہا ہوں۔ مسواک کے متعلق چند مسائل اور سنت حسبِ ذیل ہیں۔

(۱) مسواک کسی نرم شاخ کی ہونی چاہیئے اور سخت بالکل نہ ہو اس سے دانتوں اور مسوڑھوں کو تکلیف ہوگی۔

(۲) مسواک کڑوے درخت مثلاً نیم، پیلو یا زیتون وغیرہ کی ہو تو زیادہ بہتر ہے۔

(۳) مسواک موٹائی میں زیادہ موٹی نہیں ہونی چاہیئے بلکہ چھنگلی یعنی چھوٹی انگلی کے برابر ہو تو زیادہ بہتر ہے۔

(۴) مسواک زیادہ سے زیادہ ایک بالشت لمبی ہو اگر اس سے کم ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

(۵) مسواک دانتوں کی چوڑائی پر کی جائے، لمبائی پر نہ کی جائے۔

(۶) چت لیٹ کر مسواک نہ کریں اس سے تلی بڑھنے کا خطرہ ہے۔

(۷) بیت الخلاء میں مسواک کرنا مکروہ ہے۔

(۸) مسواک کے ریشے ایک ہی طرف بنائیں، دونوں طرف نہ بنائیں۔

(۹) نماز کے وضو کے لیے سنت ہے۔

(۱۰) جب بھی منہ میں بدبو پیدا ہو جائے تو اس کو دور کرنے کے لیے مسواک کرنا سنت ہے۔

(۱۱) مسواک جب قابلِ استعمال نہ رہے تو پھینک نہ دیں بلکہ اسے کسی محفوظ جگہ پر رکھ دیں یا کسی کنویں یا چلتے پانی میں بہا دیں۔

---

(۳۲)

آدابِ نماز

اسلام کے نظامِ عبادت میں نماز ایک بنیادی رکن ہے جو شاہ و گدا، مرد و عورت بوڑھے اور جوان پر یکساں فرض ہے۔ یہی وہ عبادت ہے جو کسی حال میں بھی کسی شخص سے ساقط نہیں ہوتی۔ درحقیقت تخلیقِ انسان کا مقصد ہی عبادت ہے۔ نماز سب سے اعلیٰ عبادت ہے کیونکہ انسان خدا کا بندہ ہے اور اللہ ہی اس کا خالق، رب اور معبود ہے لہٰذا خدا کو اپنا معبود ماننے کا تقاضا ہی یہ ہے کہ اس کی بندگی کی جائے بلکہ بندہ کو چاہیئے کہ اپنی تمام زندگی اللہ کی بندگی میں گزارے اور بندگی کا مطلب یہ ہے کہ اس کے علاوہ نہ کسی اور کے آگے جھکا جائے اور نہ کسی اور کی پرستش کی جائے اس لیے نماز حقیقت میں خدا کی عبادت اور پرستش کا کامل طریقہ ہے۔ نماز کے چند آداب اور سنتیں حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ خشوع اور خضوع سے نماز پڑھنا سُنّت ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز بڑے خشوع اور خضوع کے ساتھ ادا کیا کرتے تھے۔ اس لیے خشوع اور خضوع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ خشوع کا مطلب خوفِ خدا کا طاری ہونا ہے یعنی نماز پڑھتے وقت اللہ کی ہیبت اور برتری کا احساس دل پر طاری ہونا چاہیئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نمازوں کو اپنے وقت میں پڑھے، اچھی طرح وضو کرے خشوع اور خضوع سے نماز ادا کرے۔ پوری طرح کھڑا ہووے۔ اچھی طرح رکوع کرے۔ غرضیکہ ہر چیز کو اچھی طرح ادا کرے تو ایسی نماز نہایت ہی روشن اور

چمکدار بن جاتی ہے اور نمازی کے لیے پُراثر دعا بن جاتی ہے کہ اللہ تعالےٰ تیری حفاظت کرے جیسی تو نے میری حفاظت کی اور جو شخص نماز کو بُری طرح پڑھے وقت کو بھی ٹالے، وضو بھی اچھی طرح نہ کرے، رکوع سجدہ بھی اچھی طرح نہ کرے تو ایسی نماز سیاہ رنگ میں بددعا دیتی ہوئی اوپر جاتی ہے اور کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ اچھا نہ کرے جیسا تو نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا اس کے بعد وہ نماز پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر نمازی کے منہ پر مار دی جاتی ہے۔ (طبرانی)

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت میں سب سے پہلے نماز کا حساب کیا جائے گا۔ اگر وہ اچھی اور پوری نکل آئی تو باقی اعمال بھی پورے اتریں گے اور اگر وہ خراب ہو گئی تو باقی اعمال بھی خراب نکلیں گے (طبرانی)

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضور صلی اللہ سے سنا کہ جو قیامت کے دن پانچوں نمازیں اس صورت میں لے کر حاضر ہو کہ ان کے اوقات کی بھی حفاظت بھی کرتا رہا ہو اور وضو کا بھی اہتمام کرتا رہا ہو اور ان نمازوں کو خشوع و خضوع سے پڑھتا رہا ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے یہ حکم دے رکھا ہے کہ اس کو عذاب نہیں کیا جائے گا۔ اور جو ایسی نمازیں نہ لے کر حاضر ہو اس کے لیے کوئی وعدہ نہیں۔ چاہے اپنی رحمت سے معاف کرے یا عذاب دے (جامع الصغیر)

خشوع اور خضوع پیدا کرنے کے لیے نماز پڑھتے وقت یہ خیال دل میں لانا چاہیئے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے اس لیے اپنے دل سے ہر قسم کے دوسرے خیالات کو نکال دینے سے نمازی کا دل اللہ کی طرف مائل ہوگا اور اخلاص کے ساتھ نماز کے اذکار ادا ہوں گے۔

۲۔ اوّل وقت میں نماز پڑھنا سُنّت ہے

نماز کا وقت شروع ہونے کے بعد اول وقت میں نماز پڑھنا سنت ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بہت تاکید فرمائی ہے کہ اول وقت میں نماز پڑھ لینا بہت اچھا ہے۔ اگر کوئی جان بوجھ کر نماز میں مقررہ وقت سے تاخیر کرتا ہے تو اس کا یہ فعل خلافِ سنت ہوگا۔ اس لیے نماز کو وقت پر ادا کرلینا ہی بہتر ہے کیونکہ دنیا کے کام کاج میں مصروف رہنے سے نماز کے قضا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْوَقْتُ الْاَوَّلُ مِنَ الصَّلٰوةِ رِضْوَانُ اللّٰهِ وَالْوَقْتُ الْاٰخِرُ عَفْوُ اللّٰهِ ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز کو ابتداء وقت میں ادا کرنے میں اللہ کی خوشنودی ہے اور تاخیر میں معافی کی امید۔ (مسلم)

ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرے بعد ایسے حاکم اور امام آئیں گے جو نماز کے اوقات میں تاخیر کریں گے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا عَلِيُّ ثَلٰثٌ لَا تُؤَخِّرْهَا اَلصَّلٰوةُ اِذَا اَتَتْ وَالْجَنَازَةُ اِذَا حَضَرَتْ وَالْاَيِّمُ اِذَا وَجَدْتَّ لَهَا كُفُوًا ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علیؓ تین کاموں میں تاخیر نہ کرو۔ نماز میں جب اس کا وقت شروع ہو نمازِ جنازہ میں جب وہ تیار ہو اور بیوہ عورت کے نکاح میں جب بہتر جوڑا موجود ہو۔ (ترمذی)

۳۔ تکبیر تحریمہ کے وقت انگوٹھوں کو کانوں تک لگانا سنت ہے

نماز پڑھنے کے ارادے سے کھڑے ہو کر سب سے پہلے جو اللہ اکبر کہا جاتا ہے اسے تکبیر تحریمہ کہا جاتا ہے۔

تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو اٹھا کر انگوٹھوں کو کانوں کی لو سے لگانا سنت ہے ۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی کیا کرتے تھے۔

وَعَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ اَنَّهٗ اَبْصَرَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ قَامَ اِلَی الصَّلٰوةِ رَفَعَ یَدَیْهِ حَتّٰی کَانَتَا بِحِیَالِ مَنْکِبَیْهِ وَحَاذٰی اِبْهَامَیْهِ اُذُنَیْهِ ثُمَّ کَبَّرَ۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ بیشک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز ادا کرتے دیکھا ہے جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنے ہاتھوں کو اتنا اونچا اٹھاتے کہ وہ دونوں کندھوں کے مقابل ہوتے اور ہاتھ کے انگوٹھے کانوں سے لگ جاتے پھر تکبیر تحریمہ کہتے ۔

(ابوداؤد)

۴۔ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑنا سنت ہے

تکبیر تحریمہ کہہ کر زیر ناف ہاتھ باندھنا سنت ہے

کیونکہ حضرت حجر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے نماز میں داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پہ زیر ناف باندھا اور ہاتھ باندھتے وقت بائیں ہاتھ کو دائیں سے پکڑنا سنت ہے ۔

وَعَنْ قَبِیْصَةَ بْنِ هُلْبٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَؤُمُّنَا فَیَاْخُذُ شِمَالَهٗ بِیَمِیْنِهٖ۔

حضرت قبیصہ بن ہلب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری جماعت کی امامت فرماتے تو بائیں ہاتھ کو دائیں سے پکڑتے ۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پہ ناف کے نیچے اس طرح باندھے کہ بائیں ہاتھ کی کلائی کو داہنی چھنگلی اور انگوٹھے سے پکڑے یعنی چھنگلی اور انگوٹھے کا حلقہ کر کے بائیں ہاتھ کی کلائی کو پکڑے اور باقی تین انگلیاں اس پہ پھیلا دے

اور عورت اپنی دائیں ہتھیلی کو بائیں ہتھیلی پر رکھ کر سینے پر باندھے۔

۵۔ اطمینان کے ساتھ رکوع اور سجود کرنا

رکوع اور سجود نماز کے فرائض میں سے ہیں لیکن انھیں سکون سے ادا کرنا سنت ہے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَقِیْمُوا الرُّکُوْعَ وَالسُّجُوْدَ فَوَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَرَاکُمْ مِنْ بَعْدِیْ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے رکوع، سجود مکمل طور پر ادا کیا کرو۔ خدا کی قسم! میں تمہیں پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

رکوع کے بعد سیدھے صحیح طرح کھڑے ہوکر پھر سجدہ کرنا سنت ہے۔

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُجْزِئُ صَلٰوۃُ الرَّجُلِ حَتّٰی یُقِیْمَ ظَہْرَہٗ فِی الرُّکُوْعِ وَالسُّجُوْدِ۔

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کی نماز قبول نہیں جو رکوع اور سجدہ میں اپنی کمر سیدھی نہیں کرتا۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، دارمی ابن ماجہ)

۶۔ سجدہ کرنے کا سنت طریقہ

سجدہ کرتے ہوئے ہاتھوں کو زمین پر رکھنا اور کہنیوں کو اٹھائے رکھنا سنت ہے۔

مرد کے لیے سجدے میں سنت ہے کہ بازو کروٹوں سے جدا ہوں اور پیٹ رانوں سے۔ اور کلائیاں زمین پر نہ بچھائے مگر جب صف میں ہو تو بازو کروٹوں سے جدا نہ ہوں گے کہ اس سے دوسرے نمازیوں کو تکلیف پہنچے گی۔ عورت سمٹ کر سجدہ کرے یعنی بازو کروٹوں سے ملا دے اور پیٹ ران سے اور ران پنڈلیوں سے اور پنڈلیاں زمین سے ملا دے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ عَلَى الْجَبْهَةِ وَالْيَدَيْنِ وَ الرُّكْبَتَيْنِ وَاَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ وَلَا نَكْفِتَ الثِّيَابَ وَلَا الشَّعْرَ۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہوں۔ پیشانی اور دونوں ہاتھوں اور گھٹنوں پر اور پاؤں کے پنجوں پر اور یہ کہ ہم اپنے کپڑوں اور بالوں کو اکٹھا نہ کریں۔

(بخاری)

۷۔ مسنون قرأت

نماز کے آداب میں سے ایک ادب یہ ہے کہ جن سورتوں کی قرأت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے انہی سورتوں کی قرأت کو سنت کے طور پر اپنایا جائے اس کے متعلق چند احادیث مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ بِقٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ وَنَحْوِهَا وَكَانَتْ صَلٰوتُهُ بَعْدُ تَخْفِيْفًا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں قٓ والقرآن المجید اور اس کی مثل سورتوں کی تلاوت فرماتے تھے۔ اور آپ کی نماز زیادہ طویل نہ ہوتی تھی۔

(مسلم)

۲۔ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ بِاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَفِيْ رِوَايَةٍ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَفِي الْعَصْرِ نَحْوَ ذٰلِكَ وَفِي الصُّبْحِ اَطْوَلَ مِنْ ذٰلِكَ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر میں واللیل اذا یغشی تلاوت فرماتے اور ایک روایت کے مطابق سبح اسم ربک الاعلی اور نماز عصر میں بھی اتنی ہی تلاوت فرماتے البتہ نماز فجر میں اس سے زیادہ طویل قرأت فرماتے تھے۔

(مسلم)

۳۔ وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ فِی الْمَغْرِبِ بِالطُّوْرِ۔

کہ میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز مغرب میں سورۂ طور کی تلاوت فرماتے تھے۔ (بخاری شریف)

۴۔ عَنِ الْبَرَآءِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ فِی الْعِشَآءِ وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ وَمَا سَمِعْتُ اَحَدًا اَحْسَنَ صَوْتًا مِّنْہُ

حضرت براء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز عشاء میں والتین والزیتون پڑھتے سنا ہے اور میں نے نہیں سنا کہ کوئی آپ سے بہتر پڑھنے والا ہو (بخاری شریف)

۵۔ عَنْ عُبَیْدِ بْنِ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ اسْتَخْلَفَ مَرْوَانُ اَبَا ھُرَیْرَۃَ عَلَی الْمَدِیْنَۃِ وَخَرَجَ اِلٰی مَکَّۃَ فَصَلّٰی لَنَا اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ الْجُمُعَۃَ فَقَرَأَ سُوْرَۃَ الْجُمُعَۃِ فِی السَّجْدَۃِ الْاُوْلٰی وَفِی الْاٰخِرَۃِ اِذَا جَآءَکَ الْمُنَافِقُوْنَ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ بِہِمَا یَوْمَ الْجُمُعَۃِ۔

حضرت عبید اللہ بن ابی رافع روایت کرتے ہیں کہ جب مروان نے جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا اور خود مکہ چلا گیا۔ جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے روز نماز فجر پڑھائی تو پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ اور دوسری رکعت میں سورۂ منافقون پڑھی اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمعہ کے دن انہیں سورتوں کو پڑھتے سنا ہے۔ (مسلم شریف)

۸۔ نماز کے بعد استغفار پڑھنا سنت ہے

نماز سے فارغ ہونے کے بعد اللہ اکبر کہنا سنت ہے

کیونکہ حضورؐ ایسے ہی کیا کرتے تھے اس کے بعد تین مرتبہ استغفار پڑھنا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے پھر حسبِ ذیل دعا پڑھیں کیونکہ اس کا پڑھنا حضور صلی اللہ

علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلٰوتِہٖ اسْتَغْفَرَ ثَلٰثًا وَّ قَالَ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَاذَا الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوتے تو تین بار استغفار پڑھتے اس کے بعد یہ دعا پڑھتے اللھم انت السلام و منک السلام تبارکت یا ذا الجلال و الاکرام۔ (مسلم شریف)

۹۔ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا سنت ہے

نماز مکمل کرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا سنت ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ کار تھا۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا سنت سے ثابت نہیں، یہ بات درست نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ ہمیشہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے۔ اور دعا ختم کرتے پر انھیں منہ پر پھیر لیتے۔

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَفَعَ یَدَیْہِ فِی الدُّعَآءِ لَمْ یَحُطَّھُمَا حَتّٰی یَمْسَحَ بِھِمَا وَجْھَہٗ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے تو ان کو منہ پر پھیرنے سے پہلے نیچے نہ رکھتے

(ترمذی شریف)

۱۰۔ ایک مسنون دعا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کے بعد عموماً یہ دعا پڑھا کرتے تھے اس لیے اس دعا کا پڑھنا سنت ہے۔

وَعَنِ الْمُغِیْرَۃِ بْنِ شُعْبَۃَ اَنَّ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ مَكْتُوْبَةٍ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز فرض کے بعد یہ دعا پڑھتے: (ترجمہ) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اس کے لیے ملک ہے اور وہی سزاوار حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ خداوندا جسے تو عطا فرمائے اس کو کوئی روکنے والا نہیں۔ اور جس کے لیے تو منع فرمائے اس کو کوئی دینے والا نہیں اور نفع نہیں دیتی دولت مند کو اس کی دولت تیرے عذاب سے بچنے میں۔

۱۱۔ نماز با جماعت بہترین سنتوں سے ہے

جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہترین سنتوں سے ہے البتہ سنتیں وغیرہ گھر میں پڑھ لینا بھی سنت ہے اس لیے با جماعت نماز ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَقَدْ رَاَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلٰوةِ اِلَّا مُنَافِقٌ قَدْ عُلِمَ نِفَاقُهٗ اَوْ مَرِيْضٌ اِنْ كَانَ الْمَرِيْضُ لَيَمْشِيْ بَيْنَ رَجُلَيْنِ حَتّٰى يَاْتِيَ الصَّلٰوةَ وَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَنَا سُنَنَ الْهُدٰى

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں بیشک ہم نے یہ جان لیا کہ نماز با جماعت سے سوائے منافق کے اور کوئی روگردانی نہیں کرتا جس کا نفاق ظاہر ہو گیا ہو یا مرض کی وجہ سے حالانکہ ہم میں سے بیمار بھی دو آدمیوں کے سہارے نماز کے لیے آتا تھا۔ راوی فرماتے ہیں رسولِ خدا نے ہمیں ہدایت کے طریقے تعلیم فرمائے اور ان میں سے ایک طریقہ ان مساجد میں نماز با جماعت ہے

وَإِنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى
الصَّلٰوةُ فِي الْمَسَاجِدِ الَّذِيْ
يُؤَذَّنُ فِيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ
مَنْ سَرَّهٗ أَنْ يَلْقَى اللّٰهَ غَدًا
مُسْلِمًا فَلْيُحَافِظْ عَلٰى هٰذِهِ
الصَّلَوٰتِ الْخَمْسِ حَيْثُ يُنَادٰى
بِهِنَّ فَإِنَّ اللّٰهَ شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ
سُنَنَ الْهُدٰى وَإِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ
الْهُدٰى وَلَوْ أَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِيْ
بُيُوْتِكُمْ كَمَا يُصَلِّيْ هٰذَا الْمُتَخَلِّفُ
فِيْ بَيْتِهٖ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ
وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ
وَمَا مِنْ رَجُلٍ يَتَطَهَّرُ فَيُحْسِنُ
الطُّهُوْرَ ثُمَّ يَعْمِدُ إِلٰى مَسْجِدٍ مِّنْ
هٰذِهِ الْمَسَاجِدِ إِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ
لَهٗ بِكُلِّ خَطْوَةٍ حَسَنَةً وَرَفَعَهٗ
بِهَا دَرَجَةً وَحَطَّ عَنْهُ بِهَا
سَيِّئَةً وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ
عَنْهَا إِلَّا مُنَافِقٌ مَعْلُوْمُ النِّفَاقِ وَ
لَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يُؤْتٰى بِهٖ يُهَادٰى
بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتّٰى يُقَامَ فِي الصَّفِّ۔

جہاں اذان پڑھی جاتی ہے اور ایک روایت
کے مطابق جناب عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ جس
کو یہ بات پسند ہو کہ کل وہ اللہ سے اس طرح
ملاقات کرے کہ اس کا ایمان کامل ہو تو وہ پنج
وقتہ نمازوں کی پابندی کرے جبکہ اس کو اس
(نماز) کے لیے بلایا جائے۔ کیونکہ اللہ نے نبی کریم
کو ہدایت کرنے کے لیے راستہ متعین فرمادیا ہے
اور یہ باجماعت نمازیں تمہارے لیے ہدایت
کا راستہ ہیں۔ اگر تم اپنے گھروں میں اس پیچھے
رہنے والے کی طرح نماز پڑھوگے تو اپنے نبی کی
سنت کو ترک کروگے اور نبی کی سنت کے
ترک سے گمراہی اختیار کروگے اور نہیں کوئی
شخص جو اچھی طرح طہارت حاصل کرکے مساجد
میں سے کسی مسجد کا قصد کرے تو اس کے
ہر قدم پر اللہ ایک نیکی لکھواتا ہے ایک درجہ
بلند فرماتا ہے اور ایک گناہ اس کے نامۂ اعمال
سے مٹایا جاتا ہے اور بیشک ہمیں یہ معلوم ہوگیا
ہے کہ نماز باجماعت سے سوائے منافق کے اور
کوئی پیچھے نہیں رہتا ہے جس کا نفاق ظاہر ہوتا ہے
اور ایسا شخص بھی نماز باجماعت کے لیے حاضر ہوتا ہے جو
دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں آتا ہے اور صف میں کھڑا
ہوتا ہے۔ (مسلم)

(۳۴)

آدابِ مسجد

مسجد اللہ کا گھر ہے اور مسلمانوں کی عبادت گاہ ہے اسے اللہ کے ہاں دوسرے مقامات کی نسبت برتری حاصل ہے جو عام جگہوں کو حاصل نہیں۔ اس لیے اسلام میں مساجد کو بہت زیادہ اہمیت اور عظمت حاصل ہے۔ اس فضیلت کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:۔

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ۔

خدا کی مسجدوں کو تو وہ لوگ آباد کرتے ہیں، جو خدا پر اور روز قیامت پر ایمان لاتے اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ یہی لوگ امید ہے کہ ہدایت یافتہ لوگوں میں (داخل) ہوں۔

(پ ۱۰، توبہ: ۱۸)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا کہ:۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ۔

اے اولاد آدم! اپنے آپ کو اچھا بناؤ جب مسجد میں جاؤ، کھاؤ اور پیو مگر حد سے نہ بڑھو۔ بیشک حد سے بڑھنے والے کو اللہ پسند نہیں کرتا۔

(پ ۸، اعراف: ۳۱)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ مساجد کی تکریم و تعظیم کرنا اہل ایمان کا شیوہ ہے شریعت کی رو سے آدابِ مسجد مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ مساجد میں مؤدب ہو کر جانا

مؤدب ہو کر مساجد میں جانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ گھر سے جب مسجد کی طرف جائیں تو نگاہوں کو نیچا رکھیں۔ کسی قسم کی غیر اخلاقی حرکت نہ کریں اور دل میں عاجزی اور گریہ زاری کے ساتھ اللہ کے گھر میں جائیں تاکہ اللہ راضی ہو، اکثر بزرگانِ دین کا یہی معمول رہا ہے کہ وہ بڑے ادب کے ساتھ مساجد میں جایا کرتے تھے۔ مساجد میں جانے کا بہت اجر ہے۔ مسجد میں داخل ہو کر پہلے سے موجود لوگوں کو سلام کرنا چاہیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مساجد میں جانے کی فضیلت یوں بیان فرمائی ہے

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ غَدَا اِلَی الْمَسْجِدِ اَوْ رَاحَ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهٗ نُزُلَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ كُلَّمَا غَدَا اَوْ رَاحَ ۔	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو صبح کو اول دن میں یا آخر دن میں مسجد میں گیا اللہ تعالیٰ اس کی مہمانی جنت میں کرے گا صبح کے وقت یا آخر دن میں (یعنی جس وقت بھی وہ مسجد میں گیا ہو) بخاری

ناپاک لباس پہن کر یا کوئی ناپاک چیز لے کر مسجد میں جانا منع ہے۔ ایسے ہی ناپاک جسم کے ساتھ بھی مسجد میں جانا اچھا نہیں۔ ضرورت کے بغیر مسجد کی چھت پر نہیں چڑھنا چاہیئے۔ مسجد میں چھوٹے بچوں کو ساتھ نہ لے جائیں جو مسجد کے احترام کا شعور نہ رکھتے ہوں۔ جن کے پیشاب یا پاخانہ کرنے کا ڈر ہو۔

۲۔ مسجد میں داخل ہونے کا سُنّت طریقہ

مساجد میں داخل ہونے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ مسجد کے دروازے پر جوتے اتاریں اور اس کے بعد پہلے دایاں قدم اندر رکھیں اور پھر بایاں قدم رکھیں اور داخلہ کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی دعا پڑھیں۔ ایسے ہی مسجد سے نکلنے کے وقت نکلنے کی دعا پڑھیں اور پہلے بایاں قدم باہر رکھیں۔

اور پھر دایاں قدم۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طریقہ سے مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے پر از حد ثواب اور اجر ملے گا۔ مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کی مسنون دعا یہ ہے :۔

حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس وقت ایک تمھارا مسجد میں داخل ہو پس چاہیئے کہ کہے :۔

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ — اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے

اور جس وقت نکلے پس چاہیئے کہ کہے :۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ۔ — اے اللہ بیشک میں تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں۔ (مسلم)

۳۔ مسجد کا بنیادی ادب

مسجد کا سب سے اہم اور بنیادی ادب یہ ہے کہ مسجد میں داخل ہو کر ثواب کی نیت سے دو رکعت نفل تحیۃ المسجد پڑھیں۔ حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ کا اکثر معمول تھا کہ آپ مسجد میں داخل ہوتے تو سب سے پہلے تحیۃ المسجد کے دو نفل ادا کرتے۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ تحیۃ المسجد کے نوافل کی ادائیگی دل میں خلوص اور لگن پیدا کرتی ہے لہٰذا جو شخص تحیۃ المسجد کے نوافل کو اپنے معمول میں شامل کرے اس کا دل عبادت کی طرف مائل رہنے لگے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ کار بھی یہی تھا کہ آپؐ جب مسجد میں تشریف لاتے تو سب سے پہلے تحیۃ المسجد کے دو رکعت نوافل ادا فرماتے۔

وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُکُمُ الْمَسْجِدَ فَلْیَرْکَعْ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ اَنْ	حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو مسجد میں بیٹھنے سے پہلے دو رکعت (تحیۃ المسجد) ادا کرے

تجلیّسی۔ بخاری شریف

۴۔ مسجد کی صفائی

مسجد کو صاف ستھرا رکھنا چاہیئے اور اس میں اگر کوئی کوڑا کرکٹ وغیرہ ہو تو جھاڑو دے کر اسے باہر نکال دینا چاہیئے صفوں کے تنکوں سے مسجد میں گند پڑتا ہے اس لیے مسجد میں روزانہ یا گاہے بگاہے جھاڑو دیتے رہنا چاہیئے اور جو شخص مسجد کا خادم ہو تو اس کا فرض ہے کہ مسجد کی صفائی کرے اور ہفتہ میں ایک بار دھوئے۔ ویسے بھی اگر کوئی شخص شوق سے مسجد میں جھاڑو دے تو اسے بہت اجر ملے گا۔ مسجد کی ظاہری صفائی سے انسان کی قلبی صفائی ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ صفائی کرنے کے بعد مسجد میں خوشبو پھیلانا سنت ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ مسجد میں جھاڑو دینا، مسجد کو پاک صاف رکھنا، مسجد کا کوڑا کرکٹ باہر پھینکنا، مسجد میں خوشبو سلگانا، بالخصوص جمعہ کے دن مسجد کو خوشبو میں بسانا، جنت میں لے جانے والے کام ہیں۔ (ابن ماجہ)

ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مسجد کا کوڑا کرکٹ صاف کرنا حسین آنکھوں والی حور کا مہر ہے (طبرانی)

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَيَّ اُجُوْرُ اُمَّتِيْ حَتَّى الْقَذَاةُ يُخْرِجُهَا الرَّجُلُ مِنَ الْمَسْجِدِ وَعُرِضَتْ عَلَيَّ ذُنُوْبُ اُمَّتِيْ فَلَمْ اَرَ ذَنْبًا اَعْظَمَ مِنْ سُوْرَةٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ اُوْتِيَهَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے سامنے میری امت کے اعمال خیر پیش کیے گئے یہاں تک کہ اس کے بارے بھی جو کہ کوڑا یا مٹی مسجد سے کوئی نکالتا ہے اور میرے سامنے میرے امتیوں کے گناہ پیش کیے گئے لیکن اس سے بڑا گناہ میں نے نہیں دیکھا کہ کسی شخص نے ایک سورۃ یا

أُوْتِيَهَا رَجُلٌ ثُمَّ نَسِيَهَا۔ آیت کو یاد کر کے اس کو بھلا دیا ہو۔ (ترمذی، ابوداؤد)

۵۔ ہنسی مذاق اور دنیاوی باتوں کی ممانعت

مسجد میں صرف خدا کی عبادت کی جائے لہٰذا وہاں کوئی لغو بات نہ کی جائے نہ کسی کی برائی بیان کی جائے اور نہ ہی وہاں دنیا کی باتیں کی جائیں کیونکہ دنیاوی باتوں میں حسد، بغض، غیبت وغیرہ جیسی باتیں آجاتی ہیں جو آدابِ مسجد کے خلاف ہے۔ ایسے ہی مسجد میں شور مچانا، مذاق کرنا، دنیا کے حالات وغیرہ پر تبصرہ کرنا سب منع ہے۔

وَعَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَكُوْنُ حَدِيْثُهُمْ فِيْ مَسَاجِدِهِمْ فِيْ أَمْرِ دُنْيَاهُمْ فَلَا تُجَالِسُوْهُمْ فَلَيْسَ لِلّٰهِ فِيْهِمْ حَاجَةٌ۔

حضرت حسنؓ سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا۔ کہ ان کی باتیں مسجدوں میں ہوں گی دنیا کے متعلق۔ ان کے پاس نہ بیٹھو ان میں اللہ کو کچھ حاجت نہیں۔

(بیہقی۔ شعب الایمان)

۶۔ مسجد میں خرید و فروخت نہ کریں

مسجد میں خرید و فروخت نہ کی جائے کیونکہ دنیاوی امور انسان کو یادِ الٰہی اور توجہ سے ہٹاتے ہیں اس لیے مسجد میں کاروبار کرنے سے منع فرمایا گیا ہے، مسجد کے اندر لین دین کرنا، خرید و فروخت کے معاملات کا طے کرنا مکروہ ہے لیکن ہبہ مکروہ نہیں ہے البتہ معتکف کے لیے بحالتِ مجبوری ایسا کرنا جائز ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں تجارت کو اچھا نہیں تصور کیا۔ بعض لوگ مسجد میں ٹوپیاں تسبیحاں یا کتابیں وغیرہ رکھ کر بیچتے ہیں اگر کوئی ایسا کرتا ہو تو اسے منع کریں۔ اور اسے سمجھائیں کہ مسجد کے دروازے کے باہر فروخت کرے کیونکہ فروخت کرنا

مسجد میں منع ہے۔ کیونکہ خرید و فروخت سے مسجد کا تقدس پامال ہوتا ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں خرید و فروخت کرنے سے منع کیا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَیْتُمْ مَنْ یَّبِیْعُ اَوْ یَبْتَاعُ فِی الْمَسْجِدِ فَقُوْلُوْا لَا اَرْبَحَ اللّٰهُ تِجَارَتَكَ وَاِذَا رَاَیْتُمْ مَنْ یَّنْشُدُ فِیْهِ ضَالَّةً فَقُوْلُوْا لَا رَدَّ اللّٰهُ عَلَیْكَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت تم دیکھو کسی شخص کو، کہ وہ بیچتا ہے یا خریدتا ہے مسجد میں، کہو اللہ تیری تجارت میں نفع نہ دے اور اگر تم دیکھو کہ کوئی شخص اپنی گمشدہ چیز مسجد میں تلاش کر رہا ہے، کہو اللہ تجھ پر نہ لوٹائے۔

(ترمذی شریف)

۷۔ مسجد میں بلند آواز سے کسنے کی ممانعت

مسجد میں خاموشی سے بیٹھا جائے آہستہ بات کی جائے زیادہ وقت ذکر و اذکار میں گزارا جائے۔ مسجد میں کسی مجبوری کے بغیر مباح گفتگو بھی درست نہیں۔ اگر کوئی ضروری بات کرنے کی ضرورت درپیش ہو تو وہ کر لیں۔ اس کے علاوہ مسجد میں بلند آواز سے کسنے کی بھی ممانعت ہے اس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یہ ہے۔

وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدَ قَالَ كُنْتُ نَائِمًا فِی الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِیْ رَجُلٌ فَنَظَرْتُ فَاِذَا هُوَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ اذْهَبْ فَأْتِنِیْ بِهٰذَیْنِ فَجِئْتُهٗ بِهِمَا فَقَالَ مِمَّنْ اَنْتُمَا اَوْ مِنْ اَیْنَ

حضرت سائب بن یزید سے روایت ہے کہ میں مسجد میں سویا ہوا تھا۔ مجھے ایک شخص نے کنکری ماری میں نے دیکھا کہ اچانک وہ عمر بن خطاب تھے۔ کہا جاؤ ان دو شخصوں کو میرے پاس لاؤ۔ میں ان دونوں کو لایا پس کہا تم کن لوگوں میں سے ہو یا فرمایا تم دونوں کہاں کے ہو؟ ان دونوں نے کہا

اَنْتُمَا قَالَا مِنْ اَهْلِ الطَّائِفِ قَالَ لَوْ كُنْتُمَا مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ لَاَوْجَعْتُكُمَا تَرْفَعَانِ اَصْوَاتَكُمَا فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ہم طائف کے رہنے والے ہیں۔ فرمایا اگر تم مدینہ کے رہنے والے ہوتے تو میں تم کو سزا دیتا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آواز بلند کرتے ہو۔

(بخاری شریف)

۸۔ مسجد میں تھوکنے کی ممانعت

مسجد میں تھوکنا مکروہ تحریمی ہے۔ لہذا مسجد کو تھوک اور رینٹ سے پاک رکھنا واجب ہے۔ اگر تھوک یا بلغم مسجد کے فرش، دیوار، یا چٹائی کے اوپر یا نیچے لگ جائے تو اسے صاف کرنا ضروری ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں تھوکنے سے منع کیا ہے بلکہ آپؐ نے فرمایا ہے کہ مسجد میں تھوکنا برے اعمال میں سے ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَيَّ اَعْمَالُ اُمَّتِيْ حَسَنُهَا وَ سَيِّئُهَا فَوَجَدْتُّ فِيْ مَحَاسِنِ اَعْمَالِهَا الْاَذٰى يُمَاطُ عَنِ الطَّرِيْقِ وَوَجَدْتُّ فِيْ مَسَاوِيْ اَعْمَالِهَا النُّخَاعَةَ تَكُوْنُ فِي الْمَسْجِدِ لَا تُدْفَنُ۔

حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر میری امت کے اعمال نیک اور برے اعمال پیش کیے گئے تو میں نے راستے سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹانا نیک عملوں میں پایا ہے اور ایسے تھوکنے کو برے اعمال میں پایا جسے تھوکنے کے بعد دفن نہیں کیا جاتا۔

(مسلم شریف)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں تھوکنا اسلامی آداب کے خلاف ہے بلکہ برے اعمال میں سے ہے۔ اس کے متعلق ایک اور حدیث یہ ہے:۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْبُصَاقُ فِی الْمَسْجِدِ خَطِیْئَۃٌ وَّکَفَّارَتُھَا دَفْنُھَا۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اسے دفن کر دینا ہے۔

(بخاری تخریج)

دفن کرنے سے مراد یہ ہے کہ اگر مٹی یا ریت وغیرہ ہو تو اس کے نیچے چھپا دیا جائے ابوالمحاسن رویانی نے اپنی کتاب "البحر" میں فرمایا کہ دفن کرنے سے مراد مسجد سے نکال دینا ہے لیکن مسجد کے پختہ ہونے کی صورت میں جھاڑو وغیرہ کے ساتھ اسے وہیں مل دینا جیسا کہ بعض جاہل کرتے ہیں، دفن کرنا نہیں ہے بلکہ یہ زیادہ گناہ ہے اور مسجد میں گندگی کو مزید پھیلانا ہے جو آدمی ایسا کرے اس پر لازم ہے کہ وہ اس کے بعد کپڑے یا ہاتھ وغیرہ سے صاف کرے یا دھو ڈالے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ رَاَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نُخَامَۃً فِی الْقِبْلَۃِ فَشَقَّ ذٰلِکَ عَلَیْہِ حَتّٰی رُئِیَ فِیْ وَجْھِہٖ فَقَامَ فَحَکَّہٗ بِیَدِہٖ فَقَالَ اِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا قَامَ فِی الصَّلٰوۃِ فَاِنَّمَا یُنَاجِیْ رَبَّہٗ وَاِنَّ رَبَّہٗ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْقِبْلَۃِ فَلَا یَبْزُقَنَّ اَحَدُکُمْ قِبَلَ قِبْلَتِہٖ وَلٰکِنْ عَنْ یَّسَارِہٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِہٖ ثُمَّ اَخَذَ طَرَفَ رِدَائِہٖ فَبَصَقَ فِیْہِ ثُمَّ رَدَّ بَعْضَہٗ عَلٰی بَعْضٍ فَقَالَ اَوْ

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی دیوار قبلہ پر رینٹھ دیکھی تو یہ بات آپ کو ناگوار معلوم ہوئی جس کا اثر چہرہ مبارک سے ظاہر ہوا آپ اٹھے اور اس کو اپنے دست مبارک سے صاف کر کے فرمایا جس وقت تم میں سے کوئی نماز کے لیے کھڑا ہو تو وہ اس حال سے خالی نہیں کہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے اور بلاشک اس کا رب اس کے اور سمت قبلہ کے درمیان ہوتا ہے لہٰذا تم میں سے کوئی سمت قبلہ کو نہ تھوکے اور یہ عمل صرف بائیں جانب یا پیروں کے نیچے کرے اس کے بعد آپؐ نے اپنی چادر میں تھوکا اور اس کو مل کر فرمایا، یا

يَفْعَلُ هٰكَذَا۔ اس طرح کرے۔ (بخاری)

اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی واضح ہوتا ہے کہ مسجد میں اگر کسی نے تھوک وغیرہ لگا دیا ہو تو اسے فوراً صاف کر دیا جائے چونکہ ایسا کرنا اچھے اعمال سے ہے۔

۹۔ پیاز اور لہسن کھا کر مسجد میں جانے کی ممانعت

کچا پیاز اور لہسن کھا کر مسجد میں آنا منع ہے۔

ایسے ہی کوئی بدبودار چیز کھا کر مسجد میں نہیں آنا چاہیئے اسی طرح حقہ سگریٹ وغیرہ پی کر بغیر منہ صاف کیے مسجد میں آنا اچھا نہیں۔

وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ أَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ هَاتَيْنِ الشَّجَرَتَيْنِ يَعْنِي الْبَصَلَ وَالثُّوْمَ وَقَالَ مَنْ اَكَلَهُمَا فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا وَقَالَ اِنْ كُنْتُمْ لَا بُدَّ اٰكِلِيْهِمَا فَاَمِيْتُوْهُمَا طَبْخًا۔

حضرت معاویہ بن قرہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں درختوں کے کھانے سے منع کیا ہے یعنی لہسن اور پیاز۔ اور فرمایا جو شخص ان دونوں کو کھائے ہماری مسجد کے قریب نہ آئے اور فرمایا اگر تم نے ضروری طور پر ان کو کھانا ہے تو پکا کر کھاؤ۔ (ابوداؤد)

کچے لہسن اور پیاز کی چونکہ بُو ہوتی ہے جو مسجد میں نازل ہونے والے رحمت کے فرشتوں کے لیے ناگوار ہوتی ہے اس لیے اسے کھا کر مسجد میں آنے سے روکا گیا ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ الْمُنْتِنَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا فَاِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ تَتَاَذّٰى مِمَّا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس بدبودار درخت سے کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔ کیونکہ فرشتے ایذا پاتے ہیں اس چیز سے جس سے انسان ایذا پاتے ہیں۔

يَتَأَذّٰى مِنْهُ الْاِنْسُ۔ (بخاری و مسلم)

پیاز اور لہسن جب کسی سالن کے ساتھ پک جاتا ہے تو اس کی بُو ختم ہو جاتی ہے لہذا ایسا سالن جس میں پیاز اور لہسن پڑا ہوا ور اس کی بُو ظاہر نہ ہو تو کھا کر مسجد میں آنے میں کوئی حرج نہیں۔

۱۰۔ مسجد میں حلقے بنانا یعنی گروہ بندی کی ممانعت

مساجد میں گروہ بندی کرنے کی اجازت نہیں

کیونکہ ایک دوسرے کے خلاف گروہ بندی لڑائی جھگڑے کا پیش خیمہ بنتی ہے اس لیے اس سے بچنا چاہیئے۔ مسجد میں جھگڑا بری بات ہے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آپس میں اختلاف نہ کرو۔ تم سے پہلے لوگ باہم اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ مسجد میں حلقہ بندی کر کے بیٹھنا منع ہے۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَنَاشُدِ الْاَشْعَارِ فِي الْمَسْجِدِ وَعَنِ الْبَيْعِ وَالْاِشْتِرَاءِ فِيْهِ وَاَنْ يَّتَحَلَّقَ النَّاسُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فِي الْمَسْجِدِ۔

حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں شعر پڑھنے خرید و فروخت کرنے اور جمعہ کے دن مسجد میں نماز سے پہلے حلقہ باندھ کر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔

(ابوداؤد شریف)

۱۱۔ شعر گوئی کی ممانعت

مسجد میں دنیاوی قسم کے شعر پڑھنا جس میں محبوب مجازی کے حُسن وجمال کا ذکر ہو، سخت منع ہے۔ ایسے ہی مسجد میں گانا وغیرہ بالکل نہ گایا جائے۔ گانا تو ویسے ہی خلافِ

اسلام ہے تو پھر اسے مسجد میں گانے سے زیادہ گناہ ہوگا۔ لہٰذا ریڈیو، ٹی وی مسجد میں رکھنا آداب مسجد کے خلاف ہے۔ البتہ مسجد میں حمد و ثنا اور نعت خوانی کی اجازت ہے۔ کیونکہ اس میں اللہ اور اس کے رسول کی تعریف ہوتی ہے۔

وَعَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّسْتَقَادَ فِي الْمَسْجِدِ وَاَنْ يُّنْشَدَ فِيْهِ الْاَشْعَارُ وَ اَنْ تُقَامَ فِيْهِ الْحُدُوْدُ۔

حضرت حکیم بن حزامؓ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ مسجد میں قصاص لیا جائے اور یہ کہ اس میں اشعار پڑھے جائیں اور یہ کہ اس میں حدیں قائم کی جائیں۔ (ابوداؤد)

۱۲۔ مسجد میں غسل اور وضو کی ممانعت

مسجد میں غسل یا وضو کرنا درست نہیں مسجد کے ساتھ جو جگہ وضو یا غسل کے لیے بنائی گئی ہو وہاں وضو کرنا چاہیئے۔ حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک مسجد کے صحن یا مسجد کے اندر کسی جگہ پر وضو کرنا مکروہ ہے

ایک دفعہ میں حرم شریف میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک کالے رنگ کا بدو آیا اور اس کے ہاتھ میں ایک پانی کی بوتل تھی۔ اور وہ حرم شریف کے اندر ہی تہ خانے کے ایک دروازے کے قریب وضو کرنے لگ گیا۔ یہ جہالت کا نتیجہ ہے کہ لوگ مسائل نہیں سیکھتے اور وہ کام مسجد میں کر لیتے ہیں جس کا کرنا جائز نہیں۔

۱۳۔ مسجد میں کھانا اور سونا

مسجد میں کھانے پینے سے اجتناب کرنا چاہیئے کیونکہ مسجد میں کھانے پینے سے گند پڑتا ہے۔

اس لیے بہتر ہے کہ مسجد میں کوئی چیز نہ کھائی جائے۔ بلکہ فقہاء نے مسجد میں کھانے کو مکروہ تنزیہی کہا ہے اور بدبودار چیز جیسے پیاز وغیرہ کا کھانا تو مکروہ تحریمی ہے، ایسے ہی مسجد میں سونا بھی اچھا نہیں لیکن بوقت ضرورت سونے میں کوئی حرج نہیں۔

حالتِ اعتکاف میں مسجد میں سونے اور کھانے پینے کی اجازت ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی مسافر ہو تو اس کے لیے مسجد میں سونا جائز ہے۔ عام لوگوں کے لیے بھی قیلولے کے طور پر دن کے وقت تھوڑا آرام کرنے میں کوئی حرج نہیں البتہ ہمیشہ کے لیے مسجد کو ٹھکانا بنا لینا جائز نہیں۔

۱۴۔ نماز کے علاوہ دوسرے اوقات میں مسجد کو بند کرنا

چونکہ مسجد خانۂ خدا ہے اس لیے اس کا کھلا رہنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ جب نماز کا وقت نہ بھی ہو تو اس وقت بھی مسجد کو بند رکھنا مکروہ ہے۔ اگر سامان کے چلے جانے کا اندیشہ ہو تو مکروہ نہیں۔ اگر ایسا انتظام ہو جس سے مسجد کھلی رکھنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو تو پھر مسجد کو کھلا رکھنا بہت بہتر ہے۔

۱۵۔ مسجد میں فخر کرنے کی ممانعت

مساجد میں فخر کرنا منع ہے۔ فخر کرنے سے انسان کی عاقبت پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے۔ بلکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ لوگ مسجدوں میں فخر کی باتیں کریں گے اس لیے فخر کرنے سے ہمیشہ بچنا چاہیے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ يَّتَبَاهَی النَّاسُ فِی الْمَسَاجِدِ	حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کی علامتوں میں سے ہے کہ لوگ مسجدوں میں فخر کریں گے۔ (نسائی شریف)

۱۶۔ مسجد میں اپنے لیے جگہ متعین کرنا

مسجد میں کسی جگہ کو اپنے لیے مخصوص کر لینا اور وہاں دوسروں کے بیٹھنے سے ناگواری محسوس کرنا منع ہے کیونکہ مسجد اللہ کا گھر ہے اس میں جہاں جگہ مل جائے وہیں

بیٹھ جانا چاہیئے۔ بعض لوگ کپڑا رکھ کر دوسروں کے لیے جگہ رکھ لیتے ہیں ایسا کرنا درست نہیں۔ ایسے ہی مسجد میں جگہ کے متعلق جھگڑا نہیں کرنا چاہیئے بلکہ جہاں خالی جگہ مل جائے نماز پڑھ لینی چاہیئے۔ اگر کچھ حضرات صف میں پہلے سے بیٹھے ہوں، تو بعد میں آکر ان میں گھس کر نہ بیٹھیں کیونکہ ایسا کرنے سے جگہ تنگ ہو جائے گی اور نہ ہی کسی نمازی کے آگے سے گزریں۔

۱۷۔ مسجد کو راستہ بنالینا درست نہیں

بغیر کسی عذر کے مسجد میں سے راستہ بنالینا مکروہ تحریمی ہے۔ اگر کوئی خاص مجبوری ہو تو مسجد میں سے گزرنے میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت امام مالکؒ کا قول ہے کہ مسجد کے اندر سے گزرنا کثرت سے نہ ہو تو جائز ہے۔ مگر مسجد کو راستہ بنانا یعنی اس میں سے ہو کر گزرنا جائز نہیں۔ اگر کوئی نیتاً اسے عادت بنالے تو وہ اچھا مسلمان اور انسان نہیں۔ اگر کوئی گزرنے کی نیت سے مسجد میں چلا گیا پھر شرمندہ ہوا تو اس کو چاہیئے کہ جس دروازے سے وہ نکلنے کا ارادہ کرکے آیا تھا اس کے علاوہ کسی اور دروازے سے نکلے یا وہیں نماز پڑھے پھر نکلے اور اگر وضو نہ ہو تو جس دروازے سے آیا تھا اسی دروازے سے واپس جائے۔ (درمختار)

۱۸۔ مسجد میں سوال کرنا

مساجد میں سوال کرنا حرام ہے البتہ اپنی مرضی سے کسی حقدار کو خیرات یا صدقہ دینا مباح ہے مگر بعض لوگ پیشہ ہی بنا لیتے ہیں کہ مساجد میں خیرات کے لیے مانگتے ہیں۔ ایسا کرنا مسجد کے ادب کے خلاف ہے۔ اگر سوال کرنا ہی ہو تو مسجد کے دروازے کے باہر کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر کریں۔ کیونکہ اگر مسجد کو بھیک مانگنے کا اڈہ بنالیں گے تو اس سے مسجد کا تقدس پامال ہوگا اور اس میں جو انسان عبادت کی غرض سے آئے گا اس کی عبادت میں خلل پڑے گا۔

۱۹۔ مسجد میں دینی علوم پڑھنا اور پڑھانا

مسجد کے اندر علوم کی تعلیم دینا، قرآن پاک پڑھنا یا پڑھانا جائز ہے۔ ایسے ہی وعظ و نصیحت کرنا اور شرعی احکامات کا جاری کرنا درست ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ جَآءَ مَسْجِدِیْ هٰذَا لَمْ یَاْتِ اِلَّا لِخَیْرٍ یَتَعَلَّمُهٗ اَوْ یُعَلِّمُهٗ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْمُجَاهِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَمَنْ جَآءَ لِغَیْرِ ذٰلِكَ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الرَّجُلِ یَنْظُرُ اِلٰی مَتَاعِ غَیْرِهٖ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ جو شخص میری اس مسجد میں خیر سیکھنے یا سکھانے کے لیے آئے وہ اس مجاہد کی مانند ہے جو اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا ہے اور جو اس کے علاوہ کسی اور کام کے لیے آئے اس کی مثال اس شخص کی مانند ہے جو غیر کے اسباب کی طرف دیکھتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

اچھائی سیکھنے یا سکھانے کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آنے کا بہت اجر ہے بلکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کی مانند قرار دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسجد نبوی اللہ تعالیٰ کے محبوب پیغمبر کی مسجد ہے اس لیے اس مسجد میں جانا اللہ کے ہاں بڑا درجہ رکھتا ہے اور اس سے ثابت ہوا کہ ہر مسجد میں دین سیکھنے اور سکھانے کا اہتمام کرنا بہت بہتر ہے۔

۲۰۔ مسجد میں بلند آواز سے ذکر کرنا

مسجد میں بلند آواز سے ذکر کرنا جس سے دوسرے نمازی پریشان ہوں یا سونے والوں کی نیند اچاٹ ہو جائے اچھا نہیں۔ عام حالات میں جبکہ کسی دوسرے کی عبادت میں خلل نہ پڑتا ہو تو اونچی آواز سے ذکر کرنا جائز ہے۔ بلکہ بعض اوقات بلند آواز سے عبادت کرنا افضل ہے جس سے ذاکرین کا قلب بیدار ہو۔

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ هٰذِهِ الْمَسَاجِدَ لَا تَصْلُحُ لِشَيْءٍ مِنْ هٰذَا الْبَوْلِ وَلَا الْقَذَرِ اِنَّمَا هِيَ لِذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ اَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک پیشاب اور گندگی مساجد کے مناسب نہیں مساجد تو اللہ تعالیٰ کے ذکر اور قرأتِ قرآن کے لیے ہیں یا جیسا کہ آپؐ نے فرمایا۔

(مسلم شریف)

۲۱۔ درجاتِ مساجد

بعض مساجد کو عام مساجد پر ثواب کے لحاظ سے ترجیح حاصل ہے اور ان مساجد میں نماز ادا کرنے کا ثواب عام مساجد سے زیادہ ہے۔ ثواب کے لحاظ سے اول نمبر خانہ کعبہ یعنی مسجدِ حرام، پھر مسجدِ نبوی، پھر مسجدِ اقصیٰ، پھر مسجدِ قباء، پھر مسجدِ عشائر، پھر جامع مسجد، پھر محلے کی مسجد، اس کے بعد شارع عام کی مسجد جہاں مؤذن اور امام نہ ہو۔ اور ان مساجد میں حدیث کے مطابق نماز باجماعت ادا کرنے کا ثواب حسبِ ذیل ملتا ہے:۔

وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِيْ بَيْتِهٖ بِصَلٰوةٍ وَصَلٰوتُهٗ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِيْ يُجَمَّعُ فِيْهِ بِخَمْسِ مِائَةِ صَلٰوةٍ وَصَلٰوتُهٗ فِي الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى بِخَمْسِيْنَ اَلْفَ [illegible] وَصَلٰوتُهٗ فِي الْمَسْجِدِ [illegible] بِخَمْسِيْنَ اَلْفَ [illegible] وَصَلٰوتُهٗ

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کی نماز گھر میں ایک نماز ہے اور اس کی نماز اس کی مسجد میں جس میں جمعہ ہوتا ہے پانچ سو نماز کے برابر ہے اور اس کی نماز مسجد اقصیٰ میں پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور اس کی نماز میری مسجد میں پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور اس کی نماز مسجد حرام میں ایک لاکھ نمازوں کے برابر

فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ بِمِائَةِ اَلْفِ صَلٰوۃٍ ۔ ہے ۔

(ابن ماجہ)

مسجد وہ ہے جو ایک یا چند آدمی اپنی کوئی مملوکہ زمین یا مکان مسجد کے نام سے اپنی مِلک سے جدا کر دیں اور اس کا راستہ شارع عام کی طرف کھول کر مسلمانوں کو اس میں نماز پڑھنے کی اجازت دے دیں ۔ جب ایک مرتبہ وہاں اذان اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لی جائے تو یہ جگہ مسجد ہو جائے گی ۔ اگر زمین مشترک ہو تو کسی ایک کے وقف کرنے اور مسجد بنا دینے سے یہ جگہ مسجد نہ ہو گی جب تک تمام شرکاء بالغ ہونے کے بعد برضا و رغبت مسجد بنانے کی اجازت نہ دیں ۔

۲۲۔ تین مسجدوں کی طرف سفر کرنے کا حکم

تین مسجدوں کی طرف سفر کرنا بہت عمدہ ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر سفر کرنا ہو تو تین مسجدوں کی طرف کرنا چاہیئے، وہ تین مسجدیں، مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی ہیں ۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلٰثَۃِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی وَمَسْجِدِیْ ھٰذَا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کجاوے نہ باندھے جائیں مگر تین مسجدوں کی طرف ۔ مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ اور میری یہ مسجد ۔

(صحیح بخاری)

۲۳۔ تعمیرِ مسجد جنت میں گھر بنانا ہے

جو شخص رضائے الٰہی کے لیے مسجد تعمیر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا گھر جنت میں بنا دیتا ہے یعنی رضائے الٰہی کی خاطر مسجد بنانا جنت میں گھر بنانے کے مترادف ہے اس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یہ ہے :-

وَعَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَنٰى لِلّٰهِ مَسْجِدًا بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ۔

حضرت عثمان رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص اللہ کے لیے مسجد بنائے اللہ تعالیٰ اس کا گھر جنت میں بناتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

۲۴۔ محلّوں میں مساجد تعمیر کرنا

خطۂ ارضی میں جہاں بھی مسلمان آباد ہوں انھیں چاہیئے کہ وہاں عبادت الٰہی کے لیے مسجد تعمیر کریں۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ اپنے محلوں میں مساجد تعمیر کرو اور انھیں پاکیزہ رکھو۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ فِي الدُّوْرِ وَاَنْ يُّنَظَّفَ وَيُطَيَّبَ۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محلوں میں مسجدیں بنانے کا حکم دیا، انہیں پاک رکھا جائے اور ان میں خوشبو لگائی جائے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

۲۵۔ سات جگہیں مسجد نہیں

عموماً جہاں باقاعدہ نماز پڑھی جاتی ہے وہ جگہ مسجد کا درجہ رکھتی ہے لہٰذا اس جگہ کا پاکیزہ ہونا اور عمدہ ہونا ضروری ہے۔ اس مناسبت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہوں پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے ان میں پہلی جگہ نجاست والی جگہ ہے۔ دوسری جگہ جانوروں کے ذبح کرنے کی جگہ ہے۔ چونکہ یہ جگہ بھی نجاستوں سے آلودہ ہوتی ہے۔ اس لیے اس میں نماز پڑھنا منع ہے۔ تیسری جگہ قبرستان ہے۔ چوتھی جگہ گزرگاہ ہے پانچویں جگہ حمام ہے۔ چھٹی جگہ اونٹوں کے باندھنے کی جگہ ہے، ساتویں جگہ بیت اللہ کی چھت ہے۔ اس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یہ ہے:۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ

حضرت ابن عمر رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی

اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّصَلّٰی فِیْ سَبْعَۃِ مَوَاطِنَ فِی الْمَزْبَلَۃِ وَالْمَجْزَرَۃِ وَالْمَقْبَرَۃِ وَقَارِعَۃِ الطَّرِیْقِ وَفِی الْحَمَّامِ وَفِیْ مَعَاطِنِ الْاِبِلِ وَفَوْقَ ظَھْرِ بَیْتِ اللہِ۔

اللہ علیہ وسلم نے سات جگہوں پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ نجاست کی جگہ پر، جانوروں کے ذبح ہونے کی جگہ پر اور مقبروں میں اور چوراہوں میں اور حمام میں اور اونٹوں کے بندھنے کی جگہ میں اور بیت اللہ کی چھت کے اوپر۔

(ترمذی، ابن ماجہ)

۲۶۔ گھروں میں نماز پڑھنے کا ادب

یوں تو مساجد میں باجماعت نماز پڑھنا ضروری ہے البتہ اگر کوئی مسجد میں نماز پڑھنے سے رہ جائے یا سنت اور نوافل پڑھنے ہوں تو اسے چاہیے کہ گھر میں پڑھ لے۔ اور خاص کر عورتوں کو تو چاہیے کہ وہ گھر میں نماز پڑھیں۔ گھر میں نماز پڑھنے کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد حسبِ ذیل ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِجْعَلُوْا فِیْ بُیُوْتِکُمْ مِنْ صَلٰوتِکُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْھَا قُبُوْرًا۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے گھروں میں بھی نماز پڑھا کرو۔ اور ان کو قبریں نہ بناؤ۔

(صحیح بخاری)

اپنے گھر میں کوئی خاص جگہ نماز کے لیے بنالی جائے اس کو پاک صاف رکھا جائے ایسی جگہ پر عورتیں نماز پڑھنے کے علاوہ اعتکاف کر سکتی ہیں۔ اور مرد (مؤکدہ وغیر مؤکدہ) سنتیں اور نفلیں پڑھ سکتے ہیں۔

یہ تھے چند وہ آداب جنھیں مساجد کے سلسلے میں ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان آداب پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین!

(۳۴)

آدابِ جُمعہ

جمعہ کا دن بڑا افضل اور بابرکت ہے اللہ تعالیٰ نے اس دن میں کچھ خوبیاں ایسی جمع کر دی ہیں جو عام دنوں میں نہیں اور انھی خوبیوں کے جمع ہونے کی وجہ سے اسے جمعہ کہا جاتا ہے۔ یہ مسلمانوں کے لیے عبادت کا دن ہے اور مسلمانوں کے آپس میں اجتماع کا دن ہے اس دن نماز جمعہ کا پڑھنا فرض عین ہے۔ نماز جمعہ کی فرضیت کا منکر دائرۂ اسلام سے خارج ہے نمازِ جمعہ دراصل نمازِ ظہر کے قائم مقام ہے۔ جو شخص بغیر کسی شرعی عُذر کے محض سستی اور لاپرواہی کی بنا پر نمازِ جمعہ قائم نہ کرے وہ گنہگار رہے۔ قرآن مجید میں اس نماز کے پڑھنے کی سختی سے تاکید فرمائی گئی ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۔ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔

اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن اذان دی جائے (تم کو پکارا جائے) تو نماز کی طرف جلدی چلو اور خرید و فروخت کو ترک کر دو۔ یہ تمھارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

(الجمعۃ)

یعنی اے ایمان والو! اے وہ لوگو جنھوں نے اللہ کی وحدانیت کا اقرار کیا اور اس کے واحد و یکتا ہونے کی تصدیق کی۔ جب جمعہ کے دن اذان کے ذریعہ تم کو نماز کے لیے بلایا جائے تو نماز جمعہ کے لیے جلد چلو اور اذان کے بعد خرید و فروخت بند کر دو اگر تم سچ جانتے ہو تو کمائی اور تجارت سے نماز تمھارے لیے بہتر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز غسل فرماتے کپڑے تبدیل فرماتے۔ جسم کے زائد

بالوں کی تراش خراش کرتے، ناخن تراشتے، خوشبو لگاتے یعنی ہر لحاظ سے اپنے جسم اطہر کو درست فرماتے اور نماز جمعہ کا اہتمام فرماتے ۔ آپ کی اتباع میں جمعہ کے روز غسل کرنا، ناخن تراشنا، خوشبو لگانا اور گھر سے وضو کر کے مسجد میں جانا مسنون ہے ۔ جمعہ کے روز مندرجہ ذیل امور کا سرانجام دینا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے ۔

۱۔ نمازِ جمعہ کی تیاری

نماز جمعہ کے لیے وقت سے پہلے تیاری کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی ہے لہٰذا نمازِ جمعہ سے پہلے اپنے لباس کو پاکیزہ کریں، اگر دھونے والا ہو تو دن کے پہلے وقت میں دھولیں ۔ سفید لباس پہنیں ۔ حجامت بنوانے والی ہو تو وہ بنوائیں ۔ ناخن تراشیں ۔ صاف ستھرا لباس پہنیں ۔ خوشبو لگائیں، تیل لگائیں ۔ الغرض پاکیزگی کے لیے ہر وہ کام کرنا چاہیئے جو نماز میں شامل ہونے کے لیے مسنون اور ضروری ہے اس کے متعلق حضورؐ کی حدیث یہ ہے :۔

عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَغْتَسِلُ رَجُلٌ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ وَیَتَطَھَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُھْرٍ وَیَدَّھِنُ مِنْ دُھْنِہٖ اَوْ یَمَسُّ مِنْ طِیْبِ بَیْتِہٖ ثُمَّ یَخْرُجُ فَلَا یُفَرِّقُ بَیْنَ اثْنَیْنِ ثُمَّ یُصَلِّیْ مَا کُتِبَ لَہٗ ثُمَّ یُنْصِتُ اِذَا تَکَلَّمَ الْاِمَامُ اِلَّا

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں غسل کرتا کوئی شخص جمعہ کے دن اور غسل کر کے حسبِ قدرت پاکیزگی حاصل کرتا ہے اور اپنے پاس موجود تیل میں سے تیل لگاتا ہے یا اپنے پاس موجود خوشبو سے معطر ہوتا ہے پھر نماز کے لیے نکلتا ہے اور دو نمازیوں کے درمیان گھسنے کی کوشش نہیں کرتا، پھر فرض نماز ادا کرتا ہے ۔ اور دوران خطبہ خاموش رہتا ہے تو اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے

غُفِرَلَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰی۔ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

(بخاری)

۲۔ سُنّتِ غُسل

جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن غسل ضرور فرماتے اس لیے ہر شخص کو چاہیئے کہ جمعہ کے دن غسل کرے کیونکہ اللہ کے حضور حاضر ہونے کے لیے اپنے جسم کو میل کچیل سے پاک صاف کرنا بہت ضروری ہے۔ چونکہ اللہ پاکیزہ ہے اور وہ چاہتا ہے کہ جب اس کے بندے اس کے حضور میں آئیں تو وہ بھی پاک صاف ہوں۔ دراصل ظاہری پاکیزگی باطنی پاکیزگی کا ذریعہ بنتی ہے لہٰذا جب انسان جمعہ کے روز غسل کرے تو دل میں یہ نیت کرے کہ لے اللہ! جس طرح میں اپنے جسم پر پانی بہا کر گندگی کو صاف کرنے لگا ہوں ویسے ہی تو میرے دل سے آلودگیوں کو دور کر دے اور میرا باطن نور سے معمور کر دے۔ ایک صوفی کا قول ہے کہ جو شخص ہر جمعہ کو غسل کرتا ہے اور کبھی ناغہ نہ کرے اس کا دل ہمیشہ پاکیزہ رہے گا۔

وَعَنْ عُبَيْدِ بْنِ السَّبَّاقِ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جُمُعَةٍ مِّنَ الْجُمَعِ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ اِنَّ هٰذَا يَوْمٌ جَعَلَهُ اللّٰهُ عِيْدًا فَاغْتَسِلُوْا وَمَنْ كَانَ عِنْدَهٗ طِيْبٌ فَلَا يَضُرُّهٗ اَنْ يَّمَسَّ مِنْهُ وَعَلَيْكُمْ بِالسِّوَاكِ۔

حضرت عبید بن سباق مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی جمعہ کے خطبہ میں فرمایا اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے اس جمعہ کے دن کو عید مقرر کیا ہے۔ اس دن غسل کرو اور اگر کسی کے پاس خوشبو ہو تو اس کے لگانے میں کوئی ضرر نہیں لیکن تم پر مسواک کرنا لازم ہے۔

(مشکوٰۃ شریف)

ایک اور حدیث میں حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ جمعہ کے دن غسل کریں اور خوشبو لگائیں۔ اگر اپنے پاس نہ ہو تو کسی سے مانگ لیں، اگر خوشبو نہ ملے تو اس کے لیے پانی ہی خوشبو کی مانند ہے (ترمذی شریف)

۳۔ آدابِ جمعہ کی بشارت

جمعہ کا تیسرا ادب یہ ہے کہ جمعہ پڑھنے کی نیت بالکل درست ہو یعنی جب جمعہ پڑھنے جائے تو صرف اللہ کی خاطر جائے۔ دل میں صرف رضائے الٰہی پیش نظر ہو اور کوئی مقصد سامنے نہ رکھے کیونکہ عمل کا اصل دار و مدار اخلاصِ نیت پر ہی ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْضُرُ الْجُمُعَةَ ثَلٰثَةُ نَفَرٍ فَرَجُلٌ حَضَرَهَا بِلَغْوٍ فَذٰلِكَ حَظُّهُ مِنْهَا وَرَجُلٌ حَضَرَهَا بِدُعَاءٍ فَهُوَ رَجُلٌ دَعَا اللّٰهَ اِنْ شَاءَ اَعْطَاهُ وَاِنْ شَاءَ مَنَعَهُ وَرَجُلٌ حَضَرَهَا بِاِنْصَاتٍ وَسُكُوْتٍ وَلَمْ يَتَخَطَّ رَقَبَةَ مُسْلِمٍ وَلَمْ يُؤْذِ اَحَدًا فَهِيَ كَفَّارَةٌ اِلَى الْجُمُعَةِ الَّتِيْ تَلِيْهَا وَزِيَادَةُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ وَذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ مَنْ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز جمعہ میں تین قسم کے لوگ آتے ہیں ایک تو وہ جو بیکار کاموں کے لیے آیا ہے تو اس کو اس کے مطابق حصہ ملے گا اور ایک وہ جو دعا کے لیے آیا اس نے اللہ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ اگر چاہے گا تو اسے دیگا۔ ورنہ نہیں۔ اور ایک وہ شخص جو جمعہ کی نماز کے لیے آتا ہے اور خاموشی سے بیٹھ جاتا ہے نہ تو کسی کی گردن پھلانگتا ہے اور کسی کو ایذا نہیں دیتا ہے۔ تو یہ عمل اس کے لیے متصل جمعہ تک کے لیے ہی نہیں بلکہ مزید تین دن تک کے لیے کفارہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو ایک نیکی کرے اس کے

جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا۔ — لیے دس گنا اجر ہے۔

(ابوداؤد)

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ نیت کے اعتبار سے جمعہ پڑھنے والے تین طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ پہلے وہ لوگ ہیں جن کے نزدیک جمعہ بیکار سا فعل ہے ان کے حصہ میں جمعہ کے ثواب سے یہ لغو فعل ہی ہے۔ جمعہ میں آنے والے دوسرے وہ لوگ ہیں جن کے پیش نظر اپنی دعا کو مقبول بنانا ہے۔ ان دونوں کے علاوہ تیسرے وہ لوگ ہیں جو جمعہ کو رضائے الٰہی کا ذریعہ سمجھ کر آتے ہیں اور خلوص دل سے نماز جمعہ ادا کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے اللہ کے ہاں جمعہ پڑھنے کا اجر دس گنا ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو جمعہ کو صحیح ادب کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔

۴۔ کسی کو اس کی جگہ سے اُٹھانے کی ممانعت

اپنے بیٹھنے کے لیے کسی کو اس کی جگہ سے اٹھانا اسلامی ضابطۂ اخلاق کے بالکل منافی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو بالکل پسند نہیں فرمایا جو بعد میں آئے اور کسی شخص کو اٹھا کر اس کی جگہ پر خود بیٹھ جائے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے دوسرے مسلمان بھائی کی ایک تو حق تلفی ہوتی ہے اور دوسرے تکبر اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

عَنْ نَافِعٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّقِيْمَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ مِنْ مَّقْعَدِهٖ وَيَجْلِسُ فِيْهِ قِيْلَ لِنَافِعٍ فِي الْجُمُعَةِ قَالَ فِي الْجُمُعَةِ وَغَيْرِهَا۔	نافع سے روایت ہے کہ میں نے ابن عمرؓ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے منع فرماتے تھے کہ کوئی شخص کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ بیٹھے۔ جناب نافع سے سوال کیا گیا کہ صرف جمعہ کے لیے ہے تو انھوں نے کہا کہ نماز جمعہ میں بھی اور اس کے علاوہ بھی۔ (مسلم شریف)

۵. گردنیں پھلانگنے کی ممانعت

پانچواں ادب یہ ہے کہ اگر کوئی جمعہ پڑھنے کے لیے دیر سے آئے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ جہاں اسے جگہ ملے بیٹھ جائے اور جو لوگ پہلے بیٹھے ہوئے ہوں ان کے اوپر سے پھاند کر آگے جانے کی کوشش نہ کرے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گردن پھلانگنے سے منع فرمایا ہے۔

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ الْجُهَنِيِّ رض عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اتَّخَذَ جِسْرًا اِلٰى جَهَنَّمَ۔

حضرت معاذ بن انس جہنی رض سے روایت ہے، وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جمعہ کے دن جو شخص لوگوں کی گردنوں کو پھلانگتا ہے وہ جہنم کی طرف پل بنائے گا۔ (ترمذی شریف)

بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ بعد میں آکر صفوں کو چیرتے ہوئے صفِ اول میں آکر بیٹھنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس طرح دوسروں کو بے چین کرتے ہیں، تو ایسا کرنے والوں کو چاہیئے کہ اگر وہ صفِ اول میں جگہ کے امیدوار ہوں تو وہ پہلے آجائیں

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ کسی کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا تو نماز کے بعد اس سے پوچھا کہ تم نے جمعہ کی نماز کیوں نہیں پڑھی؟ اس شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں تو آپؐ کے بالکل پاس ہی تھا تو نبی پاکؐ نے فرمایا کہ میں نے تو یہی دیکھا ہے کہ تم لوگوں کی گردنیں پھلانگ رہے تھے۔ گویا جو ایسا کرتا ہے وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے نماز نہ پڑھی ہو۔ (کیمیائے سعادت)

۶۔ نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت

نماز جمعہ کا چھٹا ادب یہ ہے کہ اس شخص کے آگے سے نہ گزرا

جائے جو نماز پڑھ رہا ہو۔ کیونکہ نمازی کے آگے سے گزرنا سخت گناہ ہے۔ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ جن مساجد میں جمعہ کا اجتماع بڑا ہوتا ہے تو وہاں نماز جمعہ کی دو رکعت پڑھنے کے بعد جب لوگ سنن اور نوافل پڑھنے میں معروف ہو جاتے ہیں تو کچھ لوگ نمازیوں کے آگے سے گزر کر فوراً باہر نکلنے کی کوشش کرتے ہیں، ایسا بالکل نہیں کرنا چاہیئے بلکہ کچھ دیر انتظار کر لینا چاہیئے۔ جب دوسرے لوگ فارغ ہو جائیں تو پھر گزرنا چاہیئے۔

اہلِ تقویٰ اور اہلِ روحانیت کا یہی شیوہ ہے کہ وہ کسی نمازی کے آگے سے بالکل نہیں گزرتے بلکہ وہ کسی دیوار کا ستون کی آڑ میں بیٹھتے ہیں تاکہ دوسرا بھی ان کے آگے سے نہ گزرے اور نماز میں خلل واقع نہ ہو۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ یَعْلَمُ اَحَدُكُمْ مَالَهٗ فِیْ اَنْ یَّمُرَّ بَیْنَ یَدَیْ اَخِیْهِ مُعْتَرِضًا فِی الصَّلٰوةِ كَانَ لَاَنْ یُّقِیْمَ مِائَةَ عَامٍ خَیْرٌ لَّهٗ مِنَ الْخُطْوَةِ الَّتِیْ خَطَا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم میں سے کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ نمازی بھائی کے آگے سے گزرنے میں کس قدر گناہ ہے اور نماز پر کس طرح اثر انداز ہوتا ہے تو وہ ایک قدم اٹھانے سے سَو سال کھڑا رہنے کو بہتر شمار کرے۔

(ابن ماجہ)

۷۔ مسجد میں جلدی جانا

نماز جمعہ کے لیے مسجد میں اول وقت میں جانا بڑا افضل ہے، اللہ کے ہاں اس کا بڑا درجہ ہے۔ کیونکہ جو شخص نیکی کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے تو اللہ اس پر بہت مہربان ہوتا ہے بزرگانِ دین کا اس سلسلے میں یہ طرزِ عمل تھا کہ وہ مسجد میں جمعہ کے روز اول وقت میں جاتے تھے۔ تحیۃ المسجد اور پھر دو رکعت نفل تحیۃ الوضو ادا کرتے، اس کے بعد

خاموشی سے ذکر و اذکار میں مشغول ہوتے۔ اذان ہونے پر سنتیں ادا کرتے پھر غور سے خطبہ سماعت فرماتے اس کے بعد نماز جمعہ ادا کرتے۔ اگر ایسا نہ کر سکیں تو بہتر یہ ہے کہ گھر بار کے کام کاج سے فارغ ہو کر پہلی اذان پر مسجد میں پہنچ جائیں۔ بہرکیف پہلی ساعت میں نماز جمعہ کے لیے جانے کا بہت ثواب ہے۔ اس کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ یَوْمُ الْجُمُعَةِ وَقَفَتِ الْمَلَآئِكَةُ عَلٰی بَابِ الْمَسْجِدِ یَكْتُبُوْنَ الْاَوَّلَ فَالْاَوَّلَ وَمَثَلُ الْمُهَجِّرِ كَمَثَلِ الَّذِیْ یُهْدِیْ بَدَنَةً ثُمَّ كَالَّذِیْ یُهْدِیْ بَقَرَةً ثُمَّ كَبْشًا ثُمَّ دَجَاجَةً ثُمَّ بَیْضَةً فَاِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ طَوَوْا صُحُفَهُمْ وَیَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو ملائکہ مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں تو وہ مسجد میں پہلے آنے والوں کی فہرست مرتب کرتے ہیں اور مسجد میں اول آنے والے کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی قربانی کے لیے اونٹ روانہ کرتا ہے اس کے بعد میں آنے والے کی مثال قربانی کے لیے گائے بھیجنے والے کی ہے اور جو اس کے بعد آتا ہے اس کی مثال دنبہ کی قربانی کرنے والے کی، اور اس کے بعد میں آنے والے کی مثال مرغی اور پھر انڈا صدقہ کرنے والے کی ہے اور جب امام خطبہ کے لیے آتا ہے تو فرشتے اپنا دفتر لپیٹ لیتے ہیں اور خطبہ سننے میں مشغول ہوتے ہیں۔ (بخاری)

-:-

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں پہلے جانے کا بہت اجر ہے لہذا مومن پر لازم ہے کہ جونہی جمعہ کے دن کسی مسجد کی اذان گوش زد ہو۔ فی الفور اسی پہلی اذان پر اپنے تمام کاروبار اور ہر قسم کی مصروفیتوں سے دستبردار ہو کر مسجد کو چل دے۔

حضرت امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ بعض بزرگ زیادہ اہتمام کی غرض سے شب جمعہ ہی مسجد میں جا ٹھہرتے تھے۔ قرنِ اول میں صبح کے وقت اور نمازِ فجر کے بعد سڑکیں اور گلیاں بھری ہوئی نظر آتی تھیں کیونکہ نمازی بہت سویرے جامع کا رُخ کرتے تھے اور جمعہ کے دن بھی روزِ عید کی طرح غیر معمولی اژدحام ہوتا تھا۔ پھر جب یہ طریقہ جاتا رہا تو صلحاء نے یہ کہنا شروع کیا کہ یہ پہلی بدعت ہے جو اسلام میں پیدا ہوئی ہے۔ اس کے بعد امام صاحب رقم فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کو اس بات پر کیوں شرم نہیں آتی کہ یہود ونصاریٰ اپنی عبادت کے دن اپنے معبدوں میں کیسے سویرے جاتے ہیں اور طالبانِ دنیا کتنے سویرے خرید وفروخت کے لیے بازاروں میں پہنچ جانے کے عادی ہیں۔ پس طالبانِ حق کو پیش دستی سے کام لینا چاہیے

شیخ عبدالحق لکھتے ہیں کہ مسجد نبوی میں بعض لوگوں نے یہ عادت اختیار کی ہے کہ سویرے آکر مصلیٰ بچھا دیتے ہیں اور جگہ روک کر چلے جاتے ہیں۔ بعض علماء نے اس پر اعتراض کیا کیونکہ مصلیٰ بچھا جانے کی بجائے بیٹھ کر ذکر وفکر میں مشغول رہیں تو بہتر ہے۔ یونہی پہلے سے جگہ روک لینا مناسب نہیں۔

۸۔ پیدل جا کر نمازِ جمعہ پڑھنے کا ثواب

آٹھواں ادب اور سنت یہ ہے کہ نمازِ جمعہ کے لیے پیدل جانا زیادہ بہتر ہے لیکن اگر مسجد زیادہ دور ہو تو سواری پہ جانے میں کوئی حرج نہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ جمعہ کے لیے پیدل جانے کو ترجیح دی ہے۔

وَعَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ غَسَّلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاغْتَسَلَ وَبَكَّرَ وَابْتَكَرَ وَمَشٰى

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو جمعہ کے دن دوسروں کو غسل کی ترغیب دے کر خود بھی غسل کرے۔ خطبہ ونماز سے پہلے مسجد میں

وَلَمْ يَرْكَبْ وَدَنَا مِنَ الْإِمَامِ وَاسْتَمَعَ وَلَمْ يَلْغُ كَانَ لَهُ بِكُلِّ خَطْوَةٍ عَمَلُ سَنَةٍ أَجْرُ صِيَامِهَا وَقِيَامِهَا۔

حاضر ہو۔ سواری پر نہیں بلکہ پیدل مسجد جائے اور امام کے قریب بیٹھ کر خطبہ سُنے اور کوئی لغو کام نہ کرے تو اسے ایک سال کے روزے رکھنے اور قیام کرنے کا ثواب ملے گا۔ (ترمذی شریف)

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ جمعہ کے روز نہانا، خطبہ اور نماز کھڑی ہونے سے پہلے مسجد میں پیدل جانا اور امام کے قریب بیٹھ کر خاموشی سے خطبہ سُننا اور کوئی فضول بات نہ کرنا ایسے اعمال ہیں جو نماز جمعہ کے ثواب میں اضافے کا سبب بنتے ہیں۔

۹۔ خطبہ کے وقت خاموشی اختیار کرنا

جمعہ کی نویں سنت اور ادب یہ ہے کہ جب خطیب منبر پر آ کر خطبہ شروع کر دے تو مؤدبانہ دو زانو ہو کر بیٹھ جائیں اور بالکل خاموشی اختیار کریں۔ اگر کوئی دوسرا بات کرے تو اسے خاموش کرانے کے لیے اشارے سے کام لیں کیونکہ خطبہ کے دوران خاموشی ضروری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ جامع اور مختصر ہوا کرتا تھا۔ آپ خطبہ میں قرآنِ پاک کی آیات پڑھتے اور اللہ کی تعریف بیان کرتے اور صحابہ کو نیک اعمال کی ترغیب دیتے اس لیے جمعہ کا خطبہ مختصر اور جامع ہونا چاہیئے۔ خطبہ کے دوران جن باتوں کو ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیئے ان کے متعلق چند احادیث مندرجہ ذیل ہیں:۔

(عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اغْتَسَلَ ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ فَصَلَّى مَا قُدِّرَ لَهُ ثُمَّ أَنْصَتَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جو غسل کرکے نمازِ جمعہ کے لیے حاضر ہوا اور جتنی نماز (نفل اور سنتیں) اس کے لیے مقدر ہوئیں ادا کیں۔ پھر

حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْ خُطْبَتِہٖ ثُمَّ یُصَلِّیْ مَعَہٗ غُفِرَلَہٗ مَا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْجُمُعَۃِ الْاُخْرٰی وَ فَضْلُ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ۔

دورانِ خطبہ خاموش رہا۔ امام کے ساتھ نماز ادا کی تو اس کے جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیانی عرصہ کے علاوہ مزید تین دن کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ (مسلم شریف)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے معلوم ہوا۔ دورانِ خطبہ خاموش رہنا سنت ہے اور اس خاموشی کا اجر اتنا زیادہ ہے کہ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک بلکہ اس سے تین دن زائد تک کے درمیانی گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ ایک اور حدیث میں یہی بات یوں بیان ہوئی ہے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ اَتَی الْجُمُعَۃَ فَاسْتَمَعَ وَاَنْصَتَ غُفِرَلَہٗ مَا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْجُمُعَۃِ وَزِیَادَۃُ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ وَمَنْ مَسَّ الْحَصَا فَقَدْ لَغَا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے وضو کیا اور اچھی طرح وضو کیا پھر جمعہ کے لیے آ کر خاموشی کے ساتھ خطبہ سنا تو اس کے گناہ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ کے درمیانی دنوں کے علاوہ مزید تین دن کے معاف کر دیے جاتے ہیں اور جس نے کنکریوں کو بھی ہاتھ لگایا اس نے بیکار کام کیا۔ (مسلم شریف)

جو شخص جانتے ہوئے بھی دورانِ خطبہ خاموش نہ رہے اس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں مذمت کی ہے کہ وہ اس گدھے کی مانند ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں اور وہ پڑھ کر عمل نہ کرتا ہو۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اس وقت

مَنْ تَكَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَهُوَ كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا۔ وَالَّذِي يَقُولُ لَهُ أَنْصِتْ لَيْسَ لَهُ الْجُمُعَةُ۔

گفتگو کی جبکہ امام خطبہ دے رہا ہو وہ اس گدھے کی طرح ہے جس پر کتابیں لدی ہوں اور جو اس کو خاموش رہنے کے لیے کہے اس کے لیے جمعہ کا اجر و ثواب نہیں۔ (مسند امام احمد)

۱۰۔ نماز جمعہ کے بعد اذکار کا پڑھنا

نماز جمعہ سے فارغ ہو کر اللہ کی حمد و ثنا، اور تسبیح پڑھیں اور یہ بھی آداب جمعہ میں سے ہے کیونکہ اذکار سے نیکیوں میں بے پناہ اضافہ ہوتا ہے۔ حضرت امام غزالیؒ کا قول ہے کہ نماز سے فارغ ہو کر سات مرتبہ الحمد، سات مرتبہ قل ہو اللہ، سات مرتبہ معوذتین پڑھے کہ حدیث میں آیا ہے کہ یہ ایک تعویذ ہے جو ایک جمعہ سے اگلے جمعہ تک شیطان سے پناہ کا کام دیتا ہے اور یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ يَا غَنِيُّ يَا حَمِيْدُ يَا مُبْدِئُ يَا رَحِيْمُ يَا وَدُوْدُ اَكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ اور کہا گیا ہے کہ جو شخص اس دعا کو ہمیشہ پڑھتا رہے گا وہ کسی روز ایسی جگہ پر پہنچ جائے گا جس کا اسے پہلے سے کچھ علم نہ ہوگا۔ اور لوگوں سے یکسر بے نیاز ہو رہے گا اور پھر چھ رکعت نماز سنت ادا کرے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی کیا کرتے تھے ۔۔۔۔ (کیمیائے سعادت)

غنیۃ الطالبین میں ہے کہ جمعہ کے دن یہ ذکر کرو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ اس کے بعد سو بار سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ سو بار لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ سو مرتبہ (یہ درود شریف) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ۔ اس کے بعد سو مرتبہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْحَيَّ الْقَيُّوْمَ وَاَسْاَلُهُ التَّوْبَةَ پھر سو مرتبہ مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ

اِلَّا بِاللّٰہِ۔

روایت ہے کہ بعض صحابہ کرام روزانہ بارہ ہزار مرتبہ تسبیح پڑھا کرتے تھے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ بعض تابعین روزانہ تیس ہزار بار تسبیح پڑھتے تھے ان میں سے ہر ایک اپنی نماز اور اپنی تسبیح سے واقف تھے یعنی پابند تھا۔ تم اس بات سے ڈرو کہیں تم محروم رہنے والوں میں شامل نہ ہو جاؤ۔ اگر تم اللہ کو یاد نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہارا ذکر بھی نہیں ہوگا۔ پہلے مؤمن خدا کو یاد کرتا ہے پھر اس کی یاد بارگاہِ الٰہی میں ہوتی ہے۔

۱۱۔ جمعہ کے دن کی مسنون قرأتیں

شیخ ابونصر نے بالاسناد حضرت عبداللہ کا قول نقل کیا ہے کہ جمعہ کے دن صبح کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورہ الٓمّٓ السجدۃ اور سورہ ھل اتیٰ تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ ایک روایت میں مغرب کی نماز کے سلسلہ میں آیا ہے کہ آپ سورہ قل یا ایھا الکفرون اور قل ھو اللہ احد پڑھا کرتے تھے۔ عشاء کی نماز میں سورۂ جمعہ اور المنافقون کی قرأت فرماتے تھے۔ روایت ہے کہ جمعہ کی نماز میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہی دو سورتیں پڑھا کرتے تھے۔

حضرت حسن بصریؒ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب جمعہ میں جس نے سورۂ یٰسین، حٰم الدخان پڑھی تو جب وہ صبح کو اٹھتا ہے تو اس کی مغفرت ہو چکی ہوتی ہے۔ (اس کے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں) روایت ہے کہ جس نے جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھی وہ اس شخص کے برابر ہوگیا جس نے دس ہزار دینار خیرات کیے۔ شب جمعہ اور روز جمعہ میں چار رکعت نماز اس طرح پڑھنا مستحب ہے کہ چار رکعتوں میں یہ چار سورتیں پڑھے۔ سورۂ انعام، سورۂ کہف، سورۂ طٰہٰ اور سورۂ ملک۔ اگر تمام سورتوں کو اچھی طرح نہیں پڑھ سکتا تو جتنا اچھی

طرح پڑھ سکتا ہے اتنا ہی پڑھے کیونکہ کہا گیا ہے کہ ختم قرآن بقدر علم قرآن ہے۔ یعنی اگر کسی کو قرآن پورا اچھی طرح یاد نہ ہو تو جتنا یاد ہو اس کا اتنا ہی پڑھنا ختم قرآن ہوگا۔ اگر کسی کو پورا قرآن یاد ہے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ جمعہ کے دن پورا قرآن ختم کرے اگر دن میں مکمل نہ ہو سکے تو رات میں بھی پڑھے اور ختم کرے۔ اگر فجر یا مغرب کی دو رکعتوں میں آخری حصہ کو ختم کیا جائے تو اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ اگر دس بیس رکعتوں میں ہزار مرتبہ قل ھو اللہ احد (سورۂ اخلاص) پڑھے گا تو یہ بھی فضیلت میں ختم قرآن سے زیادہ ہوگا۔

۱۲۔ جمعہ کے لیے الگ لباس بنوا کر رکھنا

جمعہ کے آداب میں سے ایک احتیاط یہ بھی ہے کہ جمعہ کے لیے ایک علیحدہ صاف ستھرا لباس بنوا کر رکھ لیا جائے جو عام کاروبار کے ایام میں استعمال نہ کیا جائے بلکہ صرف نماز جمعہ کے لیے استعمال کیا جائے اس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یہ ہے:۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عَلٰى اَحَدِكُمْ اِنْ وَجَدَ اَنْ يَتَّخِذَ ثَوْبَيْنِ لِيَوْمِ الْجُمُعَةِ سِوٰى ثَوْبَيْ مِهْنَتِهٖ۔ (ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی ایک کے لیے کیا قباحت ہے کہ دو کپڑے بنالے، جمعہ کے دن کے لیے اپنے کاروبار کے کپڑوں کے علاوہ۔

۱۳۔ جمعہ کے روز درود شریف پڑھنا

جمعہ کے بابرکت دن میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا ضروری ہے کیونکہ اس دن درود بھیجنے کا ثواب بہت ہے۔ کیونکہ جمعہ کا دن بہت

افضل ہے اور اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اور اسی دن قیامت آئے گی، یعنی جتنے بھی اللہ تعالیٰ کے اہم کام ہیں ان کے لیے جمعہ کا دن وقف ہے اس لیے اس روز نماز فجر کے بعد جتنا بھی کوئی شخص درود پڑھ سکے پڑھنا چاہیئے۔

اہل تقویٰ اور صوفیاء کا عموماً معمول ہوتا ہے کہ وہ روزانہ بعد نماز فجر مقررہ تعداد میں درود شریف پڑھتے ہیں۔ لیکن جمعہ کے روز خاص کر اللہ کے بندے درود شریف پڑھتے ہیں کیونکہ یہ وہ وظیفہ ہے جسے اللہ خود بھی کرتا ہے اس کے بارے میں روایات حسب ذیل ہیں:۔

وَعَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِيْهِ قُبِضَ وَفِيْهِ النَّفْخَةُ وَفِيْهِ الصَّعْقَةُ فَاَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْهِ فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلٰوتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ اَرِمْتَ قَالَ يَقُوْلُوْنَ بَلِيْتَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ۔

اوس بن اوس سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے اس میں آدم پیدا کیے گئے اس میں قبض کیے گئے اسی میں صور پھونکا ہوگا اور اسی میں نفخہ ہے اس دن مجھ پر بہت زیادہ درود بھیجو اس لیے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے انھوں نے کہا اے اللہ کے رسول! ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جاتا ہے جبکہ آپ کی ہڈیاں پرانی ہو چکی ہوں گی۔ صحابہؓ اَرِمْتَ سے مراد بَلِیْتَ لیتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔ (ابو داؤد، ابن ماجہ)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر زیادہ درود بھیجا کرو کیونکہ اس روز اعمال کا ثواب دگنا کر دیا جاتا ہے

اور میرے لیے اللہ سے درجۂ وسیلہ کی دعا مانگا کرو۔ کسی نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! یہ درجہ وسیلہ کیا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ جنت میں یہ ایک ایسا مقام ہے جو صرف ایک نبی کو عطا ہو گا اور مجھے یقین ہے کہ میں ہی وہ نبی ہوں جسے وہ مقام عطا ہو گا۔

حضرت عبدالعزیز بن حبیبؒ سے مروی ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ نے فرمایا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھڑا تھا کہ آپؐ نے فرمایا جو شخص ہر جمعہ کو ۸۰ بار مجھ پر درود پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے اسّی برس کے گناہ معاف کر دے گا۔ یہ سن کر میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! حضورؐ پر درود کیسے پڑھا جائے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یوں پڑھو:۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ اور انگلیوں پر تعداد شمار کرو۔

جمعہ کے روز درود شریف پڑھنے کے بارے میں ایک روایت ہے جو حضرت ابو امامہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر جمعہ کے روز مجھ پر کثرت سے درود پڑھو۔ کیونکہ میری امت کا درود ہر جمعہ کے دن میرے سامنے لایا جاتا ہے۔ پس جو زیادہ درود پڑھنے والا ہو گا وہ قیامت کے دن مجھ سے زیادہ قریب ہو گا (غنیۃ الطالبین)

ایسے ہی بزرگان دین کا کہنا ہے کہ جمعہ کے روز ہزار مرتبہ درود شریف پڑھنا بہت اچھا ہے لہذا گن کر پڑھنا بہتر ہے۔ اسی طرح ہزار بار تسبیح پڑھنا بھی مستحب ہے۔ تسبیح کے چار کلمات یہ ہیں:۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ

---

(۳۵)

آدابِ تلاوت

قرآن مجید ایک عظیم کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر کو عطا فرمائی۔ یہ سراپا ہدایت ہے لہٰذا اس کی تلاوت افضل عبادات سے ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت پر ایک ایک حرف کے بدلے میں دس دس نیکیاں ملتی ہیں اور اس سے بڑھ کر اس کا یہ فائدہ بھی ہے کہ آخرت میں قرآن مجید کی تلاوت پڑھنے والے کے حق میں شفاعت کرے گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں بھی قرآن پاک پڑھتے اور اس کے علاوہ عام اوقات میں بھی تلاوت فرماتے۔ آپؐ نے آہستہ آواز سے بھی تلاوت فرمائی ہے اور بلند آواز سے بھی تلاوت کی ہے۔ آپ کی آواز بڑی پُرکشش اور خوش الحان تھی۔ آپ کی تلاوت انتہائی اطمینان اور سکون سے ہوتی تھی۔ ہر حرف اپنے مخرج سے نہایت عمدگی اور درستگی سے ادا فرماتے تھے۔

یعلیٰ بن مملک نے ایک مرتبہ حضرت ام سلمہؓ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے قرآن پاک کو پڑھا اور حروف کو الگ الگ واضح طریقے سے ادا کیا (جامع ترمذی)

حضرت ابی قتادہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک کی تلاوت کس طرح کیا کرتے تھے؛ تو انھوں نے فرمایا مد سے (جامع ترمذی)

حضرت عبداللہ بن ابی قیسؓ سے روایت ہے کہ میں نے ام المؤمنین حضرت

عائشہ صدیقہ رضؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کے بارے میں پوچھا کہ آیا وہ آہستہ تلاوت فرماتے تھے یا اونچی آواز سے تو انھوں نے فرمایا کہ دونوں طرح سے، یعنی کبھی کبھی آہستہ آواز سے اور کبھی بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے۔ میں نے کہا کہ ہر قسم کی تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے دین کے امور میں فراخی عطا فرمائی ہے (جامع ترمذی)

حضرت ام ہانی رضؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تو میں بستر پہ سنتی تھی۔ (جامع ترمذی)

حضرت قتادہ رضؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک نبی کو خوش رُو، اور خوش آواز مبعوث فرمایا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسین صورت اور حسین آواز والے تھے اور خوبصورت انداز میں آواز نکالا کرتے تھے (جامع ترمذی)

حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کمرے کے اندر تلاوت فرماتے تو ان کی آواز باہر صحن میں سنی جاتی تھی۔ (جامع ترمذی)

ان تمام احادیث سے واضح ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تلاوتِ قرآن بڑے سلیقے سے فرماتے۔ کبھی آہستہ آواز سے اور کبھی بلند آواز سے۔ مگر اتنی زیادہ بلندی سے نہ پڑھتے جس سے طبیعت پر گراں گزرتا۔ آپؐ کے الفاظ کی ادائیگی بڑی واضح ہوتی تھی اور سننے والا بخوبی سمجھ لیتا تھا۔

طفیل بن عمرو دوسی اپنے قبیلے کا سردار اور شاعر تھا۔ ایک روز مکہ آیا تو قریش کے کچھ لوگ اس کے پاس گئے اور اسے خبردار کیا کہ دیکھیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہرگز نہ جائیے اور نہ اس کا کلام سُنیے۔ کیونکہ اس کے کلام میں بلا کا جادو ہے انھیں سن کر آدمی اپنے حواس قابو میں نہیں رکھ پاتا۔ لیکن طفیل نے ایک روز جب خانہ کعبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے قرآن پاک کی تلاوت سنی تو فوراً

ایمان لانے کا اعلان کر دیا۔ (بخاری شریف)

کتاب و سنت کی رُو سے قرآن پاک کی تلاوت کے آداب مندرجہ ذیل ہیں :۔

۱۔ باوضو پڑھنا

قرآن پاک کی تلاوت باوضو ہو کر کی جائے۔ لباس بھی صاف ستھرا اور پاکیزہ ہونا چاہیئے۔ تلاوت کرتے وقت قبلہ رُخ ہو کر پڑھنا مستحب ہے۔ تلاوت شروع کرنے وقت اعوذ پڑھنا واجب ہے اور سُورة کی ابتدا میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے۔ تلاوت کرتے ہوئے اگر کوئی بات چیت کرنی پڑے تو اعوذ اور بسم اللہ پھر پڑھ لینی چاہیئے۔

۲۔ خوش کُن آواز سے تلاوت کرنا

تلاوت اچھی آواز سے کرنی چاہیئے۔ کیونکہ اچھا انداز اور خوش کُن آواز اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور سننے والوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کو اپنی رحمت سے خوش الحانی عطا فرماتا ہے جو عوام الناس کے پاس نہیں ہوتی اور جب وہ اس خوش الحانی سے اس کا کلام پڑھتے ہیں تو وہ انھیں دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِشَیْءٍ مَا اَذِنَ لِنَبِیٍّ حَسَنِ الصَّوْتِ یَتَغَنّٰی بِالْقُرْاٰنِ یَجْهَرُ بِهٖ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کسی چیز کو اس قدر توجہ سے نہیں سنتا جس قدر اچھے آواز والے نبی کی طرف متوجہ ہوتا ہے کہ وہ باآواز بلند، خوش آوازی سے قرآن پڑھتا ہے (صحیح مسلم)

قرآن پاک کو خوش آواز سے پڑھنے کے بارے میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور مقام پر اس کی تاکید یوں فرمائی ہے :۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ یَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو قرآن کو خوش کُن آواز سے تلاوت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔

(بخاری شریف)

ہر شخص کی آواز میں کچھ نہ کچھ قدرتی طور پر سُریلا پن ہوتا ہے مگر جب تک اس سریلے پن کو مشق کے ذریعے سے اجاگر نہ کیا جائے خوش الحانی ظاہر نہیں ہوتی اس لیے قرآن پاک کو خوش الحانی سے پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پڑھتے ہوئے ایک تو اچھی سریلی آواز پیدا کرنے کی کوشش کریں اور دوسرے الفاظ کی ادائیگی میں انھیں تجوید و ترتیل کے طریقے سے ادا کریں اسی بات کی تاکید اور حدیث میں یوں آئی ہے۔

وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَیِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِکُمْ

براء بن عازب رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی آوازوں کے ساتھ قرآن کو مزین کرو۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

زینت دینے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کو اچھی سریلی آواز اور تجوید کے مطابق پڑھو۔ کیونکہ اس طرح پڑھنے سے سرور اور اثر میں اضافہ ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود بھی قرآن پاک کی تلاوت بڑے خوش کُن انداز میں کیا کرتے تھے۔

وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَرَاَ فِی الْعِشَآءِ بِالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ فَمَا سَمِعْتُ اَحَدًا اَحْسَنَ صَوْتًا مِّنْہُ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عشاء کی نماز میں سورۂ والتین پڑھتے ہوئے سنا تو میں نے آپ سے اچھی آواز والا کسی کو نہیں سنا۔

(صحیح مسلم)

۳۔ تلاوت اس وقت تک کرو جب تک دل چاہے

تلاوت توجہ سے کرنی چاہیئے اور اس وقت تک کرنی چاہیئے جب تک کہ انسان کی طبیعت برداشت کرے۔ اگر مجبوری یا طبیعت کے نہ چاہنے کی صورت میں تلاوت کی جائے تو توجہ اور خلوص میں کمی پیدا ہو جاتی ہے۔ لہٰذا فرمایا گیا ہے کہ تلاوت اس وقت تک کی جائے جب تک طبیعت مائل بہ تلاوت رہے۔

(۳) عَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْرَءُوا الْقُرْاٰنَ مَا ائْتَلَفَتْ عَلَيْهِ قُلُوْبُكُمْ فَاِذَا اخْتَلَفْتُمْ فَقُوْمُوْا عَنْهُ۔

حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن اس وقت تک پڑھو جب تک تمہارے دل چاہیں۔ جس وقت آپس میں مختلف ہوں تو اس سے کھڑے ہو جاؤ (صحیح بخاری)

حضرت ابن مالک رح کا قول ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت و قرأت میں اس وقت تک معروف رہنا چاہیئے کہ جب تک دل لگے۔ جب دل کی توجہ کم ہو جائے اور ادھر ادھر لگنے لگے تو اس صورت میں قرآن کریم کی تلاوت ختم کر دیں۔ مگر ان کا کہنا ہے کہ یہ حدیث اس امر پر زور دیتی ہے کہ انسان کو چاہیئے کہ وہ تلاوتِ قرآن کا عادی بنے۔ اور اپنے نفس کو ریاضت میں ڈالے تاکہ زیادہ دیر تک تلاوت کرنے سے طبیعت میں ملال نہ ہو۔ بلکہ زیادہ خوشی اور فرحت محسوس ہو کیونکہ کاہل اور آسودہ حال دل جو ریاضت کا عادی نہ ہو۔ جلدی ملال میں آجاتا ہے اس لیے اپنے نفس کو اپنی صحت کے مطابق تلاوتِ قرآن کا عادی بنانا چاہیئے۔

۴۔ قرآن پاک پڑھ کر بھلانے کی سزا

جو شخص قرآن پڑھ پڑھ کر اس کی تلاوت نہ کرے تو لامحالہ وہ کچھ عرصہ کے

بعد بھول جائے گا تو اس طرح بھلانا اللہ تعالیٰ کو بالکل ناپسند ہے لہٰذا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قرآن پاک کو پڑھ کر بھلا دے اسے قیامت کے روز کٹے ہوئے ہاتھ سے ملاقات کرنا پڑے گی۔

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَامِنْ اِمْرِئٍ يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ ثُمَّ يَنْسَاهُ اِلَّا لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَجْذَمَ۔

سعد بن عبادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ایسا شخص نہیں جو قرآن کو پڑھتا ہو پھر اس کو بھول جائے مگر وہ قیامت کے دن کٹے ہوئے ہاتھ سے ملاقات کرے گا۔ (ابوداؤد، دارمی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن پاک نہ پڑھنے سے قرآن پاک بھول جاتا ہے اس لیے اسے پڑھتے رہنا ضروری ہے۔ ایک اور حدیث میں آپ نے اسی بات کی یوں تاکید فرمائی:-

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِئْسَ مَا لِاَحَدِهِمْ اَنْ يَقُوْلَ نَسِيْتُ اٰيَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ بَلْ نُسِّيَ وَاسْتَذْكِرُوا الْقُرْاٰنَ فَاِنَّهٗ اَشَدُّ تَفَصِّيًا مِنْ صُدُوْرِ الرِّجَالِ مِنَ النَّعَمِ۔

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بری چیز ہے واسطے ایک ان کے یہ کہ کہے میں فلاں آیت بھول گیا۔ بلکہ کہے بھلایا گیا۔ قرآن کو یاد کرتے رہا کرو۔ کیونکہ لوگوں کے سینہ سے اونٹوں کی نسبت جلدی چلا جاتا ہے۔ (بخاری شریف)

مراد یہ ہے کہ اگر اونٹوں کو باندھا نہ جائے تو وہ ادھر ادھر چلے جائیں گے، ایسے ہی اگر قرآن مجید کو پڑھا نہ جائے تو وہ بھول جائے گا، یہی وجہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کی تلاوت کی تاکید کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا کہ تم قرآن پڑھا کرو۔ تم کو ہر حرف کے عوض دس نیکیاں ملیں گی۔ سن لو! میں نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ الف کی دس نیکیاں، لام کی دس نیکیاں اور میم کی دس نیکیاں۔ یہ تیس نیکیاں ہوئیں۔ حضورؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ قرآن کو سات حرفوں (قراتوں) پر نازل کیا گیا ہے جن میں سے ہر ایک شفا عطا کرنے والا ہے۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ تَعَاھَدُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ فَوَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَھُوَ اَشَدُّ تَفَلُّتًا مِنَ الْاِبِلِ فِیْ عُقُلِھَا۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس قرآن سے تعلق قائم رکھو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے۔ یہ قرآن، رسی سے نکل کر بھاگ جانے والی اونٹنی سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ نکل جاتا ہے (یعنی بھول جاتا ہے)۔ (صحیح بخاری)

اس حدیث میں بھی پہلے والی بات کو دہرایا گیا ہے کہ اگر اونٹ کا مالک اپنے اونٹ کی طرف سے غفلت برتے تو اونٹ اس کے قبضے سے نکل بھاگتا ہے تو ایسے ہی اگر قرآن پاک کو دہرایا نہ جائے تو وہ بھی بھول جائے گا۔ اسی مفہوم کو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے یوں بیان کیا ہے:۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْاٰنِ کَمَثَلِ الْاِبِلِ الْمُعَقَّلَۃِ اِنْ عَاھَدَ عَلَیْھَا اَمْسَکَھَا وَاِنْ اَطْلَقَھَا ذَھَبَتْ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حافظِ قرآن کی مثال بندھی ہوئی اونٹنی جیسی ہے اگر اس کی حفاظت رکھے تو بندھی رہے گی، اور اگر کھول دے تو چلی جائے گی۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابی بن کعبؓ کی سعادت

حضرت ابی بن کعبؓ دورِ رسالت میں سب سے عمدہ اور بڑے قاری تسلیم کیے جاتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ایک مرتبہ تلاوت کے لیے کہا تو انھوں نے اپنی عاجزی کا اظہار کیا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان تھا اس لیے اس پر عمل کرتے ہوئے انھوں نے تلاوت فرمائی تو ان کے لیے بڑا اعزاز تھا۔ اس واقعہ سے یہ مسئلہ اخذ ہوتا ہے کہ صاحبِ علم کے سامنے اور اپنے سے زیادہ اچھی قرأت کرنے والے کے سامنے تلاوت کرنا جائز ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِيْ اَنْ اَقْرَاَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ قَالَ اَللّٰهُ سَمَّانِيْ لَكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَقَدْ ذُكِرْتُ عِنْدَ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. قَالَ نَعَمْ فَذَرَفَتْ عَيْنَاهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِيْ اَنْ اَقْرَاَ عَلَيْكَ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قَالَ وَسَمَّانِيْ قَالَ نَعَمْ فَبَكٰى۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا رب کریم نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمھارے سامنے تلاوت قرآن کروں۔ حضرت ابی نے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے میرا تذکرہ ہوا ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہاں! اس وقت فرطِ مسرت سے جناب ابی رونے لگے اور ایک روایت میں اس طرح مروی ہے رسول اللہؐ نے حضرت ابی سے فرمایا حکم ربی یہ ہے کہ میں تمھارے سامنے سورہ لم یکن الذین کفروا کی تلاوت کروں۔ جناب ابی نے کہا کیا رب العلمین نے میرا نام لیا ہے آپؐ نے فرمایا ہاں تو جناب ابی بن کعب رونے لگے۔ (صحیح مسلم)

-۵-

۵۔ تین رات سے کم میں قرآن پاک ختم کرنے کی ممانعت

قرآن پاک کو مناسب وقت پر پڑھنا چاہیئے

اگر بہت جلد پڑھیں گے تو صحیح طرح سے اعراب ادا نہیں کر سکیں گے اس لیے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین رات سے کم میں قرآن پاک نہیں پڑھنا چاہیئے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ يَفْقَهْ مَنْ قَرَاَ الْقُرْاٰنَ فِيْ اَقَلَّ مِنْ ثَلٰثٍ۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے تین رات سے کم میں قرآن پڑھا وہ اس کو سمجھا نہیں۔

(ترمذی، ابوداؤد)

بعض بزرگانِ دین نے اس حدیث پاک پر عمل کرتے ہوئے تین دن میں قرآن پاک ختم کرنے کا معمول بنایا اور تین دن سے پہلے قرآن پاک کو ختم نہ کرتے۔ تین دن سے کم میں قرآن پاک ختم کرنے سے قرآن پاک کے معانی سمجھ میں نہیں آسکتے۔ اگر ظاہری ترجمہ سمجھ میں آبھی جائے تو اس کے حقائق و معارف تک رسائی حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ ان چیزوں کو سمجھنے کے لیے تین دن تو بہت کم ہیں بلکہ طویل سے طویل عمر بھی ناکافی ہے بعض لوگ سال میں ایک قرآن پاک پڑھتے ہیں اور بعض ہر مہینے میں ایک قرآن پاک پڑھ لیتے ہیں۔ بعض حضرات دس دن میں پڑھ لیتے ہیں مگر بعض لوگ اس سے کم یعنی سات دن میں ایک قرآن ختم کر لیتے ہیں۔ صحابہ کرام کا یہی معمول تھا کہ وہ سات دن میں قرآن پاک ختم کرتے۔ کیونکہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن سات دن میں ختم کرو۔ (مسلم)

۶۔ گاکر قرآن پڑھنے کی ممانعت

گا کر قرآن پڑھنا درست نہیں البتہ اچھی آواز اور قرأت کے ساتھ قرآن پاک کو مزین کرنا بہتر ہے۔

وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْرَءُوْا الْقُرْاٰنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ وَ اَصْوَاتِهَا وَاِيَّاكُمْ وَلُحُوْنَ اَهْلِ الْعِشْقِ وَلُحُوْنَ اَهْلِ الْكِتَابَيْنِ وَسَيَجِيْئُ بَعْدِیْ قَوْمٌ يُرَجِّعُوْنَ بِالْقُرْاٰنِ تَرْجِيْعَ الْغِنَاءِ وَالنَّوْحِ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ مَفْتُوْنَةٌ قُلُوْبُهُمْ وَقُلُوْبُ الَّذِيْنَ يُعْجِبُهُمْ شَاْنُهُمْ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا قرآن کریم کو عربوں کے لہجہ اور انداز میں پڑھو، گویّوں اور اہل کتاب یعنی تورات و انجیل کے ماننے والوں کے انداز میں نہ پڑھو اور میری حیاتِ ظاہری کے بعد ایک ایسی قوم آئے گی، جو تلاوتِ قرآن گویّوں اور نوحہ خوانوں کے انداز میں پڑھے گی اور ان کا یہ حال ہو گا کہ قرآن کریم ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا اور ان کے دل فتنہ میں مبتلا ہوں گے اس کے علاوہ جو لوگ ان کی تلاوت کو پسند کریں گے ان کے دل بھی مبتلائے فتنہ ہوں گے

(بیہقی شعب الایمان)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن پاک کی تعظیم و تقدیس کے پیشِ نظر اس کو گویّوں کی طرح گا کر پڑھنا مکروہ ہے اس کی کراہت کی وجہ یہ ہے کہ گا کر پڑھنے سے کلام اپنی اصلی حالت سے تجاوز کر جاتا ہے یعنی مد اور ہمزہ ساقط ہو جاتے ہیں۔ جن حروف کو لمبا کر کے پڑھنا ہوتا ہے گانے کی طرز میں وہ مختصر ہو جاتے ہیں اور جنھیں مختصر کرنا ہوتا ہے وہ طویل ہو جاتے ہیں۔ اکثر حروف مدغم ہو جاتے ہیں اس لیے گانے کی طرز پر تلاوت کرنا بالکل خلافِ شرع ہے۔

گا کر تلاوت کرنے کی کراہت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قرآن پاک پڑھنے کا اصل مقصد تو یہ ہے کہ اس سے خوفِ خدا پیدا ہو۔ نصیحت کی باتیں سن کر سامع کو نافرمانی سے ڈر لگے۔ قرآنی دلائل و براہین، قصص اور امثال سن کر عبرت حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ کے ان وعدوں کا جو قرآن میں کیے گئے ہیں امیدوار بنے یہ تمام فوائد گا کر پڑھنے میں ختم ہو جاتے ہیں۔

۷۔ بلند یا پست آواز سے قرآن پڑھنے کی اجازت

تلاوت خواہ اونچی آواز سے کرو یا پست آواز سے کرو اس کے متعلق نبی پاکؐ کا ارشاد یہ ہے:۔

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْجَاهِرُ بِالْقُرْاٰنِ كَالْجَاهِرِ بِالصَّدَقَةِ وَالْمُسِرُّ بِالْقُرْاٰنِ كَالْمُسِرِّ بِالصَّدَقَةِ۔

عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قرآن کو بلند آواز سے پڑھنے والا ظاہر صدقہ کرنے والے کی مانند ہے۔ اور قرآن کو آہستہ پڑھنے والا پوشیدہ صدقہ کرنے والے کی مانند ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

جب بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے تو تمام حاضرین پر سننا فرض ہے۔ جبکہ وہ مجمع بغرض سننے کے حاضر ہو، ورنہ ایک کا سننا کافی ہے اگرچہ اور اپنے کام میں لگے ہوئے ہوں۔ مجمع میں سب لوگ بلند آواز سے پڑھیں یہ حرام ہے۔ اگر چند شخص پڑھنے والے ہوں تو حکم ہے کہ آہستہ پڑھیں۔

بازاروں میں اور جہاں لوگ کام میں مشغول ہوں بلند آواز سے پڑھنا ناجائز ہے۔ لوگ نہ سنیں گے تو گناہ پڑھنے والے کو ہوگا۔ اگر کام میں مشغول ہونے سے پہلے اس نے پڑھنا شروع کر دیا ہو اور وہ جگہ کام کرنے کے لیے مقرر بھی نہ ہو تو پھر نہ سننے والوں پر گناہ ہوگا۔

مدرسے میں سبق یاد کرنے کے لیے ایک ہی وقت میں کئی طلباء بلند آواز سے قرآن شریف پڑھتے ہیں یہ جائز ہے۔ جہاں کوئی شخص علم دین پڑھا رہا ہے یا طالب علم علم دین کی تکرار کرتے ہوں یا مطالعہ کرتے ہوں تو وہاں بھی بلند آواز سے پڑھنا منع ہے۔ قرآن مجید سننا تلاوت کرنے اور نفل پڑھنے سے افضل ہے۔

آہستہ آواز سے تلاوت اس شخص کے لیے بہتر ہے جو ریا سے بچنا چاہتا ہو اور

بلند آواز سے پڑھنا اس شخص کے لیے بہتر ہے جو ریا میں مبتلا ہونے کا خوف نہ رکھتا ہو بشرطیکہ اس کی بلند آوازی سے نمازیوں اور سونے والوں کو بے آرامی نہ ہو۔ البتہ بلند آواز سے قرأت کرنا ایسے مقام پر بہت ہی فائدہ مند ہے۔ جہاں دوسرے لوگ صرف قرآن پاک سننے کے لیے جمع ہوئے ہوں۔ بلند آواز سے قرآن پاک کا پڑھنا شعارِ دین اور اللہ کے کلام کا برملا اظہار ہے۔ پڑھنے والے کے دل میں بیداری پیدا ہوتی ہے اس کا دھیان کسی اور طرف نہیں جاتا۔ اس کے دل کی غفلت دور ہوتی ہے نیند کا غلبہ کم ہوتا ہے اور اس طرح دوسروں میں عبادت کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ بہرکیف ان کثیر فوائد کے پیش نظر ماحول کی مناسبت کے لحاظ سے آواز بلند تلاوت افضل ہے۔

۸۔ قرآن مجید کو صحیح قرأت سے پڑھنا

قرآن کو صحیح قرأت سے پڑھنا ضروری ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو اچھی قرأت ہی کی تاکید فرمائی ہے۔

عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سُئِلَ اَنَسٌ كَيْفَ كَانَتْ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَتْ مَدًّا مَدًّا ثُمَّ قَرَأَ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ يَمُدُّ بِبِسْمِ اللهِ وَيَمُدُّ بِالرَّحْمٰنِ وَيَمُدُّ بِالرَّحِيْمِ۔

حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ حضرت انسؓ سے سوال کیا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کس طرح کی تھی؟ انھوں نے کہا لمبی قرأت تھی۔ پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی۔ بسم اللہ کے ساتھ آواز لمبی فرماتے اور رحمٰن اور رحیم کے ساتھ آواز لمبی فرماتے۔

۹۔ دار الحرب میں قرآن نہ لے جائیں

ایسا علاقہ جہاں کافر رہتے ہوں جو مسلمانوں سے لڑتے رہتے ہوں تو اس علاقہ میں قرآن پاک لے کر نہ جائیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کافر قرآن پاک کی بے حرمتی

کریں۔ اس لیے خطرے سے بچنے کے لیے دارالحرب میں قرآن پاک کو لے جانے سے منع فرمایا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّسَافَرَ بِالْقُرْاٰنِ اِلٰى اَرْضِ الْعَدُوِّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِىْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ لَا تُسَافِرُوْا بِالْقُرْاٰنِ فَاِنِّىْ لَا اٰمَنُ اَنْ يَّنَالَهُ الْعَدُوُّ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن کریم کو ساتھ لے کر دشمنانِ اسلام کے علاقہ میں سفر سے منع فرمایا ہے (متفق علیہ) لیکن امام مسلم کی روایت میں اس طرح ہے کہ حالتِ سفر میں قرآن کریم ساتھ نہ رکھو کیونکہ مجھے یہ اطمینان نہیں کہ کہیں وہ دشمن کے ہاتھ لگ جائے۔ (مشکوٰۃ شریف)

۱۰۔ ختم قرآن کب بہتر ہے

گرمیوں میں صبح کو قرآن مجید ختم کرنا بہتر ہے۔ اور جاڑوں میں اول شب کو، کہ حدیث میں ہے جس نے شروع دن میں قرآن ختم کیا۔ شام تک فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے ہیں اور جس نے ابتدائے شب میں ختم کیا، صبح تک استغفار کرتے ہیں۔ اس حدیث کو دارمی نے سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ تو گرمیوں میں چونکہ دن بڑا ہوتا ہے تو صبح کے ختم کرنے میں استغفار ملائکہ زیادہ ہوگی اور جاڑوں میں راتیں بڑی ہوتی ہیں تو شروع رات میں ختم کرنے سے استغفار زیادہ ہوگی۔

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِىْ بَيْتٍ مِّنْ بُيُوْتِ اللّٰهِ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَيَتَدَارَسُوْنَهٗ بَيْنَهُمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر قرآن پاک کی تلاوت کرتے اور درس و تدریس میں معروف ہوتے ہیں تو ان پر سکون و اطمینان

اِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ۔

اترتا ہے، رحمت انھیں ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے انھیں گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی خاص مجلس میں ان کا ذکر فرماتا ہے۔

(صحیح مسلم)

۱۱۔ لیٹ کر قرآن پڑھنے میں کوئی حرج نہیں

لیٹ کر قرآن پڑھنے میں حرج نہیں جبکہ پاؤں سمٹے ہوں اور منہ کھلا ہو۔ یوہی چلنے اور کام کرنے کی حالت میں بھی تلاوت جائز ہے۔ جبکہ دل نہ بٹے۔ ورنہ مکروہ ہے۔ غسل خانہ اور نجاست کی جگہ پر قرآن مجید پڑھنا ناجائز ہے۔

۱۲۔ غلط پڑھنے والے کو صحیح بتلانا واجب ہے

جو شخص غلط پڑھتا ہو تو سننے والے پر واجب ہے کہ بتادے بشرطیکہ بتانے کی وجہ سے کینہ وحسد پیدا نہ ہو۔ اسی طرح اگر کسی کا مصحف شریف اپنے پاس عاریتاً ہے۔ اگر اس میں کتابت کی غلطی دیکھے تو بتا دینا واجب ہے۔

۱۳۔ بوسیدہ قرآن کو جلانا منع ہے

قرآن شریف اگر بوسیدہ ہو کر پڑھنے کے قابل نہیں رہ گیا تو کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر احتیاط کی جگہ دفن کردیں اور اس کے لیے لحد بنائی جائے تاکہ مٹی اس کے اوپر نہ پڑے۔ قرآن شریف کو جلانا نہیں چاہیے۔

۱۴۔ قرآن پاک کا ادب کرنا

قرآن شریف کی طرف پیٹھ نہ کی جائے اور نہ اس کی طرف پاؤں پھیلائیں، نہ اس سے اونچی جگہ بیٹھیں، نہ اس پر کوئی کتاب رکھیں اگرچہ حدیث وفقہ کی کتاب ہو۔ غسل خانہ اور

نجاست کی جگہوں میں قرآن شریف پڑھنا ناجائز ہے۔ (غنیہ)

---

(۳۶)

آدابِ دُعا

انسان کو اپنی زندگی بسر کرنے کے لیے کچھ چیزوں کی لازماً ہر وقت ضرورت درکار ہے جن کے بغیر شب و روز گزارنا مشکل ہے لیکن جوں جوں انسان مادیت کی طرف زیادہ متوجہ ہوتا جا رہا ہے اتنا ہی وہ خدا سے دور ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اس میں توکل، صبر اور شکر کی کمی ہو گئی ہے۔ ہر انسان کے لیے مسائل کا انبار ہے کسی کے سامنے حصولِ رزق کا مسئلہ ہے، کوئی بیماری میں گھرا ہوا ہے۔ کوئی بچوں کی تربیت اور کفالت میں پھنسا ہوا ہے کسی کا رہائش کا رونا ہے اور ملازمت کا مسئلہ ہے کسی کی اولاد نافرمان ہے۔ گویا جس شخص کو بھی دیکھا جائے اس کی کچھ جائز خواہشات اور مسائل ہیں جنھیں وہ پورا کرنا چاہتا ہے تو پورا کرنے کے اسباب پیدا کرنے والی صرف ایک ہی ذات ہے وہ ہے پروردگار جس کے در پر حاضر ہو کر اسے کہا جائے اور اس وقت دل سے جو پکار اور التجا نکلتی ہے وہ دراصل دعا ہے۔ فریاد یا دعا جتنی انسان کے دل کی گہرائیوں سے نکلے گی وہ اثر رکھے گی۔ آپ کے اکثر تجربہ میں یہ بات ہو گی کہ جب کوئی گداگر آپ سے آ کر کسی چیز کا سوال کرتا ہے تو آپ اس کے دل کے اندر جھانکنے کی کوشش کرتے ہیں کہ کیا یہ واقعی ضرورت مند ہے جس کا اس نے سوال کیا ہے تو اگر وہ ظاہریت اور گفتگو سے آپ کو متاثر کر دے تو آپ اس کی مدد کے لیے تیار ہو جاتے ہیں، اگر وہ آپ کو متاثر نہ کر سکے تو آپ اسے غرض مند نہ سمجھتے ہوئے اس کے سوال کو رد کر دیتے ہیں۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کی

لگن اور خلوص بجا لاتا ہے اور جو انسان واقعی حاجت کا طالب ہوتا ہے تو جب وہ بارگاہِ رب میں حاضر ہو کر صدا کرتا ہے تو اللہ اس کی دعا ضرور قبول کرتا ہے۔

دعا در اصل عبادت کا ایک حصہ ہے کیونکہ انسانی زندگی کا اصل مقصد عبادت اور اطاعت ہے اور یہی عبادت انسان کو مقامِ عبدیت تک پہنچاتی ہے اور جتنا کوئی مقامِ عبدیت میں اللہ کے قریب ہو جاتا ہے اس کی دعا بارگاہِ رب العزت میں فوراً قبول ہوتی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منتہائے عبدیت ہیں اور جنھیں ان کا قرب اور مقامِ محبوبیت حاصل ہو جاتا ہے وہ بھی اللہ کے منظورِ نظر بن جاتے ہیں اور ایسے لوگوں کی دعا بھی اللہ کے حضور مُستجاب ہے۔ اس لیے اولیائے کاملین کی دعائیں درجۂ قبولیت رکھتی ہیں۔ کیونکہ انھوں نے باطنی طور پر اپنے آپ کو اس حد تک پاکیزہ کیا اور حقِ بندگی ادا کیا کہ اللہ کو ان سے پوچھنا پڑا کہ بتاؤ کیا مانگتے ہو؟ تو انھوں نے عرض کیا یا الٰہی! صرف تیری رضا چاہتے ہیں کیونکہ اولیائے کاملین صرف رضائے الٰہی کے طالب ہوتے ہیں اور یہی رضائے الٰہی انھیں اطاعت اور شکر گزاری کے اس مقام تک لے جاتی ہے کہ اگر وہ کسی کی تقدیر بدلنے کے لیے اللہ کے حضور دعا کریں تو ان کی التجا پر اللہ دوسروں کی تقدیر تک بدل دیتا ہے اور یہ مقام تب پیدا ہوتا ہے جب انسان دل سے دنیا کو ہر طرح چھوڑ کر یادِ الٰہی میں مرنے سے پہلے مر جاتا ہے اور پھر نگاہِ مومن سے تبدیلیِ تقدیر کا مقام حاصل ہوتا ہے۔

دعا بہر حال قبول ہو یا نہ ہو، اللہ کے حضور دعا کرتے رہنا چاہیے۔ بعض اوقات یوں ہوتا ہے کہ انسان کی ایک دعا قبول تو ہو جاتی ہے لیکن پوری ہونے میں کچھ مدت لگ جاتی ہے لیکن انسان بے صبرا ہے۔ فوراً اللہ سے گلہ شکوہ شروع کر دیتا ہے۔ مثلاً ایک غریب آدمی ہے وہ اپنے لیے اللہ کے حضور فراوانیِ رزق یعنی مالدار ہونے کے لیے دعا کرتا ہے اور اس کی دعا قبول ہو جاتی ہے تو اس کے مالدار بننے میں کچھ وقت لگے گا۔ اللہ

پہلے اس کے اسباب پیدا کرے گا پھر جب چاہے گا اس کے مال و دولت میں اتنا اضافہ ہو جائے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ سنبھال نہ سکے۔ لیکن بعض لوگ یوں کرتے ہیں کہ اللہ کے حضور کسی چیز کے لیے دعا کی لیکن اگر وہ پوری ہوتی ہوئی نظر نہ آئی تو فوراً اللہ سے مایوسی کا اظہار شروع کر دیا۔ اپنی قسمت کو بُرا بھلا کہنے لگے۔ تو ایسا کرنے سے سوائے اللہ کی ناراضگی مُول لینے کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ بلکہ ہر صورت میں صابر و شاکر ہو کر اللہ کے حضور دعا مانگتے رہنا چاہیئے انشاء اللہ ایک نہ ایک دن دعا ضرور قبول ہو گی۔ کیونکہ بعض اوقات دعا قبول نہ ہونے میں انسان ہی کی بہتری ہوتی ہے اس لیے اللہ سے مایوسی کا اظہار نہ کیا جائے۔

یا الٰہی! تو میرا شاہ ہے میں تیرا گدا ہوں۔ تو میرا آقا ہے میں تیرا غلام ہوں۔ تو میرا خالق ہے میں تیری مخلوق ہوں، تو میرا معبود ہے میں تیرا عبد ہوں۔ تو باریُ المصور ہے میں تیرا بنایا ہوا انسان ہوں۔ تو قدوس ہے میں سراپا تقصیر ہوں۔ تو میرا حاکم ہے میں تیرا محکوم ہوں۔ تو میرا کریم ہے میں گدائے کرم ہوں۔ تو بے نیاز ہے میں تیرا نیاز مند ہوں۔ جب ہر طرح سے تو ہی میرا کارساز ہے تو پھر میں تیری بارگاہ ہی میں جھکوں گا، تجھ ہی سے مانگوں گا زخم جگر تجھے ہی دکھاؤں گا کیونکہ تیرے سوا میرا کوئی نہیں۔ تو پھر میرے دوست! جب ہر طرح خدا ہی سے مانگنا ٹھہرا تو پھر شرم کیسی؛ حجاب کیسا اور غرور کیوں؛ مایوسی اور ناامیدی کیوں؛ وہ تو تیرا اور میرا پروردگار ہے۔ آ اسی کے حضور آ۔ جبینِ نیاز کو جھکا دے، سر بسجود ہو جا دل سے غیروں کو نکال دے۔ اجنبیّت کو توڑ دے۔ لذتِ نفس کو چھوڑ دے۔ ہنگامہ آرائی سے منہ موڑ لے۔ ظلمت کدے کو چھوڑ دے۔ محفلِ رنداں سے منہ موڑ لے۔ کوچۂ یار کی راہ پوچھ۔ اپنے سوزِ جگر کو دیوانہ وار کر، یادِ دیدۂ دل کو راز سے آشکار کر، قلب و نظر یادِ الٰہی میں خاکستر کر دے۔ موجِ نفس کو خوابِ غفلت سے بیدار کر، رہرو محبت بن۔ خدا کے حضور دیدۂ تر سے حاضر ہو جا۔ پھر دیکھ تیری دعا کیسے قبول ہوتی ہے۔ تیرے مقدر کا ستارہ

کیسے جگمگاتا ہے۔ تیری آرزوئیں کیسے شرمندہ تعبیر ہوتی ہیں۔ تیرے ارمانوں کی دنیا کیسے مچلتی ہے۔ لیکن میرے دوست! اس کی حریم ذات میں تیری نوائے شوق کا شور اسی وقت پیدا ہوگا جبکہ تو اس کا بندہ بنے گا اور جب تو اس کا بندہ بن گیا تو تیری ہر دعا قبول ہے۔

ادب بڑی چیز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ادب بہت پسند ہے جتنا کوئی مؤدب ہو کر اللہ کے حضور حاضر ہو وہ اسے اتنا ہی زیادہ پسند کرتا ہے۔ اللہ کے حضور دعا کرنے کے چند آداب ہیں جنھیں آدابِ دعا کہا جاتا ہے۔ یہ آداب دراصل چند امور ہیں جنھیں دعا کرنے سے پہلے اور دعا کرتے وقت ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے اگر ان آداب پر عمل کیا جائے گا تو دعا جلدی قبول ہوگی۔ لہٰذا آدابِ دعا حسبِ ذیل ہیں۔

۱۔ دعا کے آغاز میں اللہ کی حمد کرنا

دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد کیجیے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھیے۔ پھر اپنی التجا اللہ کے حضور پیش کرو۔ اللہ ہر شخص کی دعا کو سنتا ہے لہٰذا اس سے جو چاہو مانگو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مجھے اسمائے حسنیٰ کے ساتھ پکارو۔ دعا اللہ کے نزدیک بہت ہی معزز چیز ہے۔ قضا تک تبدیل کروا دیتی ہے بلکہ دعا ہر اس مصیبت کو رفع کروا دیتی ہے جو آئی ہو یا نہ آئی ہو۔ اسی لیے اسے عبادت کا مغز قرار دیا گیا ہے۔

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ ثُمَّ قَرَأَ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دعا عبادت ہے اس موقع پر آپ نے فرمایا تمھارا رب فرماتا ہے مجھے پکارو میں تمھاری پکار کو سنتا ہوں۔

(احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

۲۔ اخلاصِ نیت سے دُعا مانگنا

اخلاصِ نیت سے دعا مانگنا سنت ہے کیونکہ دعا میں جتنا اخلاص زیادہ ہو دعا اتنی جلدی قبول ہوتی ہے اس لیے دعا ہمیشہ گہرے اخلاص اور پاکیزہ نیت سے مانگیے اور اس یقین کے ساتھ مانگیے کہ آپ جو دعا کر رہے ہیں اللہ اسے دیکھ رہا ہے اور سن رہا ہے کیونکہ اخلاص کے بغیر دعا دعا ہی نہیں۔

اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے اندر یعنی دل و دماغ سے دعا اٹھنی چاہیئے اخلاص نیک نیتی سے پیدا ہوتا ہے اور جتنا کوئی اللہ کی طرف مائل زیادہ ہو اس میں اتنا ہی زیادہ اخلاص ہوگا۔ اخلاص کی بنیاد محبت اور عشق ہے۔ اولیائے کاملین اور علمائے حق میں عوام الناس کی نسبت اخلاص نیت زیادہ ہوتی ہے کیونکہ وہ حُبِ الٰہی اور عشقِ حقیقی کے بحرِ بے کراں میں ڈوبے ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی دعائیں فوراً قبول ہوتی ہیں۔

وَعَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَبَّكُمْ حَيٌّ كَرِيْمٌ يَسْتَحْيِيْ مِنْ عَبْدِهٖ اِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ اِلَيْهِ اَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک تمہارا رب حی و کریم ہے۔ جب بندہ دعا کے لیے اس کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھاتا ہے تو اس کو حیا آتی ہے کہ وہ بندے کے ہاتھوں کو خالی واپس کرے (ابوداؤد)

۳۔ توجّہ قلبی سے دُعا مانگنا سُنّت ہے

اخلاص کے ساتھ دعا کے لیے توجہ قلبی کا ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ عادت کے طور پر اگر دعا مانگی جائے تو کچھ اثر نہیں ہوتا کیونکہ جو بات دل سے نکلتی ہے وہ اثر رکھتی ہے اور توجہ قلبی اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب انسان کا اللہ پر یقین کامل ہو اور توکل ہو اور اسے امید ہو کہ جو چیز وہ اللہ سے مانگ رہا ہے اس کی اسے اشد ضرورت ہے۔

اسی لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خدا سے اس بات کی امید رکھتے ہوئے مانگو کہ وہ ضرور قبول کرے گا اور اس بات کو جان لو کہ خدا غافل دل اور کھیلنے والے کی دعا کو قبول نہیں کرتا۔ لہٰذا دعا کے وقت اللہ تعالیٰ کے حضور پوری توجہ سے حاضر ہونا چاہیئے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُدْعُوا اللّٰهَ وَاَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْاِجَابَةِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَجِیْبُ دُعَاءً مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاهٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ سے دعا کرو تو تمہیں اس کی قبولیت کا یقین ہونا چاہیئے اور یہ یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ غافل دلوں کی دعا کو قبول نہیں کرتا۔ (ترمذی)

۴۔ نوافل کے ذریعے دُعا کو مؤثر بنانا سُنت ہے

خاص دعا کا طریقہ کار یہ ہے کہ دعا سے پہلے وضو کریں پھر دو رکعت نفل پڑھیں اس کے بعد دعا مانگیں۔ اس طرح اللہ تعالےٰ دعا جلدی قبول فرمائے گا۔

طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اچھی طرح وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھی اور پھر اس کے بعد دعا کی۔ تو اس کی دعا جلد یا کچھ دیر کے بعد ضرور قبول ہوگی۔

۵۔ دُعا کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا سُنت ہے

دعا کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا سنت ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ کار تھا۔ آپ نے غزوۂ بدر کے موقع پر اور نماز استسقاء کے موقع پر دعا کے وقت کعبہ کی طرف منہ کیا۔ اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی یاد رکھیں کہ کسی گناہ والے کام کے بارے میں دعا نہ کریں اور نہ ہی یہ دعا کریں کہ فلاں سے تعلقات ختم ہو جائیں

کیونکہ کسی کے خلاف بُری دعا کو اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا۔ ایسے ہی دعا کے بعد فوراً اس بات کے منتظر نہیں بن جانا چاہیئے کہ فلاں دعا میں نے کی ہے اور وہ قبول نہیں ہوئی۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَالَمْ یَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْ قَطِیْعَةِ رَحِمٍ مَالَمْ یَسْتَعْجِلْ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْاِسْتِعْجَالُ قَالَ یَقُوْلُ قَدْ دَعَوْتُ وَقَدْ دَعَوْتُ فَلَمْ اَرَ یُسْتَجَابُ لِیْ فَیَسْتَحْسِرُ عِنْدَ ذٰلِكَ وَیَدَعُ الدُّعَآءَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ جب تک گناہ قطع رحم اور جلدی نہیں کرتا تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ اس وقت نبی علیہ السلام سے دریافت کیا گیا یا رسول اللہ جلدی سے کیا مطلب ہے تو آپ نے فرمایا دعا کرنے والا یہ کہے میں نے دعا کی لیکن اس کی قبولیت کی کوئی علامت میں نے نہیں دیکھی اور دعا کو قبول نہ ہوتا دیکھ کر تھک کر بیٹھ جائے (مسلم)

۶۔ خشوع وخضوع سے دُعا مانگنی چاہیئے

دعا انتہائی عاجزی اور خشوع و خضوع سے مانگنی چاہیئے بلکہ گریہ زاری کی صورت اختیار کرنا بہت بہتر ہے کیونکہ وہ آنکھ جو خلوت میں اللہ کے حضور آنسو ٹپکاتی ہے وہ اللہ کو بہت پسند ہے۔ اللہ کے حضور رونا اپنے گناہوں پر ندامت اور خوفِ خدا کی وجہ سے آتا ہے لہٰذا جس شخص کے دل میں خوفِ خدا ہوگا تو جب وہ اللہ کے حضور دعا مانگے گا تو رو دے گا۔ اللہ کے نیک بندوں کا خاصہ ہوتا ہے کہ جب وہ دعا مانگتے ہیں تو وہ سربسجود ہو کر روتے ہیں اور گڑگڑاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا میں فوراً قبول کرتا ہے اور خاص کر جو شخص حصولِ روحانیت کا طالب ہو اسے رات کے پچھلے پہر رونا چاہیئے۔ قرآن پاک کی بعض دعائیں بھی ایسی ہیں کہ جن کے پڑھنے سے انسان پر گریہ طاری ہوتا ہے۔

اللہ کے نیک بندوں کے ایسے بیشمار واقعات ہیں کہ وہ ساری ساری رات اللہ کے

حضور گڑگڑاتے رہتے ہیں۔ اس لیے میرے دوست! اللہ کو عاجزی بہت ہی پسند ہے لہٰذا جب بھی دعا مانگو تو بڑے ادب خشوع اور خضوع سے اللہ کے حضور التجا کرنی چاہیے انشاء اللہ ایسی دعا قبول ہوگی۔

۷۔ دعا کے لیے ہاتھ اُٹھانا سنت ہے

دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا سنت ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا فرماتے تو ہاتھ اٹھاتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہاں تک ہاتھ اٹھائے اس کی احادیث مندرجہ ذیل ہیں:۔

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ يَجْعَلُ اِصْبَعَيْهِ حِذَاءَ مَنْكِبَيْهِ وَيَدْعُوْا۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ دعا کے دوران ہاتھوں کی انگلیوں کو کندھوں کے برابر کر لیتے تھے۔ (دعوات کبیر)

دعا مانگتے ہوئے بعض اوقات حضورؐ اپنے ہاتھوں کو کندھوں کے برابر تک اٹھاتے تھے اور بعض اوقات صرف سینے کے سامنے تک رکھتے یعنی زیادہ اونچا نہ اٹھاتے اور بعض اوقات اتنا اونچا کرتے کہ آپ کی بغلوں سے اوپر ہاتھ چلے جاتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تینوں طرح جائز ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّ رَفْعَكُمْ اَيْدِيَكُمْ بِدْعَةٌ مَا زَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى هٰذَا يَعْنِيْ اِلَى الصَّدْرِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ تمہارا اپنے ہاتھوں کو اٹھانا بدعت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سینہ سے اونچے نہیں اٹھائے۔

۸۔ دعا ختم کرتے پر منہ پر ہاتھ پھیرنا سنت ہے

دعا کے بعد ہاتھوں کو منہ پر پھیرنا سنت ہے کیونکہ حضور

بذاتِ خود ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ منہ پہ ہاتھ پھیرنے کا ایک مقصد تو خدا کو اپنی ذات پر متوجہ کرنا ہے اور دوسرا دعا کو مکمل کرنے کا اعلان ہے تاکہ دوسرے شخص سمجھ جائیں کہ اب دعا پایۂ تکمیل تک پہنچ گئی ہے۔

وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا دَعَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ مَسَحَ وَجْهَهٗ بِيَدَيْهِ۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند فرماتے اور بعد میں ان کو اپنے چہرے پر پھیر لیتے تھے۔ (بیہقی)

ایک اور حدیث میں حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے تو پھر اس وقت تک انہیں نیچے نہ لاتے جب تک کہ دعا کے مکمل ہونے پر انھیں منہ پر پھیر نہ لیتے۔ (ترمذی شریف)

وَعَنْ مَالِكِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَاَلْتُمُوا اللّٰهَ فَاسْئَلُوْهُ بِبُطُوْنِ اَكُفِّكُمْ وَلَا تَسْئَلُوْهُ بِظُهُوْرِهَا وَفِيْ رِوَايَةٍ لِابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَلُوا اللّٰهَ بِبُطُوْنِ اَكُفِّكُمْ وَلَا تَسْئَلُوْهَا بِظُهُوْرِهَا فَاِذَا فَرَغْتُمْ فَامْسَحُوْا بِهَا وُجُوْهَكُمْ

حضرت مالک بن یسار رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم اللہ سے دعا کرو تو ہتھیلیوں کا رُخ چہرہ کی طرف رکھو اور ہاتھوں کی پشت تمھارے چہرہ کی جانب نہ ہو اور جب دعا سے فارغ ہو تو ہاتھوں کو اپنے چہرہ پر پھیر لو۔ ایک اور روایت جو جناب ابن عباسؓ سے مروی ہے اس طرح ہے کہ اللہ سے دعا ہاتھوں کے اندرونی حصہ کی طرف سے مانگو۔ اور ہاتھوں کے بیرونی رخ سے طلب کرو اور جب دعا سے فارغ ہو جاؤ تو ہاتھوں کو چہرے پر پھیر لو۔ (ابوداؤد)

مطلب یہ ہے کہ دعا مانگتے وقت جب ہاتھوں کو اٹھاؤ تو انھیں اس طرح رکھو کہ ہاتھوں کے اندر کا رُخ منہ کے سامنے ہو جیسا کہ دعا میں معمول ہوتا ہے۔ استسقاء کے علاوہ عام حالات میں ہاتھوں کو الٹ کر دعا نہ مانگیں۔

۹۔ دوسروں کے لیے دعا کرنا سُنّت ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے مسلمان بھائیوں کے لیے ان کی غیر موجودگی میں دعا کرنے کی تاکید فرمائی ہے کیونکہ کسی کے لیے چپکے سے دعا کرنے میں خلوص شامل ہوتا ہے اور ایسی دعا عموماً مؤثر اور مقبول ہوتی ہے۔

وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْوَةُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لِاَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ مُسْتَجَابَةٌ عِنْدَ رَأْسِهٖ مَلَكٌ مُوَكَّلٌ كُلَّمَا دَعَا لِاَخِيْهِ بِخَيْرٍ قَالَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهٖ اٰمِيْنَ وَلَكَ بِمِثْلٍ۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی عدم موجودگی میں اگر اس کا کوئی بھائی دعا کرتا ہے تو وہ مقبول ہوتی ہے اور دعا کرنے والے کے ساتھ ایک فرشتہ متعین کر دیا جاتا ہے جب وہ اپنے بھائی کے لیے دعا کرتا ہے تو مقرر فرشتہ اس کی دعا پر آمین کہتا ہے اور اس کے لیے بھی ویسی ہی دعا کی مقبولیت کی دعا کرتا ہے۔ (مسلم)

اس حدیث سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کے لیے اپنے دل میں چپکے سے دعا کرے تو اس کی دعا مقبول ہو گی۔ دعا مقبول ہونے کے ساتھ جو فرشتہ مقرر ہوتا ہے وہ بارگاہِ رب العزت میں سفارش کرتا ہے کہ الٰہی اس شخص کی دعا اس کے بھائی کے حق میں قبول فرما اور پھر وہ دعا کرنے والے کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ جس طرح اس دعا کے نتیجہ میں تیرا بھائی بھلائی پائے گا اسی طرح اللہ تعالیٰ تجھ پر بھی اپنی بھلائی عطا فرمائے۔

۱۰۔ رغبت اور یقین سے دُعا مانگنا سنّت ہے

دعا پورے یقین کے ساتھ مانگیئے کہ وہ اللہ کے حضور ضرور قبول ہوگی اور دل میں کبھی یہ وسوسہ نہ لائیں کہ میری دعا قبول ہوگی کہ نہیں۔ برابر دعا کرتے رہیئے۔ خدا کے حضور اپنی عاجزی، احتیاج اور عبودیت کا اظہار خود ایک عبادت ہے خدا نے خود دعا کرنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ بندہ جب مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا سنتا ہوں۔ دعا کرنے سے کبھی نہ اکتائیے اور اس چکر میں کبھی نہ پڑیے کہ دعا سے تقدیر بدلے گی یا نہیں۔ تقدیر کا بدلنا یا نہ بدلنا۔ دعا کا قبول کرنا یا نہ کرنا خدا کا کام ہے جو علیم و حکیم ہے۔ بندے کا کام بہر حال یہ ہے کہ وہ ایک فقیر و محتاج کی طرح برابر اس سے دعا کرتا رہے اور لمحہ بھر کے لیے بھی خود کو بے نیاز نہ سمجھے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَا اَحَدُکُمْ فَلَا یَقُلِ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ اِنْ شِئْتَ وَلٰکِنْ لِیَعْزِمْ وَ لْیُعَظِّمِ الرَّغْبَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یَتَعَاظَمُهٗ شَیْءٌ اَعْطَاهُ۔

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو اس طرح نہ کہے کہ خداوندا اگر تو چاہے تو میری مغفرت فرمادے۔ بلکہ یقین اور رغبت کے ساتھ دعا کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کچھ دینے سے کوئی روکنے والا نہیں۔ (مسلم شریف)

۱۱۔ بددعا کرنے کی ممانعت

بددعا کرنا خلاف سنت ہے خاص کر اپنی اولاد کے لیے بددعا کرنا بالکل اچھا نہیں۔ کیونکہ بعض اوقات ایسے ہوتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ دعا کو فوراً قبول کرلیتا ہے اس لیے کہیں ایسا نہ ہو کہ جس وقت تم اپنے لیے یا اپنی اولاد کے لیے بددعا کر رہے ہو وہی وقت قبولیتِ دعا کا ہو۔ اور پھر تمھاری بددعا قبول ہو جائے جس کے نتیجے میں تمہیں نقصان اور پریشانی ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو نادان کسی مصیبت یا غصہ کے وقت

اپنی ہی اولاد کے لیے بددعا کرے وہ اچھا نہیں۔ لہٰذا بددعا کرنے سے ہمیشہ بچو کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدْعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ وَلَا تَدْعُوْا عَلٰى اَوْلَادِكُمْ وَلَا تَدْعُوْا عَلٰى اَمْوَالِكُمْ لَا تُوَافِقُوْا مِنَ اللّٰهِ سَاعَةً يُسْاَلُ فِيْهَا عَطَاءٌ فَيَسْتَجِيْبُ لَكُمْ۔ (مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اپنی جانوں اموال اور اولاد کے لیے بددعا نہ کرو۔ کیونکہ ایسا نہ ہو کہ وہ قبولیت کی ساعت ہو اور تمھاری دعا مقبول ہو جائے

۱۲۔ خاص اوقات جن میں دعائیں قبول ہوتی ہیں

سال بھر میں بعض اوقات ایسے ہیں جس وقت اللہ کی رحمت پکارتی ہے کہ ہے کوئی پکارنے والا کہ اس کی پکار سنی جائے، تو ان اوقات میں فوراً دعا قبول ہوتی ہے لیکن وہ لوگ جو اللہ کے دوست ہیں ان کے لیے ہر وقت ہی ایک جیسا ہے ان کی دعا ہر وقت ہی قبول ہے۔

شب قدر میں، جو رمضان میں آتی ہے، جو دعا بھی اللہ سے مانگی جائے قبول ہوتی ہے۔ رمضان المبارک میں جب بھی دعا مانگی جائے قبول ہوگی، ذی الحجہ کی نویں تاریخ جو عرفہ کہلاتی ہے اس دن بھی جو دعا مانگی جائے قبول ہوگی۔ ایسے ہی جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب بڑی اہم ہے اس رات بھی جو دعا مانگی جائے قبول ہوگی۔ رات کا پچھلا پہر جسے عموماً تہجد کا وقت کہا جاتا ہے اس وقت بھی دعا قبول ہوتی ہے اور یہ وقت قبولِ دعا کا خاص وقت ہے۔

شبِ برأت بڑی اہم رات ہوتی ہے۔ ساری رات عبادت کرنے کے بعد جو دعا

مانگی جائے وہ بارگاہِ رب العزت میں قبول ہوتی ہے۔

سب سے زیادہ دعا قبول ہونے کی امید جمعہ کی ساعتِ اجابت ہے۔ اسی ساعت کے بارے میں علماء کا کہنا ہے کہ یہ وقت امام کے خطبہ کے لیے منبر پر بیٹھنے سے لے کر نماز جمعہ ختم ہونے تک ہوتا ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ یہ وقت دو خطبوں کے درمیان کا وقفہ ہے۔

۱۳۔ مقاماتِ مقدسہ کی دعا

دنیا میں بعض مقامات ایسے ہیں جنھیں مقاماتِ مقدسہ کہتے ہیں انھیں تقدس کا مقام اس لیے ملا ہے کہ ان مقامات پر اللہ کی برگزیدہ ہستیوں کے ساتھ کچھ واقعات منسوب ہیں جن کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ان جگہوں کو بھی مقدس کر دیا۔ لہٰذا جو شخص بھی مقدس جگہ پر کوئی دعا مانگے وہ اکثر قبول ہو جاتی ہے۔ وہ مقامات جو مقدس ہیں ان میں خانہ کعبہ کو اولیت حاصل ہے۔ خانہ کعبہ میں جو بھی دعا مانگی جائے وہ قبول ہے۔ طواف کعبہ میں کی جانے والی دعا بھی قبول ہے۔ ملتزم بھی دعا کے لیے مقدس جگہ ہے۔ ملتزم سے مراد خانہ کعبہ کا وہ حصہ ہے جس سے طواف کرنے والے چمٹتے ہیں۔ یہ حجرِ اسود اور خانہ کعبہ کے دروازہ کے درمیان چار ہاتھ کی جگہ ہے۔ میزابِ کعبہ کے نیچے کی جگہ بھی مقدس ہے۔ میزاب خانہ کعبہ کی چھت کے پرنالے کے نیچے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ بیت اللہ کے اندر بھی دعا کرنا قبول ہے۔ چاہِ زمزم، صفا مروہ، مزدلفہ، مقام ابراہیم، منیٰ، جمرات، تمام کا شمار مقاماتِ مقدسہ میں ہوتا ہے۔ خانہ کعبہ کے علاوہ دعا قبول ہونے کا سب سے مقدس مقام رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم کا روضۂ اقدس ہے اور خاص کر عاشقِ رسول حضرات کے لیے اس سے بڑھ کر اور کوئی جگہ نہیں، جہاں خدا کی رحمت قریب تر ہو۔ لہٰذا روضۂ رسول کے مقام پر مانگی جانے والی دعا بارگاہِ رب العزت میں زیادہ قبولیت کا درجہ رکھتی ہے۔ اللہ کے نیک بندوں کے پاس جا کر بھی اللہ کے حضور دعا کرنا درست ہے۔

۱۴۔ دُعا کو مُستجاب بنانے کا زرّیں اُصول

جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کی دعا قبول ہو تو اسے چاہیئے کہ خوشحالی کے دور میں اللہ کا احسان مند رہے اور اسے یاد کرتا رہے اور اس سے دعا کرتا رہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یَّسْتَجِیْبَ اللّٰهُ لَهٗ عِنْدَ الشَّدَآئِدِ فَلْیُکْثِرِ الدُّعَآءَ فِی الرَّخَآءِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو یہ بات محبوب ہو کہ سختی کے عالم میں اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول کرے اس کو چاہیئے کہ وہ وسعت اور فراخی کے عالم میں اللہ سے کثرت کے ساتھ طلب کرے۔ (ترمذی)

---

(۳۷)

آدابِ روزہ

عبادت خواہ بدنی ہو یا مالی ملاسے ادب و احترام کے ساتھ ہی سرانجام دینا بہتر ہے یہ ادب دراصل انسان میں اعلیٰ انسانیت پیدا کرنے کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ چنانچہ روزہ رکھ کر روزہ دار کو چاہیئے کہ وہ روزہ ان لوازمات کے ساتھ پورا کرے جو بارگاہِ رب العزت میں شرفِ قبولیت کا درجہ رکھتے ہیں۔

روزہ کا اصل ادب یہ ہے کہ ظاہری اور باطنی حالت کو ضبط میں رکھا جائے۔ جسمانی اعضاء اور نفس کو گناہ والے کاموں سے روکا جائے۔ روزہ میں اپنے تمام اعضاء کو کھانے پینے اور جماع سے روکنے کے ساتھ ہر قسم کی بری حرکات اور ناشائستہ امور

سے بچایا جائے۔ احادیث کے مطابق روزہ کے آداب اور سنتیں حسب ذیل ہیں۔

۱۔ زبان کو بُری باتوں سے بچانا

روزہ میں زبان کو بری بات کرنے سے روکنا ضروری ہے کیونکہ زبان سے بہت سی برائیاں پیدا ہوتی ہیں اس لیے زبان کو ہر قسم کی لغو اور بے ہودہ بات کہنے سے بچانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَیْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِیْ اَنْ یَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا ترک نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنے کھانے پینے کو چھوڑ دے۔ (بخاری شریف)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ زبان کو بری باتوں سے بچانا ضروری ہے یعنی زبان کا روزہ یہ ہے کہ زبان سے جو گناہ ہو سکتے ہیں ان سے بچے اور بے ہودہ باتیں نہ کرے بلکہ زبان کو یاد الٰہی اور ذکر میں مشغول رکھے۔ زبان کو جھوٹی اور لغو باتیں کرنے سے بچائے۔ بعض مالک اپنے نوکروں کو، حاکم اپنی رعایا کو، افسر اپنے ماتحتوں کو، استاد اپنے طالب علموں کو، ماں باپ اپنی اولاد کو، بے تکلف دوست اپنے دوستوں کو خواہ مخواہ گالیاں دینے کے عادی ہوتے ہیں بلکہ ان کے تکیہ کلام کا آغاز ہی گالی سے ہوتا ہے۔ روزہ دار ہو کر ایسا کرنا درست نہیں۔ پھر روزہ رکھ کر غیبت سے بچنا بھی ضروری ہے کیونکہ یہ فساد کی جڑ ہے لیکن اکثر عورتوں کو غیبت کا مرض ہوتا ہے اور وہ روزہ رکھ کر غیبت کرتی ہیں۔ بہر حال غیبت روزہ کے لیے نہایت ہی نقصان دہ ہے۔

حدیث میں مذکور ہے کہ دو عورتوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں روزہ رکھا اور ایسا ہوا کہ انھیں اس قدر پیاس لگی کہ جان کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ آخر رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم سے روزہ کھولنے کی اجازت مانگی۔ آپ نے ایک پیالہ ان کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ انھیں کہو جو کچھ کھایا ہے وہ اس میں قے کر دیں۔ لہٰذا ان کی قے میں خون اور جمے ہوئے خون کے ٹکڑے تھے۔ لوگوں کو اس پر بے حد تعجب ہوا۔ تو آپ نے فرمایا ان دونوں عورتوں نے اس چیز سے روزہ رکھا جسے اللہ نے حلال کیا ہے اور پھر اس چیز سے توڑ ڈالا جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے یعنی غیبت میں مشغول ہو گئیں۔ اس واقعہ سے روزہ دار خواتین کو سبق حاصل کرنا چاہیئے کہ کسی حالت میں بھی غیبت کرنا اچھا نہیں۔

حضرت مجاہد کا قول ہے کہ غیبت اور جھوٹ روزہ کو خراب کر دیتے ہیں۔ جھوٹ بولنا تو ویسے بھی بہت بڑی لعنت ہے پھر روزہ رکھ کر جھوٹ بولنا تو اور بھی زیادہ قابلِ افسوس ہے۔ یہ کہاں کا دستور ہے کہ بندہ حاکم کو حاکم بھی مانے مگر اس کے حکم پر عمل بھی نہ کرے۔ روزہ اور جھوٹ دو متضاد چیزیں ہیں۔ جھوٹ کا خاتمہ تو ہم نے روزہ سے حاصل کرنا ہوتا ہے اگر روزہ رکھ کر ہی جھوٹ بولا جائے تو پھر روزہ رکھنے سے کیا حاصل۔ زبان میں جھوٹ کی بجائے صداقت پیدا کرنی چاہیئے، پھر دیکھیے روزے سے انسان کو کتنا سکونِ قلبی میسر آتا ہے

روزہ رکھ کر دل آزاری سے بھی باز رہنا چاہیئے کیونکہ دل آزاری سے دلوں میں بدگمانی پیدا ہوتی ہے۔ دل آزاری بہت طرح سے ہوتی ہے۔ دوسروں کو الٹے سیدھے ناموں سے پکارنا ان کا تمسخر اور مذاق اڑانا یا تکلیف دینے والا کام کرنا سب دل آزاری کی صورتیں ہیں۔ روزہ رکھ کر ایسا کرنا اچھا نہیں کیونکہ روزے کا مقصد اللہ کے بندوں کے درمیان ایک دوسرے کی تکالیف کا احساس، پیار اور محبت پیدا کرتا ہے اور خاص کر اللہ کے بندوں نے اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے دل آزاری کو بہت بڑی رکاوٹ قرار دیا ہے۔ کالجوں، سکولوں کے طلبہ اور فیکٹریوں میں کام کرنے والے مزدوروں میں

یہ و باماں ہوتی ہے کہ وہ ایک دوسرے کا خوب تمسخر اڑاتے ہیں اور ٹھٹھا کرتے ہیں اور ایسی فضا پیدا کرتے ہیں کہ ہوائی قلابے کہاں سے کہاں ملا جاتے ہیں اور دوسری طرف وہ روزہ دار بھی ہوتے ہیں اور ایسا کرنے سے ان کے پیشِ نظر یہ مقصد ہوتا ہے کہ اس طرح ہنسی مذاق سے روزہ آسانی سے نبھ جاتا ہے۔ حالانکہ انھیں جاننا چاہیے کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں وہ صریحًا روزہ کی روح کے خلاف ہے۔ لہٰذا روزہ رکھ کر جھوٹ غیبت، گالی گلوچ اور دوسروں کی دل آزاری وغیرہ سے روزے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے لہٰذا روزہ دار کو ایسی باتوں سے بچنا چاہیئے۔ لہٰذا بزرگانِ دین کے نزدیک زبان کا روزہ یہی ہے کہ زبان کو مندرجہ بالا آفات سے ہر حال میں محفوظ رکھا جائے۔ تب روزہ کے فیوض و برکات اور انوارات حاصل ہوں گے۔

۲۔ کانوں کو بُری باتیں سننے سے بچانا

یوں تو کانوں کو ہر حال میں بری باتیں سننے سے بچانا سنت ہے مگر روزہ کی حالت میں اس کی طرف خاص توجہ دینی چاہیئے۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ کان کا روزہ یہ ہے کہ کان کو بُری اور فضول باتوں کے سننے سے محفوظ رکھا جائے کیونکہ بُری باتیں سننے کا دل پر گہرا اثر ہوتا ہے جس سے انسانی خیالات میں گناہوں کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے۔ روزہ دار کے لیے ضروری ہے کہ غیبت نہ سُنے۔ جھوٹی باتیں، لطیفے گانے اور فحش باتیں نہ سُنے کیونکہ شریعت میں جن باتوں کا کہنا جائز نہیں انھیں سُننا بھی جائز نہیں۔ چنانچہ بُری باتوں کے سننے سے بھی اتنا گناہ ہوگا جتنا کہنے سے ہوتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ کُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ لَهٗ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کے ہر عمل کا صلہ ہے مگر روزہ خاص میرے لیے ہے اور میں اس کا

اِلَّا الصِّيَامَ فَاِنَّهٗ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ وَاِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْيَقُلْ اِنِّيْ امْرُؤٌ صَائِمٌ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَخَلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِّيْحِ الْمِسْكِ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا اِذَا اَفْطَرَ فَرِحَ وَاِذَا لَقِيَ رَبَّهٗ فَرِحَ بِصَوْمِهٖ۔

بدلہ ہوں روزہ ڈھال ہے جب تم میں سے کوئی روزہ دار ہو تو نہ جھگڑا کرے نہ فحش بکے اگر کوئی اسے گالی دے یا مارے پیٹے تو کہہ دے میں روزے سے ہوں اور قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے۔ روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہے روزہ دار کو دو خوشیاں نصیب ہوتی ہیں ایک افطار کے وقت خوش ہوتا ہے۔ دوسرے خدا سے ملاقات کے وقت خوش ہو گا۔

(بخاری شریف)

۳۔ حالت روزہ میں آنکھ کو قابو میں رکھنا

ہمارے جسم کے ہر عضو سے گناہ سرزد ہو سکتا ہے لہٰذا ہر عضو کو روزہ میں گناہ سے بچانا ہی اصل روزہ ہے۔ انسانی آنکھ کا گناہ یہ ہے کہ وہ دنیاوی گناہوں کو دیکھ کر ان کو رغبت دلاتی ہے۔ بری نظر سے عورت یا کسی اور کو دیکھنا اچھا نہیں اور خاص کر روزہ رکھ کر عورتوں کو دیکھتے پھرنا بہت ہی بُرا ہے اور اس طرح روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی روزہ دار کو چاہیئے کہ فلم نہ دیکھے اور نہ عریاں تصویریں دیکھے ناچ گانا اور دوسری بُری حرکات نہ دیکھے۔

۴۔ دل کو گندے خیالات سے بچانا

دل کا روزہ یہ ہے کہ دل ہر قسم کے بُرے اور گندے خیالات سے پاک رہے۔ کیونکہ دل کی حفاظت ازحد ضروری ہے کیونکہ روزہ کا زیادہ دخل تو دل ہی کے ساتھ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ خائن آنکھوں اور دل کے پوشیدہ رازوں کو جانتا ہے بلکہ میرے خیال کے مطابق روزے کا سارا تعلق ہی انسانی دل سے وابستہ ہے لہٰذا دل میں ہر طرح سے خلوص ہونا چاہیئے۔ بلکہ خوف خدا ہونا نہایت ضروری ہے

۵۔ جسم کے ہر عضو کو گناہوں سے بچانا اصل روزہ ہے

روزہ رکھنے کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ جسم کے ہر عضو یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ کو ہر خلافِ شرع فعل سے بچایا جائے۔ چنانچہ روزہ دار کا ہر فعل دیانت اور صداقت کا نمونہ ہونا چاہیئے۔ زندگی کے معاملات اور لین دین کو ایمانداری سے سرانجام دینا چاہیئے مگر دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگوں نے روزہ بھی رکھا ہوتا ہے اور بددیانتی بھی کرتے جاتے ہیں یعنی روزہ رکھ کر بھی دیانت اور ایمانداری کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتے۔ تاجر لوگ اور کارخانہ دار ناپ تول میں کمی کر لیتے ہیں یا کسی خالص میں ناخالص کی ملاوٹ کر لیتے ہیں یا کوالٹی (جنس) میں فرق ڈال لیتے ہیں۔ ایسے ہی گوالے دودھ میں پانی ڈال لیتے ہیں۔ تو ایسا روزہ رکھنے سے انسان کو کیا حاصل کیونکہ اس نے روزہ رکھ کر اسلام کے معاملاتی احکامات کو مدنظر نہیں رکھا اور روزہ میں بددیانتی سے کام لیا۔ اگر کوئی ایسے روزہ دار کو سمجھانے کی کوشش بھی کرے تو وہ جواب دیتا ہے کہ روزہ اپنی جگہ اور کاروبار اپنی جگہ۔ میں اپنی روٹی نہ کماؤں۔ مگر وہ نادان اس حقیقت کو جانتے ہوئے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے حلال اور ایمانداری سے رزق کمانے کا حکم دیا مگر پھر بھی بے ایمانی سے کام لیتے ہیں۔ اور اپنے پیٹ کو دوزخ سے بھرتے ہیں۔ تو جب اس طرح سے روزے رکھنے کے ساتھ اسلام کے دوسرے تقاضوں کو پورا نہیں کیا جاتا تو پھر روزہ سے کیا مقاصد حاصل ہو سکتے ہیں۔

روزہ کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے ایک مثال ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ کوئی شخص کسی مالک کا نوکر ہو یا ملازمت کرتا ہو۔ وہ روزانہ حاضر ہو جاتا ہو لیکن حاضر ہونے

بیں وقت کی پابندی کا خیال رکھتا ہو۔ یا حاضر ہو کر سارا دن ادھر اُدھر کی باتوں میں اپنے وقت کا ضیاع کرتا ہو۔ یا حاضر تو ہو لیکن وہ کام سرانجام نہ دے جو مالک نے مقرر کیا ہو اور اپنی مرضی سے جو چاہے کرتا پھرے۔ یا کام تو اس نے کر دیا لیکن اس کا کیا ہوا کام اس معیار پر نہ ہو جس کا اسے کہا گیا تھا۔ تو کیا ایسے ملازم سے مالک خوش ہو جائے گا۔ جس نے اپنے فرائض کی انجام دہی میں محنت مشقت، امانت کو مدنظر نہ رکھا ہو۔ چنانچہ مالک یہ سوچنے پر مجبور ہو گا کہ جس مقصد کے لیے میں نے ملازم کو رکھا تھا، وہ اس معیار پر پورا نہیں اُترتا۔ چنانچہ مالک اس کو ملازمت سے سبکدوش کر دے گا۔ ایسے ہی جو انسان روزہ رکھ کر روزے کے تقاضوں کو پورا نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا اور موت کے بعد اگلے جہان میں سزا یعنی عذاب پائے گا۔

۶۔ روزے میں ریاکاری سے بچنا

روزے کا ایک ادب یہ ہے کہ روزے کو ریاکاری سے بچایا جائے کیونکہ روزہ ہی صرف ایک ایسی عبادت ہے جسے ظاہر کیے بغیر دوسروں کو پتہ نہیں چل سکتا۔ اگر لوگوں کو صرف یہ دکھانے کے لیے ظاہر کریں گے کہ میں نے روزہ رکھا ہے تو اس کا اجر ختم ہو جائے گا۔ اس لیے روزہ رکھتے ہوئے صرف رضائے الٰہی کو مدنظر رکھیں۔ اہلِ دنیا سے کوئی غرض نہ رکھیں اور اپنے روزے کو چھپائے رکھیں تاکہ روزے کا مقصد قائم رہے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی تخلیق سے پہلے سات فرشتے پیدا کیے۔ پھر آسمانوں کو پیدا کر کے ان فرشتوں میں سے ایک فرشتے کو ایک ایک آسمان کا مؤکل مقرر کیا اور اس کے متعلقہ آسمان کی دربانی اس کے سپرد کر دی۔ اور (جب سے اب تک یہ ہوتا آرہا ہے) جب زمین کے فرشتے جو لوگوں کے اعمال لکھنے پر مامور ہیں اور حفظہ کہلاتے ہیں روزانہ بندے کے وہ اعمال

جو اس نے شام سے صبح تک کیے ہوتے ہیں پہلے آسمان پہلے جاتے ہیں اور اس (بندے) کی اطاعت گزاری کی بڑی تعریف کرتے ہیں اور واقعی اس شخص نے عبادت کی بھی کچھ اس طرح سے ہوتی ہے کہ اس کی عبادت کا نور گویا آفتاب سے کسی طرح کم نہیں ہوتا۔ لیکن ناگاہ مؤکل فرشتہ کی آواز آتی ہے کہ "یہ طاعت و عبادت اسی (بندہ) کے منہ پر دے مارو کہ میں اہلِ غیبت کا نگہبان ہوں اور مجھے یہ حکم ہے کہ جو شخص غیبت کرنے والا ہو اس کے اعمال یہاں سے نہ گزرنے دو" (خواہ وہ کتنے ہی اچھے کیوں نہ دکھائی دیں۔ کیونکہ غیبت کے باعث وہ اس کے حق میں ضائع ہو چکے ہوتے ہیں) پھر ایک ایسے شخص کے اعمال جس نے غیبت نہیں کی ہوتی (آسمانِ اول سے تو گزر جاتے ہیں لیکن) جب دوسرے آسمان پہلے جائے جاتے ہیں تو وہاں کا مؤکل فرشتہ کہتا ہے کہ "بس لے جاؤ واپس اور اسی کے منہ پر دے مارو کہ یہ عمل (جو بظاہر بڑے پاکیزہ دکھائی دے رہے ہیں) دراصل اس نے دنیا کے لیے کیے تھے۔ اور مجلسوں میں فخر و مباہات کا مظاہرہ کیا تھا اور مجھے حکم ہے کہ اس کے اعمال آگے نہ جانے دوں پھر تیسرے شخص کے اعمال (پہلے دونوں آسمانوں سے گزر کر) تیسرے آسمان پر لے جاتے ہیں اور ان میں (نہ غیبت ہوتی ہے نہ دکھاوا بلکہ) نماز، روزہ اور صدقہ شامل ہوتا ہے اور حفظۃ ان پر حیرت زدہ ہوتے ہیں (کہ کتنے اعلیٰ اعمال ہیں) کہ تیسرے آسمان کا فرشتہ کہتا ہے۔ "مجھے تکبر پر نگہبان مقرر کیا گیا ہے تاکہ اہلِ تکبر کے اعمال یہاں سے نہ گزرنے دوں اور یہ آدمی متکبر اور لوگوں کے ساتھ تکبر سے پیش آتا تھا" تب ایک اور شخص کی باری آتی ہے کہ جس کے اعمال تسبیح و نماز و حج کی بدولت ستاروں کی طرح درخشاں و تاباں ہوتے ہیں لیکن چوتھے آسمان پر پہنچتے ہی ان کو روک دیا جاتا ہے اور مؤکل فرشتہ کہتا ہے کہ "مجھے غرور و نخوت کا نگہبان مقرر کیا گیا ہے اور حکم ہے کہ مغرور اور اہلِ نخوت کے اعمال یہاں سے آگے نہ جانے دوں۔ پس اس کے اعمال اسی پر دے مارو کہ یہ ایسے

ہی لوگوں میں سے ہے۔" پھر ایک اور شخص کے اعمال آتے ہیں اور ایسے پیارے ہوتے ہیں جیسے کہ حسین وجمیل دلہن جسے دولہا کے حوالے کیا جا رہا ہو لیکن (مؤکل فرشتے سے کونسی بات چھپی ہوئی ہوتی ہے چنانچہ) جب پانچویں آسمان تک لے جاتے ہیں تو فرشتہ کہتا ہے کہ یہ عمل اس کے منہ پر دے مارو اور اس کی گردن پر جا دھرو کہ میں نگہبان حسد ہوں اور حاسدوں کے اعمال کو آگے نہیں جانے دیتا اور اس شخص کا یہ عالم ہے کہ علم وعمل میں جو شخص بھی اس کے درجے تک پہنچتا ہے یہ اس سے حسد کرنے لگتا ہے اور اس کے خلاف زبان درازی کرنے لگتا ہے۔ پھر ایک اور شخص کے اعمال لائے جاتے ہیں جو نماز، روزہ، حج اور عمرہ سے مزین ہوتے ہیں لیکن چھٹے آسمان پر انہیں بھی روک لیا جاتا ہے اور مؤکل فرشتہ کہتا ہے کہ یہ عمل اسی کے منہ پر دے مارو کہ میں فرشتۂ رحمت ہوں اور مجھے حکم ہے کہ بے رحموں کے اعمال یہاں سے نہ گزرنے دوں اور یہ شخص اس قدر بے رحم ہے کہ کسی کو رنج پہنچے تو (بجائے ترس کھانے کے الٹا) اس پر ہنستا ہے۔ کسی پر مصیبت ٹوٹ پڑے تو خوش ہوتا ہے اور بجائے اس کے کہ اس پر رحم کھا کر اس کی مدد کرے یہ بغلیں بجاتا ہے۔ تب ایک ایسے شخص کے اعمال (چھ آسمانوں سے گزر کر) ساتویں آسمان تک پہنچ جاتے ہیں جو نماز، روزہ، نفقہ، جہاد اور پرہیزگاری کے نور سے یوں منور ہونے میں جیسے کہ آفتاب کی روشنی ہوتی ہے اور سارے آسمانوں میں ایک غلغلہ بلند ہو جاتا ہے اور برق کی سی کڑک چمک سارے ماحول پر طاری ہو جاتی ہے۔ تین ہزار فرشتے ان اعمال کے جلو میں چل رہے ہوتے ہیں اور کسی فرشتے کو روک ٹوک کی جرأت نہیں ہوتی، کہ ناگاہ ساتویں مؤکل کی آواز آتی ہے کہ" بس لے جاؤ ان اعمال کو اسی شخص کے منہ پر دے مارو اور اس کے دل پر قفل لگا دو کہ ان تمام اعمال سے اس کا مقصود حق تعالیٰ نہ تھا بلکہ اس کا مقصد محض یہ تھا کہ اسے علماء کے نزدیک، عزت وحشمت حاصل ہو جائے اور شہر میں اس کے نام کا ڈنکا بجنے لگے اور مجھے حکم ہے کہ ایسے شخص کے اعمال کو راہ نہ دوں، اس لیے کہ

ہر وہ عمل جو خاص حق تعالیٰ کے لیے نہ ہو وہ ریا کہلاتا ہے اور ریاکار کے اعمال حق تعالیٰ کے نزدیک قابلِ قبول نہیں ہوتے۔ تب کسی ایسے شخص کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں کہ ساتوں آسمانوں سے گزر کر عرش پہ جا پہنچتے ہیں اور یہ اعمال سر تا سر اخلاقِ نیک ذکر و فکر، اور تسبیح و عبادات پر مشتمل ہوتے ہیں اور تمام آسمانوں کے فرشتے اس کی شہادت و گواہی کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان اعمال کو حضور باری تعالیٰ میں پیش کر دیا جاتا ہے اور سب کے سب فرشتے بیک زبان گواہی دیتے ہیں کہ یہ اعمال پاکیزہ ہونے کے علاوہ اخلاص کی صفت سے بھی مالا مال ہیں۔ تب حق تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے کہ "اے فرشتو! تم اس کے اعمال و افعال کے نگہبان ضرور ہو لیکن دل کی نگہبانی میں خود کرتا ہوں اور مجھے معلوم ہے کہ اس نے یہ اعمال میرے لیے نہیں کیے کیونکہ ان کے کرتے وقت اس کی دلی اور باطنی نیت کسی اور ہی کے لیے ہوتی تھی۔ پس اس پر میری لعنت ہو"۔ اور باری تعالیٰ کے یہ الفاظ سنتے ہی فرشتے بھی کہنے لگتے ہیں کہ بارِ خدایا! اس پر تیری لعنت ہو اور ہماری طرف سے بھی لعنت ہی ہو۔ تب ساتوں آسمانوں اور ان کے درمیان ہر چیز سے یہی صدائیں بلند ہونے لگتی ہیں کہ لعنت ہو اس ریاکار پر۔ (کیمیائے سعادت)

۷۔ سحری اور افطاری کی سُنت

سحری کا ادب اور سنت یہ ہے کہ سحری روزہ رکھنے کے وقت سے پہلے آخری وقت میں کھائی جائے۔ سحری کھانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت ہے۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ دوپہر کو تھوڑی دیر آرام کر کے قیام لیل میں سہولت حاصل کرو۔ اور سحری کھا کر دن میں روزے کے لیے قوت حاصل کرو (ابن ماجہ) ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے اور اہلِ کتاب کے

روزوں میں فرق صرف سحری کھانے کا ہے۔ (مسلم شریف)

افطاری میں جلدی کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے یعنی جونہی روزہ افطار کرنے کا وقت ہو جائے تو بلا تاخیر روزہ افطار کر لینا چاہیئے۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین اس وقت تک غالب رہے گا جب تک لوگ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے کیونکہ یہود اور نصاریٰ روزہ افطار کرنے میں تاخیر کیا کرتے تھے (ابن ماجہ) ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ مجھے اپنے بندوں میں سے سب سے زیادہ پسند وہ ہے جو افطار میں جلدی کرنے والا ہو (ترمذی) افطاری میں جلدی کا مطلب یہ ہے کہ جب روزہ افطار کرنے کا وقت ہو جائے تو روزہ افطار کر لیا جائے۔

---

(۳۸)

عیادتِ مریض

بیمار آدمی کی مزاج پرسی یعنی اس کا حال اور طبیعت کی کیفیت دریافت کرنے کو عیادتِ مریض کہا جاتا ہے۔ یہ بڑا اہم اخلاقی فریضہ ہے لہذا جب کوئی رشتہ دار عزیز یار دوست ہمسایہ یا کوئی اور تعلق دار بیمار ہو جائے۔ تو اس کی عیادت کے لیے ضرور جانا چاہیئے۔ اس سے اللہ راضی ہوتا ہے۔ اور خاص کر ایسے مریض کی تیمارداری فرض کفایہ ہے جس کا کوئی عزیز یا رشتہ دار نہ ہو۔ مریض کی بیمار پرسی کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی ہے۔ کیونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود بیماروں کی عیادت کا اہتمام فرماتے۔ اکثر اوقات جب کوئی صحابی بیمار ہو جاتا تو آپ اس کی عیادت کے لیے

تشریف لے جاتے اور اس کے لیے دعائیہ کلمات استعمال فرماتے اور اسے شفایاب ہونے کی تسلی دیتے۔ بعض اوقات آپ نہ صرف مسلمان بھائیوں کی بلکہ کسی دوسرے انسان کی بھی مزاج پرسی کے لیے تشریف لے جاتے۔ یہی وجہ ہے کہ بیماروں کی عیادت کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے ارشادات ہیں جن میں آپ نے عیادت کی اہمیت اور فضیلت کے پیشِ نظر اس کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ لہذا ہمارا اخلاق اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ جب کوئی عزیز یا پڑوسی بیمار ہو جائے تو اس کی خبر گیری کے لیے جانا چاہیئے۔ اکثر بزرگانِ سلف اولیاء امت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت کی اتباع بڑے اہتمام سے کرتے رہے ہیں۔

عیادت کا لفظ عود سے نکلا ہے جس کا لفظی مطلب لوٹنا اور رجوع کرنا ہے۔ چونکہ بیمار کی عیادت کرنے والا بیمار کی طرف گاہے گاہے آتا ہے اور رجوع کرتا ہے اس لیے یہ لفظ انھی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ عیادت کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ بیمار پرسی حضورؐ کی سُنّت ہے

بیمار کی عیادت سے عام طور پر اس کی بڑی بہت تسلی ہوتی ہے جس سے اس کی طبیعت کو تقویت حاصل ہوتی ہے اور اس تقویت سے اس کی مرض کا ازالہ ہوتا ہے۔ مزید برآں اس سے باہمی اتفاق اور ہمدردی میں اضافہ ہوتا ہے جو خیر و برکت کا ذریعہ بنتی ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیمار کی عیادت کی تاکید فرمائی ہے۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَعُوْدُوا الْمَرِیْضَ وَفُکُّوا الْعَانِیَ۔	حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھوکوں کو کھانا کھلاؤ۔ مریض کی عیادت کرو اور قیدی کو قید سے چھڑاؤ۔ (بخاری)

اس حدیث میں تین باتوں کا جو حکم دیا گیا ہے وہ وجوب علیٰ کفایہ کے طور پر ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص بھی ان احکام کو پورا کرلے تو بقیہ دوسرے لوگوں کے لیے ان کا پورا کرنا ضروری نہیں۔ تاہم سب کے لیے ان احکام پر عمل کرنا سنت ہے۔ اور باعثِ ثواب ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص بھی ان احکام کو پورا نہ کرے تو پھر سب ہی کوتاہی کے ذمہ دار ہوں گے۔ ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے، کہ جب کسی بیمار کی عیادت کریں تو اس کے لیے شفا کی دعا بھی کریں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَآءَ الرَّجُلُ يَعُوْدُ مَرِيْضًا فَلْيَقُلِ اللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ يَنْكَأُ لَكَ عَدُوًّا أَوْ يَمْشِيْ لَكَ إِلٰى جَنَازَةٍ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی بیمار کی عیادت کے لیے جائے تو یہ کہے خداوندا اپنے بندے کو شفا عطا فرما۔ تاکہ یہ تیرے دشمنوں کو سزا دے یا تیری خوشنودی حاصل کرنے کے لیے جنازہ کی مشایعت کرے۔ (ابوداؤد)

۲۔ عیادت کا ثمرہ

عیادتِ مریض کا ثمرہ درجاتِ جنت میں اضافہ ہے۔ یعنی مریض کی عیادت کرنا ان افعال میں سے ہے جو مسلمان کے لیے جنت میں بلند درجات کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ اللہ کے ایک بندے کا قول ہے کہ عیادت میں رضائے الٰہی کو بہر صورت مدنظر رکھنا چاہیے اور مریض کے لیے دلی ہمدردی بھی رکھنا ضروری ہے یعنی عیادت میں دنیاوی غرض کو مدنظر نہ رکھیں نہ سوچیں کہ کل کو اس سے فلاں فائدہ حاصل کروں گا اس سے عیادت کا اجر ضائع ہونے کا ڈر ہے۔

وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَادَ مَرِيْضًا نَادٰى مُنَادٍ مِّنَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص مریض کی عیادت کو جاتا ہے تو ایک غیبی منادی ندا

الثَّمَارِ طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ وَ تَبَوَّءْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا۔	کہتا ہے تجھے بشارت ہو تیرا چلنا اچھا ہے اور تو نے جنت میں ایک بڑا مقام حاصل کر لیا (ابن ماجہ)

اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مریض کی عیادت کرنے والے کی جزا اور مقام کی خبر دی ہے کہ جب کوئی مریض کی عیادت کو جاتا ہے تو اسے غیب سے اس کا فعل قبول ہونے کی بشارت ملتی ہے کہ اس کا یہ فعل بارگاہ رب العزت میں مقبول ہے اور اس کا عوضانہ جنت میں درجات بلند ہونے کا ذریعہ بنے گا۔

۳۔ عیادت کا اجر

مریض کی عیادت کے اجر کی ایک صورت یہ ہے کہ اس کی فلاح اور بہتری کے لیے فرشتے دعا کرتے ہیں اور جنت میں اس کے لیے ایک باغ مقرر کر دیا جاتا ہے۔ اس کی وضاحت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمائی ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَعُوْدُ مُسْلِمًا غُدْوَةً إِلَّا صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُمْسِيَ وَإِنْ عَادَهُ عَشِيَّةً إِلَّا صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُصْبِحَ وَكَانَ لَهُ خَرِيْفٌ فِي الْجَنَّةِ۔	حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا جو مسلمان صبح کے وقت کسی مسلمان کی عیادت کرتا ہے، ستر ہزار فرشتے شام تک اس کے لیے مصروف دعا رہتے ہیں اور اگر شام کے وقت عیادت کرتا ہے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعا کرتے ہیں اور اس کے لیے جنت میں ایک باغ مقرر کیا جاتا ہے۔ (ترمذی۔ ابوداؤد)

۴۔ عیادت کی اہمیت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عیادت کی اہمیت و فضیلت کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح فرمایا ہے کہ بیمار کی عیادت کو اللہ تعالیٰ نے ایک طرح اپنی عیادت کے مترادف قرار دیا ہے اس لیے عیادت کا

مقام کتنا بڑا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ عیادت اتنا اہم اور ضروری کام ہے کہ اسے دوسرے کاموں کی نسبت زیادہ توجہ اور ترجیح سے کیا جائے۔ وقتی طور پر اگر کسی کام کو پس پشت ڈال کر بھی مریض کی خدمت اور عیادت کرنی پڑے تو ضرور کرنی چاہیئے نہ جانے کہ مریض کتنی شدت میں مبتلا ہو۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَا ابْنَ اٰدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِيْ قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ اَعُوْدُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ عَبْدِيْ فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ عُدْتَّهٗ لَوَجَدْتَّنِيْ عِنْدَهٗ يَا ابْنَ اٰدَمَ اسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِيْ قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ اُطْعِمُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّهُ اسْتَطْعَمَكَ عَبْدِيْ فُلَانٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ اَطْعَمْتَهٗ لَوَجَدْتَّ ذٰلِكَ عِنْدِيْ يَا ابْنَ اٰدَمَ اسْتَسْقَيْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِيْ قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ اَسْقِيْكَ وَاَنْتَ رَبُّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن (بندوں سے) فرمائے گا اے ابن آدم میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی۔ بندہ کہے گا خداوندا تو رب العالمین ہے میں تیری کس طرح عیادت کرتا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے معلوم نہ تھا اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ اے ابن آدم میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا لیکن تو نے مجھے کھانا نہ دیا۔ بندہ کہے گا۔ خداوندا! تو رب العالمین ہے۔ میں تجھے کس طرح کھانا دیتا رب کریم فرمائے گا۔ تجھ سے میرے فلاں بندے نے کھانا طلب کیا لیکن تو نے اسے کھانا نہ کھلایا۔ کیا تجھے یہ معلوم نہ تھا اگر تو اس کو کھانا کھلا دیتا تو اس کا ثواب مجھ سے پاتا۔ ابن آدم میں نے تجھ سے پانی طلب کیا لیکن تو نے مجھے پانی نہ پلایا۔ بندہ کہے گا یارب میں تجھے کیسے پانی پلاتا تو رب العالمین ہے رب کریم فرمائے گا تجھ سے میرے فلاں بندے نے

الْعٰلَمِيْنَ قَالَ اسْتَسْقَاكَ عَبْدِيْ فُلَانٌ فَلَمْ تَسْقِهٖ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ سَقَيْتَهٗ وَجَدْتَ ذٰلِكَ عِنْدِيْ۔

پانی مانگا تھا لیکن تو نے اس کو پانی نہ پلایا۔ کیا تجھے معلوم نہ تھا اگر تو اس کو پانی پلا دیتا تو مجھے اس کے قریب پاتا۔

(صحیح مسلم)

۵۔ عیادت کرنے والے پر اللہ کی رحمت

اللہ کی رحمت کا حصول بڑی بات ہے بلکہ نہایت خوش قسمتی کی دلیل ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیمار کی عیادت کرنے والے پر اللہ کی رحمت کے اظہار کی یوں وضاحت فرمائی کہ جب کوئی شخص کسی مریض کی خبر گیری کے لیے جاتا ہے تو اس پر اللہ کی رحمت کا اتنا زیادہ نزول ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی رحمت میں غوطہ زن ہو جاتا ہے یعنی عیادت کرنے والے پر اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے مہربان ہو جاتا ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَادَ مَرِيْضًا لَمْ يَزَلْ يَخُوْضُ الرَّحْمَةَ حَتّٰى يَجْلِسَ فَاِذَا جَلَسَ اغْتَمَسَ فِيْهَا۔

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مریض کی عیادت کے لیے جاتا ہے تو وہ دریائے رحمت میں غوطہ لگاتا ہے اور جس وقت وہ مریض کے پاس بیٹھتا ہے تو وہ دریائے رحمت میں غوطے لگاتا ہے۔ (مسند امام احمد)

۶۔ عیادت جہنم سے دوری کا باعث بنتی ہے

عیادت کا ایک اور فائدہ یہ ہے کہ عیادت کرنے والے سے

جہنم ساٹھ سال کے سفر جتنی دور کر دی جاتی ہے یہ بھی ایک طرح کی فضیلت ہے۔ تاکہ مسلمان آپس میں عیادت کی طرف مائل رہیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر

تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ وَعَادَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ مُحْتَسِبًا بُوْعِدَ مِنْ جَهَنَّمَ مَسِيْرَةَ سِتِّيْنَ خَرِيْفًا۔

اپنے مسلمان بھائی کی اجر و ثواب کی نیت سے عیادت کی تو اس کو ساٹھ سال کے (پیدل) سفر کے برابر جہنم سے دور کر دیا جائے گا۔ (ابوداؤد)

اس حدیث میں ایک بات یہ بھی بتائی گئی ہے کہ عیادت کے لیے وضو کرنا سنت ہے،

۷۔ عیادت بہشت کی نعمتوں کی مستحق بناتی ہے

جب کوئی مسلمان اپنے کسی بیمار مسلمان بھائی کی عیادت کے لیے جاتا ہے۔ تو جب تک کہ وہ بیمار کی عیادت اور مزاج پرسی سے فارغ ہو کر نہ آجائے، برابر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں سے فیض یاب ہوتا رہتا ہے جس کا اجر یہ ہوتا ہے کہ وہ اس انسانی اخلاقی ہمدردی اور مروت کی بنا پر جنت اور وہاں کی نعمتوں سے فیض یاب ہونے کا مستحق ہو جاتا ہے۔

وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا عَادَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ لَمْ يَزَلْ فِيْ خُرْفَةِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَرْجِعَ

حضرت ثوبانؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے وہ اتنی دیر جنت کے باغوں سے خوشہ چینی کرتا ہے جب تک عیادت میں رہتا ہے (مسلم)

ایک اور حدیث میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج تم میں سے کون روزے سے ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں! حضورؐ نے پھر فرمایا آج تم سے کس نے مسکین کو کھانا کھلایا ہے عرض کیا میں نے! حضور نے پھر فرمایا۔ آج جنازے کے ساتھ کون گیا ہے۔ حضرت ابوبکر نے پھر عرض کی میں! حضورؐ نے پھر فرمایا کہ آج کس نے مریض کی عیادت کی۔ عرض کی میں نے۔ تو آخر حضورؐ نے فرمایا کہ یہ خصائل جس شخص میں ہوں گے وہ لازماً جنت میں داخل کیا جائے گا۔ (ابن خزیمہ)

حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایک دن میں پانچ چیزیں کرے گا اللہ تعالیٰ اسے جنتیوں میں سے کر دے گا۔

۱۔ مریض کی عیادت کرے۔ ۲۔ جنازے کے ساتھ جائے۔ ۳۔ روزہ رکھے۔

۴۔ جمعہ پڑھنے جائے۔ ۵۔ غلام آزاد کرے۔

۸۔ کسی کو مریض کا حال بتلانے کا سُنّت طریقہ

عیادت کرنے والے سے اگر کوئی دوسرا شخص مریض کی کیفیت دریافت کرے تو اسے اچھے الفاظ سے جواب دینا چاہیئے۔ اس کے متعلق حضرت علیؓ کا طریقہ کار اس طرح تھا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ عَلِيًّا خَرَجَ مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَجْعِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ فَقَالَ النَّاسُ يَا أَبَا الْحَسَنِ كَيْفَ أَصْبَحَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَصْبَحَ بِحَمْدِ اللّٰهِ بَارِئًا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری بیماری کے دوران سرکار کے دولتکدے سے آئے تو لوگوں نے دریافت کیا اے ابو الحسن! سرکار نے کس حالت میں صبح کی ہے تو آپ نے فرمایا بحمدہٖ تعالیٰ اچھی طرح صبح کی ہے اور بیماری سے شفا پانے والے ہیں۔ (بخاری)

۹۔ بیمار کو اللہ کی طرف رغبت دلانا سُنّت ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب آپ کسی کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تو اللہ کی طرف رغبت دلانے کی کوشش کرتے یادِ الٰہی کی تلقین فرماتے اور اپنے گناہوں سے معافی طلب کرنے کی تاکید فرماتے۔ لہٰذا بیمار کو نیک اعمال کی طرف رغبت دلانی چاہیئے۔ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے شخص کی عیادت فرمائی جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

اسے مسلمان ہونے کی تلقین فرمائی تو اس نے کلمہ پڑھ لیا تو آپ نے اسے آگ سے نجات کی بشارت دی۔ اس حدیث کے الفاظ یوں ہیں۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ غُلَامٌ يَهُوْدِيٌّ يَخْدِمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ فَاَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهٗ فَقَعَدَ عِنْدَ رَاْسِهٖ فَقَالَ لَهٗ اَسْلِمْ فَنَظَرَ اِلٰى اَبِيْهِ وَهُوَ عِنْدَهٗ فَقَالَ اَطِعْ اَبَا الْقَاسِمِ فَاَسْلَمَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَنْقَذَهٗ مِنَ النَّارِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی کے صاحبزادے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے تھے جب وہ بیمار ہوئے تو سرکار ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور ان کے سرہانے بیٹھ کر فرمایا تم مسلمان ہو جاؤ تو انھوں نے وہاں موجود اپنے والد کی طرف دیکھا تو والد نے کہا کہ جناب ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اور مسلمان ہو جاؤ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر سے باہر آئے تو آپ نے فرمایا تمام تعریفیں اس رب کریم کے لیے ہیں جس نے اس شخص کو آگ سے بچا لیا (بخاری)

۱۰۔ مریض اور متعلقین سے اظہارِ ہمدردی کرنا سُنت ہے

عیادت کے وقت مریض اور اس کے گھر والوں سے ہمدردی کا اظہار کرنا سنت ہے۔ آپ جو خدمت اور تعاون کر سکتے ہوں کریں۔ اگر کسی بہتر معالج کا علم ہو تو اس کے پاس لے جانے کا مشورہ دینا یا خود لے جانا یا دوائی وغیرہ بذات خود خرید کر لا دینا۔ اگر مریض کو مالی امداد کی ضرورت ہو تو وہ کر دینا یہ سب اظہارِ ہمدردی کے ذریعے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی مریض کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تو اچھے الفاظ سے ہمدردی کا اظہار فرماتے اور شفایاب ہونے کی دعا فرماتے۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ام سائب کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور آپ نے اچھے الفاظ کے ساتھ انھیں تسلی دی۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اُمِّ السَّائِبِ فَقَالَ مَالَكِ تُزَفْزِفِيْنَ قَالَتِ الْحُمّٰى لَا بَارَكَ اللّٰهُ فِيْهَا فَقَالَ لَا تُسَبِّي الْحُمّٰى فَاِنَّهَا تُذْهِبُ خَطَايَا بَنِيْ اٰدَمَ كَمَا يُذْهِبُ الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ۔

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام سائب کے یہاں تشریف لے گئے تو ام سائب سے معلوم فرمایا کیا بات ہے تم کپکپا کیوں رہی ہو! کہنے لگیں بخار کی وجہ سے، اللہ اس کو برکت نہ دے اس وقت سرکارؐ نے فرمایا بخار کو برا نہ کہو کیونکہ بخار گناہوں کو اسی طرح صاف کر دیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے میل کو دور کر دیتی ہے۔ (مسلم شریف)

۱۱۔ مریض کی خواہش پوری کرنا سنت ہے

بعض اوقات مریض کا دل قدرتی طور پر کسی چیز کے کھانے کو چاہتا ہے۔ اکثر اوقات دیکھا گیا ہے کہ مریض نے وہ چیز کھائی جسے اللہ کا اس کا دل بہت چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسے شفایاب کر دیا۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عیادت کرنے والے کو یہ تاکید فرمائی ہے کہ جب کوئی شخص عیادت کرنے جائے تو مریض کا حال احوال دریافت کرتے ہوئے اس سے پوچھے کہ کوئی خاص چیز کھانے کو جو اس کا دل چاہتا ہے، بتائے۔ اگر وہ اپنی خواہش کا اظہار کرے تو پھر خود یا اس کے لواحقین کو وہ چیز مہیا کرنے کی ترغیب دے یہ ایک طرح کی مریض کی دلجوئی ہوتی ہے جس سے مریض راضی ہوتا ہے جو اللہ کو پسند ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَادَ رَجُلًا فَقَالَ لَهٗ مَا تَشْتَهِيْ قَالَ اَشْتَهِيْ خُبْزَ بُرٍّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ عِنْدَهٗ خُبْزُ بُرٍّ

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مریض کی عیادت کے لیے گئے اور دورانِ عیادت دریافت فرمایا کسی چیز کے کھانے کی خواہش ہے تو مریض نے کہا گیہوں کی روٹی کھانے کو دل چاہتا ہے تب سرکارؐ نے فرمایا جس کے

فَلْيَبْعَثْ اِلٰى اَخِيْهِ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اشْتَهٰى مَرِيْضُ اَحَدِكُمْ شَيْئًا فَلْيُطْعِمْهُ۔

گھر گیہوں کی روٹی پکی ہو وہ اپنے بھائی کے لیے بھیج دے۔ اسی موقعہ پر سرکارؐ نے فرمایا۔ جب تمہارا کوئی مریض کچھ کھانے کی خواہش کرے تو کھلانا چاہیئے۔ (ابن ماجہ)

۱۲ مُسلمان کے مُسلمان پر حقوق

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں

یعنی سلام کا جواب دینا۔ مریض کی عیادت کرنا۔ جنازوں کے ساتھ جانا: دعوت قبول کرنا۔ چھینکنے والے کا جواب دینا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مریض کی عیادت بھی انھی میں سے ہے جس کا ادا کرنا ہمارے لیے ضروری ہے۔ علماء کا قول ہے کہ یہ پانچوں چیزیں فرض کفایہ ہیں۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ رَدُّ السَّلَامِ وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ وَاِجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَتَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں۔ سلام کا جواب دینا۔ بیمار کی عیادت کرنا۔ جنازوں کے ساتھ جانا۔ دعوت کو قبول کرنا۔ چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دینا۔ (بخاری شریف)

ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سات باتیں کرنے کی ترغیب دی ہے اور سات باتوں سے منع فرمایا ہے۔ جن کرنے کی باتوں میں عیادت مریض کی بھی تاکید فرمائی ہے وہ باتیں حسب ذیل ہیں:۔

وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ اَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات باتوں کے

وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ اَمَرَنَا بِعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ وَاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَ تَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ وَرَدِّ السَّلَامِ وَاِجَابَةِ الدَّاعِيْ وَاِبْرَارِ الْمُقْسِمِ وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ وَنَهَانَا عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ وَعَنِ الْحَرِيْرِ وَالْاِسْتَبْرَقِ وَالدِّيْبَاجِ وَ الْمِيْثَرَةِ الْحَمْرَآءِ وَالْقَسِّيِّ وَ اٰنِيَةِ الْفِضَّةِ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنِ الشُّرْبِ فِي الْفِضَّةِ فَاِنَّهٗ مَنْ شَرِبَ فِيْهَا فِي الدُّنْيَا لَمْ يَشْرَبْ فِيْهَا فِي الْاٰخِرَةِ۔

کرنے کا حکم دیا۔ مریض کی عیادت کریں۔ جنازوں کے ساتھ جائیں۔ چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دیں سلام کا جواب دیں۔ دعوت دینے والے کی دعوت کو قبول کریں۔ قسم کھانے والے کو سچا کر دیں اور مظلوم کی مدد کریں۔ اور ان سات باتوں سے منع فرمایا (مرد) سونے کی انگوٹھی نہ پہنیں سر لیشم اطلس اور دیباج کے لباس نہ پہنیں۔ سرخ رنگ کے نمدے کے فرش پر نہ بیٹھیں (خالص ریشم کے بنے ہوئے کپڑے) قسی نہ پہنیں۔ چاندی کے برتن سے کچھ نہ پئیں اور جس نے چاندی کے برتن میں کچھ پیا وہ آخرت میں چاندی کے برتن سے کچھ نہ پیے گا۔ (مسلم شریف)

۱۳۔ عیادت کا سنت طریقہ

عیادت کے لیے جب کسی کے گھر یا ہسپتال میں جائیں تو ادھر ادھر نہ دیکھیں۔ دل میں درود شریف پڑھ کر بات چیت کا آغاز کریں۔ مریض اور اس کے رشتہ داروں کو ہر طرح سے تسلی دیں۔ کہ انشاء اللہ جلد شفا ہوگی اور اس بیماری کی تکلیف سے گناہوں کا ازالہ ہوگا اور درجات میں ترقی ہوگی اور اللہ تعالیٰ ہر طرح رحم فرمائے گا۔ بیمار یا اس کے گھر والوں کے سامنے ایسی بات بالکل نہ کریں جس سے زندگی کی امید جاتی رہے اور ان کا دل ٹوٹ جائے بلکہ ہر لحاظ سے تسلی دیں تاکہ ان کی پریشانی میں کمی ہو۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم

وَدَخَلْتُمْ عَلَى الْمَرِيْضِ فَنَفِّسُوْا لَهٗ فِيْ اَجَلِهٖ فَاِنَّ ذٰلِكَ لَا يَرُدُّ شَيْئًا وَيُطَيِّبُ بِنَفْسِهٖ ۔

مریض کی عیادت کے لیے جاؤ تو اس کی زندگی سے غموں کو دور کرنے کی کوشش کرو اس سے تقدیر تو نہیں بدلے گی (یعنی موت تو اس کو وقت پر ہی آئے گی) لیکن بیمار کو مسرت ہوگی (ابن ماجہ)

-۵-

اگر عیادت کرنے والے کے تعلقات بیمار سے اچھے نہ بھی ہوں تو پھر بھی ایسے وقت میں ہر لحاظ سے جذبۂ ہمدردی سے کام لینا چاہیئے ۔ اگر عیادت کے وقت مریض جواباً بری بات کہہ دے تو دل پر اس کا ملال نہیں لانا چاہیئے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مریض کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تو مندرجہ ذیل طریقہ اختیار فرماتے ۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى اَعْرَابِيٍّ يَعُوْدُهٗ وَكَانَ اِذَا دَخَلَ عَلٰى مَرِيْضٍ يَعُوْدُهٗ قَالَ لَا بَاْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى قَالَ كَلَّا بَلْ حُمّٰى تَفُوْرُ عَلٰى شَيْخٍ كَبِيْرٍ تُزِيْرُهُ الْقُبُوْرَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَعَمْ اِذَنْ ۔

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک اعرابی کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے سرکار کا معمول یہ تھا جب آپ کسی مریض کی عیادت کے لیے جاتے تو مریض سے فرماتے کوئی مضائقہ نہیں بیماری انشاء اللہ گناہوں سے پاک کرنے والی ہے اعرابی نے کہا ہرگز نہیں بلکہ ایک بوڑھے پر بخار کی شدت ہے جو اس کو قبر سے ملا دے گی ۔ سرکار نے فرمایا ہاں ایسا تو ہوگا ۔ (بخاری شریف)

۱۴۔ عیادت کے وقت مریض کے لیے دعا کرنا سنت ہے

مریض کے پاس جا کر اس کی طبیعت کا حال پوچھنا اور اس کے لیے صحت کی دعا کرنا سنت ہے ۔ عیادت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب آپ کسی مریض کے پاس جاتے تو اس سے پوچھتے طبیعت کیسی ہے ۔ پھر تسلی دیتے اور فرماتے ۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ۔ خدا نے چاہا تو یہ مرض

جاتا رہے گا کیونکہ یہ مرض گناہوں سے پاک ہونے کا ذریعہ ہے۔ صبر سے کام لینے کی تلقین فرماتے۔ درد اور تکلیف کی جگہ پر ہاتھ پھیرتے اور دعا فرماتے کہ اللہ تعالیٰ! اسے شفا عطا فرما۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اشْتَكٰى مِنَّا اِنْسَانٌ مَسَحَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ثُمَّ قَالَ اَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ جب ہم میں کوئی مرض کی شکایت کرتا تو سرکار اس کی پیشانی پر دا ہنا دست مبارک رکھ کر یہ دعا فرماتے اذھب الباس رب الناس واشف انت الشافی لا شفاء الا شفاءک شفاء لا یغادر سقما

-۳-

۱۵۔ سات مرتبہ دعائے شفا پڑھنے کی تلقین

مریض کے قریب عیادت کے وقت سات مرتبہ یہ دعا پڑھنا سنت ہے

اس دعا کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ مریض کی صحت یابی کا کوئی نہ کوئی ذریعہ بنا دیتا ہے بشرطیکہ اس کا وقت نہ آگیا ہو۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَعُوْدُ مُسْلِمًا فَيَقُوْلُ سَبْعَ مَرَّاتٍ اَسْاَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ اِلَّا شُفِيَ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ قَدْ حَضَرَ اَجَلُهٗ۔

حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مسلمان ایسا نہیں جو اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کے وقت سات مرتبہ یہ دعائیہ کلمات کہے "میں اللہ، رب العالمین سے جو عرش عظیم کا بھی رب ہے دعا کرتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ تجھے شفا عطا کرے" مگر اللہ تعالیٰ اس کو شفا عطا کر دیتا ہے سوائے اس کے کہ اس کی موت کا وقت ہی آگیا ہو (ابوداؤد)

۱۶۔ مریض کے قریب شور کرنے کی ممانعت

عیادت کے وقت مریض کے پاس شور و غوغا کرنا خلاف سنت ہے اگر مریض اپنے پاس بیٹھنے میں تکلیف محسوس کرے۔ یا اس کے ذہن پر پریشانی کا باعث بنتا ہوا نظر آئے تو پھر بیٹھنے میں کمی کر دینی چاہیئے تاکہ مریض کی پریشانی میں اضافہ نہ ہو۔ لہذا خواہ مخواہ زیادہ دیر بیٹھ کر بیمار اور لواحقین کے مزاج پر بوجھ نہ بنتا چاہیئے۔ ہاں البتہ اگر کوئی مریض آپ کا بے تکلف دوست یا عزیز ہے اور وہ خود آپ کو دیر تک بٹھائے رکھنے کا خواہش مند ہے تو اس کے جذبات کی قدر کریں اور اس وقت تک بیٹھیں جب تک اس کا دل چاہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ تَخْفِيفُ الْجُلُوسِ وَقِلَّةُ الصَّخَبِ فِي الْعِيَادَةِ عِنْدَ الْمَرِيضِ قَالَ وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا كَثُرَ لَغَطُهُمْ وَاخْتِلَافُهُمْ قُومُوا عَنِّي۔

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ عیادت کے وقت بیمار کے پاس تھوڑی دیر بیٹھے اور شور نہ کرے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کے دوران جب صحابہ کے اختلاف کی وجہ سے شور بڑھا تو سرکار نے فرمایا میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ (رزین)

۱۷۔ مریض سے اپنے لیے دعا کروانے کی تاکید

مریض کی عیادت کے وقت مریض سے اپنے لیے دعا کروانا بھی سنت ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مریض سے بھی دعا کروانے کی تاکید فرمائی ہے کیونکہ بیماری کے عالم میں مریض کی دعا فرشتوں جیسی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ بیماری کے وقت بیمار کی بیشتر خطائیں معاف ہو جاتی ہیں اور اس کی دعا میں قبولیت کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس لیے اس سے دعا کروانے کی تاکید کی گئی ہے۔

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ

حضرت عمرؓ بن خطاب روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلْتَ عَلٰی مَرِیْضٍ فَمُرْہُ یَدْعُوْلَکَ فَاِنَّ دُعَاءَہٗ کَدُعَاءِ الْمَلٰٓئِکَۃِ۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم مریض کی عیادت کے لیے جاؤ تو اس سے اپنے لیے دعا کے واسطے کہو کیونکہ مریض کی دعا (قبولیت میں) ملائکہ کی دعا جیسی ہے۔ (ابن ماجہ)

---

(۳۹)

آدابِ جنازہ

مسلمان بھائی کے جنازہ میں شامل ہونا ایک اہم اخلاقی فریضہ ہے اور جنازے کا ساتھ دینا کارِ ثواب ہے۔ جنازے میں شامل ہونے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ مرنے والے کے گھر میں جائیں اور جب جنازہ اٹھا کر لوگ جنازہ گاہ اور قبرستان کی طرف جانے لگیں تو آپ بھی ان میں شامل ہو جائیں۔ چارپائی اٹھانے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ چارپائی کو چار آدمی اٹھائیں۔ پہلا آدمی جس نے دائیں جانب کا پہلا پایا اٹھایا تھا دس قدم چلنے کے بعد یہ پایا کسی اور کو پکڑا کر دائیں جانب کے پچھلے پائے پر آجائے پھر دس قدم چلنے کے بعد دوسرے کو پکڑا کر میت کی بائیں جانب جاکر بائیں جانب کا پہلا پایا پکڑ لے پھر دس قدم چلے اور بائیں جانب کے پچھلے پائے پر آکر پایا پکڑے اور دس قدم تک چلے اس طرح جنازے کو کندھا دینے میں چالیس قدم پورے کرے کیونکہ چالیس قدم پورے کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اسی طرح دائیں جانب کا دوسرا آدمی جس نے پہلی مرتبہ دائیں جانب کا دوسرا پایا پکڑا تھا وہ دائیں جانب کے پہلے پائے پر آئے۔ پھر بائیں کے پہلے پائے کو اٹھائے اور پھر آخر میں بائیں جانب کے دوسرے

پائے کو اٹھائے، ایسے ہی بائیں جانب کا پہلا آدمی بائیں جانب کے دوسرے پائے پر آئے پھر دائیں طرف آکر پہلے دائیں طرف کے پہلے پائے کو اٹھائے پھر دوسرے پائے اٹھائے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ شروع میں اٹھانے والا چوتھا آدمی بھی باری باری چاروں پاؤں کو اٹھاکر دس دس قدم چلے۔ اس کے بعد میت کو کندھا دینے والا دائیں جانب سے کندھا دینا شروع کرے۔ اور باری باری چاروں پاؤں کو کندھا دے اور دس دس قدم چلتا جائے۔ اگر قبرستان جانے کا فاصلہ کم ہو اور کندھا دینے والے زیادہ ہوں تو پھر چند قدم چلنے سے سنت ادا ہو جائے گی۔ ضروری نہیں کہ اس صورت میں دس قدم لازماً پورے کیے جائیں یہ بحالتِ مجبوری ہے ورنہ میت کی چارپائی کا ہر پایا اٹھاکر دس قدم چلنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہم سنت ہے۔ جنازے میں شامل ہونے کے آداب اور دیگر سنن حسبِ ذیل ہیں:۔

۱۔ جنازہ کو جلدی لے جانا میت کو تیار کرکے اس کے اصل مقام یعنی قبر میں پہنچانے میں جلدی کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ کو جلدی تیار کرکے اسے دفن کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ اس لیے میت کو زیادہ دیر تک رکھنا اچھا نہیں۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَۃِ فَاِنْ تَکُ صَالِحَۃً فَخَیْرٌ تُقَدِّمُوْنَھَا اِلَیْہِ وَاِنْ تَکُ سِوٰی ذٰلِکَ فَشَرٌّ تَضَعُوْنَہٗ عَنْ رِقَابِکُمْ۔	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میت کو جلد دفن کرو اگر وہ نیک ہے تو تم اس کو بھلائی کی طرف جلد پہنچا رہے ہو۔ اور اگر اس کے علاوہ ہے یعنی بُرا ہے تو اس بوجھ کو جلد اپنے کندھوں سے اتار رہے ہو۔ (مسلم شریف)

ایک اور حدیث میں حضور ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ جس وقت جنازہ تیار کیا جاتا ہے اور لوگ اسے اپنی گردنوں پر اٹھا لیتے ہیں تو کہتا ہے کہ مجھے جلدی لے کر چلو بشرطیکہ نیک ہو۔ اگر نیک نہ ہو تو کہتا ہے کہ ہائے افسوس تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو اس کی آواز انسان کے علاوہ ہر شے سنتی ہے۔ اگر انسان سن لے تو بے ہوش ہو جائے۔ (بخاری شریف)

۲۔ جنازے کو کندھا دینا سنت ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازے کو کندھا دینے کی تاکید فرمائی ہے اور باری باری تین مرتبہ کندھا دینا چاہیئے۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے خود سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ کے جنازے کو کندھا دیا۔ جنازے کو کندھا دینے سے ایک تو انسان کو موت یاد آتی ہے اور خوفِ الٰہی طاری ہوتا ہے جس سے دل دنیا سے موڑ کر یادِ الٰہی کی طرف مائل ہوتا ہے اور دوسرے احترامِ میت مقصود ہوتا ہے اور عبرت حاصل ہوتی ہے کہ وہی انسان جو ہم میں کھاتا پیتا چلتا پھرتا تھا آج اپنے انجام بخیر کے لیے دوسروں کا محتاج ہے۔ اس لیے ہر انسان کو اپنے بہتر انجام کا طالب رہنا چاہیئے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً وَحَمَلَهَا ثَلٰثَ مِرَارٍ فَقَدْ قَضٰى مَا عَلَیْهِ مِنْ حَقِّهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ وَقَدْ رُوِیَ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَمَلَ جَنَازَةَ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ بَیْنَ الْعَمُوْدَیْنِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جنازہ کی مشایعت کی اور تین مرتبہ کندھا دیا تو اس نے اپنے اوپر (جنازہ کا) جو حق تھا اس کو ادا کیا۔ ترمذی نے اس حدیث کو غریب بتایا۔ شرح السنۃ میں اس طرح منقول ہے۔ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ کے جنازہ کو دو لکڑیوں پر اٹھایا۔

(مشکوٰۃ شریف)

جنازے کا سر آگے کی طرف ہونا چاہیئے اور جب زمین پر رکھیں تو چہرہ قبلہ کی طرف ہونا چاہیئے۔

۲۔ جنازے کے ساتھ چلنے کا سُنّت طریقہ

جنازے کے ساتھ چلنے کا ادب یہ ہے کہ جنازہ کے دائیں بائیں اور پیچھے رہ کر چلیں۔ پیادہ چلنا افضل ہے۔ اگر جنازہ بہت دور لے جانا ہو تو اس صورت میں جنازہ کو کسی سواری پر رکھیں اور اس کے ساتھ دائیں بائیں چند لوگوں کا جانا ضروری ہے۔ جنازے کو اکیلے چھوڑنا اچھا نہیں۔ جنازے کو معتدل رفتار سے لے جائیں۔ قدم پھرتی سے اٹھانے چاہئیں مگر اتنی تیزی سے نہ جائیں کہ زیادہ تیز نہ چلنے والے بالکل پیچھے رہ جائیں اگر کوئی نہ چلنے کی مجبوری سے یا واپس سواری پر آنے کی غرض سے سواری پر ہو تو اسے چاہیئے کہ جنازے کے بالکل پیچھے چلے اور آگے نہ چلے۔ جنازہ کے ساتھ چلتے وقت عاجزانہ طریقے سے دل میں اللہ کو یاد کرتے جائیں۔ ہنسی مذاق اور کوئی بیہودہ بات کرنا منع ہے۔

عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرَّاكِبُ يَسِيْرُ خَلْفَ الْجَنَازَةِ وَالْمَاشِيْ يَمْشِيْ خَلْفَهَا وَاَمَامَهَا وَعَنْ يَمِيْنِهَا وَعَنْ يَسَارِهَا قَرِيْبًا مِنْهَا وَالسِّقْطُ يُصَلّٰى عَلَيْهِ وَيُدْعٰى لِوَالِدَيْهِ بِالْمَغْفِرَةِ وَالرَّحْمَةِ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سواری پر چلنے والا جنازے کے پیچھے چلے اور پیدل چلنے والا جنازہ کے آگے پیچھے دائیں بائیں چل سکتا ہے۔ نامکمل (کچا) بچے پر نماز پڑھی جائے اور اس کے والدین کی مغفرت کے لیے دعا کی جائے۔

(ابوداؤد، احمد، ترمذی)

عورتوں کا جنازے کے ساتھ جانا ممنوع اور خلافِ شرع ہے اگر کوئی عورت

جنازے میں شرکت کرے گی تو وہ گنہگار ہوگی۔

۴۔ جنازے سے آگے چلنے کی ممانعت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازے سے آگے چلنے کو پسند نہیں فرمایا کیونکہ جنازے کے آگے آگے چلنے سے جنازے کے احترام پر زد پڑتی ہے اور ویسے بھی اخلاقی نقطۂ نظر سے جنازے کے آگے چلنا اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ مگر راستے میں دوسروں کو ایک طرف کرنے کے لیے آگے چلنا پڑے تو اس میں کچھ حرج نہیں کیونکہ وہ جنازے جن میں مخلوق بہت ہوتی ہے اور راستے لوگوں کی بھیڑ کی وجہ سے رک جاتے ہیں تو اس صورت میں آگے سے لوگوں کو ہٹانے اور انتظام کرنے کی غرض سے اگر چند حضرات کو جنازے کے آگے آگے بھی جانا پڑے تو وہ جائز ہوگا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ اگر کوئی جنازے سے آگے چلے تو اسے چاہیئے کہ اتنی دور آگے چلے کہ جنازے کے ساتھیوں میں شمار نہ ہو۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْجَنَازَةُ مَتْبُوْعَةٌ وَلَا تَتْبَعُ لَيْسَ مَعَهَا مَنْ تَقَدَّمَهَا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنازہ کو تابع کیا گیا ہے یعنی اس کے پیچھے چلئے اور جنازہ پس روی نہیں کرتا یعنی کسی کے پیچھے نہیں چلتا اور جو شخص جنازہ سے آگے چلے وہ اس کے ساتھ شمار نہیں ہوتا۔

(ابوداؤد)

۵۔ تدفین میں شامل ہونے کا اجر

مسلمان کے جنازے میں حصولِ ثواب کی غرض سے شامل ہونے کا اجر بہت زیادہ ہے یعنی جنازے میں شامل ہونے کی نیت میں اخلاص اور رضائے الٰہی مدِنظر ہو اور دوسروں کو دکھلاوا یا مرنے والے کے ورثاء کی خوشامد مقصود نہ ہو اور نہ کوئی دنیاوی غرض پس پردہ ہو

تو اسے اُحد پہاڑ جتنی نیکیوں کا اجر ملے گا۔ جنازہ پڑھ کر تدفین تک قبرستان میں رہنے کا ثواب صرف جنازہ میں شامل ہونے سے بہت زیادہ ہے اس لیے اگر کوئی ضروری کام نہ ہو تو پھر تدفین تک جنازے والوں کے ساتھ شامل رہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ اِیْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا وَّكَانَ مَعَهٗ حَتّٰی یُصَلّٰی عَلَیْهَا وَیَفْرُغَ مِنْ دَفْنِهَا فَاِنَّهٗ یَرْجِعُ مِنَ الْاَجْرِ بِقِیْرَاطَیْنِ كُلُّ قِیْرَاطٍ مِّثْلُ اُحُدٍ وَّمَنْ صَلّٰی عَلَیْهَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ اَنْ تُدْفَنَ فَاِنَّهٗ یَرْجِعُ بِقِیْرَاطٍ۔

حضرت ابو ہریرۃؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مسلمان کے جنازہ کے ساتھ حالتِ ایمان میں حصولِ ثواب کے لیے جاتا ہے، اور نماز جنازہ کے بعد دفن تک ساتھ رہتا ہے تو وہ دو قیراط لے کر واپس ہوتا ہے اور ہر قیراط کا اجر کوہِ اُحد کے برابر ہے۔ جو شخص نماز جنازہ کے بعد دفن سے پہلے واپس آجاتا ہے تو وہ ایک قیراط لے کر واپس ہوتا ہے۔

(بخاری شریف)

۶۔ نیک اور بد میت کی حالت

علماء کا کہنا ہے کہ مردہ دوسروں کی آواز سنتا ہے اگرچہ اس کی آواز پرواز کر چکی ہوتی ہے۔ انسان کے علاوہ دوسرے جاندار اس کی آواز سنتے ہیں۔ نیک بخت مُردے کی روح کہتی ہے کہ مجھے اپنے اصلی مقام کی طرف جلدی لے جاؤ کیونکہ وہ اللہ کی رحمت اور جنت کی نعمتیں دیکھ رہا ہوتا ہے اس کے برعکس بدبخت انسان عذابِ الٰہی کو دیکھ کر واویلا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے کہاں لے جا رہے ہو یعنی کہ جنازے کی حالت میں بھی اس کی روح اس مادی دنیا سے آخرت کی طرف نہیں جانا چاہتی۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وُضِعَتِ

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میت کو چارپائی پر

اَلْجَنَازَةُ فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلٰی اَعْنَاقِهِمْ فَاِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِّمُوْنِیْ وَاِنْ كَانَتْ غَیْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ لِاَهْلِهَا یَا وَیْلَهَا اَیْنَ تَذْهَبُوْنَ بِهَا یَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَیْءٍ اِلَّا الْاِنْسَانَ وَلَوْ سَمِعَ الْاِنْسَانُ لَصَعِقَ۔

رکھ کر اٹھایا جاتا ہے اگر وہ مرنے والا نیک ہوتا ہے تو کہتا ہے مجھے جلدی لے چلو اور اگر نیک نہیں ہوتا تو اپنے رشتہ داروں سے کہتا ہے مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔ اس کی آواز انسانوں کے علاوہ سب مخلوق سنتی ہے اگر انسان سن لے تو بے ہوش ہو جائے۔

(بخاری شریف)

۷۔ جنازہ رکھنے سے پہلے بیٹھنے کی ممانعت

جنازہ جب تک نہ رکھا جائے، سمت مندحضرات کے لیے بیٹھنا درست نہیں البتہ جب جنازہ رکھ دیا جائے تو بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں۔ قبرستان میں جب میت کی چارپائی کو کندھوں سے اتار کر زمین پر رکھا جاتا ہے تو اسے آرام سے رکھنا چاہیے۔ احتراماً دفن کرنے تک کھڑے رہ کر اللہ کا ذکر کرتے رہیں تو زیادہ بہتر ہے۔ اگر جسمانی نقاہت یا کمزوری کے باعث بیٹھنا چاہیں تو بیٹھ جائیں مگر کسی قبر پر نہ بیٹھیں۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَیْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُوْمُوْا فَمَنْ تَبِعَهَا فَلَا یَقْعُدْ حَتّٰی تُوْضَعَ۔

حضرت ابو سعیدؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم جنازہ کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ اور جو شخص جنازہ کے ساتھ جائے وہ اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک کہ اس کو (قبر میں) نہ رکھ دیا جائے۔

(مسلم شریف)

۸۔ جنازے سے واپسی کی سُنت

جنازے سے واپسی کا سنت طریقہ یہ ہے کہ دفن کے بعد آرام سے دوستوں کے ساتھ

مل جل کر واپس آئیں۔ اگر قبرستان نزدیک ہو تو پیدل آجائیں اگر واپسی کے فاصلے میں دوری ہو تو سواری پر آجائیں کیونکہ واپسی پر سواری پر آتے میں کچھ ممانعت نہیں بلکہ حضور ایک مرتبہ ایک جنازے میں شامل ہونے کے بعد واپس سواری پر آئے۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ اُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِفَرَسٍ مُعْرَوْرٍ فَرَكِبَهٗ حِيْنَ انْصَرَفَ مِنْ جَنَازَةِ ابْنِ الدَّحْدَاحِ وَنَحْنُ نَمْشِيْ حَوْلَهٗ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابن دحداح کے جنازہ سے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر بیٹھ کر واپس ہوئے اس وقت ہم لوگ آپ کے گرد پیدل چل رہے تھے۔

(مسلم شریف)

۹۔ جنازے میں سواری پر جانے کا مسئلہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک مرتبہ ایک جنازے میں شامل ہونے والے بہت سے لوگ سواریوں پر سوار تھے اور صرف چند لوگ پیدل تھے فاصلہ بھی زیادہ نہ تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ میں شامل حضرات کو جو بلا ضرورت سواری استعمال کر رہے تھے۔ منع فرمایا کہ جنازہ کے ساتھ پیدل چلو۔ مقصد یہ ہے کہ جہاں سواری کی ضرورت نہیں تو پھر سواری پر سوار ہو کر جنازہ میں نہ جائیں۔ اگر جنازہ لے جانے کی راہ لمبی ہو تو پھر سواری استعمال میں لا سکتے ہیں۔

وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جَنَازَةٍ فَرَاٰى نَاسًا رُكْبَانًا فَقَالَ اَلَا تَسْتَحْيُوْنَ اَنَّ مَلٰٓئِكَةَ اللّٰهِ عَلٰى اَقْدَامِهِمْ وَاَنْتُمْ عَلٰى ظُهُوْرِ الدَّوَآبِّ۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں گئے تو آپ نے چند سواروں کو دیکھ کر فرمایا کیا تم فرشتوں سے حیا نہیں کرتے کہ وہ پیدل چل رہے ہیں۔ اور تم جانوروں کی پشت پر سوار ہو۔

(ابن ماجہ، ابوداؤد)

۱۰۔ جنازہ دیکھنے پر کھڑے ہونے کا مسئلہ

جنازے کا احترام اور ادب کرنے کے لیے جنازہ کو دیکھ کر کھڑے ہو جانا چاہیے۔ اگر سواری پر ہو تو اسے سواری کھڑی کر لینی چاہیئے مگر علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ اگر کوئی جنازے میں جانے کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو اس کے لیے جنازہ دیکھ کر کھڑے ہونا ضروری نہیں البتہ بعض علماء کا کہنا ہے کہ اسے اختیار ہے کہ خواہ کھڑا رہے یا بیٹھا رہے۔ اسی طرح بعض علماء کا یہ قول بھی ہے کہ کھڑا ہو جانا یا بیٹھے رہنا دونوں طرح ہی مستحب ہے۔ جنازہ دیکھ کر احتراماً کھڑا ہونے کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یہ ہے:۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا مَرَّتْ بِكَ جَنَازَۃُ یَھُوْدِیٍّ اَوْ نَصْرَانِیٍّ اَوْ مُسْلِمٍ فَقُوْمُوْا لَھَا فَلَسْتُمْ لَھَا تَقُوْمُوْنَ اِنَّمَا تَقُوْمُوْنَ لِمَنْ مَّعَھَا مِنَ الْمَلٰٓئِكَۃِ۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے سامنے سے یہودی نصرانی یا مسلمان کا جنازہ گزرے تو تم اس کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور تمہارا کھڑا ہونا جنازہ کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کے ساتھ جو فرشتے ہوتے ہیں ان کی وجہ سے ہے

(مسند امام احمد)

ایک اور حدیث میں کھڑا ہونے کی ترغیب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمائی ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ مَرَّتْ جَنَازَۃٌ فَقَامَ لَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقُمْنَا مَعَہٗ فَقُلْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک جنازہ گزرا تو اس کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے۔ تب ہم بھی سرکار کے ساتھ کھڑے ہوئے اور بعد میں ہم نے سرکار سے عرض کیا یا رسول اللہ

اِنَّھَا یَھُوْدِیَّۃٌ فَقَالَ اِنَّ الْمَوْتَ فَزَعٌ فَاِذَا رَاَیْتُمُ الْجَنَازَۃَ فَقُوْمُوْا۔

صلی اللہ علیہ وسلم وہ جنازہ یہودیہ کا تھا اس وقت سرکار نے فرمایا موت گھبراہٹ والی چیز ہے۔ جب تم جنازہ کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ۔ (بخاری شریف)

جنازے کو دیکھ کر کھڑا ہونا بہر حال بہتر ہے کیونکہ زیادہ احادیث سے یہی بات اخذ ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ کے لیے احتراماً کھڑے ہونے کو پسند فرمایا ہے۔

۱۱۔ چھوٹے بچے کا جنازہ چھوٹا بچہ شیر خوار یا ابھی دودھ چھوڑا ہے، یا اس سے کچھ بڑا۔ اس کو اگر ایک شخص ہاتھ پر اٹھا کرلے چلے تو حرج نہیں اور یکے بعد دیگرے لوگ ہاتھوں ہاتھ لیتے رہیں اور اگر کوئی شخص سواری پر ہو اور اتنے چھوٹے جنازہ کو ہاتھ پر لیے ہو جب بھی حرج نہیں اور اس سے بڑا مردہ ہو تو چارپائی پر لے جائیں۔

---

(۴۰)

آدابِ قبرستان

قبرستان نشانِ عبرت ہے جو ہمیں موت اور آخرت کی یاد دلاتا ہے کیونکہ مرنے کے بعد ہر شخص کا مقام قبر ہے۔ مسلمان اجتماعی طور پر جہاں اپنے مردے دفن کرتے ہیں اسے قبرستان کہا جاتا ہے۔ قبرستان مسلمان آبادی کا بہت ہی اہم مقام ہے اس لیے اس کی حفاظت کرنا اور اس میں آنے جانے کے لیے اسلامی آداب کو ملحوظ خاطر رکھنا ہمارا اخلاقی اور بنیادی فریضہ ہے۔ عموماً جنازہ دفن کرنے کے لیے قبرستان جانے کا موقع ہر ایک کو

کبھی نہ کبھی درپیش آنا رہتا ہے۔ اس کے علاوہ عام حالات میں بھی جب کسی کا دل چاہے تو وہ زیارت قبور کی غرض سے قبرستان جا سکتا ہے۔ بہرکیف قبرستان میں وقتاً فوقتاً جاتے رہنا چاہیئے تاکہ موت یاد رہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میت دفن کرنے کے وقت قبرستان میں جاتے اور بعض اوقات زیارت قبوروں کی غرض سے بھی قبرستان تشریف لے جاتے اس سے معلوم ہوا کہ قبرستان میں جانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ مزید یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارتِ قبور کی تاکید بھی فرمائی ہے۔ قبرستان میں جا کر مندرجہ ذیل آداب کو شریعت اور سنت کے مطابق سرانجام دینا چاہیئے۔

۱۔ قبرستان میں داخلے کا طریقہ

قبرستان میں بڑے عجز اور خاموشی سے داخل ہونا چاہیئے اور دل میں خوفِ الٰہی کو مدنظر رکھنا چاہیئے اور اس بات کو تازہ کرنا چاہیئے کہ اے بندے ایک دن تو بھی ان کے ساتھ آ کر مل جائے گا اس لیے اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ یادِ الٰہی میں مشغول رکھے اور نیک اعمال کرنے کی طرف مائل کرے۔ کیونکہ قبرستان میں جانے سے موت یاد آتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب قبرستان میں جاتے تو اہلِ قبور کو سلام کہتے۔ اس لیے قبرستان میں داخلے کے وقت مندرجہ ذیل احادیث کے الفاظ کے مطابق اہل قبور و سلام کہنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

۱۔ حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے قبرستان میں تشریف لے گئے تو قبروں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ وَاَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ۔	اے قبر والو! تم پر سلامتی ہو اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے تم ہم پر سبقت کر گئے ہم بعد میں آنے والوں میں ہیں (ترمذی شریف)

۲۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو قبرستان کی حاضری کے آداب کی تعلیم دیتے اور یہ فرماتے جب تم قبرستان جاؤ تو یہ کلمات کہو:۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ نَسْأَلُ اللّٰہَ لَنَا وَلَکُمُ الْعَافِیَۃَ۔

اس بستی کے مومن اور مسلمان رہنے والو! تم پر سلامتی ہو۔ بیشک اللہ نے چاہا تو ہم بھی عنقریب تم سے ملاقات کرتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے عافیت کے طالب ہیں (مسلم شریف)

۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! میں کس طرح اس مفہوم کو ادا کروں۔ مجھے آپ زیارتِ قبر کے بارے میں رہنمائی فرمائیں، تب سرکارؐ نے فرمایا تم زیارتِ قبر کے وقت یہ کلمات کہو۔

اَلسَّلَامُ عَلٰی اَھْلِ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَیَرْحَمُ اللّٰہُ الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاْخِرِیْنَ وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ۔

اے بستی کے مومن اور مسلمان رہنے والو، خداوند ہم میں سے پیشرووں اور پیچھے رہنے والوں کی مغفرت فرمائے اور بیشک اگر اللہ نے چاہا تو ہم عنقریب تم سے ملنے والے ہیں۔

(مسلم شریف)

۲۔ زیارتِ قبور کی ترغیب

شروع شروع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو قبرستان میں زیارتِ قبور کی غرض سے جانے کے لیے منع فرمایا کرتے تھے۔ کیونکہ ابتدائی دور میں قبروں پر جانے سے پوجا کا خطرہ تھا لیکن جب مسلمانوں کے ایمان اللہ کی توحید پہ حد درجہ کے مستحکم ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو چند امور کی اجازت عنایت فرمائی جن میں قبروں کی زیارت بھی تھی۔

عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا وَنَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْاَضَاحِيْ فَوْقَ ثَلٰثٍ فَاَمْسِكُوْا مَا بَدَا لَكُمْ وَنَهَيْتُكُمْ عَنِ النَّبِيْذِ اِلَّا فِيْ سِقَاءٍ فَاشْرِبُوْا فِي الْاَسْقِيَةِ كُلِّهَا وَلَا تَشْرِبُوْا مُسْكِرًا ۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع فرمایا تھا لیکن اب تم قبروں کی زیارت کیا کرو۔ میں نے قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ ذخیرہ کرنے سے منع کیا تھا اب جب تک اور جتنا چاہو ذخیرہ کر سکتے ہو۔ میں نے تمہیں نبیذ مشکیزہ کے علاوہ ہر کسی چیز سے پینے سے منع فرمایا تھا اب تم سب برتنوں سے پی سکتے ہو بشرطیکہ وہ نشہ آور نہ ہو (مسلم)

ایک اللہ کے بندے کا قول ہے کہ قبرستان میں جانا مستحب ہے کیونکہ قبرستان میں جا کر قبروں کو دیکھنے سے دل میں نرمی پیدا ہوتی ہے۔ موت یاد آتی ہے اور دل ودماغ میں یہ عقیدہ راسخ ہو جاتا ہے کہ دنیا فانی ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے پہلے تمہیں قبروں پر جانے سے منع فرمایا تھا مگر اب تم قبروں پر جایا کرو کیونکہ قبروں پر جانا بے رغبتی پیدا کرتا ہے اور آخرت کی یاد دلاتا ہے۔ (ابن ماجہ)

۳۔ والدین کی قبروں پر جانے کا حکم

والدین کی قبروں پر جا کر ان کے لیے دعائے استغفار کرنا ان کے لیے ایصالِ ثواب کرنا فائدہ مند ثابت ہوتا ہے۔ اگر کوئی عذاب میں مبتلا ہو تو اولاد جب قبر پر جا کر ایصالِ ثواب کرتی ہے تو اس کے عذاب میں کمی کر دی جاتی ہے اور اگر کوئی راحت میں ہو تو اسے مزید راحت میسر آتی ہے۔ والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے میں یہ بات بھی شامل ہے کہ جب وہ دنیا سے رخصت ہو جائیں تو پھر ان کی قبر پر جا کر قرآن خوانی

کر کے ان کی روحوں کو بخشا جائے ۔ یہ بات ان کے لیے سودمند ثابت ہوگی ۔ لہٰذا نیک اولاد کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہفتہ میں ایک بار ضرور اپنے والد اور والدہ کی قبر کی زیارت کے لیے جائے اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کرے۔

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ النُّعْمَانِ يَرْفَعُ الْحَدِيثَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ زَارَ قَبْرَ أَبَوَيْهِ أَوْ أَحَدِهِمَا فِي كُلِّ جُمُعَةٍ غُفِرَ لَهُ وَكُتِبَ بَرًّا ۔

حضرت محمد بن نعمان رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک الفاظ حدیث کو پہنچاتے ہوئے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن والدین کی یا ان میں سے ایک کی قبر کی زیارت کرے تو اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے (اور اس کا نام نیکوکاروں میں لکھا جاتا ہے ۔ بیہقی)

طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ خدا جنت میں ایک نیک بندے کا مرتبہ بلند فرماتا ہے تو وہ بندہ پوچھتا ہے، پروردگار مجھے یہ مرتبہ کہاں سے ملا۔ خدا فرماتا ہے تیرے لڑکے کی وجہ سے کہ وہ تیرے لیے استغفار کرتا رہا ۔

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جب آدمی فوت ہو جاتا ہے تو اس کے سب عمل منقطع ہو جاتے ہیں سوائے تین اعمال کے ۔ صدقہ جاریہ، علم نافع، اور نیک اولاد جو والدین کے لیے دعا کرتی رہتی ہے ۔ (شرح الصدور)

۴ ۔ زیارتِ قبور کا طریقہ

زیارتِ قبور کا طریقہ یہ ہے کہ قبرستان میں ادب کے ساتھ داخل ہو کر جس قبر پر آپ جانا چاہیں جائیں راستے کے ذریعے جائیں، قبروں پر سے گزرنے سے پرہیز کریں اور نہ کسی قبر پر پاؤں آنے دیں اور جب مطلوبہ قبر پر پہنچ جائیں تو اس کے پائنتی جانب سے ہو کر منہ کی طرف ہو جائیں اور اس سے اتنے فاصلے پر بیٹھ جائیں جتنا کہ زندگی میں بیٹھا کرتے تھے، بزرگوں کا کہنا ہے کہ سرہانے کی طرف سے نہ آئیں کہ میت کے لیے باعث ایذا رسانی ہے ۔ یعنی

میت کو گردن پھیر کر دیکھنا پڑے گا کہ کون آیا ہے۔ اس کے بعد سلام کہیں اس کے بعد قرآن پاک کی جتنی تلاوت کرنی چاہیں۔ اس کے بعد اس کا ثواب صاحب قبر کی روح کو بخشیں۔

عام دنوں کی نسبت جمعہ کے دن جانا زیادہ بہتر ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں لکھا ہے کہ چار دن یعنی پیر، جمعرات، جمعہ اور ہفتہ زیارت کے لیے بہتر ہیں۔ جمعہ کے دن بعد نمازِ جمعہ افضل ہے۔ ہفتہ کے دن طلوعِ آفتاب تک اور جمعرات کو دن کے اول وقت میں یا پچھلے وقت میں۔ پیر کے روز رات کے پچھلے پہر میں، متبرک راتوں میں یعنی شبِ برأت، شبِ قدر، عیدین کے دن اور عشرہ ذالحجہ میں زیارتِ قبور بہتر ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّمَا كَانَ لَيْلَتُهَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ اِلَى الْبَقِيْعِ فَيَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَاَتَاكُمْ مَا تُوْعَدُوْنَ غَدًا مُؤَجَّلُوْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میرے یہاں تشریف آوری کی باری ہوتی تو سرکار رات کے آخری حصہ میں قبرستان تشریف لے جاتے اور وہاں یہ کلمات فرماتے: "اس بستی کی ایماندار قوم! تم پر سلامتی ہو۔ تمہیں وہ چیز مل گئی جس کا تم سے کل تک کا وعدہ کیا گیا تھا۔ اور تمہیں مہلت دی گئی تھی۔ اور ہم بھی انشاءاللہ تم سے ملنے والے ہیں۔ خداوندا! بقیع غرقد کے مومنین کی مغفرت فرما۔ (مسلم شریف)

۵۔ قبروں پر بیٹھنے کی مذمت

قبرستان میں ازحد احتیاط کرنی چاہیئے کہ کسی قبر پہ نہ بیٹھے کیونکہ قبر پہ بیٹھنے سے گناہ ہوگا اگر بیٹھنا پڑے تو ایسی زمین پر بیٹھ جائیں جہاں قبر نہ ہو اگر کسی قبر کے ساتھ

کوئی چبوترہ وغیرہ بنا ہو تو اس پر بیٹھنے میں حرج نہیں۔ میں نے کئی مرتبہ دیکھا ہے کہ قبرستان میں جب لوگ کسی میت کو دفن کرنے جاتے ہیں تو لوگ قبر پر بیٹھنے سے گریز نہیں کرتے اور اگر کسی سے نہ بیٹھنے کے لیے کہا جائے تو بڑے آرام سے کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے بھی تو مر کر مٹی ہی میں جانا ہے۔ یہ کوئی دلیل نہیں بلکہ قبرستان میں ادب کو ملحوظِ خاطر رکھنا انجام بخیر کی دلیل ہے۔

بعض لوگ قبرستانوں میں جاکر نشہ کرتے ہیں یا جُوا وغیرہ کھیلتے ہیں۔ ایسے لوگ بہت ہی بُرے ہیں کہ انھیں موت کے پاس جاکر بھی بُرائی نہیں بھولتی۔ ایسے ہی بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ قبرستان میں جاکر دنیا کی اچھی بُری باتیں کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ کسی کی غیبت کرنے سے بھی باز نہیں آتے تو اس طرح کے خلافِ شرع کام قبرستان میں منع ہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ یَّجْلِسَ اَحَدُکُمْ عَلٰی جَمْرَةٍ حَتّٰی تُحْرِقَ ثِیَابَهٗ خَیْرٌ مِّنْ اَنْ یَّجْلِسَ عَلٰی قَبْرٍ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی شخص آگ کی چنگاری پر بیٹھے حتیٰ کہ اس کے کپڑے جل جائیں تو یہ قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے۔ (نسائی شریف)

ایسے ہی قبر کے ساتھ تکیہ لگانے سے منع فرمایا گیا ہے تاکہ روح کو اذیت نہ ہو۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ قَالَ رَاٰنِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُتَّکِئًا عَلٰی قَبْرٍ فَقَالَ لَا تُؤْذِ صَاحِبَ هٰذَا الْقَبْرِ اَوْ لَا تُؤْذِهٖ۔

حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ قبر پر تکیہ لگائے دیکھ کر فرمایا کہ صاحبِ قبر کو اذیت نہ دو۔

(احمد)

قبر پر عورتوں کے جانے کا مسئلہ

عورتوں کے لیے بعض علماء نے زیارت قبور کو جائز قرار دیا ہے۔ در مختار نے یہی قول اختیار کیا۔ مگر عزیزوں کی قبور پر جائیں گی تو جزع و فزع کریں گی لہٰذا ممنوع ہے اور صالحین کی قبور پر برکت کے لیے جائیں تو بوڑھیوں کے لیے حرج نہیں اور جوانوں کے لیے ممنوع ہے اور بہتر یہ ہے کہ عورتیں مطلقاً منع کی جائیں اور اپنوں کی قبور کی زیارت میں تو وہی رونا ہے اور صالحین کی قبور پر یا تعظیم میں حد سے گزر جائیں گی یا بے ادبی کریں گی کہ عورتوں میں یہ دونوں باتیں بکثرت پائی جاتی ہیں اس لیے قبور کی زیارت کیلئے جانا بہتر نہیں۔ اگر کوئی عورت اپنے ماں باپ بہن بھائی یا اولاد کی قبر پر چلی جائے اور وہاں آداب کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن پاک پڑھ کر ایصال ثواب کر چلے تو اس میں کچھ حرج نہیں مگر کوئی خلاف شرع حرکت نہ کرے مگر بہتر تو یہ ہے کہ قبرستان کے باہر ہی کھڑی ہو کر ایصال ثواب کرے۔

علامہ قطب الدین شارح مشکوٰۃ کا کہنا ہے کہ ابتدائے اسلام میں زیارت قبور کے بارے میں جو ممانعت فرمائی گئی تھی وہ عورتوں کے لیے اب بھی ہے کہ نہیں؟ اس بارے میں علماء میں اختلاف ہے علماء کا ایک گروہ عورتوں کے جانے کو جائز قرار دیتا ہے جبکہ دوسرا گروہ عورتوں کے جانے کو مطلقاً درست خیال نہیں کرتا اس کے بعد انھوں نے اپنی رائے یہ دی ہے۔ عورتوں کے لیے صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی زیارت جائز ہے اور دوسری عام قبروں پر جانے سے گریز کریں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ زَوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَ قَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَقَالَ وَقَدْ رَاٰی بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِنَّ هٰذَا كَانَ قَبْلَ اَنْ یُّرَخِّصَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ زِیَارَةِ

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی خواتین پر لعنت فرمائی ہے (احمد، ترمذی، ابن ماجہ) لیکن صاحب ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن وصحیح ہے لیکن یہ اضافہ کیا اور بعض علماء نے فرمایا یہ حکم ابتدائی دور میں تھا لیکن جب زیارت قبر کی عام اجازت دی گئی تو اس میں خواتین اور مرد بھی شامل ہو گئے لیکن بعض علمائے حدیث نے

اَلْقُبُوْرِ فَلَمْ يُرَخَّصْ دَخَلَ فِي رُخْصَتِهِ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّمَا كُرِهَ زِيَارَةُ الْقُبُوْرِ لِلنِّسَاءِ لِقِلَّةِ صَبْرِهِنَّ وَكَثْرَةِ جَزَعِهِنَّ تَمَّ كَلَامُهُ

فرمایا سرکارؐ نے عورتوں کے لیے قبور کی زیارت کو ناپسند قرار دیا ہے۔ کیونکہ نہ تو وہ زیادہ صابر ہوتی ہیں اور نہ جزع فزع میں کمی کرتی ہیں۔

(مشکوٰۃ شریف)

۷. صاحب قبر کے ادب کو ملحوظ خاطر رکھنے کی تاکید

قبر پر جاکر صاحب قبر کی عزت اور ادب کو اسی طرح ملحوظ خاطر رکھو جس طرح اس کی زندگی میں رکھتے تھے لہذا وہاں کوئی ہنسی یا مذاق والی بات نہیں کرنی چاہیئے یعنی سنجیدگی اختیار کرنی چاہیئے، اور نہ ہی کوئی تحقیر آمیز فعل کرنا چاہیئے جو مومن کے اکرام و شرف کے منافی ہو۔ اس ادب کی سند حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت ہے:۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَدْخُلُ بَيْتِيَ الَّذِيْ فِيْهِ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنِّيْ وَاضِعٌ ثَوْبِيْ وَاَقُوْلُ اِنَّمَا هُوَ زَوْجِيْ وَاَبِيْ فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُمْ فَوَاللهِ مَا دَخَلْتُهُ اِلَّا وَاَنَا مَشْدُوْدَةٌ عَلَيَّ ثِيَابِيْ حَيَاءً مِنْ عُمَرَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ جب میں اپنے حجرہ میں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں، آتی تو اپنی اوڑھنی اتار کر رکھ دیتی تھی اور یہ کہتی کہ یہاں میرے شوہر اور میرے والد آرام فرما ہیں لیکن جب وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ دفن کیے گئے تو خدا کی قسم! میں اپنے کپڑوں کو سمیٹ کر چادر سے خوب ڈھک کر حضرت عمرؓ سے حیا کرتے ہوئے حجرہ میں آتی ہوں

بعض لوگ بظاہر دنیا سے کنارہ کش ہو کر قبرستانوں میں ڈیرہ لگا لیتے ہیں اور وہاں رہائش اختیار کر لیتے ہیں۔ علماء نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ قبرستان کی زمین کو ذاتی استعمال میں لانا درست نہیں کیونکہ قبرستانوں میں رہائش اختیار کرنے سے قبروں کا ادب ملحوظ خاطر نہیں رہتا۔

۸. قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی ممانعت

قبرستان میں یا کسی اور مقام پر قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا منع ہے۔ یعنی اگر قبرستان میں کوئی جگہ خالی ہو اور آپ اس پر نماز پڑھنا چاہیں تو دیکھ لیں

کہ اس کے آگے قبر تو نہیں۔ کیونکہ اگر آگے قبر ہوگی تو نماز نہیں ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ قبرستان کے بیچ میں جہاں قبریں ہوں نماز نہ پڑھیں البتہ قبرستان کے ساتھ اگر کوئی علیحدہ جگہ صرف نماز کے لیے بنائی گئی ہو، جس کے ارد گرد اتنی اونچی چار دیواری ہو جس سے آگے، دائیں اور بائیں کی قبریں نظر نہ آتی ہوں تو وہاں نماز پڑھ لینا درست ہے۔

عَنْ اَبِیْ مَرْثَدٍ کَنَازِ بْنِ الْحُصَیْنِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ۔ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تُصَلُّوْا اِلَی الْقُبُوْرِ وَلَا تَجْلِسُوْا عَلَیْھَا۔

حضرت ابو مرثد کناز بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے۔ نہ قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو اور نہ ان پر بیٹھو۔

(مسلم شریف)

۹۔ قبرستان کو مٹا کر مسجد بنانے کی ممانعت

قبروں کے اوپر یا ان کو مٹا کر ان کے اوپر مسجد بنانا منع ہے

اگر کوئی قبرستان یا قبر خود بخود زمانے کے نشیب و فراز کی وجہ سے مٹ گئی اور وہاں قبر معلوم نہ ہو تو اس پر مسجد بنا سکتے ہیں کیونکہ اس کا حکم عام زمین کے ضمن میں آجائے گا خود قبروں کو مسمار کر کے یا ان کے اوپر چھت ڈال کر مسجد بنانا خلافِ شرع ہے اور ایسا کرنا باعثِ ثواب نہیں بلکہ گناہ ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کے اوپر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْاَرْضُ کُلُّھَا مَسْجِدٌ اِلَّا الْمَقْبَرَۃَ وَالْحَمَّامَ

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ساری دنیا سجدہ گاہ ہے سوائے مقبرے اور غسل خانے کے

(ابو داؤد، ترمذی، دارمی)

اس حدیث سے یہ بات عیاں ہے کہ قبر کے اوپر سجدہ گاہ نہیں بنائی جا سکتی۔ لیسے

، سی ابوداؤد کی ایک روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو مسجد بنا لینے پر لعنت فرمائی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُصَلّٰى فِي سَبْعَةِ مَوَاطِنَ فِي الْمَزْبَلَةِ وَالْمَجْزَرَةِ وَالْمَقْبَرَةِ وَقَارِعَةِ الطَّرِيْقِ وَفِي الْحَمَّامِ وَفِي مَعَاطِنِ الْاِبِلِ وَفَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِ اللّٰهِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہوں پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے:۔
۱۔ کوڑا گھر ۲۔ قربان گاہ
۳۔ مقبرہ ۴۔ چوراہے
۵۔ غسل خانے ۶۔ اونٹوں کے باندھنے کی جگہ ۷۔ اور خانہ کعبہ کی چھت پر (ترمذی، ابن ماجہ)

۱۰۔ قبرستان کے متفرق آداب

جس طرح شریعت کی رُو سے قبروں پر بیٹھنا منع ہے۔ ایسے ہی ان پر سونا اور ان کے ساتھ ٹیک لگانا بھی آداب کے خلاف ہے۔ قبروں کے اوپر سے پھلانگنا بھی ناجائز ہے کیونکہ بعض لوگوں کا یہ طریقہ ہوتا ہے کہ وہ قبرستان میں اپنے کسی عزیز و متعلق کی قبر تک پہنچنے کے لیے درمیان کی قبروں کو بلا تکلف روندتے ہوئے چلتے ہیں بلکہ قبروں کو پھلانگتے ہیں، یہ بات انتہائی غلط ہے۔ لہٰذا قبروں پر پاؤں رکھنے سے ہر ممکن بچنا چاہیئے۔

قبرستان میں استنجاء کرنا بہت ہی قابلِ مذمت فعل ہے۔ بعض قبرستانوں میں درخت وغیرہ لگے ہوتے ہیں تو انھیں کاٹنا نہیں چاہیئے۔ گری ہوئی قبر کو درست کرنا بہتر ہے تاکہ قبر کا نشان باقی رہے۔ قبر کے تعویذ کو زمین سے ایک بالشت اونچا بنانا سنت ہے کسی قبر کو پاؤں سے ٹھوکر نہیں لگانی چاہیئے۔ تربیہ قبر کھودنے سے گریز کرنا چاہیئے۔ اگر قبر کھودتے وقت کسی پہلے مُردے کی ہڈیاں نکل آئیں تو انھیں کسی مقام پر دفن کر دینا چاہیئے۔ قبرستان کو چراگاہ نہیں بنانا چاہیئے۔ قبر کو مردہ خور جانوروں اور کتوں سے محفوظ کرنا چاہیئے

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر لحاظ سے مردہ کی تحقیر کی ممانعت فرمائی ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِهٖ حَيًّا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں، کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مردہ کی ہڈی کو توڑنا ایسا ہی ہے جیسا کہ زندہ شخص کی ہڈی کو توڑنا۔ (مالک، ابوداؤد، ابن ماجہ)

عالم فقری کی کتب کا مرکز

ادارہ پیغام القرآن

۴۰۔ اردو بازار لاہور